کوئی چیز کھا نہین سکتا اور اگر کھا بھی لیا تو معدہ مین صلاحیت نہین کہ مثل جانورون کے گھاس
وغیرہ کو ہضم کر سکے۔ پھر جب ہوش سنبھالتا ہے اور اپنی ذاتی سعی سے غذا حاصل کرنے کی لیاقت
پیدا ہوتی ہے تو اوسکی غذائی طبعی ایسی نہین جو پیش پا فتادہ ہوا ور ہر جگہ دستیاب ہو سکے جیسے
حیوانات کیلئے مقرر ہے بلکہ ایسے غلون کی طرف محتاج ہے جنکو خاص طور پر زراعت کر کے
حاصل کرنیکی ضرورت ہے۔ پھر اوسکی طبیعت ایسی نازک بنائی گئی کہ مثل حیوانات کے زیر سما گزران
نہین کر سکتا اسلئے گھر کی طرف محتاج ہے پھر اندرونی اور بیرونی اسباب خدا جانے اوسپر کتنے
مسلط ہین جنکی وجہ سے اس کثرت سے امراض اوسکو لاحق ہوتے ہین جنکی پوری فہرست ابتک
قلم بند نہو سکی ہر وقت ایک نئی بیماری کا سامنا ہے اور ایک نئی دوا کی حاجت ممکن نہین کہ مثل حیوانو
باقتضاے طبع اپنا علاج آپ کر سکے اب غور کیجئے کیا ممکن ہے کہ کوئی فرد بشر ان تمام ضروری اشیاء کو
اپنی ذاتی کوششون سے فراہم کر سکے ہرگز نہین۔ صرف غذا ہی کو دیکھ لیجئے جسکی ہر وقت ضرورت ہے
کہ کس قدر دشواریون مین رکھی گئی ہے کہ جب تک اپنی ذات سے زراعت نکرے کہین مل نہین
سکتی بخلاف گھاس پتون کے جو حیوانون کی غذا ہے کہ باوجودیکہ ہر سال جانور چر کر اوسکو فنا کر دیتے
ہین مگر جب نیا سال آتا ہے تو بغیر اسکے کہ کوئی جانور تخم ریزی کرے اور زراعت کی مشقت اٹھائے
خود بخود پیدا ہوتی ہے اب زراعت کو دیکھئے کہ کتنی چیزون کی طرف اوسمین احتیاج ہوتی ہے
ابتداءً ہل بنانے کی ضرورت ہے جو بغیر لوہے اور لکڑی کے نہین بن سکتا۔ پھر لوہے اور لکڑی کا
حاصل کرنا بھی آسان نہین اوسکے لئے بھی آلات کی ضرورت ہے پھر وہ آلات بھی بغیر بنائے
بن نہین سکتے اونکا مادہ حاصل کرنا بھی محتاج آلات ہے غرضکہ صرف آلات ہی کا سلسلہ ایک مدت
دراز تک اوسکو پریشان کیے رکھیگا پھر وہ آلات اگر بن بھی گئے اور غلہ حاصل ہو بھی گیا تو بغیر پکائے
کھانے کے لایق نہین ہوتا کیونکہ اوسکے معدہ مین اتنی حرارت نہین رکھی گئی جو مثل حیوانات کے
کچے غلہ کو پکا کر ہر وقت ہضم کر سکے بلکہ اوس کے ہضم کیلئے یہان تک بیرونی مدد کی حاجت ہے
کہ کئی چیزونکو پیسنے کی ضرورت ہے اسلئے ظروف وغیرہ کی احتیاج ہوئی پھر اون ظروف کے
بنانے مین بھی وہی دشواریان درپیش ہین علی ہذا القیاس مکان وغیرہ مین جو ضرورتین اور احتیاجین
لاحق ہوتی ہین محتاج بیان نہین۔ بہر حال انسان کو اتنی کثیر التعداد اشیا کی طرف احتیاج ہے کہ اونکی

فہرست لکھنی مشکل ہے بڑے بڑے شہرون مین دیکھئے تو ایک بڑا حصہ اونکا اوسکی ضرورتون کو پوری کرنیوالی اشیا سے بہرا نظر آئیگا۔

غرضکہ ضرورتون پر تفصیلی نظر ڈالنے سے بداہتہً ثابت ہوتا ہے کہ ممکن نہین کہ کوئی فرد بشر اپنی ذاتی کوشش سے اپنی ضرورتون کو پوری کرسکے۔ پھر بہت سی ضرورتین ان مین ایسی ہین کہ جبتک وہ پوری نہون بقاے شخصی اور بقاے نوعی محال ہے اسلئے ہر وقت بہت سی چیزونکی طرف احتیاج لگی رہتی ہے۔ اور احتیاج ایسی بُری چیز ہے کہ جبتک وہ رفع نہوجائے سبب دربان کی طرح آدمی پر مسلط رہتی ہے اور ہر وقت اوسی سے متعلق خیال لگا رہتا ہے جس سے دوسرا کام توکیا خیال تک نہین آسکتا۔ دیکھ لیجئے کہ جب آدمی کو بھوک کی وجہ سے غذا کی احتیاج ہوتی ہے تو وہ جہان جاتا ہے غذا حاصل کرنے ہی کا خیال لگا رہتا ہے بلکہ وہ خیال سواے اوس مقام کے جہان غذا حاصل ہوسکے دوسری طرف اوسکو جانے نہین دیتا۔ اگر اوسکے پاؤن مین زنجیر ڈالی جاتی تو ممکن تھا کہ کسی تدبیر سے اوسکو توڑ کر کہین چلا جاتا۔ مگر اس خیال کی ایسی گران زنجیر اوسکے پاؤن مین پڑی ہوی ہے کہ کسی طرف وہ قدم نہین اٹھا سکتا اسی پر اور حاجتون کو قیاس کرلیجئے۔ ان حاجتون نے انسان کو اسقدر مجبور کردیا کہ ہر ایک شخص دوسرے سے بزبان حال کہہ رہا ہے کہ خدا کیلئے مجھے بچالو ورنہ مین ہلاک ہوے جاتا ہون۔ اس باہمی گفتگو اور احتیاج کا یہ اثر ہوا کہ ہر ایک دوسرے کی ہمدردی پر آمادہ ہوگیا اور سب نے اتفاق کرلیا کہ ایک ایک حصہ زمین کا زراعت وغیرہ ضروریات کیلئے اپنے تصرف مین لیکر چھوٹی بڑی بستیان حسب ضرورت آباد کرین چنانچہ اس ہمدردی سے تمدن کی بنیاد پڑی اور ایک ایک کام کی طرف ایک ایک جماعت متوجہ ہوگئی کسی نے لوہا زمین سے نکالنا اپنے ذمہ لیا کسی نے اوسکے آلات بنانے کی طرف توجہ کی کسی نے زراعت کا اہتمام کیا کسی نے لباس وغیرہ کا انتظام کیا۔ غرضکہ اپنی اپنی مناسبت طبعی اور مصلحت وقت کے لحاظ سے ایک ایک کام اپنے اپنے ذمہ لیکر سب نے مایحتاج اشیا کو ہاتون ہاتھ فراہم کردیا۔

ہرچند بظاہر یہ ابتدائی حالت کا نقشہ معلوم ہوتا ہے مگر حالت موجودہ پر غور کیا جاے تو ہر وقت وہ اسی نقشہ کو پیش نظر کردیگی۔ دیکھہ لیجئے ذلیل سے ذلیل خدمت خاکروبون کی ہے۔ اگر وہ اتفاق کرکے اوس سے دست بردار ہوجائین تو تمام شہر مین تہلکہ پڑجاے اور قدر نعمت بعد زوال کا

مضمون پورے طور پر صادق آجائے۔

جب آپنے دیکھ لیا کہ آدمی بات بات مین محتاج ہے اور اسی احتیاج نے اوسکو شہر بند کر رکھا ہے اور
اور جب تک قید حیات مین ہے اس دائمی حبس سے آزاد نہین ہوسکتا تو اس مشاہدہ کے بعد بھی
اگر کوئی آزادی کا دعوی کرے تو کیونکر صحیح سمجھا جائیگا البتہ بہ نسبت انسان کے حیوانات کسیقدر
آزادانہ زندگی بسر کرسکتے ہین کیونکہ اونکی حاجتین محدود اور بہت کم ہین مگر اسی آزادی نے اونکو
دولت تمدن سے محروم کرکے ایک ایسی کسمپرسی کی حالت مین ڈال رکھا ہے کہ اگر اونکو مار بھی
ڈالین تو کوئی پوچھنے والا نہین۔

اب دیکھئے کہ کثرت احتیاج ہرچند نقص اور موجب نقص ہے مگر حق تعالی نے انسان کی فطرت
مین اوسکو داخل کرکے اپنے فضل و کرم سے اوسی نقص کو کمال کا سبب بنادیا جیسے آزادی
باوجودیکہ کمال ہے مگر آزادونکو ویکر ایک نعمت عظمی سے اونکو ہمیشہ کیلئے محروم رکھا اسلئے کہ ممکن
نہین کہ تمدن پر مجبور کرنے والی حاجتین اون مین پیدا ہون اور وہ اوس نعمت تمدن کو حاصل کرسکین
اسکا ثبوت بآسانی یون ہوسکتا ہے کہ کسی وحشی جانور کو لاکر نہایت لذیذ اور خوش گوار نعمتین کھلائے
اور فاخرہ لباس پہنائے اور عالیشان آراستہ مکان مین رکھئے پھر ان تمام نعمتون کا ذائقہ چکھانیکے
بعد چھوڑ کر دیکھ لیجئے کہ اوسکو اون چیزون کی طرف احتیاج ہوتی ہے یا نہین۔ یہ تو مشاہد ہے
کہ بندرونکو شہر مین لاکر پرورش کرتے ہین اور ایک مدت تک انسانون کی حسن معاشرت کو وہ
دیکھتے ہین باوجود اسکے جب چھوٹتے ہین تو وہی اونکا ڈالی ڈالی کودنا اور کچے پکے پھل کھاجانا
تمام دنیا کی نعمتون سے اونکے نزدیک افضل ہے نہ وہ روٹی پکا سکتے ہین نہ اوسکی ضرورت
ہوتی ہے۔ اگر اون مین تمدن کی صلاحیت ہوتی تو آدمیون کے تمدن کو دیکھکر تو کوئی شہر آباد کرگئے
ہوتے۔ اس مشاہدہ کے بعد یہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا کہ بندر چونکہ بعض اعضا اور حرکات مین انسان
کے مشابہ ہین اس وجہ سے آدمی اونکی نسل ہے اور صرف دُم جھڑ جانیکی وجہ سے اوسکو انسانیت
حاصل ہوگیا ہی جیسا کہ آج کل مذہب داروین کے مسئلہ ارتقا پر زور دیا جارہا ہے۔ ادنی تامل سے
یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ چند چیزون مین مشارکت اور مشابہت ہونے سے وحدت نوعی
صادق نہین آسکتی دیکھ لیجئے تمام جمادات نباتات حیوانات اس باب مین شریک ہین کہ سب کو

جسم صورت شکل وغیرہ ہے باوجود اسکے یہہ نہین کہہ سکتے کہ وہ سب نوع واحد ہین بلکہ وحدت نوعی
اوسیوقت صادق آئیگی کہ صورت نوعیہ اور طبیعت نوعیہ کئی افراد مین ایسے طور پر پائی جائے کہ
دیکھنے والا فی البدیہہ کہدے کہ وہ سب ایک قسم کی چیزین ہین مثلاً جس قسم کا گھوڑا دیکھا جائے
خواہ چھوٹا ہو یا بڑا دیکھنے والا سب کو ایک قسم مین داخل کردیگا کیونکہ صورت نوعیہ سب کی ایک ہے
گو صورت شخصیہ ہر ایک کی ممتاز ہو۔ اسیطرح جتنے لوازم اور آثار ہین سب کے ایک قسم کے ہونگے
جو طبیعت نوعیہ سے متعلق ہین۔ اب دیکھئے کہ بندر اور انسان کی صورت نوعیہ مین کسقدر فرق ہے
کہ بچہ بھی اگر بندر کو دیکھے گا تو اوسکو بندر ہی کہیگا یہ نہوگا کہ بعض اعضا کی مشابہت سے اوسکو آدمی
کہدے۔ اسیطرح انسان اور بندر کے لوازم واحکام مین فرق بیّن ہے انسان کا بات کرنا اپنے
ما فی الضمیر کو بذریعہ خط وکتابت وغیرہ دوسرے پر ظاہر کرنا اور تمدن مین ایک دوسرے کی مدد کرنا
وغیرہ وغیرہ امور اسقدر ہین کہ بندرون مین ہرگز پائے نہین جاتے۔ اگر بندر بھی نوع انسانی مین داخل
ہوتا تو اوسکی ضرورتین اور احتیاجین جو طبیعت نوعیہ سے متعلق ہین اوسکو تمدن پر مجبور کرتین اور
بمقتضائے ہمدردی معاونت باہمی سے حصہ لیتا حالانکہ بداہۃً ثابت ہے کہ جس قدر نوع انسانی
کو ضرورتین اور حاجتین لاحق ہین بندرون مین اونکا وجود نہین۔

فن فزیالوجی مین لکھا ہے کہ حکمائے سابق نے غلطی کی جو انسان کو حیوانون کے رتبہ سے از حد
بڑھایا اور روح کو انسان کے ساتھ مختص کیا اور تمام قوتون کو روح سے متعلق کردیا اور خیال نہ کیا کہ
ادراک وفہم ومشقت کی قابلیت بعض حیوانات مین انسان سے بھی زیادہ ہے۔ اور تحقیق جدید سے
ثابت کیا کہ کل قوائے روحانیہ جسم دماغ سے متعلق ہین۔ اور ہر ایک قوت دماغ کی ایک قسم کی ساخت
سے متعلق ہے خواہ انسان مین ہو یا حیوان مین۔

ہمین اس مین کلام کرنے کی ضرورت نہین کہ اون قوی کا تعلق روح سے ہے یا جسم سے مگر
یہ تو ضرور کہینگے کہ انسان اور حیوانات گو شکل اور بعض شمائل اور اخلاق وعادات مین برابر ہون مگر
انسان کی شرافت اور فضیلت کو کوئی حیوان نہین پہونچ سکتا خصوصاً فضیلت تمدن کو اوسنے تو
تمام حیوانون کو ذلیل ومسخر بنا دیا ممکن نہین کہ تمام حیوان ملکر اب انسان کا مقابلہ کرسکین اگر تمدن کے
فوائد پر گہری نظر ڈالی جائے تو ہمین ذرا بھی شک نہوگا کہ سعادت دنیوی تمدن سے بڑھکر کسی

چیز مین نہین پہر جب یہ فضیلت اور کرامت خاص انسان کو حاصل ہے اور کل حیوانات اوس سے محروم ہین تو ماننا پڑیگا کہ نوع انسانی مین کوئی ایسی چیز ضرور ہے جو حیوانات کو نہین دی گئی اور ایسی نعمت عظمے سے محروم رکھے گئے۔

ماہرین فزیالوجی نے اقرار کیا ہے جیسا کہ کوُسب صاحب نے لکہا ہے کہ بعض اعضا جو انسان کے دماغ مین ہین حیوانون کے دماغ مین پائے نہین جاتے مثلاً اعضائے قیاسات جیسے اعزاز عسری امید سجیلہ وغیرہ وغیرہ کہ خاص انسان سے تعلق رکہتے ہین حیوانون مین دیکہنے مین نہین آتے'' اس سے ظاہر ہے کہ گو انسان اور حیوان مین بعض امور شریک ہین مگر بعض امور ایسے بھی ہین کہ کسی حیوان مین مطلق پائے جاتے اس سے ثابت ہے کہ نوع انسانی قوت ممیزہ وغیرہ کی وجہ سے تمامی انواع موجوات مین اعلیٰ درجہ تک پہونچ گئی ہے اگر سماعت و بصارت اور دوسرے اوصاف مین حیوانات اوسکے شریک ہون تو اوسکی فضیلت پر ان چیزون کا کوئی اثر نہین پڑسکتا جیسے نباتات مین بہی قوت غاذیہ اور نامیہ اور حیات ہوتی ہے اور وہ نر و مادہ بھی ہوتی ہین جن مین اعضائے تناسل بھی موجود ہین جیسا کہ فن نباتات مین مصرح ہے مگر اس اشتراک سے انسان کی فضیلت مین کوئی نقصان نہین آتا۔

الحاصل دلائل عقلیہ اور ہزارہا سال کے تجربون سے ثابت ہے کہ سوائے انسان کے نعمت تمدن حاصل کرنے کی صلاحیت ہی کسی مین نہین اور کیونکر ہو اوسکا منشا تو وہ بیشمار حاجتین ہین جو اوسپر مجبور کر رہی ہین جنکا وجود سوائے انسان کے کسی مین نہین پایا جاتا۔ خدائے تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہر طرح ہمین محتاج بنا کر ایک اعلیٰ درجہ کی نعمت کا افتخار بخشا جسمین کوئی ہمارا ہمسیر نہین ہوسکتا۔ دیکھئے یہ احتیاج کیسی قابل قدر چیز ہے کہ فخر الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہین۔ الفقر فخری۔ یہی احتیاج ہے کہ دین و دنیا کی نعمتین اسکی بدولت حاصل ہوتی ہین دیکہہ لیجئے کیسی ہی عمدہ سے عمدہ نعمت ہو اگر اوسکی احتیاج نہو تو ہیچ ہے کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے ؎

آب کم جو تشنگی آور بدست

اگر حق تعالیٰ ہماری فطرت مین ہر چیز کی احتیاج داخل نفرماتا تو تمام عالم ہمارے حق مین بیکار تہا اور مثل وحشیون کے ہم بہی دولت تمدن سے محروم رہجاتے مگر افسوس ہے کہ ہم اپنی احتیاجون کا بہی احساس نہین کرسکتے۔ اسکو دیکہہ لیجئے کہ ہماری دینی اور دنیوی

حالت کسقدر قابل اصلاح ہے مگر ہم کچہہ ایسے خواب غفلت مین ہین کہ یہہ بھی نہین جانتے کہ ہم اوسکی اصلاح کے محتاج ہین یا نہین۔

اگر ہمین اپنی حاجتون کا احساس بالتفصیل ہو اور اوسکے ساتہہ حاجت روائیون کے کارخانہ پر نظر ڈالین تو معلوم ہوگا کہ محتاج بنانے والے حکیم علی الاطلاق نے کسقدر سامان حاجت روائی مہیا فرمادیا ہے مثلاً ادہر تشنگی دی تو اودہر پانی کے دریائین بہادے جنکو کوئی روک نہین سکتا اور ادہر بہوک دی تو اودہر رزق کا ایک کارخانہ کہول دیا جسکی کارگزاریون مین آفتاب ماہتاب جیسے آیات بینات سرگرم ہین۔ سعدیؒ فرماتے ہین ؎

ابر و باد و مہ و خورشید فلک درکارند ۔ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار ۔ شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

اسی موقع مین حق تعالیٰ فرماتا ہے یا ایُّہا النّاس انتم الفقراء الی اللہ یعنے اے لوگو تم اللہ ہی کی طرف محتاج ہو۔ ہرچند بظاہر ہماری احتیاج پانی غلہ وغیرہ کی طرف ہے مگر اون مین کوئی چیز ایسی نہین جو خود بخود پیدا ہو جائے بلکہ ہر چیز ممکن ہونے کی وجہ سے اپنے وجود مین خالق کی طرف ضرور محتاج ہے جس سے ظاہر ہے کہ ہر حاجت ہماری خالق عزّ وجل ہی سے متعلق ہے۔ اگر ہم اپنی حاجتون پر نظر ڈالین اور غور کرین کہ ہر ایک حاجت ہماری کتنی چیزون سے متعلق ہے تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ عالم مین کوئی چیز ایسی نہین جس سے کوئی نہ کوئی حاجت ہماری متعلق نہو۔ گو اوسکو ہر شخص معلوم نہ کر سکے مثلاً بادی الرائے مین خیال کیا جاتا ہے کہ ہمارا نشو و نما زمین پر ہے اسلئے کل حاجتین ہماری زمین ہی سے متعلق ہونگی آسمان سے کوئی ہمارا تعلق نہونا چاہئے۔ مگر حکما نے اپنے تجربون سے ثابت کر دیا ہے کہ انظار کواکب کو بھی عالم سفلی کی اصلاح مین مداخلت تامہ ہے اور حق تعالیٰ خود فرماتا ہے وسخّر لکم الشمس والقمر دائبین یعنے آفتاب و ماہتاب کو تمہارے مسخر بنا دیا اور ارشاد ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعاً یعنے تمہارے لئے ہمنے تمام چیزین زمین کی پیدا کین غرضکہ عالم علوی او سفلی پر تفصیلی نظر ڈالنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر آن مین ہم ہزارہا چیزون کے محتاج ہین پھر اگر بمقتضائے انسانیت ہر حاجت روائی کے وقت یہ سمجھا کرین کہ تمام حاجتین ہماری خاص

خدائے تعالی سے متعلق ہین جنکو وہ وقتاً فوقتاً روا فرماتا ہے اسلئے کہ بغیر اوسکے کسی چیز کا وجود ممکن نہین
توہر وقت آیۂ شریفہ انتم الفقرا کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھنچا رہیگا جس سے دل خود بخود اپنے
منعم اور محسن عزشانہ کا منقاد اور شکر گذار رہیگا اور کیا تعجب کہ اس شکر گزاری کے عوض مین اور بہت سی
دنیوی و اخروی نعمتین عطا ہون کیونکہ جب اوسنے بغیر ہماری درخواست کے بے انتہا حاجتین ہم مین
پیدا کرکے دولت تمدن سے سرفراز فرمایا جسکی وجہ سے ہمارے بنی نوع ولقد کرمنا بنی آدم کے
خطاب سے تمام عالم مین ممتاز ہوے تو اون حاجتون کا احساس کرکے اگر حاجت روائیون کا شکر
ادا کیا کرین تو بیشک نعمتون کی زیادتی کے مستحق ہونگے جیسا کہ خود وعدہ فرماتا ہے ولئن شکرتم
لازیدنکم۔

حق تعالی نے تمام انواع مین سے صرف نوع انسانی کی فطرت مین جو بیشمار حاجتین رکھین اس سے صاف
ظاہر ہے کہ قبل تخلیق عالم حق تعالی کو منظور تہا کہ اس نوع کو عالم مین امتیاز تمدن عطا فرمادے اور اوس سے
یہہ استدلال بھی ہوتا ہے کہ حق تعالی کو اس نوع کے ساتہہ ازلی محبت ہے جسکا حال اس مثال سے
معلوم ہوسکتا ہے کہ اگر کسی مقتدر سخی بادشاہ کے یہان کوئی اوسکا مکرم دوست مہمان ہو تو اوس مہمان
کی جتنی حاجتین زیادہ ہونگی بادشاہ کی خوشنودی کا باعث ہے تاکہ ایک ایک حاجت اوسکی روا
کرے اور اپنی محبت اور عزت افزائی کا ثبوت دے اور اگر اوسکی حاجتین کم ہون تو حتی الامکان حاجتین
پیدا کرنے کی طرف اوسکی توجہ مبذول ہوگی مثلاً اوسکو بھوک کم ہو تو اشتہا پیدا کرنے والی اشیا کو
استعمال کرانے کا حکم طبیبون پر صادر ہوگا۔ غرضکہ مہمان کی زیادہ حاجتین زیادتی خوشنودی کا باعث
ہے اور اگر خود حاجتین اوسکی کم ہون اور اونکے پیدا کرنے پر وہ قادر نہو تو اوسکی کم قسمتی پر بادشاہ کو
افسوس ہوگا۔ مگر چونکہ خدائے تعالی خود خالق ہے اسلئے اوس مکرم نوع انسانی کی فطرت ہی مین بے انتہا
حاجتون کو پیدا کردیا اور اوسکی کل مایحتاج اشیا کو عالم مین بکثرت پیدا کرکے خبر دے کہ وہ سب کچھ
تمہارے لئے ہی ہمنے پیدا کیا ہے کما قال تعالی وخلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ اور اس بات کو سمجھنے
کے لئے عقل بھی دی جو کسی حیوان کو نصیب نہین۔ پہر اوس مکرم نوع کو تمام انواع مین امتیاز اور
افتخار حاصل ہونے کی یہ تدبیر کی کہ انہی کی فطری حاجتون سے اونکو مجبور کرکے اونکی عقل کو بیدار اسنے
بنایا کہ سب باہم اتفاق کرکے تمدن قائم کرین اور اوسکے بعد وقتاً فوقتاً الہامون کے ذریعہ سے

ترقی تمدن کی تدبیرین تبائین۔

الحاصل تمدن کی بنیاد فطرتی طور پر ڈالی گئی جس سے اوس کرم نوع انسانی کو سعادت دنیوی کے حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ ہاتھ آگیا اب اگر باوجود اتنے فضل و کرم کے کوئی شخص کفران نعمت کرے اور ایسے افعال کا مرتکب ہو جو خلاف مرضی خالق اور تمدن کو ضرر پہونچانے والے ہون تو وہ مصداق اولئک کالانعام بل ہم اضل۔ پورے طور پر صادق آجائیگا۔

غرضکہ تمدن کی بنیاد فطرتی طور پر قائم ہوئی ہے جس مین انسان کے فعل و اختیار کو چندان دخل نہین مگر عقل بھی اوسکو مفید اور ضروری سمجھتی ہے اور یہ گواہی دیتی ہے کہ آدمی کے حق مین تمدن سے بہتر کوئی نعمت نہین ہوسکتی اسلئے کہ کل دنیوی سعادتون کا مدار اسی پر ہے۔ کیسے ہی بیوقوف شخص سے کہا جائے کہ آبادی کو چھوڑکر جنگل مین اقامت کرے ہرگز اوسکی عقل اوسکو گوارا نکرے گی۔ جب کل افراد انسانی تمدن کو نعمت عظمی سمجھتے ہین تو چاہیئے تہا کہ ہمیشہ اوسکی حالت درست رہتی اور ہر شہر و قریہ مین امن و امان قائم رہتا جو روح تمدن ہین۔ اور جس طرح اوسکی بنیاد ہمدردی پر رکھی گئی تہی اوسمین تغیر نہ آتا حالانکہ مشاہدہ اوسکے خلاف پر گواہی دے رہا ہے کہ بجائے ہمدردی دل آزاری ہے اور بجائے امن قائم کرنے کے وہ تدابیر سوچی جاتی ہین جن سے بدامنی اور بے اطمینانی پھیلے۔ جدہر دیکہئے ایک دوسرے کا شاکی ہے۔ محکمہجات سرکاری مین فوجداری وغیرہ مقدمات اس کثرت سے رجوع ہوتے ہین کہ اہل عملہ کو فرصت نہین ملتی جس سے ظاہر ہے کہ بجائے ہمدردی کے جو منشاء تمدن کا تہا باہمی خصومت قائم ہوگئی جو باعث فساد تمدن ہے۔

اب یہان یہ دیکہنا چاہیئے کہ ہر آدمی کی عقل جب تمدن کو ضروری سمجھتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ برخلاف مقتضائے عقل لوگ اپنے ہاتون سے تمدن کو خراب کیا کرتے ہین۔

غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ تمدن کو خراب کرنے والی بھی وہی فطرتی حاجتین ہین جو باعث تمدن ہوئی تہین کیونکہ جب آدمی کو کسی چیز کی حاجت ہوتی ہے تو وہ بمجبوری اوسکے حاصل کرنے مین عقل سے مدد لیکر رفع موانع اور تحصیل ذرایع کی طرف مشغول ہوتا ہے اور جب تک کامیاب نہو تسکین نہین ہوتی غرضکہ وہی حاجت اوسکو خودغرضی پر آمادہ کرتی ہے جسکا نتیجہ ہوتا ہے کہ اوسوقت نہ تمدن کے خراب ہونے کا خیال آتا ہے نہ اپنے یا دوسرے کے ضرر کا۔ جب ہر شخص اپنی اپنی

حاجتون مین خودغرضی اختیار کرے تو ظاہر ہے کہ تمدنی حالت کبھی اصلاح پذیر نہین ہوسکتی -
اصل منشا خرابی تمدن کا ایک اور ہے جسکے بیان کے لئے تھوڑی سی تفصیل درکار ہے وہ یہ ہے کہ
آدمی کے نفس ناطقہ مین خالق عزوجل نے تین قوتین رکھی ہین جن پر بقاے شخصی اور بقاے
نوعی کا مدار ہے - ایک قوت ملکیہ جس سے حقایق امور کا ادراک متعلق ہے اور علم حکمت کی تکمیل اسی سے
ہوتی ہے یہ قوت دماغ مین رکھی گئی ہے - دوسری قوت شہویہ جسکو بہیمیہ بھی کہتے ہین اس سے تمام
نفسانی خواہشین مثل کھانے پینے اور جماع وغیرہ کی متعلق ہین اگر کھانے پینے کی خواہش آدمی کو
نہو تو بدل ما یتحلل نہ پہونچنے کی وجہ سے چند روز مین ہلاک ہوجائیگا اور جماع کی خواہش نہو تو نسل منقطع
ہوجائیگی اس قوت کا مقام جگر ہے - تیسری قوت غضبیہ جسکو سبعیہ بھی کہتے ہین اس قوت سے
آدمی خطرناک امور پر پیش قدمی کرتا ہے - اسکا محل دل ہے - یہ تینون قوتین ایک دوسرے کے
مباین ہین ان مین سے جو قوت زیادہ اور غالب ہوگی دوسری قوتین ضعیف اور بعض وقت
کان لم یکن ہوجائینگی - مثلاً قوت غضبیہ کو جب جوش ہو تو اوسوقت نہ عقل ٹھکانے رہتی ہے نہ کوئی
خواہش نفسانی ہوتی ہے اسیطرح قوت شہویہ اور ملکیہ کی زیادتی اور غلبہ کے وقت دوسری قوتین ضعیف
ہوجاتی ہین - پہر ان قوتون کی کمی وزیادتی ایک ایسی چیز سے متعلق کی گئین ہے جو ہمارے اختیار
سے خارج ہے اسلئے کہ باوجودیکہ وہ نفس ناطقہ کی قوتین ہین مگر اعضا مین رکھی گئی ہین اور اونکی
کمی وزیادتی اون اعضا کی حرارت وبرودت سے متعلق کی گئی ہے مثلاً جسکے دل مین حرارت زیادہ ہو تو اوسکا
غصہ زیادہ اور شدت سے ہوگا اور جسکے دماغ مین حرارت زیادہ ہو تو اوسکی فکر مین سرعت اور تیزی ہوگی جو
عقل سے متعلق ہے اور جسکے جگر مین زیادہ ہو تو قواے شہویہ مین زیادتی ہوگی اسیطرح حرارت
کی کمی سے اون قوتون مین کمی ہوگی - پھر اون اعضا مین جو سردی وگرمی رکھی جاتی ہے اوسکا ایک
اندازہ مقرر نہین کسی مین کم ہے توکسی مین زیادہ مثلاً کسی کے دل مین حرارت اسقدر ہوتی ہے کہ ادنی
زیادتی سے اختلاج پیدا ہوجاتا ہے اور کسی کے دل مین اتنی کم ہوتی ہے کہ اوسکے بڑہانے کیلئے
دوائیون کی ضرورت ہوتی ہے یہی حال جگر و دماغ کا ہے - غرضکہ قواے بہیمیہ اور سبعیہ اور ملکیہ
کی کمی وزیادتی اعضاے رئیسہ کی حرارت وبرودت سے متعلق کی گئی ہے اور وہ ہمارے اختیار
سے خارج ہے اور ظاہر ہے کہ جو افعال انسان سے صادر ہوتے ہین اونکا مدار اونھی قوتون پر ہے

اسلئے ممکن نہین کہ سب کے افعال ایک طور پر صادر ہون بلکہ جسپر قوت بہیمیہ کا غلبہ ہوگا اوس سے
وہ افعال زیادہ صادر ہونگے جو بہائم سے ہوا کرتے ہین اور جسپر قوت سبعیہ کا غلبہ ہوگا اوس سے
وہ افعال زیادہ صادر ہونگے جو درندون سے ہوا کرتے ہین اور ایسے ہی لوگ زیادہ ہوا کرتے ہین
اسلئے کہ عقل جو مدرک حقایق اور مکمل علم و حکمت ہے اکثر محسوسات اور وجدانیات کے مقابلہ مین
پسپا ہوا کرتی ہے اسلئے لذائذ جسمانی کا احساس وقتاً فوقتاً آدمی کو اپنی طرف ایسا مائل کرلیتا ہے کہ
ادراکات روحانی کی نوبت ہی نہین آتی اور ابھی معلوم ہوا کہ ایک قوت کے غلبہ سے دوسری قوت
مغلوب ہوجاتی ہے اسلئے قوائے بہیمیہ اور سبعیہ کے متواتر غلبون سے قوت ملکیہ اکثر مغلوب
اور بیکار رہیگی۔ یہ آثار طبعی حرارت اور برودت کے ہین پھر اوس حرارت کو بڑھانے گھٹانے والے
اسباب خارجیہ بھی بکثرت ہین جیسے دن رات فصول اربعہ مختلف غذائین دوائین حرکات و سکنات وغیرہ
جن سے باطن انسان مین حرارت یا برودت پیدا ہوتی رہتی ہے۔ غرضکہ ان اسباب داخلیہ و خارجیہ سے
آدمی کی قوائے نفسانیہ پر ایسا برا اثر پڑتا ہے کہ قوائے بہیمیہ اور سبعیہ کو قوت اور ترقی ہوتی ہے
جس سے جانورون کے سے افعال اکثر صادر ہوا کرتے ہین اور ظاہر ہے کہ حیوانات مین انھی
افعال کی وجہ سے تمدن کی صلاحیت نہین اسلئے تمدنی حالت ہمیشہ مخدوش رہتی ہے اور نفس ناطقہ
کو قوائے بہیمیہ اور سبعیہ کے غلبہ سے اتنی مہلت نہین ملتی کہ قوت ملکیہ سے کام لیکر اصلاح تمدن وقتاً
فوقتاً کرسکے۔
فن فرینالوجی جس مین کاسۂ سر سے متعلق مباحث ہین اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سر کے فلان مقام
سے فلان صفت اور فلان خلق متعلق ہے۔ اوسمین مقاومت کا مقام بتلا کر لکھا ہے کہ اگر یہ مقام کشادہ
ہو اور اسکے ساتھ مقام تخریب بھی کشادہ ہو تو ایسے شخص سے جھگڑے کج بحثیان طرح طرح کے
فساد ایذا دہی خون ریزی وغیرہ فسادات ظہور مین آئینگے۔ اور مقام امساک یا خواہش فراہمی بتلا کر لکھا ہے
کہ اسکی کشادگی ہو تو آدمی چوری کرتا ہے۔ اور مقام اعزاز ذاتی یا حفظ مراتب بتلا کر لکھا ہے کہ وہ باعث
گستاخی خودستائی خودغرضی آزادی ہے اسیطرح بہت سے اخلاق کے مقامات معین کئے
ہین غرضکہ تحقیق جدید سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق قبیحہ بعضون کی جبلت ہی مین داخل ہوتے ہین
جن سے تمدن کو ضرر پہونچتا رہتا ہے۔ بہرحال تمدن کو بگاڑنے والے افعال کا صادر ہونا افراد انسانیہ

سے فطرتی طور پر لازم ہے خواہ اونکا منشا مقامات دماغ ہون یا حرارت وبرودت اعضائے رئیسہ اور یہ تو خود مشاہدہ سے ثابت ہے کہ بعضون کی طبیعت مین قوائے غضبیہ کے آثار مثل تکبر بدخلقی قساوت قلبی حسد کینہ وغیرہ پائے جاتے ہین اور بعضون کی طبیعت مین آثار قوت شہویہ مثل فسق و فجور و حرص و بخل وغیرہ۔

اب غور کیا جائے کہ انسان مین صفات بہیمیہ اور سبعیہ جب پورے طور پر پائے جاتے ہین اور غلبہ حاصل کرنے کے آلات جو حیوانون کو دیے گئے ہین فطرۃً اوسکے پاس بھی موجود ہین اور علاوہ اونکے اوسکو عقل ایسی دی گئی ہے کہ تلوار و بندوق اور توپ جیسے آلات کے ایجاد پر قادر ہے تو کیا ممکن ہے کہ تمدنی حالت درست رہ سکے ہرگز نہین۔ اس خرابی کو دور کرنے کے لئے عقل نے مشورہ دیا کہ ایک قوت ایسی قایم کی جائے کہ وحشی طبعون کو مقہور کرکے حالت تمدن کی اصلاح وقتاً فوقتاً کیا کرے۔ چنانچہ سب نے ایک شخص کو بادشاہ مقرر کیا اور اس بات پر راضی ہوگئے کہ اپنی جان و مال مین واجبی طور پر جو کچھ تصرف کرے سب قبول مگر اون عام وحشی طبعون اور گرگ سیرتون سے نجات ملے اور اوسکو رائے اور اجرائے احکامات مین مدد دینے کے لئے ایک جماعت منتخب کی گئی اور سلطنت کی بنیاد قائم ہوی۔ چنانچہ سلطنت نے وہ کام اپنے ذمہ لیا اور حتی الامکان ایسے قواعد ایجاد کئے کہ ظلم و زیادتی کی بیخ کنی ہو اور تمدن کو خراب کرنے والون کی سرکوبی کرکے اصلاح تمدن کی فکر کی تاکہ ہر شخص فارغ البال ہوکر امن و آسایش کے ساتھ زندگی بسر کرے اور رعایا اور سلطنت مین ہمدردی کی نسبت قائم رہے۔

مگر سلاطین اور اعوان سلطنت بھی آخر اسی نوع انسانی کے افراد تھے یہ تو ممکن نہین کہ اون سب کی قوت ملکیہ اونکی قوت بہیمیہ اور سبعیہ پر غالب ہو اور لذائذ جسمانیہ اور قوت غضبیہ سے مبرّی ہوسکین اسلئے ایسے بعضے سلاطین اور اعوان سلطنت کا پیدا ہونا بھی لازم تھا کہ بجائے اصلاح حالت تمدن زیادہ ابتر ہوا اسلئے کہ طبیعت انسانی عیش پسند واقع ہوی ہے اور اوسکا مقتضٰے ہے کہ لذائذ جسمانی جو سعادت دنیوی ہین جس طرح ممکن ہو حاصل کرے پھر سب حکام کو حکومت حاصل ہو اور اونکو نفسانی خواہشون سے روکنے والی کوئی چیز نہو اور رعایا اونکے مقابلہ مین مجبور بے دست و پا ہون تو ظاہر ہے کہ اونکے قوائے شہویہ اور غضبیہ کیسے آزادانہ اور بے باکانہ تصرف کرتے ہونگے۔

ایسی حکومت مین رعایا کے حسب حال یہ شعر ہوگا۔

گرازچنگال گرگم دررربودے　　　　چو دیدم عاقبت خود گرگ بودے

بلکہ ایسی حکومت تمدن کے حق مین زیادہ ترمضر ہے۔کیونکہ ظالم صرف اپنی ذاتی قوت سے تمدن کو ضرر پہونچاتا تہا اور یہان اوسکے ساتہہ قوت حکومت مددگار ہے اگرکتب تواریخ دیکھی جاین تو صفحے کے صفحے ایسے حکام کے حالات سے سیاہ نظر آینگے۔جب حکام جنکی ضرورت صرف اصلاح تمدن کے لئے عقل سے ثابت ہے خود خرابی تمدن کے باعث ہون تو تباہے کہ اسکے بعد اصلاح تمدن کی کیا امید ہوسکتی تھی۔

غرضکہ جسطرح تمدن کو قائم کرنے والے اسباب خالق عزوجل نے پیدا کئے اوسکے بگاڑنے والے اسباب بھی اونکے پہلو بپہلو پیدا کئے۔

اب یہان عقل حیران ہے کہ فطرت تمدن کو قائم بھی کررہی ہے اور بگاڑ بھی رہی ہے حالانکہ مقتضائے فطرت وطبیعت ایک قسم کا ہوتا ہے مگر عقل کی حیرانی یون دفع کی جاتی ہے کہ فطرت بھی ایک مخلوق چیز ہے حکیم علی الاطلاق جو چاہتا ہے اوس سے کام لیتا ہے درصل خدائے تعالے کو منظور تہا کہ اس مکرم نوع انسانی کو ابدالآباد کی سعادت سے ممتاز اور سرفراز فرما دے اسلئے جسطرح کثرت احتیاج سے سعادت دنیوی کی بنیاد ڈالی تھی اوسیطرح اون حاجتون کو پیدا کرنے والے قوائے شہویہ اور غضبیہ سے ابدی سعادت کی تمہید کی۔اور اوسکی تخلیق اس طورپر ہوی کہ جتنے قوی اور صفات جانورون کے ہین سب اوسکو دی گئین جس سے اشتباہ ہوگیا کہ وہ بھی ایک جانور ہے اور بعضون نے توصاف کہدیا کہ ہم بندرون کی نسل سے ہین۔مگر اوسکو تمام عالم مین ممتاز کرنے کیلئے ایک عقل ایسی دی کہ کوئی جانور اب اوسکی ہمسری نہین کرسکتا اور اوسکی فطرت مین تحصیل علم اور تحقیق کا مادہ رکہا گیا چنانچہ جولڑکا عقل ہیولانی سے قدم باہر رکہتا ہے تو ہرنئی چیز کو دیکھکر یہ پوچہتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے جس سے مقصود تحقیق ماہیت ہے کیونکہ منطق مین مصرح ہے کہ ماھو جس کا ترجمہ وہی لڑکون کا سوال ہے دریافت ماہیت کیلئے موضوع ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ ابتدائے زمانہ شعور سے ماہیات اشیا کی تحقیق شروع ہوتی ہے۔اسکے سوا جہان دو شخص باتین کرتے ہوئے نظر آینگے اون مین ضرور ایک دوسرے سے دیکھے یا سنے ہوئے واقعات

بیان کرنا ہوگا اور سننے والا نہایت توجہ سے وہ سنتا ہوگا جس سے مقصود صرف تحصیل علم ہے
اسیوجہ سے اگر کوئی دیکھی یا سنی ہوی بات ہو تو سننے والا کہدیتا ہے کہ مین بھی سن چکا ہون ۔ اور
اگر کوئی نادر بات بیان کی جائے تو نہایت دلچسپی اور تحیر سے سنی جاتی ہے جس سے بیان کرنیوالے
کو قدردانی کا لطف آجاتا ہے اسیوجہ سے اکثر نادر نادر واقعات یاد رکھکر مجلسون اور احباب مین
بیان کیا کرتے ہین اس سے ظاہر ہے کہ تقریبًا کل گفتگو جو لوگ باہم کیا کرتے ہین اسی غرض
سے سنی جاتی ہے کہ جو بات معلوم نہین وہ معلوم ہو ۔ غرضکہ آدمی کی فطرت علم دوست اور
تحقیق پسند واقع ہوی ہے ۔

یہ بات ماننے کے قابل ہے کہ جب ادنیٰ ادنیٰ واقعات اور ماہیات اشیا کے حاصل کرنے مین
اسقدر دلچسپی ہوتی ہے تو مقتضاے عقل یہ ضرور ہونا چاہئے کہ آدمی پہلے اپنی اور عالم کی
حقیقت معلوم کرے کہ وہ ممکن ہے یا واجب ۔ اور جب اجزائے عالم کو دیکھکر یہ معلوم ہوجائے
کہ خود بخود کوئی چیز پیدا نہین ہوسکتی جب تک کوئی پیدا کرے تو عقلًا اسی خالق عالم کا ثبوت ہوجاتا
ہے یہی وجہ ہے کہ تقریبًا کل انسان خالق کے قائل ہین ۔ اسکے بعد فطرتی تحقیق پسندی کا مقتضی
ہے کہ اپنے خالق کے حالات اور کیفیت تخلیق عالم وغیرہ امور معلوم کرے اس لئے ایک ایسے
شخص کی ضرورت ثابت ہوتی ہے جو حق تعالیٰ کے اور ہمارے بیچ مین واسطہ ہو اور تشنگان علوم
الٰہیہ کو اونکے خالق کے حالات اور پیام پہونچایا کرے ۔ یہان اس بات کی طرف توجہ کرنے کی
ہمین ضرورت نہین کہ وہ شخص پیغامبر کیسا ہونا چاہئے اور اوسکے پہچاننے کے کیا طریقے ہین
کیونکہ وہ ایک مستقل وسیع بحث ہے یہان اسیقدر معلوم کرنا کافی ہے کہ عقل کی رو سے
نبی کی ضرورت ثابت ہے ۔

رہی یہ بات کہ بہت سارے عقلا اس مسئلہ کی طرف توجہ نہین کرتے سو اوسکے اسباب دوسرے
ہین منجملہ اونکے ایک یہ ہے جو ابھی معلوم ہوا کہ قوت شہویہ اور غضبیہ کے جھگڑون مین نفس ناطقہ
ایسا مشغول ہوجاتا ہے کہ قوت ملکیہ سے کام لینے کی نوبت ہی نہین آتی ۔ مگر یہ عذر اوس کا
قابل قبول نہین ہوسکتا اسلئے کہ جب اوسکی فطرت مین تحقیق حقایق اور ہر قسم کے ادراکات کی
طرف توجہ تام رکھی ہے تو اوسکو ضرور ہے کہ انبیا علیہم السلام نے جو خبرین سنائی ہین اونمین

غور و فکر کرکے خالق کی تصدیق کرے جسطرح تقریباً کل بنی نوع انسان اوسکی تصدیق کرتے ہین
گو اون مین مشرک بھی ہین مگر وہ بھی ایک خالق کو ضرور مانتے ہین اسلئے کہ جب تین کو مثلاً کسی نے
مان لیا تو ایک کو بطریق اولی مانا۔ یہ بحث دوسری ہے کہ اس قسم کے توحید مفید ہوگی یا نہین۔ ہمارا
مقصود یہان اسیقدر ہے کہ عقل تحقیق پسند خالق کے وجود کو ضرور مانتی ہے۔ اگرچہ عقلا صرف
دنیوی کام مین لگکر اس طرف توجہ نکرین اور خالق کو نہ مانین تو وہ تقریباً تمام انسانون کے مقابلہ
مین کسی شمار مین نہیں آسکتے۔

بعض حکما نے جو صرف دنیوی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے حقایق اشیا مین خوض و فکر کی
اور اونسے منافع دنیوی بھی حاصل کئے اور خدا کی طرف بالکل توجہ نہ کی اونپر یہ الزام ضرور عاید
ہوتا ہے کہ اسقدر سعادت دنیوی کے پیچھے کیون پڑگئے کہ سعادت دینے والے سے بالکل
اعراض اور انحراف ہوگیا۔ اتنا تو جانا ہوتا کہ جس عقل کی ذریعہ سے یہ سعادتین حاصل ہوی ہین نہ اوسکو
اپنی ذات سے پیدا کیا نہ کسی سے مستعار لیا آخر وہ بھی عدم سے وجود مین آئے اور کسی چیز کا
وجود مین آنا ممکن نہین جب تک خالق اوسکو وجود نہ دے ادنے چھونپڑا خود بخود نہین بن سکتا پھر
اتنا بڑا عالم اور عقل جیسی بے نظیر چیز بغیر خالق کے بنائے کیونکر بن گئی۔ اور ایسی بے بدل
نعمتین دینے والے کا عقلاً کوئی حق ہے یا نہین۔ اور اوس نے انبیا کے ذریعہ سے جو اپنے
حقوق معلوم کرائے اوسمین غور کیا ہوتا کہ آخر ہم آدمی ہین جانور نہین جو مرفوع القلم ہون۔ ہم جس بادشاہ
کے ملک مین رہین اوسکی سیادت کا اعتراف کرنا اور حقوق شاہی کا ادا کرنا ہم پر ضرور ہے۔ جب بادشاہ
کا اعتراف کرنا اور حقوق کی ادائی ضرور ہے تو خالق جسنے ہمین پیدا کیا اور جسکی خدائی مین ہم بستیان
آباد کرکے بے انتہا فوائد حاصل کرتے ہین اوسکا اعتراف اور اوسکے حقوق کی ادائی کس قدر ضروری
ہوگی۔ پھر کسی نبی نے یہ فرمایش نہین کی کہ دنیا چھوڑکر ہمہ تن عبادت الٰہی مین مشغول ہو جاؤ بلکہ نبی نے
اس عالم مین آسایش سے بسر کرنے کے وہ طریقے بتلائے کہ سب مرفہ الحال اور دولت تمدن
سے مالامال ہوجائین اور سعادت دنیوی پورے طور پر حاصل کرنے کے لئے ہمارے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم جس سے صاف اجازت دینی معلوم
ہوتی ہے کہ اپنے علم سے کلین ایجاد کرو۔ تجارت کرو۔ زراعت کرو۔ جو چاہو کرو مگر خالق کا

اعتراف کرکے چند حقوق اوسکے ادا کرو وہ پھر یہ ادا سے حقوق بھی بیکار نہ جائینگی بلکہ اوسکے صلہ مین
ہمیشہ کیلئے ایسی ایسی نعمتین دی جائینگی جنکا مثل کسی نے دیکھا نہ سنا۔

ہر چند بات بہت آسان تھی اور جتنی مشقتین دنیا طلبی مین کی جاتی ہین اوتنی بھی مشقت اوس مین نہین
مگر یہان ایک راز ہی دوسرا ہے ممکن نہین کہ ہر کس و ناکس خدا و رسول کی تصدیق کرلے اسکو دیکھ لیجئے
کہ کیا ممکن ہے کہ کوئی نوع جانورون کی اپنے مین حاجتون کو پیدا کرکے نعمت تمدن حاصل کرلے
ہرگز نہین اسیطرح ممکن نہین کہ ہر شخص خدا و رسول کی تصدیق اپنے مین پیدا کرکے سعادت ابدی
کا استحقاق حاصل کرے کیونکہ جسطرح سعادت دنیوی کے لئے حق تعالی نے صرف ایک نوع انسانی
کو خاص فرمایا اسیطرح سعادت ابدی کے لئے اسی نوع کی ایک صنف کو مختص فرمایا اور باقی سب
لوگ اس جرم مین مستحق شقاوت ابدی ہوے کہ باوجود عقل اور تمیز اور اقتضائے فطرت اور دعوت
انبیا کے نہ اپنے خالق کو مانا نہ اوسکے حقوق ادا کئے۔ اب اونکو مجال چون و چرا نہین اور نہ یہ پوچھ سکتے
کہ کیا وجہ کہ ہمارے ہی نوع جنت مین رہین اور ہم دوزخ مین کیونکہ خدائے تعالے نے اونکو عقل
دی اور دولت تمدن سے ممتاز کرکے ہر طرح کی سعادت دنیوی دی پھر انبیا علیہم السلام کو بھیجا تاکہ
اتمام حجت کرین باوجود اسکے انہون نے کل نعمتون کی ناشکری کی اور عقل کو دنیوی کامون مین لگادیا
قوت ملکیہ کو بیکار کردیا اور مثل بہایم اسکے قوت بہیمیہ اور سبعیہ ہی کے مسخر رہے۔ اگر جانور یہ عذر پیش
کرین کہ ہمنے کیا قصور کیا تھا جو دولت تمدن اور سعادت دنیوی سے محروم رکھے گئے تو کسیقدر اونکا
عذر قابل توجہ ہوسکتا ہے بخلاف اسکے کفران نعمت کرنے والے کافرون کا عذر ہرگز قابل سماعت
نہین ہوسکتا اسلئے کہ اونکو عقل دیکر سوچنے اور تحقیق کرنے کا موقع عمر بھر دیا گیا اور انبیا کو بھیجکر حجت
تمام کردی گئی اسپر بھی اونکو جنبش نہوئی۔

سبحان اللہ کیسی حکمت بالغہ ہے کہ خالق عز و جل سے کوئی معترضانہ سوال ہی نہین کرسکتا۔
جانورون کو تو عقل ہی نہین جس سے بھلی بری مین تمیز کرکے اپنی بے نصیبی اور محرومی پر مطلع ہون
اور سوال کی نوبت آئے البتہ آدمیون کو عقل ہے مگر جب انہون نے عقل سے خداطلبی کا کام ہی
نہ لیا اور بعضون نے جو لیا تو اوسکو رہزن بنالیا تو اب کس منہ سے پوچھ سکتے ہین کہ ہم کیون محروم
کئے گئے۔ صدق اللہ تعالے لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون وقوله تعالى ولله الحجة البالغة

اب یہ دیکھنا چاہئے کہ سعادت ابدی حاصل کرنے والون نے کیا کام کیا جس سے وہ اس دولت
عظمی کے مستحق ہوئے۔ اونکی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ انہون نے قوت بہیمیہ اور سبعیہ کو
مغلوب کرکے قوت ملکیہ کو موقع دیا کہ اطمینان سے اپنا کام کرے کیونکہ بغیر اس تدبیر کے ممکن نتہا کہ وہ
کچھہ کام کرسکے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ ان قوتون مین مباینت ہے جو قوت مطلق العنان اور غالب
کردی جائے دوسری قوتین اوسکے مقابلہ مین مغلوب بلکہ بیکار ہوجائیگی۔ غرضکہ اونکی عقل کو جب غور و
فکر کرنیکی فرصت ملی تو اوس نے یہ بات بدلائل ثابت کردی کہ عالم کا ایک خالق ہے اور اوسکی
طرف سے پیغامون کا پہونچنا اور اوسکے حقوق بندون پر واجب الادا ہونا ایک ضروری بات ہے
پھر پیغامبرون کے حالات پر اونہنے غور کیا تو یہ بات قابل تصدیق معلوم ہوئی کہ جب تک وہ حضرات
من جانب اللہ مامور نہوے ہون نہ اونسے معجزات صادر ہوسکتے تھے نہ ایسے افعال جو اقتدار نفوس
بشریہ سے خارج ہین۔ پھر اون حقوق پر غور کیا جو بندون پر مقرر ہین دیکھا کہ کچھہ تو خیال سے متعلق ہین
اور کچھہ جوارح سے جن سے افعال صادر ہوتے ہین اور اون سب مین یہ بات مدنظر ہے کہ اگر وہ پورے
پورے ادا کئے جائین تو سردست یہ فائدہ ہے کہ حالت تمدن کی اس درجہ اصلاح ہوجائیگی کہ دنیا
مین کسی کو کسی سے شکایت کا موقع ہی نہ ملیگا اور پورے طور پر امن قائم ہوجائیگا۔ الحاصل جب انہون
نے تعصب اور عناد وغیرہ موانع سے خالی الذہن ہوکر ان امور مین مکرر مکرر غور کیا تو اونکو یقین ہوگیا
کہ بے شک وہ کل احکام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لائے ہین سب خداے تعالی کے مقرر کئے
ہوے ہین اور جو کچھہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوسکے صحیح ہونے مین ذرا بھی شک نہین جس کام
کے کرنے یا نکرنے پر جنت یا دوزخ کا وعدہ یا وعید حدیث شریف مین وارد ہے۔ اوسپر ایسا یقین کہ
گویا دیکھہ رہے ہین۔ اول تو اس مشاہدہ کی وجہ سے کوئی ناشائستہ حرکت ہی کیون صادر ہونے لگی اور
اگر خواہش نفسانی کے غلبہ سے کوئی صادر ہو بہی گئی تو بغیر مطالبہ کے درخواستین پیش ہوتی تہین کہ جو
کچھہ سزا ہو اسی عالم مین ہوجائے چنانچہ ماعز رضی اللہ عنہ کا واقعہ تمامی اسلامی دنیا مین مشہور ہے کہ جب
اتفاقا اونسے زنا صادر ہوگیا تو فورا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوگئے اور درخواست
کی کہ رجم کا حکم صادر فرمایا جائے حضرت نے کسیقدر تاخیر کی مگر سزاے اخروی کے مشاہدہ سے بار بار
یہی عرض کرتے تھے کہ اب تاخیر نہ فرمائی جائے۔ چنانچہ جب رجم ہوچکا اوسوقت اونکی جان کو تسکین ہوئی

جنگ قادسیہ مین جب رستم فوج کثیر اور بہت سے ہاتہیون کولیکر مسلمانون کے مقابل ہوا اور لڑائی
کا ہنگامہ گرم ہوا۔ اوسوقت ابو محجن ثقفی جو شراب پینے کے جرم مین مقید تھے قید خانہ کے دریچہ سے
لڑائی کا تماشا دیکھکر بے اختیار ہوے جاتے تھے آخر ضبط نہ ہوسکا اور سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
کی بیوی سلمی کے پاس گئے کہ خدا کے لئے اسوقت مجھے چھوڑ دو لڑائی سے جیتا بچا تو خود آکر بیڑیان
پہن لونگا۔ چنانچہ انہون نے اونکی بیڑیان کاٹ دین وہ فوراً گھوڑے پر سوار ہوکر اس زور و شور سے
لشکر مخالف پر حملہ کیا کہ جس طرف نکل گئے صف کی صف اُلٹ دی اسیطرح دن بھر تنہا حملے کرتے
رہے جس سے سعد اور سب مسلمانون کو تحیر تھا کہ یہ کون بہادر ہے جو اسطرح ہمدردی کر رہا ہے
جب شام ہوی تو خود قید خانہ مین جاکر بیڑیان پہن لین سلمی رضہ سب حالات سعد رضہ سے بیان کئے
انہون نے اسیوقت اونکو رہا کر دیا اور کہا کہ خدا کی قسم مسلمانون پر جو شخص یون نثار ہو مین اوسکو سزا نہین
دے سکتا۔ ابو محجن نے کہا بخدا مین بھی آج سے پھر کبھی شراب کو ہاتھ نہ لگاؤنگا۔ دیکھئے یہ ایمان ہے
قید خانہ مین پڑے سزا بھگت رہے ہین۔ مگر دل مین ایمان اس درجہ جوش زن ہے کہ اونکا ذرا بھی
ملال نہین پھر اوس حیرت انگیز جان بازی کے بعد ایک لفظ تک زبان پر نہ آیا کہ آج ہمنے یہ کام کیا بلکہ حسب
وعدہ اپنے ہاتھون سے بیڑیان پہن لین اور باوجود اوس شجاعت خداداد کے حکم شرعی مین ذرا بھی
فرق نہ آنے دیا۔

اصل منشا اسکا یہ تھا کہ جب یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم
بان لہم الجنۃ یعنے خدائے تعالی نے مسلمانون کی جان و مال جنت کے معاوضہ مین خرید لئے
تو اہل ایمان نے اپنی جان و مال پر سے اپنا تصرف اٹھا کر خدائے تعالی کے تصرف مین دیدیا کہ
جس طرح اوسکا حکم اون مین جاری فرمائے سر مو انحراف نہوگا گویا جان و مال کو اپنے پاس صرف عاریت
سمجھتے تھے۔ جنگ یرموک مین جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور عیسائیون کے حملون سے مسلمانونکے
قدم اکھڑ گئے اور شرجیل رضہ کو کفار نے گہیر لیا اوسوقت آپکی یہ حالت تھی کہ رومیون کا چارون طرف سے
نرغہ تہا اور آپ پہاڑ کی طرح بیچ مین ڈٹے کھڑے یہ آیت پڑھ رہے تھے ان اللہ اشتری
من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ اور نعرہ مارتے تھے کہ خدا کے ساتھ سودا
کرنے والے اور خدا کے ہمسایہ بننے والے کہان ہین یہ آواز جسکے کان مین پڑی بے اختیار لوٹ پڑا

یہان تک کہ اکھٹری ہوئی فوج بھی سنبہل گئی اور شتر جبال رونے اونکو لیکر اسر بہادری سے جنگ کی کہ رومی جو ٹوٹے چلے آتے تہے بڑہنے سے رک گئے۔ غرضکہ خدا کی راہ مین جان تک دیدینا اونپر اوسقدر گران نہین ہوتا جو ہمپر راہ خدا مین پیسہ دینا گران ہوتا ہے۔

الحاصل اونکے ایمان نے اونکے قوائے شہویہ و غضبیہ پر اسقدر غلبہ کر لیا تہا کہ تقریبا کوئی فعل اونسے ایسا صادر نہین ہوتا تہا جو خلاف مرضی آلہی ہو۔ اسی ایمان کی بدولت ہر ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجہتا تہا ایسے بھائی نہین جو آجکل دیکہے جاتے ہین بلکہ ایسے کہ اجنبی شہرون کے لوگ کہ جنکو نہ کبھی دیکہا نہ اونکا نام سنا جب اپنے شہرون مین آگئے تو تقسیم کرکے برابر آدہا مال اونکو دیدیا اور اگر دو بیبیان کسیکے نکاح مین ہین تو کہدیا کہ جسکو چاہو پسند کرکے نکاح کر لو اور اوسکو طلاق دینے پر مستعد ہوگئے۔ اب بتائے کیا اس سے بڑہکر کوئی ہمدردی اور اخوت ہوسکتی ہے۔

ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ جس قوم مین یہ اتحاد و ہمدردی ہو وہان کے تمدن کی کیا حالت ہوگی اس سے ہر شخص سمجہہ سکتا ہے کہ ایمان اور تمدن مین کس قسم کا ربط ہے۔ یہ تو مسلمانون کی تعلیم مین ایک عام بات تھی اسکے سوا ہر ایک جزئی اور خاص خاص معاملات تمدن مین جو جو تعلیمین ہوئی ہین اونکی گنجایش اس مختصر مین کہان اونسے تو کئی علم مدون ہوگئے جنکی ہزارہا کتابین موجود ہین منجملہ اونکے چند امور بطور مشتے نمونہ از خروارے لکہے جاتے ہین۔

وہ امور جنکے کرنے کی فضیلت اور تاکید ہے

ہر کام مین نیک نیتی۔ صدق۔ راست بازی۔ اتحاد باہمی۔ خوش خلقی۔ امانت داری۔ دیانت داری۔ ایک دوسرے کی مدد۔ سفارش۔ حاجت روائی۔ بیمار پرسی۔ مسافر نوازی۔ ایفائے وعدہ۔ اصلاح بین الناس۔ ادائی شہادت۔ مشورت۔ نیک مشورت دینی۔ تواضع۔ قناعت۔ عفو تقصیر۔ عیب پوشی۔ مان باپ اور اپنے حاکم کی فرمان برداری۔ کل حقوق کی ادائی۔ بزرگون کی تعظیم۔ چھوٹون پر شفقت۔ صلہ رحمی۔ جو بات اپنے لئے پسند کی جاتی ہے دوسرے کے لئے پسند کرنی۔ محتاجون کی خبر گیری۔ سخاوت۔ رحم۔ لونڈی غلام کو اپنے بھائی بہن کے برابر سمجہنا اور آپ جو کہاتے اور پہنتے ہین اونکو بھی وہی کہلانا اور پہنانا۔ فریادرسی ظالم کے پنجے سے مظلوم کو چھڑانا۔

عدل و انصاف - جس کام پر اجرت لی گئی یا منصب پایا اوسکو ٹھیک ادا کرنا - مسافر خانے بنانا یتیمون
اور بیمارستانون کی تعمیر وغیرہ - اشاعت علم - سب سے اچھی طرح پیش آنا - حسب طاقت اپنی اور اپنے عیال
کی پرورش - ہر کام اسکے اہل سے لینا وغیرہ وغیرہ -

وہ امور جن سے بچنے اور احتراز کرنے کی تاکید ہے

جھوٹ - وعدہ خلافی - عہد شکنی - جھوٹی گواہی - افترا پردازی - بدزبانی - غیبت - چغلی - سخن چینی
لوگون کے عیوب کی تجسس - استہزا - تمسخر - تشنیع - طعن - ہجو - بدگمانی - سخت کلامی - سب و شتم
فحش و بیہودہ گوئی - فتنہ انگیزی - مکر - فریب - چاپلوسی - قماربازی - ناپ تول کی کمی - دغابازی
غصب - چوری - مفسدہ پردازی - بغاوت - غارتگری - اذیت رسانی - سوال - بھیک مانگنی -
حرص - طمع - عداوت - بغض - حسد - کینہ - تین روز سے زیادہ کسی سے رُکے رہنا - تخویف
جن امور سے نزاع اور جھگڑے پیدا ہون اونکا ارتکاب - نشہ کی چیزون کا استعمال - ظلم - رشوت
لوگون کی آمد و شد کے مواقع کو نجس کرنا جس سے اونکو تکلیف ہو - احتکار یعنے غلہ کو اس خیال
سے روک رکھنا کہ اگر مہنگا ہو تو بیچینگے وغیرہ وغیرہ -

اس مین شک نہین کہ حکما بھی اصلاح تمدن کے جو اصول ایجاد کرتے رہتے ہین اون مین بھی اکثر
اسی قسم کی باتین ہین مگر صرف اصول قرار دینے سے قوائے شہویہ و غضبیہ کی اصلاح ممکن نہین اسلیے
کہ جو قواعد عقل سے ایجاد کیے جاتے ہین اونکے توڑنے کی تدبیرین بھی عقل ہی سے ایجاد کر لیا
کرتے ہین - مثلاً جھوٹ کہنا قانون مین بھی جرم ہے - مگر جنکو ایمان سے کوئی تعلق نہو اپنا مقصود
حاصل کرنے کی غرض سے جس بات کو چاہین خلاف واقع قانونی پیرایہ مین لا سکتے ہین اور پھر
اس خلاف واقع یعنے جھوٹ کا ثابت ہونا ہی مشکل ہوگا - اسی پر تمام جرمون کا قیاس ممکن ہے
اس سے ظاہر ہے کہ قانون حکما کا مقتضی نہین ہو سکتا کہ اصلاح تمدن ہو بلکہ خودغرضی بہایم سیرتونکی
عقلون کو اس طرف متوجہ کر دیگی کہ واقعات کی حیثیت اور نوعیت بدل کر کسی قانونی دفعہ کے
تحت مین داخل کر دین اور جسطرح ممکن ہو اپنی خواہشین پوری کیا کرین جس سے راستی پسند جنکی
طبیعت مین مکر و فریب و دغابازی نہو ہمیشہ ایسے لوگون کے قابو مین اسطرح پھنسے رہینگے جیسے

بکری بھیڑیے کے جنگل مین پڑ جاتی ہے

بخلاف اسکے ایمان کا ذاتی مقتضیٰ یہ ہے کہ کوئی ایسی حرکت جسمین کسی کی حق تلفی یا ظلم و زیادتی ہو ہرگز
وقوع مین نہ آئے اسلئے کہ ایماندار جسکو کامل یقین ہو کہ خداے تعالیٰ دل کی باتون کو بھی جانتا ہے
اور ہر بات کی جزا و سزا دوسرے عالم مین ضرور ہونیوالی ہے اور ایک روز ایسا آنیوالا ہے کہ خدا کے
روبرو ہم حاضر ہونگے اور اون تمام اعمال کا محاسبہ ہوگا جو ساری عمر مین کئے تھے۔ اور جرائم کا
اثبات اس طور پر ہوگا کہ علاوہ دوسرے گواہون کے خود ہمارے ہاتھ پاؤن وغیرہ اعضا ہمارے
گناہون پر گواہی دینگے جسکا انکار ہم سے ممکن نہوگا۔ تو ایسا شخص کبھی یہ خیال نہین کرسکتا کہ کسی
خواہش نفسانی کو کسی حکم شرعی کے تحت مین لاکر خداے تعالے کو دھوکہ دینا ممکن ہے اسلئے
ہر خواہش نفسانی کے وقت ایماندار کو یہ خیال ضرور آئیگا کہ آیا خداے تعالے نے اس کام کی
اجازت دی ہے یا نہین اور جب اوسکو علم کے ذریعہ سے معلوم ہوجائیگا کہ اوسکی اجازت نہین
تو ضرور اوس سے احتراز کریگا۔ اس طریقہ سے جتنے افعال قواے شہویہ اور غضبیہ سے متعلق ہین
سب کی اصلاح خود بخود ہوجائیگی کیونکہ آدمی کی طبیعت کا مقتضیٰ ہے کہ جو خیال اوسپر غالب ہو
دوسرے خیال کو اثر کرنے سے روک دیتا ہے دیکھئے جب کسی سے سخت خصومت ہوتی
ہے تو ہرچند باقتضاے قوت غضبیہ بسا وقت مخالف کو قتل کرنے کا خیال پیدا ہوجاتا ہے اور
اس خیال کو تائید دینے والے آلات و اسباب بھی موجود ہوتے ہین مگر اوس کے ساتھ ہی قصاص
اور انتقام کا خیال اوس خیال سابق پر ایسا غالب آجاتا ہے کہ آدمی قتل پر اقدام نہین کرسکتا۔ اگر سلطنت
کی طرف سے قصاص و انتقام نہو تو معلوم نہین روز کتنے واردات ہوا کرین۔ غرضکہ آدمی کو خیال سزا
و انتقام اکثر جرائم سے روکدیتا ہے اسیطرح قواے شہویہ و غضبیہ کے ناجائز تصرفات کے وقت
خیال انتقام اخروی ایماندار کو ارتکاب جرائم اور خلاف شرع امور سے ضرور روکدیگا جس سے اصلاح تمدن
خود بخود ہوجائے گی۔

یہان یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے تو چاہئے کہ کسی مسلمان سے ایسے
افعال صادر نہون جو مضر تمدن ہون۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بحث دوسری ہے اسکا تعلق اون
اشخاص سے ہے جن سے افعال صادر ہوتے ہین ہمارا کلام یہان نفس ایمان کے ذاتی مقتضیٰ

ہین ہے سو بفضلہ تعالی اہل انصاف سمجھ گئے ہونگے کہ ایمان کا ذاتی مقتضی اصلاح تمدن ہے جس سے بہتر کوئی طریقہ نہین ہوسکتا۔

اب ہم چند شہادتین پیش کرتے ہین جن سے معلوم ہوگا کہ اصلاح تمدن مین ایمان کی کیسی حیرت انگیز تاثیرین ہین۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اور مہاجرین و انصار مین معاملہ خلافت مین بحث شروع ہوئی تو انصار نے اس وجہ سے کہ ملک انھی کا تھا مہاجرین سے کہا کہ کم سے کم اتنا تو چاہئے کہ ہم مین سے بھی ایک امیر ہو مگر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ لوگ جانتے ہین کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے پیشتر ابوبکر صدیق رضی اللہ کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر فرمایا تھا اب آپ مین سے کس کا نفس گوارا کرتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کرے اونہون نے کہا نعوذ باللہ ہم ہرگز اسکو گوارا نہین کرسکتے چنانچہ اسی پر فیصلہ ہوگیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت مسلم ہوگئی۔

اب دیکھئے کہ اسلامی دنیا کی سلطنت صرف ایک بات پر ترک کر دینا خصوصاً ایسے موقع مین کہ ملک سابق سے اپنا ہی ہوگیا کوئی معمولی بات ہے۔ یہ ایمان کا ایک ادنی کرشمہ تھا کہ صرف اس بات پر کہ اپنے نبی نے جنکو نماز مین امام بنایا تھا اونکی امامت کیون کرین سلطنت چھوڑ دی اور اوس مہذب قوم مین کسی فرد بشر کی زبان پر یہ نہ آسکا کہ حضرت کجا خدمت پیش امامی اور کجا سلطنت۔ ایمان اسے کہتے ہین کہ اگر سلطنت ملتی ہو اور معلوم ہوجائے کہ وہ اپنے نبی کے خلاف مرضی ہے تو اوسکی خواہش مین ایک لفظ زبان سے نہ نکلسکے۔ اب غور کیا جائے کہ جس قوم کے قوای شہویہ اور غضبیہ کی تہذیب ایمان نے اس قسم کی کی ہو تو اونکے اخلاق و عادات کی کیا کیفیت ہوگی اور اوس زمانہ کا تمدن کس اعلی درجہ پر ترقی کیا ہوگا۔ اور کیسا امن و امان قایم ہوا ہوگا۔ مولوی شبلی صاحب نے الفاروق مین لکھا ہے کہ جب اہل اسلام نے عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین اکثر مقامات شام کو فتح کر لیا تو قیصر کو غیرت آئی اور نہایت جوش کے ساتھ آمادہ ہوا کہ شاہنشاہی کا پورا زور عرب کے مقابلہ مین صرف کر دیا جائے۔ چنانچہ روم قسطنطنیہ جزیرہ اور ارمنیہ کی اتنی فوجین جمع کین کہ انطاکیہ کے چارون طرف جہان تک نگاہ جاتی تھی فوجون کا ٹڈی دل پھیلا ہوا تھا جب ابوعبیدہ رضی کو اس باب مین متواتر خبرین پہونچین اور یہ رائے قایم ہوئی کہ حمص چھوڑ کر دمشق روانہ ہون تو۔ آپنے حبیب ابن مسلمہ کو جو افسر خزانہ

تھے بلاکر کہا کہ عیسائیون سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے اس معاوضہ مین لیا جاتا ہے کہ ہم اونکو
اونکے دشمن سے بچا سکین لیکن اس وقت ہماری حالت ایسی نازک ہے کہ ہم اونکی حفاظت کا ذمہ
نہین اوٹھا سکتے اسلئے جو کچھ اونسے وصول ہوا ہے سب اونکو واپس دیدو اور اونسے کہدو کہ
ہمکو تمہارے ساتھ جو تعلق تھا اب بھی ہے لیکن چونکہ اسوقت تمہاری حفاظت کے ذمہ دار نہین
ہوسکتے اسلئے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے تمکو واپس کیا جاتا ہے چنانچہ کئی لاکھ کی رقم جو وصول
ہوئی تھی کل واپس کردی گئی عیسائیون پر اس واقعہ کا اسقدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور
جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدا تمکو پھر واپس لائے یہودیون پر اس سے بھی زیادہ اثر
ہوا کہ انہون نے کہا توریت کی قسم جب تک ہم زندہ ہین قیصر شام پر قبضہ نہین کرسکتا یہ کہکر شہرپناہ
کے دروازے بند کردیے اور ہر جگہ چوکی پہرہ بٹھا دیا ابو عبیدہ نے صرف حمص والون کے
ساتھ یہ برتاؤ نہین کیا بلکہ جسقدر اضلاع فتح ہوچکے تھے ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی جسقدر رقم وصول
ہوئی ہو واپس کردیجائے دیکھئے اسلامی تمدن کا یہ اثر ہوا کہ دشمنان اسلام مسلمانون کے ہمدرد
اور خیرخواہ ہوگئے اور باوجودیکہ وہ قوم سے عیسائی تھے اور مخالفت تھی اور مذہبی جوش اونکا ہنوز فرو نہین
ہوا تھا مگر حسن تمدن نے تھوڑے سے عرصہ مین اونکو اسقدر گرویدہ بنالیا تھا کہ وہ دل سے مسلمانون
کے ہواخواہ بن گئے اور اونکی مفارقت پر ایسا روتے تھے جیسے قدیم دوست کی جدائی پر کوئی روتا ہے

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت مسلم ہوگئی اور لوازم تخت نشینی ادا کئے گئے یعنے
مہاجرین اور انصار نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی تو دوسرے روز آپ حسب عادت چادرون کا گٹھہ
لئے ہوئے بازار کو چلے جا رہے تھے رستہ مین عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی آپنے پوچھا
کہان تشریف لیے جاتے ہین۔ فرمایا بازار کہا حضرت آپ خلیفہ وقت اور تمام مسلمانون کے بادشاہ
ہوگئے ہین اب آپکو اس کام سے کیا مناسبت فرمایا اگر مین تجارت نہ کرون تو اپنے عیال کو کہان
سے کھلاؤن کہا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلیے وہ آپکے لئے کچھ مقرر کردینگے چنانچہ
دونون صاحب اونکے گھر گئے اور درخواست کی انہون نے کہا مین ایک مہاجر شخص کا قوت
آپکے لئے مقرر کیے دیتا ہون نہ اوس سے زیادہ نہ کم اور گرما و سرما کا لباس بھی آپکو دیا جائیگا بشرطیکہ
جب وہ بوسیدہ ہوجائے تو واپس لادین اور اوسکے معاوضہ مین نیا لیجائین پھر دونون صاحب جو

نے مشورہ سے روزانہ آدہی بکری انکے لئے مقرر کردی گئی مگر اوس مین بھی یہ شرط تہی کہ سر اور پیٹ کا سامان نہ دیا جائیگا۔ آخر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اوسی پر راضی ہو گئے۔

اب دیکہئے کہ خلیفۃ اللہ و دولت اسلامی کے بادشاہ چادرون کا گٹھا اوٹھائے ہوئے قوت حلال کی طلب مین بازار جارہے ہین۔ پھر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے گھر اس غرض سے تشریف لیجارہے ہین کہ اپنی اور اپنے عیال کی قوت لبسری کیلئے کچھ مقرر کردین اور مجال نہین کہ اونکے حکم کی مخالفت سر مو کرین صرف اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو امین ہذہ الامہ فرمایا تہا۔ پھر معمولی لباس اور خوراک کے مقرر کرنے مین بہی اقسام کی شرطین لگائی جارہی ہین۔ اور خلیفۃ المسلمین نے یہ بھی نہ کہا کہ آپ ہین کون اور میرے مقابلہ مین آپکو حق ہی کیا۔ دیکھئے ایمان کا یہ اثر تہا کہ خلیفۂ وقت کو اپنے اقتداری امر مین تصرف کرنے سے روک کر اپنے محکوم شخص کے حکم کا محتاج بنا دیا۔ جہان بادشاہ کی یہ حالت ہو کہ رعایا کے حقوق سے اپنے حق کی زیادتی سر مو گوارا نہو تو کیا ممکن ہے کہ کوئی کسی پر زیادتی اور تعدی کرسکے۔

بشری الکرام فی عمل المولد والقیام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ وصحابہ اجمعین

اما بعد۔ اولی الابصار واہل بصیرت پر پوشیدہ نہین کہ جب آفتاب جہانتاب عالم کو اپنے نور سے معمور کرنا چاہتا ہے تو قبل طلوع طرب وسرور کا ایک بیش بہا سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ جدھر دیکھئے دلربایانہ انداز ہے۔ اور فرحت وسرور دمساز صحرا کا خوشنما منظر دل کو وسعت آباد بنا دیتا ہی وحشت خیز پہاڑون کا بھی سمان دلون کو لبھانے لگتا ہے۔ نسیم کی مستانہ رفتار ہر شاخ وبرگ کو وجد مین لاتی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دمبدم قالب مین جان تازہ پھونکتی جاتی ہے۔ تاریکی رشب نے حواس کو جو تیرہ وتار بنا دیا تھا نورانیت فضا اوسکو پھر نورانی بناتی ہے۔ طیور کے نغمات افسردہ دلونکو غنچہ کی طرح کہلاتے ہین۔ وحوش کی گرم جولانیان دیکھکر غصہ وفکر دور ہو جاتے ہین۔ غم ظلمت شب کے ساتھہ منور اور دل سرور سے معمور ہوتا ہے یہ سب فیضان اوس نور کا ہے جو آفتاب عالمتاب کے ساتھہ ایک خاص قسم کا تعلق رکھتا ہے۔ اب غور کیجئے کہ جب اجسام کے روشن کرنیوالے آفتاب سے اسقدر فرحت ومسرت ہر طرف جوش زن ہو تو آفتاب روحانی کے قدوم میمنت لزوم سے کسقدر فرحت وسرور کا جوش ہونا چاہئے۔ دیکھئے مبدأ کائنات سرور موجودات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین۔ انا من نور اللہ وکل شئ من نوری یعنے مین اللہ کے نور سے بنا اور ہر چیز میرے نور سے پیدا ہوی وہی نور ہے جسکی طرف اس آیہ شریفہ مین اشارہ ہے واللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ اور ارشاد ہے قد جاء کم من اللہ نور۔ یہی مقدس نور ہے کہ جب آدم علیہ السلام کی پیشانی مین آیا اونکو

مسجود ملائک بنایا یہ وہ نور ہے کہ ساکنان ظلمت کدہ عدم کو اس قابل بنایا کہ انوار وجود کا اقتباس کریں اب سنئے کہ اس معنوی اور اصلی نور کے طلوع کے وقت عالم غیب و شہادت مین کسقدر اہتمام ہوا تھا حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہین کہ حضرت کی ولادت باسعادت کے وقت مجھسے ایک ایسا نور نکلا کہ اوس سے تمام عالم منور ہو گیا۔ چنانچہ شام کے مکانات مجھے نظر آنے لگے۔

عثمان ابن ابی العاص کی والدہ جو میلاد شریف کی رات حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت مین حاضر تھین۔ بیان کرتی ہین کہ قبل ولادت شریف گھر مین جدھر مین نظر ڈالتی تھی نور ہی نور نظر آتا تھا اور اوسوقت ستارون کی یہ کیفیت محسوس ہوتی تھی کہ گویا وہ اس مکان پر ٹوٹ پڑے ہین۔ شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ بیان کرتی ہین کہ اوس نور سے مجھے اسقدر انکشاف ہوا کہ مشرق اور مغرب تک میری نظر پہنچنے لگی اور روم کے مکانات مین نے دیکھے۔ ہر چند یہ نور جسکی خبرین دی گئین ظاہرا نور ہی تہا مگر اسکی حقیقت کچہہ اور ہی تھی۔ بصارت کو ہمرنگ بصیرت کرکے کل جسمانی ظلمات کو منور کر دینا معمولی نور کا کام نہین یہ آفتاب کا نور نہ تھا کہ اجسام کی سطح بالائی پر ٹھر جاتا بلکہ یہ اوس ذات مقدس کا نور تہا جو انا من نور اللہ کی مصداق ہے یہہ نور اجسام کے اندر سرایت کئے ہوئے تھا۔ غرضکہ اوس عالم مین ایک خاص قسم کی روشنی ہوی تھی جسکے ادراک مین عقل خیرہ ہے۔ اور اوس روز ملائکہ کو حکم ہوا تھا کہ تمام آسمانوں کے اور تمام جنتون کے دروازے کھولدین اور زمین پر حاضر ہو جائین۔ چنانچہ کل ملائکہ بکمال مسرت سے زمین پر اُتر آئے۔

اوس روز نہر کوثر پر ستر ہزار خوشبو کے جھاڑ نصب کئے گئے تھے جنکا ثمر اہل جنت کیلئے بخود بنایا جائیگا۔ اس واقعہ کی یادگار مین ہر آسمان پر ایک ستون زمرد کا اور ایک ستون یاقوت کا نصب کیا گیا۔ اوس رات مین شیاطین مقید کئے گئے۔ کاہنون کی خبرین بند ہو گئین ساری جہان کے بت سر بسجود ہوے۔ فارس کے آتشکدے جنکی پرستش سالہا سال سے ہوتی تھی بجھ گئی۔ ماہران نجوم ہر طرف خبرین دینے لگے کہ آج نبی آخر الزمان کا ستارہ طلوع کیا اور قوم

عله مواہب لدنیہ اور شفائے قاضی عیاض وخصائص کبریٰ وغیرہ معتبر کتابون سے یہ روایتین لکھی گئی ہین ۱۲-

بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی اب عرب و عجم نبی آخر الزمان کے مطیع اور فرمان بردار ہو جائینگے۔
اوس رات بادشاہون کے تخت نگونسار ہوگئے۔ ایوان کسریٰ کو زلزلہ ہوا جس سے چودہ کنگرے اسکے گر گئے زبان اشارت یہ کہہ رہی تھی کہ بادشاہ وقت کے چودہ پشت تک سلطنت رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چودھوین پشت کے بعد ملک کسریٰ مسلمانون کے قبضہ مین آگیا۔
غرضکہ اس مبارک رات مین اس قسم کے بہت سے قدرتی اہتمام ایسے ظہور مین آئے کہ جنکی نظیر نہین مل سکتی۔ فی الحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہی ایسی تھی کیونکہ آپ باعث ایجاد عالم و آدم ہین۔ جیسا کہ۔ لولاک لما خلقت الافلاک اور لولاہ لما خلقتك سے ظاہر ہے۔
نبوۃ جو سلطنت خدائی مین اعلیٰ درجہ کا منصب ہے اسکا سلسلہ آپ ہی سے شروع ہوا جیسا کہ حضرت فرماتے ہین۔ کنت نبیاً و آدم بین الماء و الطین۔ اور ایک روایت مین ہے کنت نبیاً و آدم بین الروح والجسد یعنے مین اسوقت نبی تھا کہ آدم علیہ السلام ہنوز پیدا نہین ہوئے تھے پھر تمام انبیا گویا آپ کے اُمتی بنائے گئے۔ کیونکہ آپ پر ایمان لانے کا صرف حکم ہی نہین بلکہ نہایت شد و مد سے اقرار لیا گیا۔ کما قال اللہ۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین۔
یعنے جب لیا اللہ نے اقرار نبیون کا کہ جو کچھ مین نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تم پاس رسول جو سچ بتاوے اوسکو جو تمہارے پاس ہے تو البتہ ایمان لائیو اوسپر اور البتہ مدد دیا اوسکو فرمایا۔ کیا تم نے اقرار کیا اور لیا اس پر ہماری عہد میرا۔ کہا انہون نے اقرار کیا ہمنے۔ فرمایا تو اب شاہد رہو اور مین بھی تمہارے ساتھ شاہد ہون انتھے۔
اس سے ظاہر ہے تمام انبیا کا حضرت کے امتی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اسیوجہ کل انبیا قیامت مین حضرت کے جھنڈے کے نیچے رہینگے۔ اور شب معراج حضرت کی شان تمام انبیا کو بتلا دی گئی چنانچہ سب کے امام آپ ہی بنائے گئے اور سب نے آپ کی اقتدا کی کل انبیا کا یہ حال ہو تو

اونکی استون کے اُمتی ہونے مین کیا تامل اسیوجہ سے فرماتے ہین۔ بُعِثتُ اِلی النّاس کافۃً
یعنے کل انسانون کے طرف مین مبعوث ہوا ہون۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما ارسلناک
الاکافۃ للناس بشیرًا و نذیرا۔ یعنے ہمنے تمکو سب آدمیون کے واسطے بھیجا۔
خوشی اور ڈر سنانے کو۔ ہرچند معنوی طور پر موسیٰ علیہ السلام حضرت کی امت مین داخل تھے مگر جب
توریت مین حضرت کی خاص امت کے فضائل پر مطلع ہوے تو دعا کی کہ ظاہری طور پر بھی حضرت
کی امت مین داخل ہون۔

عالم ملکوت مین آپکی نام آوری اور شہرت کیلئے یہہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ کہ حق تعالے نے اپنے
نام مبارک کے ساتھ آپکا نام نامی یعنے محمد رسول اللہ عرش پر اور ہر ایک آسمان مین جگہہ جگہہ اور
جنت کے جھاڑون اور طوبیٰ اور سدرۃ المنتہے کے ہر ایک پتے پر اور حورون کے سینون
اور فرشتون کے جبینون پر لکہا۔ جب تک کہ آدم علیہ السلام نے حضرت کے واسطے سے یکہکر
دعا نہ کی کہ یارب بحق محمد لمّا غفرت لی معافی نہوئی۔

یہہ اور انکے سوا بہت سی روایتین الخصائص الکبریٰ۔ اور التبہۃ السویہ اور مواہب لدنیہ اور
شفا قاضی عیاض وغیرہ مین مذکور ہین۔ جن سے ثابت ہے کہ حضرت کا نام مبارک محمد (صلی اللہ
وسلم علی مسماہ) تمام عالم الملکوت والسمٰوات مین لکہا ہوا ہے۔ مقصود اس سے ظاہر ہے
اہل ملکوت وغیرہم معلوم کرلین کہ تمام عالم مین حضرت سے زیادہ کوی اللہ تعالیٰ کا محبوب نہین
چنانچہ آدم علیہ السلام نے یہی خیال کر کے حضرت کے نام کے وسیلہ سے مغفرت چاہی۔
اب یہ دیکہہ لیجیئے کہ یہ نام مبارک حضرت کے لئے کیون تجویز فرمایا گیا۔ بات یہ ہے کہ حق تعالے کو حمد
نہایت محبوب اور مرغوب ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اسیوجہ سے قرآن شریف کی
ابتدا الحمد للہ رب العالمین سے ہوی جسکے معنی یہ ہین ہر طرح کی حمد خدا ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہان کا
پروردگار ہے۔ اور نماز جو تمام عبادتون مین اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ اسکی ابتدا بلکہ ہر رکعت کے
ابتدا مین الحمد پڑہنے کا حکم ہے۔ اور اہل ایمان جب جنت مین جائینگے حمد کرتے ہوئے جائینگے
کما قال اللہ تعالیٰ۔ وآخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین۔ یعنے آخر پکارنا اونکا یہ ہے
کہ سب تعریف واسطے اللہ کے ہے جو پروردگار ساری جہان کا ہے۔ انتہے۔

اب دیکھیے کہ تمام حمد جب حق تعالی کے لئے ثابت ہین جنکا مطلب یہ ہوا کہ سب حامد ہین۔ اور حق تعالی محمود ہے۔ تو اللہ تعالے کے محمد یعنے حمد کردہ شدہ ہونے مین کیا تامل۔ باوجود اسکے یہ پیارا لقب حق تعالی نے ازل سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص فرمایا اور ابتدائی تخلیق عالم سے عالم ملکوت مین اوسکی شہرت دی تاکہ اہل ملکوت پر یہ منکشف ہوجائے کہ جس لفظ کے سننے کا مصداق جناب باری ہو وہ لفظ جنکے لئے تجویز کیا گیا وہ ضرور ایسے ہونگے کہ عالم مین اونکا نظیر نہوگا۔ اس سے بکمال وضاحت یہ بات ثابت ہوگی کہ عالم مین حضرت کا مثل نہین ہوسکتا کیونکہ اب ممکن نہین کہ کوئی دوسرا شخص ازل سے محمد ہوسکے۔ اور اس سے یہ بھی صاف طور پر معلوم ہوا کہ جتنی تعریف وتوصیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیجائے وہ باعث خوشنودی الٰہی ہے کیونکہ اس لقب کے عطا کرنے سے اور کیا مقصود ہوسکتا ہے۔ اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشعار نعتیہ سے خوش ہوتے تھے جسکا منشا خوشنودی الٰہی تہا۔ النهجة السوية مین لکھا ہے کہ حضرت کی امت کا لقب کتب سابقہ مین حمادین ہے۔ تعجب نہین کہ اس لقب سے اس طرف بھی اشارہ ہو کہ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وہ کثرت سے کرینگے اگرچہ حضرت کے بہت سارے نام ہین مگر چونکہ یہ پیارا نام حق تعالی کو نہایت محبوب ہے اسلئے ایمان سے اوسکو کمال درجہ کا تعلق ہے۔ چنانچہ النهجة السوية مین لکھا ہے کہ کافر جب تک محمد رسول اللہ نہ کہے اوسکا ایمان صحیح نہین۔ اور بجائے اوسکے احمد کہنا کافی نہین ہوسکتا۔ اسمین سر یہی ہے کہ ایمان لانے ہی کے وقت آدمی سمجھ جائے کہ حضرت قابل حمد وثنا ہین اور حمد زبان اور دل سے کیا کرے۔ اور اسی مین بیہقی کی روایت نقل کیا ہے کہ ایک جگہ محدثین کا مجمع تہا یہ مسئلہ پیش ہوا کہ عرب کے اشعار مین کونسا شعر عمدہ ہے۔ سب کا اتفاق حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس شعر پر ہوا ؎

وشق له من اسمه ليجله　　فذو العرش محمود وهذا محمد

یعنے حق تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان بتلانے کے لئے اونکا نام اپنے نام سے مشتق کیا چنانچہ حق تعالی محمود ہے اور ہمارے نبی کریم محمد ہین (صلی اللہ علیہ وسلم) چونکہ لفظ محمد کے معنی مین کمال درجہ کی جلالت شان معلوم ہوتی ہے جیسا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی

شعر سے بھی ظاہر ہے۔ اسلئے ابن معطی نے اوسکے فہم معنی مین متحیر ہوکر یہ تجویز کی کہ وہ علم مرتجل ہے[۱]
مگر البہجۃ السویہ مین لکھا ہے کہ علما نے اونکی غلطی ثابت کی اور کہا کہ وہ منقول اور باب تفعیل سے
اسم مفعول ہے جسکے معنی حمد کردہ شدہ ہین۔ اور صحاح مین لکھا ہے کہ المحمد الذی کثرت خصالہ المحمودۃ
انتہی۔ البہجۃ السویۃ غرضکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازل سے ہر ایک موطن و مقام مین ممتاز اور محمد رہے النفحۃ
مین لکھا ہے کہ جس رات آپ پیدا ہوے ملائکہ آپکو خلیفۃ اللہ کہتے تھے۔ دیکھئے حق تعالی نے
ملائکہ سے آدم علیہ السلام کے باب مین فرمایا تھا انی جاعل فی الارض خلیفہ جس سے ظاہر
ہے کہ اونکی خلافت صرف زمین سے متعلق تھی لیکن فرشتے چونکہ افلاک وغیرہ مین دیکھتے تھے
کہ حضرت کا نام مبارک حق تعالی کے نام مقدس کے ساتھہ ہر جگہ مکتوب ہے۔ اسلئے انہون نے
اونکو علی الاطلاق خلیفۃ اللہ کہدیا۔ اور فی الارض کی قید جو آدم علیہ السلام کی خلافت مین ملحوظ تھی
نہین لگائی۔ فرشتون کی اس گواہی سے ثابت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل ملکوت مین
خلیفۃ اللہ ہین۔ اسیوجہ سے تمام آسمانون کے ملائک اس خلیفۃ اللہ کے سلام کے لئے روز
میلاد حاضر ہوے جن کا نزول اجلال تمام عالم کے حق مین رحمت تہا جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے۔
وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ جب آپ رحمت مجسم ہوکر اس عالم مین تشریف لاے تو
کون ایسا شقی ہوگا کہ نزول رحمت سے خوش نہو۔ روایت ہے کہ تمام عالم مین اوس روز ہر طرف
خوشی تھی مگر شیطان کو کمال درجہ کا غم تہا جس سے زار زار روتا تہا۔ جبرئیل علیہ السلام اوسکی
یہ حالت دیکھکر رہ نہ سکے اور ایک ایسی ٹھوکر اسکو مارے کہ عدن مین جا پڑا۔ غرضکہ جسطرح میلاد
شریف کا غم کمال شقاوت کی دلیل ہے اوسکی مسرت کمال سعادت کی دلیل ہوگی۔ جیسا کہ اس
روایت سے ظاہر ہے جو کنز العمال وغیرہ مین مذکور ہے کہ ابولہب کو جب ثویبہ نے جو اوسکی
لونڈی تھی خبر دی کہ تمہارے بہائی عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو لڑکا پیدا ہوا اوسکو اس خبر فرحت
اثر سے نہایت خوشی ہوی اور اس بشارت کے صلہ مین اوسکو آزاد کردیا۔ ابولہب کے

عـ۱ علم مرتجل اوسکو کہتے ہین کہ لفظ بے مناسبت کے دوسرے معنے مین نقل کیا جائے جیسے جعفر کہ
نہر کیلئے موضوع تہا اور بعد کسی کا نام رکھا گیا اور منقول اوسکو کہتے ہین کہ نقل کے وقت معنے سابق کی
مناسبت ملحوظ ہو۔ ۱۲

مرنے کے بعد کسی نے اوسکو خواب مین دیکھا اور حال دریافت کیا تو اوس نے اپنے معذب ہونے کا حال بیان کر کے ہر دوشنبہ کی رات اوس خوشی کے صلہ مین جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے مین ہوئی تھی مجھہ سے عذاب کی تخفیف ہوجاتی ہے اور میری اونگلیون سے پانی نکلتا ہے جسکو چوسنے سے تسکین ہوتی ہے۔ دیکھئے جب ایسا ازلی شقی جسکی مذمت مین ایک کامل سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہے میلاد شریف کی مسرت ظاہر کرنے کی وجہ سے ایک خاص قسم کی رحمت کا مستحق ہوا اور وہ بھی کہان عین دوزخ مین تو خیال کیا جائے کہ حضرت کے امتیون کو اس اظہار مسرت کے صلہ مین کیسی کیسی سرفرازیان ہونگی۔ اسی مضمون کو حافظ شمس محمد بن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم مین لکھا ہے۔

اذا کان ہذا کافر جاء ذمہ — وتبت یداہ فی الجحیم مخلدا

اتی انہ فی یوم الاثنین دائما — یخفف عنہ للسرور باحمدا

فما الظن بالعبد الذی کان عمرہ — باحمد مسرورا ومات موحدا

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر چند ولادت شریف ایک معین دوشنبہ کے روز ہوئی مگر اوسکا اثر ہر دوشنبہ مین مستمر ہے اس لحاظ سے اگر ہر دوشنبہ اظہار مسرت کیلئے خاص کیا جائے تو بے موقع نہوگا۔

کم سے کم سال مین ایک بار تو اظہار مسرت ہونا چاہئے اسی وجہ سے حرمین شریفین مین روز دوازدہم شریف نہایت اہتمام ہوتا ہے یہانتک کہ اوس روز اور عیدون کی طرح خطبہ پڑھا جاتا ہے اور تمام مسلمان خوشیان مناتے ہین۔ خصوصاً مدینۂ طیبہ مین تو دور دور سے قافلے پر قافلے چلے آتے ہین اور مراسم عید ادا کئے جاتے ہین۔ اور مکہ معظمہ مین ایک لطف خاص قابل دید ہے کہ ہر فرقے اور حرفے کے لوگ مسجد الحرام سے قبہ مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مین جوق جوق ممتاز ہوکر جاتے ہین۔ اور وہان مولود شریف پڑھکر شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہین۔ اور بمصداق ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن مورد تحسین ہوتے ہین شیخ نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ مولود شریف مین ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور ابتداے نبوت اور ہجرت اور مدینہ شریف مین داخل ہونا اور وفات شریف یہ سب امور

دوشنبہ کے روز واقع ہوے حضرت کے معاملات مین یہ امیاز روز ہے جیسے آدم علیہ السلام کے حق مین جمعہ تہا کہ اونکی پیدایش زمین پر اترنا۔ توبہ کا قبول ہونا۔ اور وفات سب جمعہ کے دن ہوے۔ اس وجہ سے ایک ساعت جمعہ مین ایسی ہے کہ جو دعا اوس مین کیجاے قبول ہوتی ہے تو خیال کرو کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ساعت ولادت مین اگر دعا قبول ہو تو کونسی تعجب کی بات ہوگی انتھی۔ علما نے اختلاف کیا ہے کہ میلاد شریف کی رات افضل ہے یا شب قدر جن حضرات نے میلاد شریف کی رات کو افضل کہا ہے اونکے دلائل یہ ہین کہ لیلۃ القدر کی فضیلت اسوجہ سے ہے کہ ملائکہ اسمین اترتے ہین جیساکہ خدا تعالی فرماتا ہے۔ لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملائکۃ والروح فیھا اور شب میلاد مین سید الملائکہ والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول اجلال اس عالم مین ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ فضیلت شب قدر مین نہین آسکتی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ شب قدر حضرت کو دی گئی اور شب میلاد مین خود حضرت کا ظہور ہوا جنکی وجہ سے شب قدر کو فضیلت حاصل ہوئی اور ظاہر ہے کہ جو چیز ذات سے متعلق ہو بہ نسبت اوس چیز کے جو عطا کی گئی افضل ہوگی۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ شب قدر کی فضیلت صرف حضرت کی امت سے تعلق ہے اوروں کو اس سے کوئی تعلق نہین۔ اور شب میلاد تمام موجودات کے حق مین نعمت ہے اسلیے کہ اسمین رحمۃ للعالمین کا ظہور ہے جو کل موجودات کے حق مین نعمت عظمے ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ جسطرح ابولہب کے حق مین ہر دوشنبہ کی رات مین برکت مکرر ہوتی ہے ہر دوشنبہ کی رات یا ہر تاریخ ولادت کی رات مین وہ فضیلت مکرر ہوتی ہے یا نہین۔ مگر اس مین شک نہین کہ نفس شب قدر سے شب میلاد افضل ہے۔

جواز اور استحباب مولود شریف۔

اب مولود شریف کے جواز اور استحباب کی دلیلین سنیے۔ نجم الدین غیطی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہرسال مولود شریف معین روز مین کرنے کی اصل بخاری اور مسلم کی روایت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لیگئے دیکھا کہ یہود عاشورہ کے روز روزہ رکھا کرتے ہین۔ اسکی وجہ اون سے دریافت کی انہون نے کہا کہ یہ روز وہ ہے کہ اسمین خدا تعالی نے فرعون کو غرق کیا اور

موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی اسلئے اسکے شکریہ مین عاشورہ کے روز ہم لوگ روزہ رکہا کرتے ہین
آپ نے فرمایا نحن احق بموسیٰ منکم یعنے تم سے زیادہ ہم اسکے مستحق ہین۔ چنانچہ آپ نے بھی اسروز
روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اوسکا حکم فرمایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جب کوئی اعلیٰ درجہ کی نعمت کسی معین روز
مین حاصل ہوی ہو اوسکی ادائی شکر اوس روز کے نظیرون مین کرنا مستون ہے اور چونکہ کوئی
نعمت رحمۃً للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے افضل نہین ہوسکتی اس لئے
بہتر ہے کہ اس شکریہ مین اقسام کی عبادتین مثل صدقات اور اطعام طعام وغیرہ روز میلاد شریف
ادا کی جائین۔ انتھیٰ۔ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے
پیشتر حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کے قریب قریب جواز مولود پر استدلال
کیا ہے۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دوسری اصل مولود شریف کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس اپنا عقیقہ ادا فرمایا باوجودیکہ روایات سے ثابت ہے کہ آپ کے
جد امجد عبد المطلب نے ساتوین روز آپ کا عقیقہ کیا تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ عقیقہ دوبارہ
نہین کیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت کو اس اعادہ عقیقہ سے یہ معلوم کرانا منظور تھا کہ
اعلیٰ درجہ کی نعمت پر اگر اعادہ شکر کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اسلئے میلاد شریف کے روز
اظہار شکر مین کھانا کھلانا اور اظہار مسرت کرنا مستحب ہے انتہیٰ۔

رسالہ اتمام النعمۃ الکبریٰ علی العالم بمولد المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مین حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
نے ابن جزری رحمہ کا قول نقل کیا ہے کہ مولود شریف کی اصل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ماثور ہے۔ مولود کی فضیلت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسمین ارغام شیطان اور سرور اہل
ایمان ہے انتہیٰ۔ آپ نے دیکھ لیا کہ ان علماء کی تصریحات سے ظاہر ہے کہ جس سے اوسکا
مسنون اور مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صوم عاشورہ سے جو استدلال کیا ہے اسمین غور کیجیے کہ
باوجودیکہ موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی ایک معین عاشورہ مین ہوی تھی۔ مگر تمام سال کے ایام مین
صرف اوسی روز کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس نعمت کا شکریہ اسی روز مکرر ہر سال ادا کیا جائے

جس سے ثابت ہے کہ گو واقعہ مکرر نہین مگر اوسکی برکت کا اعادہ ضرور ہوتا ہے جسپر دلیل یہ ہے کہ ہر دوشنبہ مین ابولہب کیلئے اوسکی برکت کا اعادہ ہوتا ہے۔

بعض علماء نے یہان پر یہ کلام کیا ہے کہ صوم عاشورہ منسوخ ہوگیا ہے اسلئے اسکی فضیلت باقی نہین رہی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ رمضان شریف کے روزون کی فرضیت کے بعد اب کسی روزہ کی فرضیت نہ رہی۔ اس سے صوم عاشورہ کی علت جو حضرت کے پیش نظر تھی اوسمین کوئی فرق نہ آیا اسلئے کہ اسکے منسوخ کرنے کے وقت حضرت نے یہ نہین فرمایا کہ نحن لسنا احق بموسیٰ منکم جسطرح روزہ رکھنے کے وقت نحن احق بموسیٰ منکم فرمایا تھا اور نہ یہ فرمایا کہ موسی علیہ السلام کا واقعہ گذر کر ایک زمانہ ہوگیا۔ ہر سال اوسکا لحاظ رکہنا جائز نہین کیونکہ اس مین اعادہ معدوم لازم آتا ہے۔ پھر باوجود اوس روزے کے منسوخ ہونے کے احادیث مین اوسکے فضائل وارد ہین جس سے ثابت ہے کہ روزے کا حکم فرمانے کے وقت جو فضیلت ملحوظ تھی وہ اب بھی ملحوظ ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ فضائل منسوخ نہین ہوسکتے اسلئے شیخ الاسلام رحمہ کے استدلال پر اسکے منسوخ ہونے کا کوئی اثر نہین پڑسکتا۔ اور اگر تسلیم کرلیا جاے کہ اوس روزہ کی فضیلت بھی منسوخ ہوگئی تو بھی کوئی ہرج نہین۔ اسلئے کہ موسی علیہ السلام کی نجات کی بجہہ خوشی اگر ہو تو اون لوگون کو ہوگی جنکو اونکے امتی ہونے کا دعوی تہا یعنے یہود کو ہمین اوسکی کیا ضرورت اگر انبیائے سابق کے اس قسم کے واقعات کی خوشی ہم پر لازم ہو تو ہفتہ کے تمام ایام انہی خوشیون مین صرف ہوجائینگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس روزہ سے صرف امت کو توجہ دلانا مقصود معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم ایک نبی کی نجات پر شکریہ ادا کرتے ہین تو ہمکو ہماری ولادت کی بجہہ خوشی کرنی چاہئے۔ مگر طبع غیور کو صراحتًہ یہ فرمانا گوارا نہ تہا کہ ہمارے میلاد کے روز تم لوگ روزہ رکھا کرو بلکہ خود ہی اس شکریہ مین روز دوشنبہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور اوس کی وجہ اوسوقت تک نہین بتائی کہ کسی نے نہین پوچھا اسلئے کہ بغیر استفسار کے بیان کرنا بھی طبع غیور کے مناسب حال نہتا۔ یہ بات مسلم شریف کی اس روایت سے ظاہر ہے کہ جب حضرت سے دریافت کیا گیا کہ آپ دوشنبہ کا روزہ کیون رکہا کرتے ہین فرمایا کہ وہ میری ولادت کا روز ہے اور اوسی روز مجہپر قرآن نازل ہوا۔ انتھی۔ اب غور کیجئے کہ جب خود بدولت ہمیشہ روز میلاد مین

شکریہ کا روزہ رکھا کرتے تھے تو ہم لوگوں کو کسقدر اس شکریہ کی ضرورت ہے اسلئے کہ حضرت کا بھیجا
ہم لوگونکو حق مین نعمت عظمیٰ ہے اور اگر یہی لحاظ ہوتا کہ اپنی ولادت کا شکریہ ضرور تھا تو فرما دیتے
کہ ہر شخص اپنی ولادت کے روز شکریہ کا روزہ رکھا کرے حالانکہ کسی روایت مین یہ وارد
نہین ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس مین عمومی نعمت کا لحاظ تھا اور اوس سے صرف تعلیم
امت مقصود تھی کہ اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ہر ہفتہ مین ادا کیا جائے مرقاۃ شرح مشکوۃ
مین ملا علی قاری رح نے طیبی رح کا قول نقل کیا ہے کہ جس روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
وجود اس عالم مین ہوا اور کتاب عنایت ہوی تو روزہ کے لئے اوس روز سے بہتر کونسا
روز ہوسکتا ہے۔ غرضکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میلاد مبارک کا شکریہ ہر ہفتہ مین ادا
کیا جائے۔ پھر اگر سال مین بھی ایکبار اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا نہ کیا جائے تو کسقدر بدتمیزی
اور بے قدری ہے۔ غرضکہ تکرار زمانے مین گو اعادہ معدوم نہین مگر ابتدائی فضیلت
اوس مین ضرور ملحوظ ہوتی ہے۔ دیکھئے حضرت اسمعیل علیہ السلام جب مذبوح ہونے سے
بچائے گئے جسکے سبب سے حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کو خوشی ہوی ہر سال اس
اس خوشی کا اعادہ ہوا کرتا ہے۔ اس سے بڑھکر کیا ہو کہ اوس دن عید ہوتی ہے اور اس واقعہ
کے پیش نظر ہوجانیکے لئے جس قسم کے افعال و حرکات اون حضرات اور حضرت بی بی ہاجرہ
رضی اللہ عنہا سے صادر ہوے اسی قسم کے حرکات کے ہم لوگ حج مین مامور ہین جیسا کہ
ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پانی کی تلاش مین صفا و مروہ مین سات چکر کئے تھے۔ ہم کو بھی
حکم ہے کہ اس وسیع میدان مین سات چکر کیا کرین۔ میلین اخضرین کے مقام مین وہ دوڑی
تھین ہمین بھی وہان دوڑنے کا حکم ہے اسیطرح اور بہت سے افعال ہین جن سے
وہ اصلی واقعہ پیش نظر ہوجاتا ہے۔ اب اگر مولود شریف کے وقت سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف فرمائی مسلمانون کے پیش نظر ہو اور تعظیم کیلئے
اوٹھہ کھڑے ہون تو ایسی کونسی بے موقع حرکت ہوگی جس سے لعن و طعن کیا جاتا ہے
اور اقسام کے الزام لگائے جاتے ہین کہ یہ لوگ حضرت کے بار بار پیدا ہونے کے
قائل ہین ہم پوچھتے ہین کیا حجاج دنبہ کو ذبح کرنے کے وقت اسمعیل علیہ السلام کے بار بار

ذبح کرنے کا خیال کرتے ہین۔

حالانکہ یہ گویا حکایت اُسی کی ہے۔

بخاری شریف کی کتاب الانبیاء مین روایت ہے جسکا ملخص یہ ہے کہ سفر غزوۂ تبوک مین جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر مقام حجر پر ہوا تو حضرت کو بذریعہ وحی وہان کے حالات پر اطلاع ہوئی اور فرمایا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی فلان کوئین کا پانی پیا کرتی تھی۔ تو قوم نے اوسکو اسی وجہ سے قتل کر ڈالا کہ وہ ایک روز سب پانی پی جاتی تھی حضرت صالح علیہ السلام نے بہتیرا منع کیا مگر انہون نے نہ مانا اسپر عذاب نازل ہوا اور وہ سب ہلاک کیے گئے۔ اب تم لوگ اوس کوئین پر اترو جو اونٹنی کے لئے خاص تہا۔ اور دوسرے کوئین کے پانی سے احتراز کرو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے تو اون کوئین کے پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے فرمایا وہ خمیر اور بچا ہوا پانی سب پھینکدو اور اوس کوئین کا پانی لو جو اونٹنی کے لئے خاص تھا۔ پھر فرمایا کہ اوس قوم کی سکونت گاہ مین جب پہونچو تو روتے ہوے وہان سے جلد گذر جاؤ۔ اور اگر رونا نہ آئے تو بتکلف روؤ۔ اس خوف سے کہ کہین تم پر اونکا عذاب نہو جائے۔ چنانچہ جب اوس قوم کے مکانات پر پہونچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر سے اپنا سر مبارک ڈہانک لیا اور اونٹنی کو دوڑایا یہانتک کہ اوس وادی سے نکل گئے (یہ خلاصہ اون روایتون کا ہے جو بخاری اور فتح الباری اور تفسیر ابن جریر وغیرہ مین مذکور ہین۔) اسیطرح مسلم وغیرہ کی روایتون سے ثابت ہے کہ حج مین وادی محسر جہان اصحاب فیل ہلاک ہوے تھے وہان سے جلد گذر جانا مسنون ہے۔ اب غور کیجئے کہ حضرت پر اوس مقام مین جو خوف طاری ہوا اور سب کو رونے کا حکم فرمایا اور آپ نے بھی نہایت تواضع کی حالت مین چادر مبارک سے سر ڈہانکے ہوے نہایت جلدی سے اوس مقام سے نکل گئے کیا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اون برگزیدگان کے حق پر اوسوقت سچ مچ عذاب اوترتا وہ بھی ایسی حالت مین کہ صرف خوشنودی خدا و رسول کی غرض سے راہ خدا مین جان دینے کو چلے جا رہے ہین۔ اور تنہا بھی نہین بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب تھے جن کی شان مین وارد ہے ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم یعنے خدائے تعالے اون لوگون پر عذاب نہین کرتا جن مین آپ ہین پھر

الایمان

حضرت کو اوس خوف سے کیا تعلق جو خود بھی جلدی سے وہان سے گذر گئے کیا کوئی ضعیف بھی اس موقعہ مین ناشائستہ خیال کرسکتا ہے ہرگز نہین۔ پھر یہ تمام آثار جو اصلی واقعہ کے وجود کے وقت مرتب ہونے کے لائق ہین اسوقت کیون ظہور مین آئے کیا اوسوقت اوس قوم پہ عذاب اوتر رہا تھا جسکے دیکھنے سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر کوئی شخص بے باکانہ اوس مقام مین چلا جائے تو اندیشہ ہے کہ مبتلائے عذاب ہوجائے اس لئے بحال خضوع سے روتے ہوئے جانے کی ضرورت ہوئی تاکہ خدائے تعالی اس عذاب سے بچالے اس سوال کا جواب سوائے اسکے کچھ نہین کہ صرف اصلی واقعہ اوسوقت پیش نظر ہوگیا تھا۔ جسپر آثار خوف مرتب ہوے۔ پھر یہ حضرت نے اپنی رائے سے بھی نہین فرمایا اسلئے کہ اوس ویران مقام مین کیونکر معلوم ہوکہ اونٹنی کا کوان کونسا اور قوم کے کوئین کونسی ہین جن سے پانی لینے کی ممانعت ہوی بلکہ یہ سب وحی سے معلوم ہونے کی باتین ہین۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ سب تعلیم الٰہی تھی۔ اب فرمائے کہ اوسوقت جو صرف اصل واقعہ کے پیش نظر ہونے سے حکم تھا کہ خوف وخضوع ظاہر کرین۔ اسیطرح میلاد شریف کے پیش نظر ہونے کے وقت آثار فرحت وتعظیم ظاہر کئے جائین تو خدا اور رسول کی مرضی کے مخالف ہونے کی کیا وجہ کیا یہ حدیث صحیح نہین ہے کہ صحابہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا قوموا الی سیدکم۔ غرضکہ یہ ہرگز ثابت نہین ہوسکتا کہ میلاد شریف کے وقت جو قیام کیا جاتا ہے وہ شرک یا مکروہ ہے۔

تخئیل اور تصور پر آثار کا مرتب ہونا فطرت انسانی مین داخل ہے جیسے کسی خوشی کے واقعہ کے خیال کرنے پہ آثار بشاشت چہرہ سے نمایان ہوتے ہین اور غم کا واقعہ یاد کرنے سے آنسو ٹپک پڑتے ہین۔ کنز العمال مین روایت ہے کہ ایک روز عمر رض نے صبح کی نماز مین سورہ یوسف شروع کی جب اس آیت پر پہونچے وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم جسمین حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم وبکا کا ذکر ہے۔ آپ پر ایسا گریہ طاری ہوا کہ آگے بڑھ نہ سکے آخر رکوع کردیا۔ شریعت مین بھی اس تخئیل اور تصور کا اعتبار اور لحاظ کیا گیا ہے چنانچہ جامع الصغیر مین اس مضمون کی روایتین مذکور ہین۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

کسی کا نام محمد رکھو تو اوسکا اکرام کرو۔ اور اُسکو برا مت کہو اور اذیت نہ پہنچاؤ۔ دیکھئے نام جو صرف الفاظ ہین ان مین یہ اثر کہان سے آگیا کہ اپنے مسمیٰ کو ایسی عزت بخشے۔ دراصل یہ اوس تخیل کا اثر ہے جو اس لفظ کی تذکر کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پیش نظر ہو جاتی ہے۔ یہ بحث کسیقدر بسط سے ہم نے انوار احمدی مین لکھی ہے۔

فتح الباری مین شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حج مین جو تلبیہ یعنے لبیک کہا جاتا ہے اسکی وجہ احادیث مین یہ وارد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا واذن فی الناس بالحج یعنے لوگون مین پکار دو کہ حج کیلئے آئین چنانچہ اونہون نے پکار دیا۔ اب جو لبیک کہا جاتا ہے اوسی کا جواب ہے دیکھئے یہ لبیک حالت احرام مین کس خضوع اور خشوع سے کہا جاتا ہے۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کے روبرو بھی یہ جواب دیا جاتا تو اس سے زیادہ تواضع نہوتی۔ حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے جو بلایا تھا اوسکو ہزار سال گزر گئے اور وہی آواز ہمارے کانون مین گونج رہی ہے۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ولادت تو اسکے بہت بعد ہے اگر اوس وقت خاص کا نقشہ ہمارے آنکھون مین کھنچ جاوے تو کونسی تعجب کی بات ہے اور جسطرح ہم وقت معین مین لبیک کہکر اُٹھ کھڑے ہوتے ہین اسیطرح وقت معین مین فداک ابی وامی یا رسول اللہ کہکر کھڑے ہو جائین تو کونسی بُری بات ہوگی۔ اب رہی یہ بات کہ مولود شریف قرون ثلثہ مین نہین تہا تو یہ بھی قابل تسلیم نہین اس لئے کہ جتنی روایتین مولود شریف مین پڑہے جاتے ہین وہ موضوع نہین بلکہ کتب احادیث مین سب موجود اور صحابہ سے منقول ہین جس سے ثابت ہے کہ جتنی روایتین مولود کی کتابون مین پڑھی جاتی ہین وہ سب صحابہ کے زمانہ مین پڑہے جاتے ہین۔ البتہ نئی بات یہ ہے کہ میلاد شریف سے متعلق حدیثین ایک جگہ جمع کردی گئین مگر یہ بھی قابل اعتراض نہین اسلئے کہ محدثین نے بھی آخر ہر قسم کی حدیثون کو علحدہ علحدہ کر دیا ہے جو صحابہ نے نہین کیا تھا۔ پھر صحابہ وغیرہم کا دستور تھا کہ جب کوئی واقعہ پیش نظر ہوتا تو اس سے متعلق جتنی حدیثین یاد ہوتین پڑہ دیتے اسیطرح میلاد مبارک کا واقعہ پیش نظر ہونے سے وہ سب روایتین پڑھی جاتی ہین اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولود شریف کا پڑھنا صحابہ کی سنت ہے۔ اب اگر محل اعتراض

ہے تو یہی ہے کہ میلاد شریف کی محفل قرون ثلثہ مین اس ہیئت پر نہتھی سو اسکا جواب یہ ہے
کہ اس محفل مبارک سے ایک بڑی مصلحت متعلق ہے وہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دوسرے
اقوام اپنے اپنے نبیون کی پیدایش کے روز خوشیان مناکر اپنے محبت کا ثبوت دیتے ہین
اور اندیشہ تھا اسلئے یہ خیال کیا گیا کہ بعد زمانہ نبوی سے مسلمانون کی طبیعتون مین بے باکی پیدا
ہو گئی ہے یہانتک کہ نماز و روزہ مین بھی لوگ تصور کرنے لگے جس سے دوسرے
اقوام مین یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ اب مسلمانی براے نام رہ گئی ہے اور وہ رعب و داب
جو جانبازِ مسلمانون کا انکے دل مین تھا کہ یہ لوگ اپنے نبی کے حکم پر جان دینے کو مستعد ہین
جانے لگا۔ اگر یہی خیال انکا ترقی پذیر ہوا اور مسلمانون مین کوئی جوش اسلامی باقی نہ رہے تو
چند روز مین بالکل بے وقعتی کی نگاہون سے وہ دیکھے جائینگے اور معرض تلف مین ہو جائینگے
اسلئے یہ تدبیر نکالی کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جوش انکے دلون مین پیدا کر دیا جائے
چنانچہ مجالس وعظ مین عموماً ایسے مضامین بیان کرنے لگے جو باعث ازدیاد محبت ہون مثلاً
شفاعت کا مسئلہ اور صحابہ اور اولیاء اللہ کے فضائل اور حکایات اور معجزات اور فضائل نبی
صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بیان کرنے لگے جن کے سننے سے اپنے نبی کی عظمت ذہن نشین
اور باعث ترقی محبت ہو پھر محفل میلاد کی بنیاد ڈالی جس سے موافقین اور مخالفین کا امتیاز
ہو جائے کیونکہ مخالفین کو حضرت کی پیدایش کی خوشی ہرگز نہین ہو سکتی۔ بلکہ اسکا سخت صدمہ
انکے دلون پر ہوتا ہے جس طرح خاص میلاد کے روز شیطان پر ہوا تھا غرضکہ اسکا یہ اثر
ہوا کہ ہر فقیر و امیر بقدر حیثیت اس محفل مبارک مین روپیہ صرف کر کے اسکا عملی ثبوت دیتا ہے
کہ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے دعاگو اور آپ کے وجود باجود سے خوش ہونیوالون
مین ہین جس سے مخالفین پر یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمان اس بگڑی حالت مین بھی اپنے نبی کے
شیفتہ اور دلدادہ ہین نبض شناسان زمانہ خوب جانتے ہین کہ یہ جوش محبت اسلامی کوئی
معمولی بات نہین بلکہ یہی جوش مخالفون سے انکو ممتاز اور علحدہ کرنے والا ہے۔ اگر یہ جوش
محبت بھی جاتا رہے تو اکثر مسلمانون کی حالت گواہی دیگی کہ انکو نہ احکام دینیہ سے تعلق رہے،
نہ اپنے نبی سے محبت اور ظاہر ہے کہ اس بے تعلقی کا کیسا برا اثر مسلمانون پر پڑے گا

غرض قطع نظر فضیلت اور استحباب کے مولود شریف مین ایک ایسی مصلحت ملحوظ رکھی گئی جو دین و دنیا مین محمود مطلوب ہے۔

دین مین اسوجہ سے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جب تک آدمی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے ان باپ اور اولاد اور مال سے بلکہ اپنی جان کی محبت سے زیادہ نہو اسکا ایمان قابل شمار نہین اور دنیاوی مصلحت وہ جو مذکور ہوی جسکو اسرار شناسیان اسلام جانتے ہین کہ موجد نے اسکو کیون ایجاد کیا کیا مصلحت وقت کا لحاظ رکہنے کی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین دی ہے کیون نہین صدہا احادیث اسپر شاہد ہین اسیکو دیکھ لیجیے کہ قبل ہجرت کس قسم کے احکام اور حالات تھے اور بعد ہجرت قوت اسلام کے زمانہ مین کس درجہ پر پہونچے۔ اہل حدیث یہ بھی جانتے ہین کہ آخری زمانہ کے مسلمانون کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قسم کی سہولتین فرمائی ہین۔ یہان تک تو فرمادیا کہ دسوین حصہ پر بھی اگر وہ لوگ عمل کرلین تو صحابہ کے برابر انکو ثواب ہوگا۔ اب انصاف کیا جائے کہ مصالح دینیہ و دنیویہ پر لحاظ رکھکر محفل میلاد شریف کیجاے تو کیا وہ باعث دخول دوزخ ہوگی۔ اور وہ ارشاد دنیوی کہ اعمال کے حسن و قبح کا دار و مدار نیت پر ہے اور خداے تعالی عمل کو نہین دیکہتا ہے۔ نیتون کو دیکہتا ہے وغیرہ۔ احادیث معاذ اللہ بیکار ہو جائیگی ہرگز نہین۔ غرضکہ اس قابل تحسین نیت کے بعد ہمارا حسن ظن تو یہ ہے کہ یہ عمل باعث خوشنودی خدا اور رسول ہے۔ اور یقین ہے کہ بمصداق انا عند ظن عبدی بی۔ یہ ہمارا حسن ظن بیکار نہ جائے گا۔ ہم اسکو مانتے ہین کہ بعضے علماء نے صرف حدیث کل بدعۃ ضلالہ کو پیش نظر رکہکر اس مجلس متبرک مین کلام کیا ہے مگر آپنے دیکھ لیا کہ جو نکتہ رس۔ و حقیقت شناس علماء تھے۔ مثل حافظ۔ شیخ الاسلام۔ ابن حجر عسقلانی اور امام سیوطی وغیرہ۔ رحمہم اللہ انہون نے اسکا جواز استحباب ثابت کردیا۔ غور کیجئے۔ کہ وہ بھی آخر مقتدا اور متبحر علما مانے جاتے ہین۔ جن کے اقوال استدلال مین پیش کئے جاتے ہین انکو گمراہ و مخالف اسلام قرار دینا کیونکر جائز ہوگا۔ ایسے موقع مین تو انکا احسان ماننا چاہئے کہ انہون نے علاوہ اور مصالح کے شرعی طور پر بھی اسکا استحباب ثابت کردیا۔

یہان شاید ناواقفون کو یہ خلجان ہوگا کہ ایک ہی چیز حرام اور مستحب کیونکر ہوسکتی ہے۔ پھر کیا وجہ

کہ مولود شریف کو ایک جماعت حرام اور ایک جماعت مستحب کہتی ہے۔
اس خلجان کو اسطرح دفع کیا جائے کہ جن علما کی نظر محدود رہی کہ مولود شریف قرون ثلثہ مین نتھا وہ اسکی حرمت کے قائل ہوگئے اور جن کی نظر وسیع تھی وہ مصالح اور اغراض پر غور کرکے استحباب کے قائل ہوگئے۔
دیکھئے۔ صرف ونحو کا علم نہ حضرت کے زمانہ مین تھا نہ صحابہ کے زمانہ مین گو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چند قاعدے بیان فرماکر اسکی بنیاد ڈالی مگر تدوین اسکی ایک مدت مین ہوی اور نہ قال کی اصل قول ہونے پر کوی شرعی دلیل قائم ہوسکتی ہے۔ مگر چونکہ قرآن وحدیث کا سمجھنا سمجھانا ان علوم سے متعلق ہے اسلئے گو وہ بدعت ہین مگر انکی تعلیم واجب قراردی گئی اگر ہمارے دین سے ان علوم کو تعلق نہوتا تو انکی حرمت پر ضرور فتوی دیا جاتا اس سے ظاہر ہے کہ اغراض صحیحہ کے لحاظ سے کبھی وجوب بھی آجاتا ہے جسکو وجوب بغیرہ کہتے ہین۔ پھر اگر مولود شریف مین باوجود بدعت ہونے کے استحباب آجائے تو کیا عجب غرضکہ علما جانتے ہین کہ اغراض مصالح اور جہات کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہین۔
جو ضرورت اس محفل مبارک کی ایجاد اور ابقا مین علمائے متاخرین کے پیش نظر تھی اوسکا وجود قرون ثلثہ مین نہ تھا اسلئے کہ اوس زمانہ کے کل اہل اسلام وقتاً فوقتاً ہر ایک امر مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا عملی ثبوت دیتے تھے جسکا اثر یہ ہوا کہ اسلام شرقاً وغرباً انکی جانبازیون سے پھیلا اونکو ضرورت نہ تھی کہ سال مین ایک بار اپنی محبت کا اظہار کرین بخلاف اس زمانہ کے کہ کل اہل اسلام سال مین ایک بار بھی اگر اپنی سچی محبت اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد مبارک مین ظاہر کرین تو غنیمت ہے۔
قرون ثلثہ مین روز میلاد مبارک کے عید مقرر نہونے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ جو علامہ نجم الدین غیطی نے کتاب التعریف بالمولد الشریف مین مولد علامہ شمس الدین ابن الجزری رح سے نقل کیا ہے کہ جو روز میلاد شریف کا ہے وہی وفات شریف کا دن ہے۔ اسلئے سرور وغم برابر برابر ہوگئے تھی۔ اگر غور کیا جائے تو اون شیفتگان جمال نبوی پر وہ روز ایسی مصیبت اور ماتم کا تھا کہ جسکا بیان نہین ہوسکتا جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری مین صحابہ

کی یہ حالت تھی کہ ہر مجلس ماتم کدہ بنی جاتی تھی چنانچہ بخاری شریف[عہ] میں ہے کہ اوس زمانہ میں اتفاقاً صدیق اکبر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا گذر انصار کی کسی مجلس پر ہوا دیکھا کہ سب زار زار رو رہے ہیں اوسکا سبب دریافت کیا اہل مجلس نے کہا کہ ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسیں یاد آتی ہیں جن میں حضرت کے ساتھ ہم لوگ بیٹھتے تھے اب قرائن سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ دن آ گئے کہ ہم لوگ اس دولت عظمی اور فیضان مصاحبت سے محروم ہو جائیں۔ اون شیفتگان دیدار نبوی کی حالت کا اندازہ اس روایت سے ہو سکتا ہے جو بخاری شریف میں ہے کہ ایک روز صبح کی نماز ہو رہی تھی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑہا رہے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ مبارک کا پردہ اس غرض سے اوٹھایا کہ نماز کی حالت ملاحظہ فرماویں پردہ اوٹھنا ہی تھا کہ صدیق اکبر رضہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور مارے خوشی کے قریب تہا کہ صحابہ نماز توڑ کر دیدار جان بخش سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں مگر حضرت کب گوارا کر سکتے تھے کہ عبادت الٰہی میں خلل واقع ہو فوراً یہ فرما کر پردہ چھوڑ دیا کہ نماز کو تمام کر لو!! دیکھئے صحابہ حضور قلب وغیرہ لوازم و آداب نماز کو خوب جانتے تھے مگر غلبہ شوق دیدار نے سب بہلا دیا اور ایک ایسی حالت طاری ہوئی جو مصداق اس شعر کے تھی ؎

در نماز م خم ابروے تو چون یاد آمد　　حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

روز وفات ہرچند صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہایت استقلال اور تکلف سے کام لیکر خطبہ پڑہا اور مسلمانوں کو تسلی دی مگر حالت یہ تھی کہ وہ بھی ضبط گریہ نہیں کر سکتے تھے اور بے اختیار کہتے تھے کہ یا رسول اللہ آپ کی وفات سے وہ چیز منقطع ہو گئی جو کسی نبی کی موت سے منقطع نہیں ہوئی تھی آپکی نعت جسقدر کی جائے تہوڑی ہے اگر ہمارا بس چلتا تو ہم سب آپ پر سے اپنے کو فدا کرا دیتے اور ایک مرثیہ پڑہا جسکا ایک شعر یہ ہے۔

یا لیتنی من قبل مہلک صاحبی　　غیبت فی جدث علی صخر

یعنے کاش میں اپنے صاحب کی وفات سے پہلے اپنی قبر میں مدفون ہوتا اور مجھپر پتھر ڈالے جاتے!!

عہ اس مقام کی کل روایتیں المواہب اللدنیہ میں موجود ہیں۔ ۱۲ ـ

عمر رضؓ کو تو اوس صدمہ جان کاہ نے دیوانہ ہی بنا دیا تھا کچھ ایسے حرکات اوسوقت اون سے صادر ہورہے تھے کہ سب حضار ترسان و لرزان تھے کسی کی مجال نہ تھی کہ اون سے کچھ کہہ سکے جب کسیقدر افاقہ ہوا تو کہنے لگے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون آپ پیشتر ستون کے پاس خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بنایا گیا اور آپ اوسپر خطبہ پڑھنے لگے تو ستون پر آپکے فراق کا اس قدر صدمہ ہوا کہ آدمی کی طرح زار زار روتا تھا تو آپ کی امت کا کیا حال ہونا چاہئے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اوسوقت یہ حالت تھی کہ منہ سے بات نہین نکل سکتی تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اس قسم کا اتنا بار پڑا کہ باوجود اُس قوت و شجاعت کے آپ زمین پر بیٹھ گئے اور حس و حرکت دشوار ہوگئی۔

حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام پر اس صدمہ کا اثر اس قدر ممتد ہوا کہ جب تک آپ زندہ رہین گویا جانتے ہی نہین کہ تفسی کیا چیز ہے۔

بلال رضی اللہ عنہ جب اذان مین اشہد ان محمدا رسول اللہ کہتے تو مسجد مین کہرام مچ جاتا تھا۔

عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہی اس صدمہ جان ستان سے ہوگیا۔

غرضکہ اس حادثہ جانکاہ سے کل صحابہ کی یہ حالت تھی کہ اونپر زندگی وبال جان ہوگئی تھی اب غور کیجئے کہ جب دوازدہم شریف کا روز اون شیفتگان جمال نبوی اور سوختگان آتش فراق پر آتا ہوگا تو اونکی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ کیا ایسی حالت مین کسی قسم کی خوشی دل مین راہ پاسکتی ہے ہرگز نہین۔ ایک مدت تک مسلمانون کی تقریباً اسی قسم کی حالت رہی۔ متاخرین نے دیکھا کہ اب مسلمانون کے دلون پر عموماً وہ جوش محبت تو رہا ہی نہین جو مقتضی غم وفات ہو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معنے تو صرف اسیقدر ہین کہ اس عالم سے دوسرے عالم کو تشریف لے گئے ورنہ حضرت کی زندگی مین کیا شک اسلئے اوس غم کو جو عارضی تھا کالعدم کرکے اصلی مسرت اور خوشی کو جس کا اثر قیامت تک باقی ہے پیش نظر رکھا اور اوس روز کو خالص روز عید قرار دیا جس مین کل اہل اسلام بالاتفاق اپنی محبت اور گرم جوشیان ظاہر کرکے اپنی محبت کا ثبوت دین۔ چنانچہ اس قرارداد علما کو تقریباً کل اہل اسلام نے مان بھی لیا اور صورت اجماعی منعقد ہوگئی۔ اور بمصداق ما رآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن وہ قابل تحسین ہی ہوئے۔

پھراون حضرات نے اس سے بڑے بڑے فوائد بھی حاصل کئے چنانچہ نجم الدین غیطی رحمہ نے
اور ابن حجر مکی رحمہ نے الشیخ شمس الدین الجزری رحمہ کا قول نقل کیا کہ مولود شریف کی خاصیت یہ ہے
کہ جس سال وہ محفل کی جاتی ہے اوس سال بلاؤں سے امن رہتا ہے اور یہ فقط اعتقادی بات ہی
نہیں بلکہ اوسکا تجربہ بھی مکرر ہوچکا ہے۔ الحاصل محفل میلاد میں کئی مصلحتیں اون حضرات کے
پیش نظر تھیں اور مصالح کا لحاظ کرنا شرعاً محمود اور مسنون ہے۔ علامہ زرقانی رحمہ نے شرح مواہب اللدنیہ
میں لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک منافق مرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی گئی
کہ اپنا ملبوس خاص عنایت فرماویں تاکہ برکت کے لئے اوسکے کفن میں وہ شامل کیا جائے حضرت
نے اپنا قمیص مبارک بدن سے اتار کر عنایت فرمایا اور صحابہ کو اس مصلحت پر مطلع فرمایا کہ میں
جانتا ہوں کہ میرے قمیص سے اوسکو کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا اسلئے کہ وہ منافق ہے مگر مجھے امید
ہے کہ اس رعایت خاص کی وجہ سے اوسکی قوم سے ہزار شخص مسلمان ہونگے چنانچہ ایسا ہی
ہوا۔ دیکھئے حضرت کا پیرہن مبارک جو اعلیٰ درجہ کا تبرک ہے منافق جو کافر سے بھی بدتر ہے
اوسکے کفن کے لئے دینا ہرگز کسی مسلمان کی طبیعت گوارا نہیں کرسکتی مگر حضرت نے عمومی
مصلحت کے لحاظ سے اوسکو گوارا فرمایا۔

چنانچہ بخاری شریف اور فتح الباری میں ہے کہ عمر رض ایک بار خانہ کعبہ میں جا بیٹھے اور کہا کہ میرا
قصد یہ ہے کہ جسقدر سونا چاندی کعبہ شریف میں رکھی ہے سب مسلمانوں میں تقسیم کردوں۔
ابو وائل رحمہ نے کہا کہ یہ آپ نہیں کرسکتے اسلئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رض کو باوجودیکہ
آپ سے زیادہ مال کی احتیاج تھی مگر انہوں نے یہ خیال نہیں کیا عمر رض نے کہا کہ بے شک
ان حضرات کی اقتدا مجھے بھی ضرور ہے۔

شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ کعبہ شریف کا خزانہ خرچ نکرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ تعظیم الاسلام
اور ترہیب اعداء اوس سے متعلق ہے اسلئے کہ خزانہ کعبہ شریف اوس زمانہ میں مشہور تھا
اس سے مستفاد ہے کہ شوکت اسلام کے لئے اگر کوئی ایسا کام کیا جائے جو ضرورت سے
زیادہ ہو اوسکی اجازت ہے چنانچہ شیخ الاسلام رحمہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ سونا چاندی
کی قندیلیں کعبہ شریف اور مسجد نبوی میں لٹکانے کو تقی الدین سبکی رحمہ نے جائز لکھا ہے وجہ یہ کہ

اوس مین بھی صرف شوکت اسلام ملحوظ ہے ورنہ ضرورت تو معمولی چراغون سے بھی رفع ہو سکتی
تھی۔ اسیطرح فتح الباری مین یہ بھی لکھاہے کہ کعبہ شریف کو جو دیباج کی کسوت پہنائی جاتی
ہے اسکے جواز پر اجماع ہوگیاہے اور لکھاہے کہ قاضی زین الدین عبد الباسط نے حسب حکم
شاہی ایک ایسی بہتر کسوت خانہ کعبہ کے لئے تیار کی کہ اوسکی عمدگی بیان کرنے سے زبان
قاصر ہے اور اوسکی تحسین اس فعل کی کرکر یہ دعائین دین کہ بسط اللہ تعالی فی رزقہ وعمرہ
وجزاہ اللہ عن ذالک احسن المجازاۃ دیکھئے اس مین بھی وہی شوکت اسلام ملحوظ ہے ورنہ
اول تو گھر کو کسوت پہنانا کوئی ضروری بات نہین اور اگر کسی قسم کی ضرورت ہے بھی تو بیش قیمت
دیباج کی ضرورت نہین جسکے جواز پر اجماع ہوگیا ہے۔ اور کسوت خانہ کعبہ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ مین موجود تھی۔ خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفی مین لکھاہے کہ عثمان رض نے مسجد نبوی کی
تعمیر از سر نو نہایت تکلف سے کی چنانچہ دیوارون کے پتھرون مین نقش ونگار کیا گیا اور ستون
کے پتھر بھی نقشی پرکار تھے سقف ساج کا بنوایا گیا جو اوس زمانے کی بیش قیمت لکڑی تھی اور
ممبر شریف پر غلاف پہلے آپ ہی نے اوڑھایا۔ دیکھئے یہ سب امور شوکت اسلام سے متعلق ہین
ورنہ یہی مسجد مقدس انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اوسوقت تک نہایت سادی اور
تکلف سے عاری تھے۔ نہ نقش ونگار تھا نہ ممبر پر غلاف اوڑھایا جاتا تھا۔ یہان یہ بات بھی قابل
توجہ ہے کہ باوجودیکہ خانہ کعبہ اور ممبر شریف کا غلاف ہمیشہ صحابہ کے پیش نظر رہا کرتا تھا مگر کسی
سے یہ اعتراض مروی نہین کہ بے ضرورت کپڑا کیون اوڑھایا جاتا ہے کیا ان لکڑیون اور گھر کو
سردی ہوتی ہے جیسے ہمارے زمانہ کے بعض حضرات غلافون کو دیکھکر کہا کرتے ہین۔

اب یہ دیکھا جائے کہ مولود شریف مین کیا کام ہوتے ہین اور وہ شرعاً جائز ہین یا نہین بڑے
کام یہ ہین اظہار سرور۔ تعین وقت۔ اشعار نعتیہ کا پڑھنا۔ تقسیم شیرینی اور بخور کا جلانا وغیرہ
اظہار سرور کا حال سنئے کہ باوجودیکہ حق تعالی فرماتا ہے ان اللہ لا یحب الفرحین یعنے فرحت
والون کو حق تعالی دوست نہین رکہتا مگر فضل اور رحمت الٰہی پر فرحت کرنے کا حکم ہے جیسا کہ
قرآن شریف مین ہے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا یعنے لوگون سے کہدو
کہ صرف اللہ کے فضل اور رحمت کی خوشی کیا کرین۔

مطلب ان آیتون کا یہ ہوا کہ اگر کوئی خوشی کرے تو صرف اللہ تعالی کے فضل اور رحمت کی
خوشی کرے۔ اب غور کیجیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم سے اس عالم
کو عزت بخشنا کیا بڑا فضل اور رحمت الٰہی ہے۔ اس سے بڑھکر کیا ہو کہ آپ ہمہ تن فضل اور
رحمت ہین چنانچہ النہجۃ السویہ مین لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام فضل اللہ بھی
ہے جسپر ابن دحیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے ولولا فضل اللہ علیکم
ورحمتہ لاتبعتم الشیطان الا قلیلا یعنے اگر اللہ کا فضل اور اوسکی رحمت تم پر نہوتی
تو تم شیطان کی پیروی کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ فضل اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین انتہی
اور اسمی مین ذکر کیا ہے کہ حضرت کے اسماء یہ بھی ہین۔ رحمہ۔ رحمۃ الامہ۔ نبی الرحمہ۔ رحمۃ للعالمین
رحمۃ مہداۃ اور آیہ شریفہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کو ذکر کرکے ابن عباس رضی اللہ عنہ
کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت نہ صرف مسلمانون کے حق مین رحمت تھے بلکہ کفار کے حق مین
بھی رحمت تھے اور یہ حدیث طبرانی اور حاکم سے نقل کیا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم انا رحمۃ مہداۃ یعنے مین اللہ کی رحمت ہون جو تمہارے لئے ہدیہ
بھیجی گئی ہے۔ اب کہئے کہ ایسے ہمہ تن فضل اور رحمت کے نزول کے روز کو ہم عید نہ قرار
دین تو ہم سے زیادہ ناقدرشناس کون ہو کہ خدائے تعالی کے ہدیہ کی بھی ہمنے کچھ قدر نہ کی
حالانکہ فضل اور رحمت الٰہی پر خوشی کرنا ہمارا فرض ہے جو آیہ موصوفہ فبذلک فلیفرحوا سے
ظاہر ہے تعیین وقت اسکا حال ابھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم عاشورہ
خود بھی رکھا اور اوس کے فضائل بیان فرمائے اور اس روایت سے بھی ظاہر ہے جو بخاری
شریف کی کتاب الایمان مین ہے کہ کسی یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپکی
کتاب یعنے قرآن شریف مین ایک آیت ہے کہ اگر وہ ہماری کتاب مین ہوتی تو ہم لوگ اوسکے
نزول کے دن کو عید بنالیتے آپ نے فرمایا کونسی آیت ہے کہا الیوم اکملت لکم دینکم
واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا جسکا ترجمہ یہ ہے کہ آج کے روز
مین نے تمہارے دین کو کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمہارے دین اسلام سے
راضی ہوا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمین معلوم ہے کہ وہ آیت کس مقام پر اور کس روز نازل

ہوئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفات پر کھڑے تھے یعنے حج کے روز اور جمعہ کا دن تھا
انتہی اور شرح بخاری شریف میں شیخ الاسلام عسقلانی رح نے لکھا ہے کہ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ
یہودی کا سوال تھا تو یہ تھا کہ اوس آیت کے جلالت شان مقتضی ہے کہ اوسکے نزول کا روز
عید بنایا جاتا اور جواب میں مقام اور وقت نزول بیان کیا گیا جسکو سوال سے کوئی تعلق نہین
حالانکہ جواب مین سوال کی مطابقت چاہئے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے
اشارۃً جواب دیا کہ وہ دونون روز ہمارے یہان روز عید ہین۔ اور ترمذی اور طبرانی وغیرہ کی
روایتون مین یہ تصریح موجود ہے کہ بحمد اللہ ہمارے یہان وہ دونون روز عید ہین حاصل یہ
یہودی کا مقصود تھا کہ اوس نعمت عظمے کا دن اس قابل تھا کہ عید قرار دیا جاتا جس مین
ہمیشہ خوشی ہوا کرتی اسلئے کہ عید عود سے ماخوذ ہے جسکے معنے لوٹ کر آنے کے ہین
چونکہ روز عید مکرر ہوا کرتا ہے اسلئے اوسکا نام عید رکھا گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اوسکو
تسلیم کیا چنانچہ اوسکے جواب مین کہا کہ ہمارے یہان اوس نعمت کی دوہری عید منجانب اللہ
مقرر ہے ورنہ صاف لکھدیتے کہ یہ تم لوگون کی حماقت ہے کہ ایک گزشتہ واقعہ پر ہر سال خوشیان
منایا کرتے ہو اب غور کیجئے کہ جب یہ مسلم ہے کہ کسی نعمت عظمی کے حصول کا دن اس قابل ہے
کہ ہمیشہ اوس مین خوشی اور عید کی جاے تو بتائے کہ مسلمانون کے نزدیک حضرت کی تشریف آوری
اور نزول اجلال سے بڑھکر کونسی نعمت ہو سکتی ہے پھر اگر اوس روز خوشی نہ کی جائے تو کونسا
دن آئیگا جس مین ایمانی طریقے سے خوشی کی جائے گی۔ اگر اوس آیۂ شریفہ کے نزول کے
روز دوہری عید ہے۔ تو نزول اجلال سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے روز یعنی میلاد مبارک
کے روز اوس سے وہ چند زیادہ خوشی اور عید ہونی چاہئے۔

قصائد نعتیہ کا پڑہنا اہل حدیث جانتے ہین کہ قصیدہ بانت سعاد جو نعت مین ہے خود آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اوسکے صلہ مین چادر مبارک عطا فرمائی
اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے ممبر رکھا جاتا تھا جسپر وہ اشعار نعتیہ پڑھتے تھے
جسکا حال ہمنے انوار احمدی مین کسیقدر بسط سے لکھا ہے۔

تقسیم شیرینی۔ وہ اطعام طعام مین داخل ہے جسکی تعریف قرآن شریف مین مصرح ہے

کما قال تعالیٰ ویطعمون الطعام علی حبه اسکے سوا بہت سے آیات و احادیث اوسکی
فضیلت مین وارد ہین جو محتاج بیان نہین۔

بخور جلانا۔ خلاصۃ الوفا مین ابن ماجہ کی روایت مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ مسجدون کو جمعہ کے روز بخور دیا کرو اور لکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بخوردان
آیا اوسکو آپ نے سعد رض کے حوالہ کیا کہ اوس مین بخور جلا کر ہر جمعہ اور رمضان مین مسجد نبوی
کو بخور دیا کرین۔ اور ایک شخص اسی کام پر مامور تھا کہ جمعہ کے دن بخور جلا کر ہر شخص کے
پاس لیجاوین اور سب کو معطر کرین۔ غرضکہ اماکن اور اوقات متبرکہ مین بخور کی خوشبو سے
اہل جلسہ کو معطر کرنا مسنون ہے

قیام۔ اس کا حال اوپر لکھا جا چکا ہے لیکن تکملۃً یہان بھی لکھا جائے تو بے موقع نہوگا۔
احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ تخیل پر اصل واقعہ کے آثار مرتب ہونا قطع نظر اسکے
کہ امر طبعی ہے۔ شریعت مین بھی اسکے نظائر موجود ہین جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ
نے جب آیۂ شریفہ وابیضت عیناہ پڑھی تو روتے روتے بیخود ہوگئے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام تبوک مین اظہار خوف وخشیت کیا۔ اور ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام
کی خوشی کا دن ہمیشہ کیلئے روز عید مقرر ہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات کے روز آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے شکریہ کا روزہ رکھا اور ترغیب امت کے لیے اوس کے فضائل بیان
فرمائے۔ اور اپنی ولادت باسعادت کے روز یعنے روز دوشنبہ حضرت ہمیشہ روزہ رکھا کرتے
تھے۔ اور ابولہب کو دوزخ مین پانی پینے کو ملا کرتا ہے۔ خاص خاص واقعات کے آثار
انکی خاص قسم کی تخیل پر مرتب ہوا کرتے ہین۔ اس صورت مین اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ولادت باسعادت کی تخیل پر مسلمانون کے دل مین فرحت پیدا ہو تو نہ شرعاً وہ مذموم ہے
نہ یہ کہنا درست ہوگا کہ جو اصلی واقعہ پر آثار مرتب ہوتے ہین تخیل پر مرتب کرنا درست نہین۔
اس بنا پر جتنی حدیثین اس باب مین وارد ہین کہ فرحت کے وقت کھڑے ہوجانا درست
بلکہ مسنون ہے سب ہمارے مفید مدعا ہوگئین۔ کیونکہ جب مسلمان میلاد شریف کے
حالات سنتے ہین تو اونکو جدید خوشی ہوتی ہے اس وجہ سے کہ حضرت کا اس عالم مین

تشریف فرما ہونا اونکے لئے نجات اور فرحت ابدی کا باعث ہوا۔ کیا کوئی مسلمان ایمان کی
راہ سے یہ کہہ سکتا ہے کہ نجات و مسرت ابدی سے زیادہ کوئی نعمت ہے ہرگز نہین پس
جب کم درجہ کی فرحتون مین قیام جائز اور مسنون ہو تو اس اعلی درجہ کی فرحت مین قیام کی
کس قدر ضرورت ہوگی۔ اب ان روایتون کو سنئے جن سے فرحت کے وقت قیام کا
مسنون ہونا ثابت ہے۔

فتح الباری مین شیخ الاسلام رح نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے
تھے اونکی بی بی نے انھین مسلمان کرکے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
حاضر کین تو حضرت اونکو دیکھتے ہی کمال خوشی سے کھڑے ہوگئے اسی قسم کی اور روایتین بھی
ذکر کین جن مین حضرت جعفر رض اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے قدوم کے وقت اور حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھکر قیام کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکور ہے۔

بخاری شریف مین یہ روایت ہے ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نساءً
وصبیاناً مقبلین من عرس فقام ممتنا فقال اللھم انتم من احب الناس الیّ
یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند عورتون اور لڑکون کو دیکھا کہ کسی کے نکاح سے
چلے آرہے ہین فوراً کھڑے ہوگئے اور فرمایا خدا جانتا ہے تم لوگ سب سے زیادہ میرے
محبوب ہو۔ شیخ الاسلام رح نے قام ممتنا کی شرح مین لکھا ہے کہ قام الیھم مسرعاً مشتدّا
فی ذلک فرحا بھم یعنے کمال فرحت کی وجہ سے نہایت جلدی سے کھڑے ہوگئے
اس روایت سے ظاہر ہے کہ یہ قیام معانقہ وغیرہ کے لئے نہین تھا۔ اسلئے کہ عورتون اور
لڑکون سے معانقہ درست نہین بلکہ مقصود اوس سے صرف اظہار فرحت تہا۔ اس سے
یہ بھی ثابت ہوگیا کہ قدوم احباب کے وقت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرمایا کرتے
تھے اسکی وجہ بھی اظہار فرحت ہی ہوا کرتی تھی، تو اب مسلمانون کو چاہئے کہ جس وقت میلاد
شریف سنین اور اوس مین سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عالم مین تشریف فرما ہونا پیش نظر
ہو جاوے جو اعلی درجہ کی فرحت کا باعث ہے تو اوسوقت ان احادیث کو اپنا پیشوا اور
مقتدا بناکر خوشی سے کھڑے ہو جایا کرین اور بدعت اور تشبہ فی العبادت وغیرہ شبہات کو

ان روایات سے دفع کر دیا کرین۔ یہی امور گویا محفل میلاد کے ذاتیات ہین اور آپ نے دیکھ لیا
کہ وہ فرادی فرادی مسنون یا مستحب تو ضرور ہین۔ رہے امور خارجیہ جیسے عورتون کا مولو د شریف
ایسے طور پر پڑہنا کہ اجنبی لوگ اونکی آوازین سنین یا نشہ کی حالت مین پڑھنا۔ یا اور کسی قسم کی
بے ادبی پڑھنے کے وقت کرنی جو شرعاً ممنوع ہو وہ ضرور اس قابل ہین کہ موقوف کر دئے
جائین جیسے کل عبادات مین یہی حکم ہے۔ مثلاً نماز لوگون کے بتلانے کی غرض سے
پڑہنی جس سے احتراز کی ضرورت ہے مگر ایسے امور سے نماز یا مولود شریف کے جواز مین
کلام نہین ہوسکتا۔ رہی ہیئات اجتماعی امور مذکورہ کی سو اوسکا بھی جواز بلکہ استحباب بتصریح
علماء ثابت ہوگیا اور قطع نظر اوسکے اس قسم کے بدعتون کی ایجاد کی شرعاً اجازت ہے
جیسا کہ حدیث صحیح من سن سنۃ حسنۃ الحدیث سے ظاہر ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جو شخص
کوئی اچھا کام ایجاد کرے اوسکو ثواب اوسکا اور اوسپر عمل کرنے والونکا ملیگا۔ اور جو برا کام
ایجاد کرے اوسکا اور اوسپر عمل کرنے والونکا گناہ اوسپر ہوگا۔
دیکھئے قرون ثلثہ کی یا اور کسی بات کی تخصیص نہین بلکہ عام ارشاد ہے کہ جو کوئی اچھا طریقہ
ایجاد کرے اگر اسکی تخصیص قرون ثلثہ کی ساتھ کر دے جائے تو بدعتیون کو بڑی مشکل
جائیگی وہ یہ کہین گے کہ جس طرح اچھے کامون کی وہی ایجاد باعث ثواب ہے جو قرون
ثلثہ مین ہو اسیطرح برے کامون کی بھی وہی ایجاد باعث عذاب ہوگی۔ جو قرون ثلثہ مین ہو
اسلئے کہ بدلیل مقابلہ دونون شقون مین تعمیم یا تخصیص ایک ہی قسم کی معتبر ہوگی اور اوس
صورت مین مطلب حدیث شریف یہہ ہوگا کہ جتنے برے کام قرون ثلثہ کے بعد ایجاد کئے
جائین وہ قابل مواخذہ نہین حالانکہ یہہ غلط ہے اس سے ثابت ہے کہ برے کامون کی ایجاد
جسطرح ہر زمانہ مین مذموم ہے اچھے کامون کی ایجاد بھی ہر زمانہ مین محمود ہے۔ الحاصل اگر
مولود شریف بدعت بھی ہو تو بدعت حسنہ ہے جسکی اجازت شریعت مین وارد ہے۔ زرقانی
شرح مواہب اللدنیہ مین لکھا ہے کہ تاج فاکہانی نے مولود شریف کو بدعت مذمومہ لکھا ہے
مگر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اونکے استدلال اور تقریر کو حرفاً حرفاً رد کیا جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

ہمین یقین ہے کہ ہمارے بعض معاصرین اس رسالہ کی چند حدیثون کو روایت کے تسکین بخش نہ سمجھینگے مگر چونکہ اس مین ہمارے ہم مشربون کی طرف ہمارا روی سخن ہے اسلیے انکے ضرور شبہات کی طرف توجہ نہین کی گئی۔ اسپر بھی اگر شوق ہو تو ہمنے کتاب العقل اور حقیقۃ الفقہ و افادۃ الافہام وغیرہ مین بحث روایت تفصیل سے لکھی ہے اون مین ملاحظہ فرمائین امید ہے کہ اہل انصاف کو اوس سے تسکین ہوجائیگی۔

تحقیق الایمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ وصحابہ اجمعین

امابعد اضعف العباد محمد انوار اللہ عفی عنہ اہل اسلام کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ مسئلہ ایمان ایک مہتم بالشان مسئلہ ہے جسکے معلوم کرنے کی ضرورت ہر ایماندار کو ہے بعض لوگ ایسے بھی ہین کہ رسمی ایمان کو حقیقی ایمان سمجھ لیتے ہین چنانچہ چند بدوون نے دعوے سے کہا تھا کہ ہم ایمان لائے۔ مگر خود اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمادیا کہ اونسے کہدو کہ تم ایمان نہین لائے اور ہنوز دل مین تمھارے ایمان نہین داخل ہوا یہ کہو کہ ہم منقاد و فرمان بردار ہوگئے ہین۔ جیساکہ اس آیۂ شریفہ مین ہے۔ قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم اور دوسری آیت مین ارشاد ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزّل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالا بعیدا یعنی مسلمانو اللہ پر ایمان لاؤ اور اوس کے رسول پر اور اوس کتاب پر جو اوس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور اون کتابون پر جو پہلے اتارین اور جو شخص اللہ کا منکر ہو اور اوس کے فرشتون کا اور اوسکی کتابون کا اور اوس کے رسولون کا اور روز آخرت کا تو بڑی دور بھٹک گیا۔ کوئی بات تو ہوگی

جو حق تعالیٰ اہل ایمان کو مخاطب کرکے ایمان لانے کا حکم فرماتا ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ جو خود
ایماندار ہون اُن کا ایمان لانا تحصیل حاصل ہے جو محال ہے۔ اس بات پر ہر شخص کا وجدان گواہی
دیگا کہ آدمی جب کوئی خبر سنتا ہے تو اوس کے دل مین ایک قسم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جو
اوس خبر کے صدق سے متعلق ہے۔ ہر چند مدارج اوس کے بے انتہا ہو سکتے ہین۔ مگر علمانے
اوس کے چار درجے قرار دئے ہین۔ وہم۔ شک۔ ظن اور یقین۔ پہلا درجہ وہم ہے جسمین اوس
خبر کے صدق کا احتمال مرجوح اور عدم صدق کا احتمال راجح ہو۔ مثلاً اخبارون مین جب یہ خبر
شائع ہوئی کہ سوائے تار برقی کے ایک آلہ ایسا ایجاد ہوا ہے۔ کہ اوس کے ذریعہ سے بغیر تعلق
تار وغیرہ کے دور دور کی خبرین معلوم ہوتی ہین۔ اگرچہ اس لحاظ سے کہ آج کل اقسام کے
ایجادین ہو رہی ہین اس خبر کے صدق کا احتمال تو ہو گیا مگر اس لحاظ سے (کہ بغیر تعلق
کے دور دور کی خبرین معلوم ہونا خلاف عقل ہے) ظن غالب اور احتمال راجح یہی تھا کہ
جھوٹ ہوگی۔ غرضکہ اس مثال مین صدق کی جانب مرجوح اور عدم صدق کیجانب راجح
ہے اس لئے کہا جائیگا کہ یہان صدق کا وہم اور عدم صدق کا ظن ہے۔ اور اگر دونون
جانب برابر ہو جائین۔ مثلاً دو چار آدمی کہدین کہ ہم نے بچشم خود وہ آلہ دیکھا ہے اور
اوس کے ذریعہ سے خبرین دریافت کی ہین اور وہ خبرین صحیح ثابت ہوئین جس سے
صدق کی جانب کو قوت ہو جائے مگر نہ اسقدر کہ احتمال کذب پر اوس کا غلبہ ہو بلکہ دونو
احتمال برابر ہون تو اوس کو شک اور تردد کہتے ہین۔ پھر اگر اور چند لوگ گواہی دین جنکی
وجہ سے صدق کا احتمال غالب اور کذب کا احتمال مغلوب ہو جائے تو کہا جائیگا
کہ اوس خبر کے صدق کا ظن اور کذب کا وہم ہے۔ پھر اگر اوس خبر کی صحت پر اتنی گواہیان
پہونچین کہ اونکی تکذیب نہو سکے اور احتمال کذب بالکل باقی نہ رہے تو اوسکو یقین کہینگے
اس سے ظاہر ہے کہ یقین اوس کیفیت قلبی کا نام ہے کہ جس مین کسی قسم کا تردد نہو مثلاً
اگر کوئی کہے کہ آفتاب روشن ہے۔ تو ہمارے وجدان مین ایک ایسی کیفیت پائی جائیگی
جو اوس خبر کی جانب مقابل یعنے روشن نہونیکا خیال بھی نہ آئیگا۔ اور اگر اس قسم کے
کیفیت پیدا نہو تو اوسکو یقین نہ کہین گے۔

ان چارون کیفیتون پر جو آثار مرتب ہوا کرتے ہین اونکے مدارج مختلف ہین۔ مثلاً کبھی مسافر کو
جنگل مین ایک شخص کہدے۔ کہ اس راہ مین شیر ہے اور کہنے والا معمولی آدمی ہو تو
اوس سے صرف وہم پیدا ہوگا جسکے اثر سے ابتدائی درجہ کا خوف پیدا ہوگا۔ جو اس خبر کے
سننے سے پہلے نتہا۔ پھر اگر کسی قرینہ یا دوسرے شخص کے خبر دینے سے اوس احتمال
مین قوت پیدا ہوا اور شک کی نوبت پہونچ جائے تو خوف بہ نسبت سابق کے زیادہ ہوگا
اور کسیقدر احتیاط کی ضرورت معلوم ہوگی پھر اگر دوسرے قرائن یا اخبار سے ظن غالب
ہو جائے تو بہ نسبت سابق کے خوف اور زیادہ ہوگا اور مزید احتیاط کی ضرورت داعی ہوگی
اور جب متواتر خبرون اور مختلف قرائن سے یقین ہو جائے کہ بیشک شیر اوس راہ مین
موجود ہے تو انتہائے درجہ کا خوف طاری ہوگا۔ یہان تک اوس راستہ ہی کو چھوڑ دیگا
اور اگر اپنی شجاعت پر پورا بھروسا ہو تو ایسے ہتھیار ساتھ لیگا کہ جن سے کامیابی کا یقین ہو
غرضکہ کیفیات قلبیہ وجدانی امور ہین ہر شخص اپنے وجدان سے اونکا فیصلہ کر سکتا ہے
کہ کس قسم کی کیفیت کا وجود ہے۔ جیسے آثار جو ہر کیفیت کے جدا جدا ہوتے ہین۔ بمنزلہ
گواہ ہونگے مقصود اس تقریر سے یہ ہے کہ جو خبرین قرآن اور احادیث مین وارد ہین
خواہ خدا کی ذات وصفات سے متعلق ہون یا فرشتون اور امم سابقہ اور ہمارے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور واقعات آئندہ وغیرہ سے مسلمان کو چاہئے کہ اون سب
پر ایمان لائے اور غور کرے کہ چوتھے درجہ کی کیفیت یعنے یقین کا وجدان ہے یا نہین
اگر ہو تو شکر آلہی بجا لائے۔ مگر اوس کے ساتھ یہ بھی دیکھ لے کہ اوس یقین کے آثار
ولوازم بھی پائے جاتے ہین یا نہین مثلاً جب اوس کا یقین ہو کہ خدا ئے تعالیٰ
علیم اور سمیع وبصیر ہے تو اوس کا اثر یہ ہونا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ کے خلاف مرضی
کوئی کام نکرے۔ کیونکہ اوس یقین کا لازمہ یہ ہے کہ خوف آلہی پیدا ہو پھر مقتضے اوس
خوف کا یہ ہے کہ اگر کوئی گناہ غفلت سے صادر ہو جائے تو دل مین ندامت پیدا ہو
اور بصدق دل توبہ کرے۔ اگر اس قسم کے آثار پیدا نہون تو اس لحاظ سے کہ اذا ثبت
الشئی ثبت بلوازمہ اور بحسب قاعدۂ معقول انتفائے لازم سے انتفائے ملزوم

سمجھا جاتا ہے۔ اوس یقین مین کلام ہوگا۔

ایمان کے معنی

اب ایمان کے معنی سنئے کہ علماے رحمہ نے کیا لکھا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ لفظ ایمان امن سے ماخوذ ہے جسکے معنی باب افعال مین لے جانے سے امن دینے کے ہوئے۔ چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے وآمنہم من خوف۔ یعنے اونکو خوف سے امن دیا۔ لسان العرب مین لکھا ہے کہ آمنتُ فانا آمن وآمنتُ غیری من الامن والامان اور نیز لفظ ایمان تصدیق کے معنی مین ہے۔ چنانچہ حق تعالی کا نام مبارک مومن ہے اس کی وجہ بعضون نے لکھی ہے کہ قیامت کے روز اہل ایمان کو امن دیگا اور بعضون کا قول ہے کہ اونکی تصدیق فرماوے گا۔ انتہی ملخصاً۔ بیضاوی شریف مین ہے کہ ایمان لغت مین تصدیق کو کہتے ہین۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام کے بہائیون نے اپنے والد سے کہا تھا وما انت بمؤمن لنا ولوکنا صادقین یعنے آپ ہماری تصدیق نہ کروگے اگرچہ ہم صادق ہون۔ دراصل ایمان بمعنی تصدیق بھی امن ہی سے ماخوذ ہے۔ اس لئے کہ باب افعال مین لیجانے سے اوس کے معنی امن دینے کے ہوئے۔ اور ظاہر ہے کہ جو کوئی کسی کی تصدیق کرتا ہے گویا اوسکو تکذیب اور مخالفت سے امن دیتا ہے اور بیفکر کر دیتا ہے۔ کذا فی الکشاف وغیرہ۔ چونکہ تصدیق ملزوم اور امن دینا لازم ہے۔ اس وجہ سے لفظ ایمان کا استعمال تصدیق کے معنے مین مجاز ہوگا از قسم ذکر لازم و ارادہ ملزوم لیکن اس صورت مین چاہئے تھا کہ متعدی بنفسہ ہوتا اور آمنتہ کہا جاتا حالانکہ حرف با کے ساتھ وہ متعدی ہوا کرتا ہے۔ اور آمنت بہ کہا جاتا ہے۔ اسکی وجہ بیضاوی شریف وغیرہ مین یہ لکھی ہے۔ کہ معنے اعتراف و اقرار کی یہان تضمین ہے اسلئے کہ جب کسی چیز کی تصدیق کی جاتی ہے تو اوس کا اعتراف اور اقرار بھی ہوجاتا ہے۔ اس صورت مین آمنت باللہ کے معنے یہ ہوے کہ مین اللہ تعالے کے وجود کی تصدیق اور اعتراف کرتا ہون اس صلہ یعنے حرف با کے التزام سے یہ اہتمام مقصود ہے کہ مومن بہ کی تصدیق قلبی کے ساتھ اعتراف لسانی بھی ہو۔ علامہ شبر ملسائی رحمہ نے مراقی العلامین اور کمال ابن ابی الشریف نے مسامرہ شرح مسایرہ مین لکھا ہے۔ کہ امن با کے ساتھ متعدی ہو تو اعتراف اقرار

کی تضمین ہوگی۔ جیسے آمن الرّسول بما انزل الیہ اور لام کے ساتھ متعدی ہو تو
اذعان وقبول کی تضمین ہوگی۔ کما قال تعالی وآمن لہ لوط؀ شرح مقاصد مین لکہا
لکہا ہے۔ کہ ایمان کے معنے کا ماحصل صادق سمجہنا اور اوس چیز کا اعتراف کرنا ہے جسکی
تصدیق کی جاتی ہے اور صادق متکلم کو بھی کہتے ہین۔ اور کلام کو بھی۔ اسلئے ہر چیز کی
تصدیق مختلف اعتبارات سے ہوگی۔ مثلاً آمنت باللہ کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالے
ایک ہے اور اون صفات کے ساتھ متصف ہے۔ جو اوس کے لائق ہین۔ اور
آمنت بالرّسول کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوے ہین۔ اور جو کچھ
لائے ہین اوس مین وہ صادق ہین۔ اور آمنت بالملائکۃ کا یہ مطلب ہے کہ وہ
اللہ تعالی کے بندے اور گناہون سے معصوم ہین اور آمنت بکتبہٖ کا مطلب
یہ ہے کہ وہ اللہ کے سچے کلام ہین جو پیغمبرون پر نازل ہوئے ہین۔ اور آمنت
بالیوم الآخر کا یہ مطلب ہے کہ وہ دن ضرور آنے والا ہے۔ اور اوس مین حساب و
کتاب اور جزا وسزا ضرور ہوگی۔ اور آمنت بالقدر کا یہ مطلب ہے کہ خیر وشر سب
تقدیر اور مشیت سے ہے۔ انتہی ملخصاً علامہ تفتازانی رح نے تہذیب الکلام
مین لکہا ہے کہ ایمان لغت مین بمعنی تصدیق واذعان وقبول ہے جسکو فارسی مین
گرویدن کہتے ہین انتہی ملخصاً۔ اذعان کے معنی گردن نہادن ہین چونکہ ایمان کے
معنی مین اذعان معتبر ہے اس سے لازم ہوگیا کہ جس چیز پر ایمان لایا جائے اوس سے ذرا بھی
انحراف ہو تو ایمان کا مضمون صادق نہ آئیگا غرضکہ جو مسائل نصوص قطعیہ سے ثابت ہین
اونہین یقین کی ضرورت ہے اسی وجہ سے معمولی ایمان والون کو حکم ہو کہ ایمان لاؤ یعنی ایسا یقین کرین کہ
اوسپر آثار مرتب ہون کما قال تعالی یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ
والکتاب الذی نزل علی رسولہ الآیۃ۔ یہان یہ بات بھی معلوم کرنیکے
لائق ہے کہ ایمان کا ضد اور مقابل کفر ہے اور جسطرح ایمان کا صلہ با کے ساتھ آتا ہے
کفر کا صلہ بھی با کے ساتھ آتا ہے اور جسطرح متعلق ایمان جو مدخول با ہے بحسب مناسبت
مقام مختلف ہوتا ہے متعلق کفر بھی مختلف ہوتا ہے مثلاً کفر باللہ کا مطلب یہ ہے کہ

اوس نے اللہ تعالے کی توحید کو یا اوس کے صفات کو نہ مانا اور کفر بالرسول کا یہ مطلب ہے کہ اونکو خدا کے بھیجے ہوے نہ سمجھا یا اونکی رسالت یا اوس چیز کو نہ مانا جو اللہ کے طرف سے پہونچا رہے ہین علی ہذا القیاس کفر بالاحکام کا یہ مطلب ہے کہ اونکو من جانب اللہ ماموربہا نہ سمجھا۔ مگر اس مقام مین ایک اشکال ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے ومن یکفر بالایمان فقد حبط عمله وهو فی الاخرة من الخاسرین **ترجمہ** اور جو کوئی منکر ہوا ایمان سے اوس کے اعمال ضائع ہوے اور وہ آخرت مین نقصان پانے والون مین ہے " اس آیہ شریفہ مین مدخول با ایمان ہے جس کے معنی یہ ہوے کہ کفر بالایمان باعث حبط اعمال ہے اور وہ درست نہین اس لیے کہ اگر کفر بالایمان حرام ہو تو ایمان بالایمان واجب اور باعث نجات ہوگا حالانکہ ایمان پر ایمان لانا کوئی بات نہین جیسا کہ امام رازی رح نے تفسیر کبیر مین لکھا ہے۔ قوله ومن کفر بالایمان فیه اشکال وهو ان الکفر انما یعقل بالله ورسوله فاما الکفر بالایمان فهو محال فلهذا السبب اختلف المفسرون علی وجوه یعنے کفر باللہ وبالرسول تو سمجھ مین آتا ہے لیکن کفر بالایمان محال ہے اسیوجہ سے مفسرین نے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہے۔ پھر امام رح نے مفسرون کے تین قول بیان کئے جو تینون قول مین ایمان کے مجازی معنے لئے گئے ہین چند بات وہی ہے جو امام رح نے لکھی ہے مگر ایک توجیہ ایسی بھی ہوسکتی ہے جس مین ایمان کے معنی مجازی لینے کی ضرورت نہین ہوتی وہ یہ ہے کہ نفس ایمان پر بھی ایمان لانیکی ضرورت ہے اور اوس کا مطلب یہ ہوگا کہ یقین کرے کہ خدا اور رسول اور جمیع احکام وغیرہ پر ایمان لانا ماموربہ ہے کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ متعلق ایمان کے معنے مناسبت اور ضرورت لئے جاتے ہین اوسکی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے نماز پر ایمان لانے کی ضرورت کہ وہ ماموربہ ہے جس کو خدائے تعالی نے فرض کیا ہے۔ اس ایمان کے وقت ضرور نہین کہ خارج مین کوئی ایسی چیز ہو جسکو نماز کہین بلکہ یہ کافی ہے کہ ذہن مین اون حرکات وسکنات کا مجموعہ رہے جن پر نماز صادق آتی ہے اور یہ تصدیق کیجائے کہ یہ ماموربہ ہے

یعنے خدا نے تعالی نے اوقات مخصوصہ مین ایسے حرکات وسکنات کے بجالانے کا حکم فرمایا ہے اسیطرح ایمان مین جن جن چیزون کی ضرورت ہے مثلاً اذعان وتصدیق وغیرہ جن کا حال انشاء اللہ تعالی ابھی معلوم ہوگا اون سب کے مجموعہ کا تصور کرکے یقین کیا جائے کہ وہ مامور بہ ہے اوس مجموعہ مین کل تفصیلی تصدیقات اور اونکے متعلقات کا اجمالی طورپر تصور ہوگا کہ جن چیزون کی خبر خدائے تعالے نے دی ہے یا حکم فرمایا ہے خواہ وہ مطابق عقل ہون یا نہون سب کی تصدیق ضروری ہے پھر اوس مجموعہ مین تصدیق کا بھی تصور ہوگا کہ وہ معمولی تصدیق نہین بلکہ ایسی ہونی چاہیے کہ شک وشبہ کا اوس مین دخل ہی نہو غرض کہ تفصیلی تصدیقون مین جو امور ضروری ہین وہ سب اس مجموعہ تصوری مین داخل ہون اور اوسپر یہ حکم لگایا جائے کہ اس قسم کا ایمان مامور بہ ہے۔ بخلاف اس کے اگر کہا جائے کہ خدائے تعالے کا پورا کلام ماننے کی ضرورت نہین صرف عقل کے مطابق جسقدر ہو وہ مان لیا جائے اور خلاف عقل باتین جیسے ابابیل کا ایک لشکر کو ہلاک کرنا اور موسی علیہ السلام کے لئے دریا کا شق ہوجانا وغیرہ۔ خوارق عادات جو قرآن شریف مین مذکور ہین اونکے ماننے کی ضرورت نہین جیسا کہ فی زماننا بعضے لوگ کہا کرتے ہین سو یہی کفر بالایمان ہے جسکی وعید اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوتی ہے۔ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ ایمان کو مومن بہ قرار دینے کی ضرورت اس وجہ سے ہوی کہ وہ مامور بہ ہے۔ کما قال اللہ تعالی قل یا اہل الکتاب آمنوا ور یا ایہا الذین آمنوا آمنوا وغیرہ اس سے ثابت ہے کہ ایمان مامور بہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس چیز کا حکم خدائے تعالے نے کیا ہو اوسپر ایمان لانے کی ضرورت ہے۔ دیکھ لیجئے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ احکام پر جب تک یہ ایمان نہو کہ وہ احکام آلہی ہین اور اونپر عمل کرنے کی ضرورت ہے تو ایمان ہی کیا ہوا۔ الحاصل پہلے مجملاً یہ ایمان لانا اور یقین کرنا فرض ہے کہ کل قرآن پر ایمان لانے کا ہمین حکم ہے خواہ وہ موافق عقل ہو یا مخالف اور اگر اوسکا انکار ہو تو ومن یکفر بالایمان صادق آجائے گا۔ ہذا ما سنح لی واللہ اعلم بالصواب۔

مصداق ایمان

یہ تو ایمان کے معنے تھے اب اوسکے مصداق کا حال بھی معلوم کر لیجئے۔ عمدۃ القاری ۔
شرح بخاری مین علامہ عینی رحمہ نے اور تفسیر کبیر مین امام فخر الدین رحمہ نے لکھا ہے کہ اہل
قبلہ ایمان کے مسئلہ مین چار فرقے ہوگئے ہین ایک فرقہ کا قول ہے کہ ایمان صرف فعل
قلبی کا نام ہے۔ پھر اس مین بھی دو مذہب ہین ایک مذہب محققین جسکو امام اشعری
اور اکثر آئمہ نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالے کے گھر
لائے ہین جسکا علم بالضرورۃ ہوگیا ہے اوس کی تصدیق جازم کا نام ایمان ہے خواہ دلیل
سے وہ تصدیق حاصل ہو یا بغیر دلیل۔ علم ضروری کی قید اس غرض سے لگائی گئی کہ جو
اجتہادی مسائل ہین مثلاً یہ مسئلہ کہ خدائے تعالے بذاتہ عالم ہے یا بعلم سو ایسے مسائل
مسمائے ایمان میں داخل نہین البتہ اس امر کی تصدیق ضروری ہے کہ خدائے تعالی
ہر چیز کو جانتا ہے کیونکہ اس کا ذکر صراحتاً قرآن وحدیث مین وارد ہے اور تصدیق
جازم کی قید اس غرض سے لگائی گئی کہ تصدیق ظنی ایمان مین کافی نہین ہوسکتی بلکہ
یقین کامل ہونا چاہیئے کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہین اوس مین ذرا بھی شک
نہو۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ ایمان صرف معرفت قلبی کا نام ہے اوس مین اقرار
کی ضرورت نہین۔ یہانتک کہ بعد معرفت الٰہی اگر کوئی شخص زبان سے انکار بھی کرے
اور قبل انکار مر جائے وہ بھی کامل الایمان ہے یہ قول جہیم بن صفوان کا ہے۔
دوسرے فرقہ کا قول ہے کہ ایمان عمل زبان کا نام ہے اس مین بھی دو مذہب ہین
غیلان دمشقی اور فضیل رقاشی کا مذہب یہ ہے کہ اقرار زبانی کے ساتھ معرفت قلبی
شرط ہے اور کرامیہ کہتے ہین کہ اوس کی ضرورت نہین مگر منافق کی نسبت اونکا قول
ہے کہ وہ باعتبار ظاہر کے مومن اور باطن مین کافر ہے اسلئے دنیا مین مومنون کے
احکام اوسپر جاری ہونگے اور آخرت مین کافرون کے
تیسرے فرقہ کا قول ہے کہ ایمان عمل قلب ولسان کے مجموعہ کا نام ہے پھر اسمین
یہ اختلاف ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اور عامۂ فقہا اور بعض متکلمین کہتے ہین کہ ایمان اقرار
اور معرفت کی توجیہ اکثر نے یہ کی ہے اور وہی اصح ہے کہ وہ اعتقاد جازم ہے خواہ

تقلیدی ہو یا دلائل سے حاصل ہو اور بعضون کا قول ہے کہ معرفت معتبر ہے جو دلائل سے حاصل ہو اس قول پر مقلد کا ایمان صحیح نہین ہو سکتا۔
اور اقرار لسانی جو ایمان مین معتبر ہے اوسکی ضرورت ایمان استدلالی مین ہے ورنہ فیما بینہ وبین اللہ تصدیق کافی ہے۔ اور بشر مریسی اور ابوالحسن اشعری رح کا قول ہے کہ وہ تصدیق بالقلب و باللسان ہے اور ایک جماعت صوفیہ کا قول ہے کہ وہ اقرار باللسان اور اخلاص بالقلب ہے۔ پھر بعضون نے اقرار باللسان کو شرط قرار دیا ہے یعنے اصل ایمان سے وہ خارج ہے اسی وجہ سے جو شخص ماجاء بہ النبی صلی اللہ کی تصدیق کرے فیما بینہ وبین اللہ مومن ہے اگرچہ زبان سے اقرار نکرے۔
اور حافظ الدین نسفی رح اور ابو منصور ماتریدی رح کا قول ہے جسکی طرف اشعری رح کا بھی میلان ہے کہ وہ رکن زاید ہے اسی وجہ سے حالت اکراہ اور عجز مین اقرار زبانی ساقط ہو جاتا ہے۔
چوتھے فرقہ کا قول ہے کہ ایمان فعل قلب ولسان وجوارح ہے یعنے دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار اور جوارح سے اطاعت آلہی کا کام لینا اس مجموع کا نام ایمان ہے۔ اصحاب حدیث اور امام مالک رح اور امام شافعی رح اور امام احمد اور اوزاعی رحمہم اللہ اسی کے قائل ہین۔ اور معتزلہ اور خوارج اور زیدیہ کا بھی قول ہے پھر اصحاب حدیث نے فعل قلب وجوارح مین اختلاف کیا ہے۔ عبداللہ ابن سعید کہتے ہین کہ فعل قلب معرفت آلہی ہے اور وہی ایمان کامل ہے اور اوس کے بعد اطاعت علیحدہ ایمان ہے اور جحود اور انکار قلب کفر ہے پھر ہر معصیت علیحدہ کفر ہے لیکن جب تک معرفت اور اقرار نہو کوئی اطاعت ایمان نہین ہوسکتی اور جب تک جحود و انکار نہو کوئی معصیت کفر نہین اسلئے اصل طاعت ایمان ہے اور اصل معاصی کفر ہے اور فروع کا وجود بغیر اصل کے نہین ہوسکتا۔ بعضے کہتے ہین کہ ایمان تمام طاعت کا نام ہے خواہ فرائض ہون خواہ نوافل اور وہ سب ملکر ایک ایمان ہے مگر جو شخص کوئی فرض چھوڑ دے تو اوسکا ایمان ناقص ہوگا اور نوافل کے چھوڑنے سے

نقص نہو گا اور بعضے کہتے ہین کہ ایمان صرف ادائے فرائض کا نام ہے۔
پھر معتزلہ کے اقوال مختلف ہین واصل ابن عطا اور ابو ہزیل اور قاضی عبد الجبار کا قول
ہے کہ ایمان ہر طاعت کی ادائی کا نام ہے خواہ واجب ہو یا مستحب اور خواہ از قسم
اعتقادات ہو یا اقوال و افعال۔ اور ابو علی جبائی اور ابو ہاشم کا قول ہے کہ وہ فقط
ادائی واجبات کا نام ہے اور نظام کا قول ہے کہ جس گناہ کے باب مین وعید آئی ہے
اوس سے اجتناب کرنے کا نام ایمان ہے اور اوسکے بعض اصحاب کا قول ہے کہ
ایمان کی شرط ہر کبیرہ سے بچنا ہے۔ اور خوارج کا اتفاق اس بات پر ہے کہ ایمان
ان امور کے مجموعہ کا نام ہے کہ اللہ تعالی کی اور اون چیزون کی معرفت حاصل ہو جن پر
دلیل عقلی یا نقلی قایم ہے اور اطاعت آلہی اون امور مین جن کے کرنے یا نہ کرنے کا
حکم وارد ہے خواہ چھوٹے ہون یا بڑے مذہب خوارج معتزلہ کے مذہب سے
قریب قریب ہے اور اون دونون کے قریب مذہب سلف و اہل حدیث ہے
جنکے نزدیک تصدیق بالجنان و اقرار باللسان و عمل بالارکان کے مجموعہ کا نام ایمان ہے
مگر فرق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی طاعت کو ترک کرے خواہ افعال سے ہو یا اقوال
سے معتزلہ کے نزدیک وہ ایمان سے خارج ہوتا ہے لیکن کفر مین داخل نہین ہوتا بلکہ دونون
کے بیچ مین رہتا ہے جس کو وہ منزلۃ بین المنزلتین کہتے ہین۔ اور خوارج کہتے ہین کہ طاعت کے
چھوڑتے ہی آدمی کفر مین داخل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایک طاعت کا بھی ترک اونکے
نزدیک کفر ہے اور سلف کے نزدیک وہ ایمان سے خارج نہین ہوتا امام شافعی رح سے
منقول ہے کہ ایمان تصدیق اور اقرار اور عمل کا نام ہے مگر مدارج مختلف ہین جو تصدیق
نہ کرے وہ منافق ہے اور جو اقرار نکرے وہ کافر ہے اور جو عمل نکرے وہ فاسق ہی اگرچہ
دوزخ مین جائیگا مگر ہمیشہ اوس مین نرہے گا۔
آپنے دیکھہ لیا کہ اہل اسلام کے جتنے فرقے ہین سب کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ جن چیزون
پر ایمان لانیکا حکم قرآن اور حدیث سے ثابت ہے مثلاً خدائے تعالی کی ذات و صفات
او روجود ملائکہ اور رسالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیہم السلام اور قیامت

اور جزا و سزا اور مسئلہ تقدیر جنکی تفصیل صفت ایمان مین مذکور ہے ان سب امور کی تصدیق کی ضرورت ہے
اور تصدیق بھی ایسی کہ جازم ہو اور بعضون نے تو معرفت کی بھی ضرورت بتلائی جسکا مرتبہ تصدیق سے بھی
زیادہ ہے۔ البتہ بعضون نے ایمان کو عمل زبان کہا ہے مگر اون کے نزدیک بھی تصدیق
قلبی شرط ہے اور کرامیہ گو اوسکی ضرورت نہین سمجھتے اور صرف اقرار لسانی کو ایمان کہتے ہین
مگر اونکا بھی یہی مطلب ہے کہ بغیر تصدیق قلبی کے اخروی نجات حاصل نہین ہو سکتی
اگرچہ دنیا مین لوگ زبانی اقرار کرنیوالے کو مومن سمجھ لین گے۔ اور معتزلہ نے تو ایمان کے
مسئلہ مین نہایت ہی تشدد کیا ہے کہ علاوہ تصدیق و اقرار کے عمل کو اصل ایمان ہی مین
داخل کر دیا چنانچہ جو شخص نماز روزہ وغیرہ امور شرعیہ کو ادا نہ کرے اوسکو وہ ایمان ہی سے
خارج کر دیتے ہین۔ اور جہمیہ نے اسقدر تشدد کیا کہ ایمان معرفت کا نام رکھا جو کبھی
زائل نہو سکے اسی وجہ سے وہ کہتے ہین کہ اگر کوئی بعد معرفت زبان سے اقرار نہ کرے
اور انکار ہی کرتا رہے جب بھی وہ کامل الایمان ہے اسلئے کہ معرفت ایسی قوی چیز ہے
کہ انکار سے زائل نہین ہو سکتی کما فی الملل والنحل للشہرستانی الحاصل
کل فرقہ اسلامیہ کے نزدیک مسلم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ احکام بیان فرمائے
ہین اونکی اور جزا و سزا کی جزمی تصدیق ایمان مین معتبر ہے اور بغیر اسکے کسی فرقہ کے
نزدیک وہ ایمان جو باعث نجات اخروی ہو صادق نہین آسکتا۔ اب خیال کیا جائے
کہ تحصیل تصدیق مین کسقدر اہتمام کرنیکی ضرورت ہے۔ اور یہہ بات پوشیدہ نہین کہ جسکو
کامل اور جزمی تصدیق امور مذکورہ کی ہوگی وہ شخص خدا و رسول کی طاعت مین کسقدر
جانفشانی اور جان بازی کریگا۔ اسی کو دیکھ لیجئے کہ جب کوئی مستقل بیدار مغز بادشاہ
شاہی احکام اپنے قلمرو مین نافذ کرتا ہے اور ہر ایک کام کے کرنے اور نکرنے پر
جزا و سزا مقرر کرکے ایک دستور العمل مرتب کرتا ہے تو اوسکی رعایا امتثال اوامر و اجتناب
نواہی مین کیسی سرگرم ہو جاتے ہین کہ اگرچہ کسی کام مین اونکا سراسر نقصان ہو اور اوسکے
کرنے یا ترک کرنے مین کتنی ہی مشقت ہو مگر خلاف حکم وہ کوئی کام نہین کر سکتے وجہ اسکی
کیا ہے وہی ایک تصدیق اور یقین ہے کہ اگر عدول حکمی کرین گے تو مستحق سزا ہونگے

اب اسی پر قیاس کیجیے کہ جسکو یقین ہو کہ احکام الٰہی کے نہ ماننے یا پابندی نکرنے مین سزا ہوگی اور دوزخ مین جانا ہوگا جس مین اقسام کے عذاب ہین اور امتثال اوامر مین استحقاق جنت ہے جس مین بے انتہا نعمتین ہین اور ابد الآباد وہ اس مین رہیگا تو وہ کسقدر احکام الٰہی پابندی کریگا۔ اب یہان قابل توجہ یہہ بات ہے کہ جتنی پابندی احکام شاہی کی کیجاتی ہے اگر احکام الٰہی کی اتنی ہی پابندی نہو تو کسطرح سمجھا جاے کہ ابدی جزا و سزا کی تصدیق اور یقین کیا گیا ہے پہر اگر یقین ہی مین کلام ہو تو اہل ایمان مین شامل ہونیکی کیا صورت اس لئے ہر مسلمان کو ضرور ہے کہ اپنی تصدیق اور ایمان مین غور و فکر کیا کرے اور اس کو اس حد تک پہونچاے کہ جملہ احکام شرعیہ کی پابندی نفس پر آسان ہو جائے کیونکہ جب یقین اس امر کا ہو جاے کہ نماز کو ترک کرنے سے آدمی دوزخ کا مستحق ہو جاتا ہے تو دن رات مین پانچ نمازین ادا کرنا اوسکے مقابلہ مین کوئی مشکل بات نہین۔ اسی طرح سال بہر مین ایک مہینے کے روزے رکھہ لینا اور سو روپیہ جمع ہون اور سال بہر رہین تو ڈھائی روپیہ اوسکی زکواۃ ایک مشت یا بدفعات اپنے مفلس قرابتدارون یا فقرا کو دینا۔ اور عمر بہر مین ایک بار حج کو جانا اون آفتون کے مقابل کونسی بڑی بات ہے

آج کل مذہب معتزلہ وقعت کی نظرون سے دیکہا جا رہا ہے یہان تک کہ بعض لوگ تو صاف کہدیتے ہین کہ ہم معتزلی ہین وجہ اوسکی یہی ہوگی کہ آج کل حکمت کا مذاق غالب ہے اور معتزلہ نے حکما کو اکثر مسائل مین اپنا پیشرو بنا لیا تہا چنانچہ اکثر وہ انہین کے دلائل سے مدد لیتے ہین مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اون حضرات کو معتزلہ کے مذہب سے بھی کوئی تعلق نہین اسلئے کہ معتزلہ نے عمل کے باب مین یہانتک سختی کی ہے کہ نفس ایمان اوسی کو قرار دیا ہے چنانچہ شرح مواقف مین اونکا قول نقل کیا ہے کہ ادائی واجبات دین ہے اور دین اسلام ہے۔ اور اسلام ایمان ہے۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ادائی واجبات ایمان ہے اور ان دعوون کے دلائل مین وہ آیات قرآنیہ پیش کرتے ہین چنانچہ ادائی واجبات کا اسلام ہونا اس آیت سے ثابت کرتے ہین **ویقیموا الصلوٰۃ ویوتوا الزکوٰۃ وذالک دین القیمہ** اور قایم نماز اور دین زکوٰۃ اور یہ ہے راہ مضبوط لوگون کی؛ اس سے ظاہر ہے

کہ نماز ادا کرنا اور زکواۃ دینا ملت قیمہ یعنے مسلمانون کا دین ہے - اور دین کا اسلام
ہونا اس آیہ شریفہ سے ثابت ہے ان الدین عند اللہ الاسلام اور اسلام
کا ایمان ہونا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا
فلن یقبل منہ یعنے جو شخص سوائے اسلام کے کوئی دین طلب کرے تو اوس سے
وہ دین قبول نہ کیا جائیگا جس سے ظاہر ہے کہ غیر اسلام اگر ایمان ہو تو وہ قابل قبول نہین -
اور اس آیت سے بھی ثابت کرتے ہین قولہ تعالیٰ فاخرجنا من کان فیھا
من المومنین فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین پس نکالدیا ہم نے اوس بستی سے
جتنے اوس مین ایمان والے تھے اور ہم نے مسلمانون کے ایک گھر کے سوا اوسمین پایا ہی نہین ''
سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ مستثنےٰ منہ بیتاً من المومنین ہے اور تقدیر یہہ ہوگی فما وجدنا
فیھا بیتاً من المومنین الا بیتا من المسلمین جس سے ظاہر ہے کہ مومنین وہی ہین جو مسلمین ہین -
غرضکہ نماز روزہ حج زکواۃ وغیرہ اوامر کو بجالانے اور شراب خواری اور ربوا وغیرہ کبائر سے
اجتناب کرنے مین اونہون نے حد سے زیادہ تشدد کیا ہے چنانچہ ابن حزم اور شہرستانی رح
نے ملل اور نحل مین اونکا عقیدہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی عمر بھر عبادت کرے مگر کبھی ایک کبیرہ
کا مرتکب ہو اکرتا ہو یا ایک نماز یا روزہ قصداً ترک کردے اور قبل توبہ مرجائے تو وہ قطعاً
دوزخی ہے اور فرعون اور ابولہب کے ساتھہ ہمیشہ دوزخ مین رہیگا پھر اگر خدائے تعالیٰ
بھی اوسکو دوزخ سے نکالنا چاہے تو نہ نکال سکیگا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مین اسقدر
اونکو اہتمام ہے کہ اگر کوئی شخص کہنے سننے سے نہ مانے تو تلوار سے اوسکو منانا چاہئے -
دیکھئے دینی معاملات اور اعمال کی طرف کسقدر اونکی توجہ مبذول ہے - ہمارے معاصرین
کو معتزلی ہونیکا دعویٰ کرتے ہین اور مذہب معتزلی کی تعریفین کرتے ہین اور علمی ثبوت بھی
دیتے ہین کہ مختلف فیہ مسائل مین معتزلہ کے دلائل سے اہل سنت وجماعت کے مذہب کو
رد کرتے ہین مگر اونکے عمل کی جانب نگاہ ڈالی جاتی ہے تو اوسکا نام تک نہین سنا جاتا
پھر اونکو معتزلی کیونکر سمجھا جاوے اونکی توجہ سے یہہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ نہ وہ سنی ہین
نہ معتزلی نہ شیعی نہ وغیرہ - صرف مسلمانون کی دل آزاری اور تفرقہ اندازی کی غرض سے

ردوقدح کا بکھیڑا اور جھگڑا لگا رکھا ہے ۔ خیر حق تعالی ہمکو اور اونکو نیک توفیق عطا فرمائے
قصد السبیل مین لکھا ہے کہ ایمان شرعی کی تعریف علماء نے یہہ کی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام پہونچائے ہین اور ضروری طور پر انکا علم ہوا ہے اونکی
تصدیق اس طور سے کیجائے کہ جو امور تفصیلاً معلوم ہوے ہین اونکی تصدیق تفصیلاً اور
جو اجمالاً معلوم ہوے اونکی تصدیق اجمالاً ہو خواہ وہ دلیل سے حاصل ہو یا بغیر دلیل کے
لیکن یہہ ضروری امر ہے کہ تصدیق جزئی ہو ۔ تعریف مین جو قید لگائی گئی جو امور کہ ضروری طور پر
معلوم ہوے ہون اوسکا مطلب یہہ ہے کہ جو کچھہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکو
عوام الناس بھی سمجھہ سکتی ہین اور اونکے معلوم کرنے مین نظر و فکر کی ضرورت نہین جیسے
وحدانیت اور نبوت اور نماز و روزہ و حج و زکواۃ وغیرہ ۔ بخلاف اون مسائل کے
جو اجتہاد سے معلوم ہوتے ہین اور تفصیلی امور سے مراد وہ امور ہین جنکا ذکر مفصلاً
ہوا ہے جیسے ملائکہ مین جبرئیل و میکائیل وغیرہ اور انبیا مین موسی و عیسی وغیرہ علیہم السلام
اور کتابون مین توراۃ انجیل وغیرہ اور اجمالی امور سے مراد وہ امور ہین جنکی تفصیل معلوم
نہو جیسے کل انبیاء اور کل کتب و ملائکہ اسمین اسیقدر ضرورت ہے کہ کہے ہم سب پر ایمان لائے ۔
حاصل یہہ کہ جن چیزون کا وجود ظاہری طور پر اس طرح ثابت ہے کہ عوام الناس بھی سمجھہ لیتے ہین
جیسے فرشتون کا وجود کہ اونکا آسمانون سے اترنا اور چڑھنا وغیرہ امور قرآن شریف مین بیان
کئے گئے ہین جس سے ظاہر ہے کہ اونکا وجود مستقل ہے وہ ہمارے قوی نہین ہین
ایسے امور پر ایمان لانے کی ضرورت ہے اگر کوئی تاویلین کر کے کہے کہ فرشتے بھی ہمارے
قوی ہین انکے سوا کوئی چیز نہین تو سمجھا جائیگا کہ وہ قرآن پر ایمان نہین لایا ۔

تصدیق

ایمان مین چونکہ تصدیق معتبر ہے اس لئے ضرور ہے کہ اوسکے بھی معنے سمجھہ لئے جائین ۔
کشاف الاصطلاحات مین لکھا ہے کہ لغت مین تصدیق کے معنے یہہ ہین کہ کسی قائل کے
طرف صدق کی نسبت کیجائے خواہ وہ دل سے ہو یا زبان سے اور تصدیق و معرفت مین

یہہ فرق ہے کہ تصدیق ضد انکار ہے اور معرفت ضد جہالت و نکارت امام غزالی رح نے
جو لکہا ہے کہ تصدیق تسلیم کرنیکا نام ہے اس مین اسیطرف اشارہ ہے اسلئے کہ تسلیم انکار
و استکبار کے ساتہہ جمع نہین ہوسکتی - امام غزالی رح نے اوسکی تفصیل اس طرح کی ہے کہ تصدیق
ربط قلبی کا نام ہے جو امر کسبی ہے کہ مصدق اپنے اختیار سے کرتا ہے اسیواسطے
لوگ ایمان کے مامور ہین اور اس پر ثواب حاصل ہوتا ہے اور وہی تصدیق تمام عبادتون
کا سر ہے بخلاف معرفت کے کہ وہ بغیر اختیار کے ہی حاصل ہوسکتی ہے جیسے کسی دیوار یا پتہر
پر نظر پڑتے ہی بے اختیار معرفت حاصل ہوجاتی ہے کہ وہ دیوار یا پتہر ہے - اور تصدیق مین
خصوصاً تصدیق شرعی مین واجب ہے کہ وہ کسبی ہو ملا عبدالحکیم رح نے حاشیہ
خیالی کی بحث ایمان مین لکہا ہے کہ اسپر تو اتفاق ہے کہ معرفت مذکورہ تصدیق لغوی سے
خارج ہے مگر اس مین اختلاف ہے کہ آیا وہ تصور مین داخل ہے یا تصدیق منطقی مین
صدر الشریعۃ رح لکہتے ہین کہ وہ تصدیق منطقی مین داخل ہے اور بعض کہتے ہین کہ وہ تصور
سے ہے انتہی -

حاصل یہہ کہ ایمان مین جو تصدیق معتبر ہے معرفت پر صادق نہین آتی اسلئے کہ اہل کتاب کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری معرفت حاصل تہی کہ آپ نبی ہین اسلئے کہ کتب سابقہ
مین حضرت کے شمائل و حالات برابر مذکور ہین جنکے مطابق اونہون نے حضرت کو پایا پہر
ولادت شریف کے زمانہ مین کاہنون کا خبرین دینا کہ آپکا ظہور قبیلہ قریش مین ہوگیا اور
ہر طرف ہاتفون کی پکار کہ نبی آخر الزمان پیدا ہوگئے اور بتون کا سربسجود ہوجانا وغیرہ جیسے
امور جو ولادت شریف کے وقت اور اوسکے قبل و بعد ظہور مین آئے جو کتب احادیث
مین مصرح ہین - پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر معمولی حرکات و سکنات اور جامع فضائل
صوری و معنوی ہونا جو خاصہ منتخب افراد انسانی اور انبیا کا ہی یہ سب امور ایسے ہین کہ جس ذات مین
جمع ہون ممکن نہین کہ وہ معمولی آدمی سمجہا جاسے بلکہ وہ آپکے رتبہ عالیہ کے طرف
توجہ دلانے مین کافی ووافی تہے پہر جب آپ نے دعوی نبوت کیا اور وقتاً فوقتاً
معجزے دکہانے لگے جنکا ظہور قدرت مخلوق سے خارج اور خاص قدرت الٰہی سے

متعلق ہے اور کلام آلہی پڑھ پڑھ کر سنانے لگے جس مین علاوہ تاثیرات روحانیہ کے
فصاحت وبلاغت مین بھی اس درجہ پر ہے کہ تمام جن وانس اوسکے جیسا کلام بنانے
سے عاجز ہین اور باوجود اس عام اعلان کے کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا
شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین فصحاے عرب دم نہ مار سکے۔ تو
بتاے کہ اتنے براہین قاطعہ اور مشاہدات کے بعد ایسا کون بلید الذہن اور پاگل ہوگا کہ
اوسکو معرفت حاصل نہ ہوئی ہو غرضکہ عموماً کفار خصوصاً اہل کتاب کو حضرت کی معرفت
ضرور حاصل تھی چنانچہ خود حق تعالی اوسکی گواہی دیتا ہے کما قال تعالی والذین
آتیناھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم یعنے جس طرح ہر روز دیکھنے سے
اپنے لڑکون کی معرفت تامہ حاصل ہوتی ہے کہ آدمی ہزار لڑکون مین اپنے لڑکے کو
پہچان لیتا ہے اسی طرح کثرت علامات وامارات ومعجزات کی وجہ سے اہل کتاب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے ہین کہ وہ نبی آخر الزمان ہین۔ دیکھیے باوجود اتنی معرفت کے
اون کو مسلمان نہین کہہ سکتے اسلیئے کہ تصدیق لغوی ان مین نہین پائی گئی کیونکہ وہ تکبر اور
عناد کی راہ سے گویا یہہ بات کہتے تھے کہ یہہ سب کچھہ سہی مگر ہم تصدیق کی نسبت اونکی طرف
کبھی نہ کرین گے کہ وہ اپنے دعوون مین صادق ہین اگرچہ مقتضی معرفت کا یہہ تھا کہ وہ تصدیق
کرلیتے مگر تعصب مذہبی نے اونکو اوس سے روکا اور کافر کے کافر رہے اور وہ معرفت
بیکار گئی بلکہ وہی وبال جان ہوئی کیونکہ جان بوجھہ کر ایمان نہ لانے والا بنسبت نادان کے
زیادہ مواخذہ کے قابل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفس معرفت ایمان نہین بلکہ اوسکے بعد
اپنے قصد سے ایمان لانے کی ضرورت ہے۔

محقق تفتازانیؒ نے شرح مقاصد مین بعض متاخرین کا قول نقل کیا ہے کہ ایمان مین معتبر
وہ تصدیق ہے جو اختیار سے حاصل ہو یعنی متکلم کی طرف صدق کی نسبت اختیار سے کیجائے
اختیار کی قید اس غرض سے لگائی گئی کہ تصدیق شرعی تصدیق منطقی سے ممتاز ہوجائے اسلئے کہ
تصدیق منطقی کبھی بغیر اختیار کے بھی ہوتی ہے مثلاً انبیا علیہم السلام جب نبوت کا دعوی کرکے
معجزات دکھاتے تو بعضون کو اونکا صدق بے اختیار دل مین واقع ہوجاتا تھا باوجود اسکے

باوجود اسکے اونکا تصدیق کرنا بحسب لغت صادق نہین آتا اسلئے وہ شرعاً بھی ایمان نہین ہوسکتا
اصل یہہ ہے کہ تصدیق مامور بہ ہے اوسکا مقدور اور اختیاری ہونا ضرور ہے اور وہ کیفیت جو
اون کے دل مین پیدا ہوگئی تھی وہ اختیاری نہ تھی بلکہ ایک علم تھا جسکو کیفیت نفسانی کہتے ہین یا
انفعال یعنے قلب مین اس معنی کا حصول بہرحال اوسپر فعل قلبی صادق نہین آتا جو مامور بہ ہے
اس سے ثابت ہوا کہ تصدیق علم پر ایک زاید چیز ہے اوس مین یہہ ضرور ہے کہ اختیار سے ایقاع
نسبت ہو جسکو کلام نفسی اور عقد قلب کہتے ہین ہرچند سوفسطائی وجود دہار کا عالم ہو مگر اوسکو لغتہً
مصدق نہین کہہ سکتے ۔ اسیطرح کفار مذکورین گو جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہین مگر
اونکو مصدق نہین کہہ سکتے اسلئے کہ انہون نے وہ حکم اختیار سے نہین کیا تہا اور بجای تصدیق کرنیکے
ہمیشہ منکر رہے ۔ الغرض شرعی تصدیق منطقی تصدیق نہین ہے ۔ محقق مذکور نے اس قول کو نقل کرکے
اوسپر چند اعتراض کئے ۔

(۱) مامور بہ کے مقدور و اختیاری ہونیکا یہہ مطلب نہین کہ وہ مقولہ کیف سے نہو بلکہ یہہ کافی ہے
کہ اوسکے ساتہہ قدرت کا تعلق صحیح ہو اور حصول اوسکا کسب و اختیار سے ہوسکے خواہ مامور بہ
فی نفسہ اوضاع اور ہیآت سے ہو جیسے قیام وقعود یا کیفیات سے جیسے علم و نظر حق تعالی فرماتا ہے
فاعلم انہ لا الہ الا ھو ۔ فانظر ماذا فی السموات ان دونون آیتون مین مامور بہ
علم و نظر ہین جو کیفیات سے ہین ۔ یا حرکات و سکنات سے جیسے نماز یا ترک ہو جیسے روزہ
باوجودیکہ یہہ امور مقولہ فعل سے نہین ہین مگر مامور بہ ہین اسی طرح ہم کہہ سکتے ہین کہ کیفیت قلبیہ
مامور بہ ہے جسکے ساتہہ قدرت کا تعلق صحیح ہے اور جسکو مکلف اپنی قدرت و اختیار سے
بتوفیق و ہدایت خالق کسب کرسکتا ہے اور اگر مامور بہ کا فعل بمعنی تاثیر ہونا لازم و ضروری ہو
تو ہم کہہ سکتے ہین کہ ایمان کا واقع کرنا اور اوسکا اکتساب و تحصیل مامور بہ ہے جیسے تمام اجسام
مین ہوا کرتا ہے اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ ایمان مقولہ فعل سے ہو بلکہ اوسکا واقع کرنا
مقولہ فعل سے ہوگا نہ نفس ایمان ۔

(۲) کوئی ضرورت نہین کہ ہم تصدیق منطقی سے تصدیق لغوی کو علیحدہ اور ممتاز کرین خود
شیخ نے جو فن منطق مین مقتدا ہے تصریح کی ہے کہ تصدیق منطقی جو علم کی ایک قسم ہے

وہ بعینہ تصدیق لغوی ہے جسکی تعبیر فارسی مین گرویدن سے کیجاتی ہے اور مقابل تکذیب
کے ہے چنانچہ دانش نامہ علائی مین لکھا ہے ۔ دانش دو گونہ است یکی دریافتن و رسیدن
و آنرا بتازی تصور خوانند و دوم گرویدن و آنرا بتازی تصدیق خوانند ۔ انتہی
ظاہر ہے کہ تصدیق منطقی اور لغوی دونو ایک ہی ہین اور شفا مین لکھا ہے التصدیق
فی قولک البیاض عرض ھو ان یحصل فی الذھن نسبۃ صورۃ ھذا التالیف الی
الاشیاء انھا مطابقۃ لھا والتکذیب یخالف ذالک اس سے ظاہر ہے کہ انہون نے
یہہ نہین کہا کہ تصدیق نسبت تامہ کا ذہن مین حاصل ہوجانا ہے جیسے بعضون نے سمجھا ہے بلکہ
مقصود اونکا یہہ ہے کہ تصدیق حصول اس امر کا ہے کہ طرفین مولف کے درمیان جو نسبت
ثبوتی یا سلبی ہے اوسکو ذہن نفس الامر کی طرف نسبت کرے کہ یہہ نسبت واقع کے مطابق ہے
جسکی تعبیر فارسی مین صادق داشتن وگرویدن ہے چنانچہ صاف لکھا ہے کہ وہ ضد تکذیب
ہے جسکے معنی فارسی مین کاذب داشتن ہین اس تقریر سے وہ اعتراض بھی دفع ہوگیا کہ
حکم جب فعل اختیاری ہے یعنی ایقاع و انتزاع تو وہ نفس تصدیق یا جز تصدیق کیونکر
ہوسکتا ہے اسلئے کہ تصدیق علم کی قسم ہے جو مقولہ کیف یا انفعال سے ہے ممکن نہین کہ
وہ مقولہ فعل سے ہوسکے ۔ اس اعتراض کا جواب تقریر سابق سے یہہ سمجھا گیا کہ تصدیق
شیخ کے نزدیک حصول ذہنی کا نام ہے نہ فعل ذہن کا ۔ اور کسی نے کیا خوب کہا ہے اسناد
و ایقاع وغیرہ الفاظ و عبارات ہین درحقیقت نفس کا وہان کوئی فعل نہین ہے بلکہ صرف
اذعان وقبول ہے اور ادراک اس امر کا ہے کہ نسبت واقع ہے یا نہین ۔ البتہ اس التصدیق کا
حصول کبھی کسب سے ہوتا ہے کہ اسباب واختیار کام مین لائے جاتے ہین مثلاً ذہن و حواس
ونظر کو متوجہ کرنا اور کبھی بغیر اس کے جیسے دہوپ پڑتے ہی آدمی خود سمجھہ جاتا ہے کہ آفتاب
نکلا ہے لیکن مامور بہ کے لئے ضرور ہے کہ قسم اول سے یعنے اختیاری ہو ۔ اس تقریر پر یہہ
اعتراض ہوتا ہے کہ جب یقین کے ساتھہ اذعان وقبول نہو بلکہ جحود و انکار ہو جیسے سوفسطائی
اور کفار کا یقین تہا تو اوسکو تصور کہنا چاہئے کیونکہ تصدیق مین اذعان کی ضرورت ہے
حالانکہ اوسکو تصور کہنا صریح البطلان ہے ۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ یہان ہمارا دعوی

اسیقدر ہے کہ منطقیون کے رئیس نے جو تصدیق کی تفسیر کی ہے وہ تصدیق لغوی اور مقابل
تکذیب ہے پہر مطلقاً یہہ کہنا کہ ایمان مین تصدیق منطقی معتبر نہین ہے درست نہین ۔
غایتہ الامر یہہ ہے کہ ایمان مین اور بہی چند شرائط معتبر ہین ۔ رہا یہہ کہ شیخ کی تفسیر پر
یہہ لازم آتا ہے کہ جس یقین کے ساتہہ اذعان وقبول نہون وہ تصور ہوگا یا تصور
وتصدیق دونون سے خارج ہوگا سو یہہ بحث دوسری ہے ۔
(۳) تصدیق کے معنی جو لکھے جاتے ہین کہ وہ دل سے متکلم کی طرف صدق کی نسبت
کرنا ہے اوسکے معنی سوائے اسکے کہ متکلم کے صادق ہونیکا ادراک اور اذعان ہو اور کیا
ہو سکتے ہین کیونکہ اس تصدیق کے وقت سوائے اوس ادراک کے قلب کا اور کوئی فعل
اور تاثر خیال مین نہین آتی اس سے ہمین یقین ہوتا ہے کہ وہ نفس کی ایک کیفیت ہے جو
کبھی کسب واختیار ومباشرت اسباب سے حاصل ہوتی ہے اور کبہی بغیر اسکے ۔
غایتہ الامر یہہ ہے کہ ایمان مین جو کیفیت قلبی معتبر ہے وہ کسبی ہے ۔ اسلئے کہ ایمان مامور بہ ہے
اور مامور بہ کا اختیار سے حاصل کرنا ضروری ہے ۔ اور اگر ایمان وتصدیق مقولہ فعل سے
ہون تو یہہ کہنا پڑیگا کہ آدمی صرف حالت مباشرت وتحصیل مین حقیقۃً ایمان کے ساتہہ متصف ہے
جیسا کہ مقولۂ فعل کے معنی سے یہہ بات ظاہر ہے ۔
(۴) اکابرین کے کلام مین لفظ تصدیق کی جگہہ معرفت وعلم واعتقاد بمعنی مستعمل ہین ۔ چنانچہ
علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ ایمان معرفت ہے اور معرفت تسلیم اور تسلیم تصدیق ہے
اسلئے چاہیئے کہ تصدیق جو معنی گرویدن ہے وہ بہی علم ہی کے معنی مین ہو تاکہ سب ایک
جنس کے ہوجائین ۔ البتہ ایمان مین چند قیود وشرط ہین جیسے تحصیل واختیار وترک جحود وسلیکا بار
انتہی ملخصاً ۔
اگرچہ محقق کی تقریر سے معلوم ہوا کہ تصدیق لغوی ومنطقی ایک ہی ہین مگر یہان یہہ معلوم کرنا مناسب ہے
کہ بعض متاخرین نے جنکی تقریر محقق نے نقل کی ہے ۔ تصدیق شرعی یعنے لغوی کو تصدیق
منطقی سے کیون علحدہ کیا منشار اسکا یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصدیق منطقی علم کی قسم ہے
جو منطقین کے نزدیک ظنیات پر بہی شامل ہے ۔ چنانچہ کشاف الاصطلات مین لکہا ہے

التصدیق اللغوی قطعی و المنطقی اعم من القطعی و الظنی لکونہ قسما من العلم الشامل للظنی و القطعی عند المنطقین اور مولانا فضل حق رح نے حاشیہ قاضی مین لکہا ہے کہ تصدیق ضعیف بہی ہوتی ہے اور شدید اور اشد بہی ضعیف جیسے ظن۔ اور شدید تقلید۔ اور اشد یقین۔ اور مشائین کے نزدیک مسلم ہے کہ شدید اور ضعیف مختلف انواع ہوا کرتے ہین اس وجہ سے تصدیق کے تحت مین مختلف انواع ہونگے غرض کہ منطق مین جونکہ عموماً یہہ کہا جاتا ہے کہ علم کے دو قسم ہین تصور و تصدیق اور تصدیق ظنی بہی ہوتی ہے اور تصدیق ایمانی ظنی نہین ہوسکتی بلکہ اوسکا یقین ہونا شرط ہے اسوجہ سے بحث ایمان مین ضرور ہوا کہ تصدیق شرعی تصدیق منطقی سے بالکل علیحدہ کرلی جاے تاکہ یہہ وہم بہی نہو کہ تصدیق ظنی بہی ایمان کے لئے کافی ہے۔ مراقی الفلاح مین شرنبلالی نے لکہا ہے المومن ھو الذی یعتقد بقلبہ دین الاسلام اعتقادا جازما خالیا عن الشک یعنی مومن وہی ہے جو دل سے دین اسلام کا جزمی اعتقاد رکہے جس مین کسی قسم کا شک نہو علامہ تفتازانی رح نے تہذیب الکلام مین لکہا ہے کہ جب تصدیق یہ ٹہری کہ کہ اذعان اور قبول کے ساتہہ یقین ہو جو اختیار و کسب سے حاصل ہوجاے تو یہہ لازم آئیگا کہ جو یقین کہ اذعان سے خالی ہو (جیسے سوفسطائی اور بعض کفار کا یقین) تصدیق نہو بلکہ تصور رہو یا تصور و تصدیق کے بیچ مین واسطہ ثابت کیا جاے اور جو یقین مقارن اذعان بغیر کسب کے حاصل ہوا ہو جیسے ملائکہ اور انبیا علیہم السلام کا یقین اسکو مکتسب کہین یا یہہ کہا جاے کہ دوبارہ اُس کو اختیار سے حاصل کرنیکی انہین ضرورت ہے حالانکہ یہہ سب لوازم محل تامل ہین۔ انتہی۔

شیخ رستم کردستانی نے اوس کے حاشیہ مین لکہا ہے کہ سب خرابیان اسوجہ سے لازم آرہی ہین تصدیق ایمان عموم و خصوص مین منطقی تصدیق کے مساوی بتائی جارہی ہے حالانکہ تصدیق منطقی عام ہے جس مین ظنیات بہی شامل ہین اور تصدیق شرعی و لغوی خاص جسکا قطعی ہونا شرط ہے۔ اگر ایمان کی تعریف یون کیجاتی کہ وہ تصدیق منطقی کی جنس سے ہے۔ مگر اوس مین اور بہی چند شرائط ہین کہ اعتقاد جازم ہو اختیار سے

حاصل کیا جائے اور جحود و استکبار سے خالی ہو تو بغیر اذعان یقین (جو سوفسطائی ادرکفار کو تھا) اوسکو نہ تصور کہنے کی ضرورت ہوتی نہ واسطہ ثابت کرنیکی بلکہ وہ تصدیق ایمانی سے خارج اور تصدیق منطقی مین داخل رہتا۔ تعریف مذکور مین ایمان کو تصدیق منطقی کی جنس سے کہنے کی ضرورت اسوجہ سے ہوی کہ بعضون نے اوسکو کلام کہا ہے اور بعضون نے فعل نفس حالانکہ وہ بھی ایک قسم کی تصدیق جنس علم سے ہے جو مقولہ کیف سے ہے۔ اصل منشا اس اضطراب یہہ ہے کہ اذعان دو معنی مین مستعمل ہے مرادف تصدیق منطقی اور بمعنی تسلیم و ترک جحود و استکبار چونکہ دونو تصدیقون مین یہہ لفظ مستعمل ہے اسلئے اشتباہ ہوا کہ سوفسطائی کو اذعان نہین حالانکہ اذعان منطقی ہان موجود ہے البتہ وہ اذعان نہین جو ایمان مین معتبر ہے انتہی۔

محقق تفتازانی رح شرح مقاصد مین اصرار ہے کہ تصدیق شرعی تصدیق منطقی ہے یعنے علم اور مقولہ کیف سے ہے اور جو دشواریان اوس مین واقع ہوتی ہین اونکو تہذیب الکلام مین بیان کر دیا۔ محشی کردستانی نے جو اونکے دفع کرنیکی فکر کی وہ محقق رح ہی کے کلام سے مستفاد ہے چنانچہ یہہ اونکا قول اہی معلوم ہوا کہ غایۃ الامر یہہ کہ ایمان مین اور بھی چند شرائط معتبر ہین مگر ہنوز اوس مین کلام کو گنجایش ہے۔

محقق رح نے دوسرے اعتراض مین جو اوپر مذکور ہوا لکھا ہے۔ فلم یجعل الشیخ التصدیق حصول النسبۃ التامۃ فی الذہن علی ما یفہمہ البعض بل حصول ان ینسب الذہن الثبوت او الانتفاء الذی بین طرفی المولف الی ما فی نفس الامر بالمطابقۃ و معناہ نسبت الحکم الی الصدق اعنی صادق داشتن و گرویدن و بنیہ بانہ ضد الکذب الذی معناہ النسبۃ الی الکذب اعنی کاذب داشتن ہر چند محقق رح کو اس تقریر سے یہہ ثابت کرنا ہے کہ تصدیق علم اور مقولہ کیف سے ہے۔ مگر اس سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ تصدیق کے وقت ذہن کا کوئی فعل جسپر ینسب الذہن الثبوت اور نسبۃ الحکم الی الصدق اور صادق داشتن اور انہ ضد الکذب الذی معناہ النسبۃ الی الکذب اعنی کاذب داشتن دلالت کررہے ہین یہہ امر قابل تسلیم ہے مثلاً زید قایم کی صورت ترکیبیہ گو ذہن مین موجود ہے نفس زید اور قایم کی طرف اسطرح منسوب کرنا

کرد ہ محکی عنہ کے مطابق ہے یا یون کہئے کہ حکم کی نسبت صدق کیطرف کرنا نفس کا فعل ہے
جیسے ہر شخص جانتا ہے کہ تکذیب نفس کا فعل ہے جسپر منقولہ کیف ہرگز صادق نہین آسکتا
یہ فعل اگر اذعان کا غیر نہین ہے اور تصدیق منطقی کے لئے وہ کافی ہے تو ایمانی تصدیق کیلیے
دوسرے فعل نفس کی ضرورت ہے اور اگر نہین ہے تو تصدیق سے اوسکو خارج سمجھنا چاہئے
اور چونکہ محقق رح نے اوسکو تصدیق منطقی مین داخل کیا ہے تو معلوم ہوا کہ تصدیق منطقی و لغوی
ایک نہین ہین حالانکہ شیخ کے کلام سے ثابت ہے کہ دونون ایک ہین - ذکر الشیخ فی الشفا
ان الشئ یعلم علے وجہین احدھما ان یتصور فقط کما اذا کان لہ اسم فینطق بہ
مثل معناہ فی الذھن وان لم یکن ھناک صدق او کذب کما اذا قیل انسان
او قیل افعل کذا فانک اذا وقفت علے معنی ما یخاطب بہ من ذالک کنت تصورتہ
والثانی ان یکون مع التصور تصدیق کما اذا قیل لک مثلاً ان کل بیاض عرض
لم یحصل من ھذا التصور معنی ھذا القول فقط بل صدقت انہ کذالک اما
اذا شککت انہ کذالک فقد تصورت ما یقال لک فانک لا تشک فیما لا تتصورہ
ولا تفھمہ ولکن لم تصدق بہ بعد فکل تصدیق یکون معہ تصور ولا ینعکس
فالتصور فی مثل ھذا المعنی یفید کان تحدث فی الذھن صورۃ ھذا التالیف
وما یولف منہ کالبیاض والعرض والتصدیق وھو ان یحصل فی الذھن نسبۃ
ھذہ الصورۃ الی الاشیاء انفسھا انھا مطابقۃ لھا والتکذیب یخالف ذلک انتھے
دیکھئے شیخ کا یہ قول کہ "جب تم سے کل بیاض عرض کہا جائے تو اوسکے معنی کا تمہین صرف
تصور ہی نہوگا بلکہ اوسکی تصدیق بھی کروگے کہ وہ ایسا ہی ہے" صاف کہہ رہا ہے کہ تصدیق
گویا کسی کے قول کی ہوا کرتی ہے - پھر اوسکی تصدیق اس طور سے کہ وہ ایسا ہی ہے
گویا نفس کا قول ہے جو اوس خطاب کے جواب مین کہا جا رہا ہے اور یہہ محاورہ مین
بھی کہتے ہین کہ فلان شخص نے یہہ کہا اور مین نے اوس کی تصدیق کی - شیخ بھی اوسی کا
تصدیق کر رہے ہین اور نیز شیخ کا یہہ قول کہ التکذیب یخالف ذلک ای التصدیق
اسی پر قرینہ ہے اسلئے کہ اصطلاحی لفظ اگر ہے تو تصدیق ہے اوسکو چاہین کیف سے کہین

یا انفعال سے مگر تکذیب کے معنے مین کوئی اصطلاحی تصرف نہین ہوا اسلئے اسکی معنے
صرف جھٹلانے کے ہین جو مقولہ فعل سے ہے۔ پھر جب شیخ نے تصدیق کو ضد تکذیب
کہا تو اس سے مستفاد ہوا کہ وہ دونون ایک ہی مقولہ سے ہین چنانچہ محقق موصوف نے
اسی بحث مین لکھا ہے ومعنی التصدیق نسبة الحکم الی الصدق یعنے
صادق داشتن وگرویدن وبنیه بانه ضد التکذیب الذی معناه النسبة الی الکذب
اعنی کاذب داشتن ۔ دیکھئے صادق داشتن کاذب داشتن ایک ہی قسم کی بات ہے
غرض اس اعتبار سے تصدیق منطقی بعینہ تصدیق لغوی ہوئی یعنے دونون مقولہ فعل سے
ہونگے چنانچہ محقق کو بھی اوسکا اقرار ہے جیسا کہ شرح مقاصد مین لکھتے ہین وهو القدوة
فی فن المنطق والثقة فی تفسیر الفاظه وشرح معانیه صرح بان التصدیق
المنطقی الذی قسم العلم الیه والی التصور هو بعینه اللغوی ۔ اگرچہ
محقق اس بات پر راضی نہین کہ تصدیق مقولہ فعل سے ہو لیکن شیخ نے تصدیق کو جب
مقابل تکذیب کہدیا اور اوسکو خطاب کی تصدیق قرار دی تو اوسکو مقولہ فعل سے قرار دینا
اور کلام نفس کہنا شیخ کے خلاف مرضی نہوگا ۔
قصد السبیل مین لکھا ہے کہ اگر کہا جاے کہ شیخ کے قول سے ثابت ہوتا ہے تصدیق
علم ہے اس لئے کہ ذہن مین جو نسبت صورت ذہنیہ کی اشیاء کی طرف ہوتی ہے وہ
سوائے اس ادراک کے نہین کہ وہ صورت مطابق اشیاء کے ہے ۔ تو اسکا جواب
یہہ ہے کہ یہ ادراک اذعان کو مستلزم نہین اسلئے کہ شیخ الاسلام ابوعبداللہ نے تحریر المطالب
فی شرح عقیدۂ ابن حاجب مین قول ابی جهل کا نقل کیا کہ نعلم ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم
نبی ولکن لا نومن به ابدا ۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ ادراک مستلزم تصدیق بھی نہین
چہ جائیکہ نفس تصدیق ہو ۔ انتہی ۔
یہہ جو کہا جاتا ہے کہ صورت ذہنیہ کی نسبت اشیاء کی طرف کرنا سوائے ادراک کے
اور کوئی بات نہین چنانچہ محقق نے بھی اعتراضات مذکورہ کے ضمن مین اسی قسم کی بات
لکھی کہ تصدیق ایمانی سوائے ادراک کے اور کوئی چیز سمجھہ مین نہین آتی سو فی الحقیقة درست ہے

تصدیق کے وقت ذہن مین کیفیت ادراک کی ضرور ہوتی ہے مگر اسکا بھی انکار نہین ہو سکتا کہ دوسرے مقولات کے مصادیق بھی وہان موجود ہین چنانچہ قصد السبیل مین لکھا ہے کہ فانہ ای الشیخ بفسر العلم تارۃ بالتجرد عن المادۃ وھو راجع الی امر عدمی وتارۃ یجعلہ مندرجا فی مقولۃ الکیف وفی مقولۃ المضاف بالعرض فیجعلہ عبارۃ عن صفۃ ذات اضافۃ وتارۃ یجعلہ عبارۃ عن الصورۃ المرتسمۃ فی الجوہر العاقل المطابقۃ لماہیۃ المعقول وتارۃ یجعلہ عن مجرد اضافۃ فاقول لہ دائرۃ بین ان یجعلہ امرا عدمیا او کیفا او اضافۃ ان تصریحات شیخ سے ظاہر ہے کہ سب امور ذہن مین موجود ہوتے ہین۔ اس سے دوسرے اقوال سے جو علم کے باب مین ازروئے یہہ ثابت ہے کہ ادراک کے وقت کئی چیزین ذہن مین پائی جاتی ہین چنانچہ منجملہ اون کے ایک صفت کلام ہے جکا حال مواقف مین بیان کیا ہے۔ الکلام النفسی غیر العلم اذ قد یخبر الرجل مما لا یعلمہ بل یعلم خلافہ او یشک فیہ وغیر الارادۃ اذ قد یامر بما لا یریدہ کالمختبر لعبدہ ھل یطیعہ ام لا وکالمعتذر من ضرب عبدہ لعصیانہ فانہ قد یامرہ ویرید ان لا یفعل المامور بہ فاذن ھو صفۃ ثالثۃ قائمۃ بالنفس۔ اس سے ثابت ہے کہ کلام نفسی ایک جداگانہ صفت ہے اور چونکہ کسی کی تکذیب یا تصدیق کرنا نفس کا فعل ہے اس لئے ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ نفس کی صفت اور فعل ہے جیسے بعض علماء کا قول جو شرح مقاصد مین منقول ہے اور جیسا کہ صدر الشریعہ امام موفق نے مناقب ابی حنیفہ رض مین بسند متصل امام صاحب سے روایت کیا ہے قال ابو حنیفہ فاما من صدق اللہ وبما جاء من عندہ بقلبہ ولسانہ فھو عند اللہ وعند الناس مومن یعنے امام صاحب فرماتے ہین کہ جس نے دل سے اور زبان سے تصدیق کی اللہ کی اور اون چیزون کی جو اوسکے پاس سے آئے ہین۔ وہ اللہ کے پاس بھی مومن اور لوگون کے پاس بھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس کلام کی تصدیق زبان سے ہو دل سے بھی ہونی چاہئے کہ وہ سچ اور مطابق واقع کے ہے۔ علامہ ابن ہمام نے مسامرہ مین لکھا ہے کہ الاظہر ان التصدیق قول للنفس الناشی عن المعرفۃ لان المفہوم منہ

لغتہ نسبۃ الصدق الی القائل وھو فعل والمعرفۃ من قبیل الکیف المقابل لمقولۃ الفعل ۔ بہرحال تصدیق شرعی مین فعل قلبی معتبر ہے ۔ قصۂ الجمیل بر ان الصبیر ایک مبسوط بحث کرکے لکہا ہے کہ تصدیق شرعی مین اس چیزین ہوتی ہین پانچ مقولہ کیف سے ہین اور باقی مختلف مقولون سے ۔ مقولہ کیف والے یہہ ہین ۔

(۱) نور جو دل مین اس غرض سے ڈالا جاتا ہے کہ چشم بصیرت پر حقائق اشیاء منکشف ہون ۔

(۲) صورت اوس نسبت معلومہ کی جو موضوع ومحمول کے بیچ مین ہوتی ہے ۔

(۳) استعداد اوس نسبت کے اذعان کی ۔

(۴) نفس اذعان ۔

(۵) کلام نفسی ۔

مقولہ نسبت سے متعلق یہہ تین ہین ۔

(۱) حصول صورت معلومہ کا نفس مین ۔

(۲) انبساط نور کا صورت معلومہ پر ۔

(۳) رویت بصیرت اوس صورت کی وجہ سے جب انبساط نور کا اوسپر ہوتا ہے اور یہی علم ہے اور مقولہ انفعال سے ایک ہے وہ منتقش ہونا اوس صورت کا جو مبداء فیاض سے ڈالی جاتی ہے ۔

اور مقولہ فعل سے ایک ہے وہ نفس کا یہہ کہنا کہ جو صورت اوس مین منتقش ہوئی ہے وہ مطابق واقع کے ہے ۔ اور یہی تصدیق لغوی ہے جسکو حکم بھی کہتے ہین ۔ اور باقی امور ضروریات ولوازم ہین ۔

اگرچہ اون امور مین تقدم وتاخر ہے ۔ مگر ذاتی ہے اسلئے کہ جو زمانہ انتقاش صورت کا ہے وہی اوسکے حصول اور انبساط نور اور رویت بصیرت کا ہے ۔

اس تقریر مین نور کی جو زیادتی کی گئی ہے اوسکا منشاء یہہ ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ ۔ انتہی ۔

توضیح اس مضمون کی یہہ ہے کہ جملہ خبریہ جو جسکی دین مین تصدیق کی ضرورت ہے مثلاً

یہہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہین - اِسکی صورت ذہن مین منقش ہوتی ہے
جس کی تعبیر موضوع محمول ونسبت حکمیہ سے کیجاتی ہے - پہر دلائل وقرائن خارجیہ مثلاً
معجزات وغیرہ اسباب سے ادراک ہوتا ہے کہ وہ نسبت رسالت جو حضرت کیطرف کیگئی ہے
واقعی مطابق واقع کے ہے اگر یہہ ادراک اِس درجہ کا ہو کہ اوس مین کوئی تردد وشک باقی نہو
اوسکا نام یقین ہے اسکے پیدا ہونیکی یہہ صورت ہے کہ ایک نور حسب قابلیت دل مین ڈالا جاتا ہے
جسکی وجہ سے چشم بصیرت پر یہہ معانی ذہنیہ منکشف ہوتے ہین -
جیسا آیہ موصوفہ سے ثابت ہے - مگر قابلیت ہر شخص کی ایک طور پر نہین چنانچہ یہہ امر مشاہد ہے کہ
ایک ہی دلیل ہوتی ہے جسکو ایک شخص فوراً قبول کرلیتا ہے اور دوسرے کے لئے وہ بالکل
مفید نہین ہوتی - پہر اختلاف طبائع قطع نظر اسکے کہ طبیعت کی ساخت جداگانہ ہوتی ہے اسباب خارجیہ
سے بہی پیدا ہوتا ہے - مثلاً ایک شخص ایسا ہو کہ نشو ونما اوسکی اہل اسلام مین ہوئی ہو اور ہمیشہ اپنے
بزرگون اور معتمد علیہ لوگون کو طریقہ اسلام پر قایم اور اوسکے مداح دیکہا کیا اگر کوئی اوس سے
دینی مسئلہ کہا جائے تو فوراً مان لیگا بخلاف اسکے جسکی نشو ونما مثلاً مخالفین اسلام مین ہوئی ہو -
جو ہمیشہ اوسکو ولایت وعقائد کی توہین کرتے ہون - ظاہر ہے کہ جس مسئلہ کو شخص سابق نے
بغیر دلیل کے مان لیا تہا اس شخص کو دلیل قایم ہونے کے بعد بہی ماننا مشکل ہوگا - اسی طرح
مخالف صحبت کا بہی برا اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے حق تعالی نے متعدد مقامات مین کفار اور
منافقون کی صحبت اور دوستی سے منع فرمایا ہے - چنانچہ ارشاد ہے - ودوا لو تکفرون
کما کفروا فتکونون سواء فلا تتخذوا منہم اولیاء - اور ارشاد ہے فلا تقعدوا
معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذاً مثلہم - اور اکثر احادیث سے ثابت ہے
کہ اہل بدعت کی مصاحبت وہمنشینی سے احتراز ضروری ہے - غرض کہ جسطرح کسی مسئلہ کو
ابتدائً ماننا دشوار ہے اسی طرح اونکی صحبت سے مانے ہوے مسائل مین بہی شک پڑجاتا ہے
جس سے یقین باقی نہین رہتا اور یقین کے ساتہ ایمان اور تصدیق شرعی بہی رخصت ہوجاتے ہین
نعوذ باللہ من ذالک -
کلام اس مین تہا کہ ادراک مذکور اگر اس درجہ کا ہو کہ اوسمین کوئی تردد وشک نہو تو اوسکا نام یقین ہے

جو مدار ایمان و تصدیق شرعی ہے ۔ اور اگر ایسا یقین نہو بلکہ ظن غالب اوسکی واقعیت کا ہو تو شرعاً اوسکو نہ تصدیق کہین گے نہ ایمان ۔ قال اللہ تعالیٰ ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً وقال تعالیٰ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ۔ اگر اکراہ کی حالت مین کوئی کفر کی بات کہدے تو مضایقہ نہین بشرطیکہ دل مطمئن اور ساکن ہو کیونکہ اطمینان سکون کو کہتے ہین ۔ کما فی لسان العرب الطمانیۃ السکون ۔ اور ظاہر ہے کہ سکون اوسی وقت ہو گا کہ یقین باقی رہے اسلئے کہ شک مین تردد اور پریشانی رہتی ہے جو منافی سکون ہے ۔

پھر یقین کے بعد اذعان کی بھی ضرورت ہے وہ ایک کیفیت قلبی کا نام ہے ۔ جس سے نسبت خبریہ کے قبول کرنیکی صلاحیت دل مین پیدا ہوتی ہے اور جو صعوبت کہ اوس کے قبول کرنے مین ہو دفع ہو جاتی ہے ۔ اس آیۂ شریفہ مین اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے ثم تلین جلودھم الی ذکر اللہ کیونکہ تسلیم و اذعان کے وقت جو دل مین کیفیت پیدا ہوتی ہے اگر محسوسات مین دکہلانا چاہین تو اوسکو نرمی پانے کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہین ۔ پھر قوت دلائل و قراین کی وجہ سے اگر کیفیت اذعانی بھی پیدا ہو جائے تو جب بھی تصدیق شرعی نہین جیسا کہ اس آیۂ شریفہ سے ظاہر ہے ۔ فلما جاء تھم آیاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا یعنے باوجودیکہ نشانیان دیکھتے ہین اور اونکے نفس یقین بھی کر لیتے ہین مگر وہ جحود و انکار ہی کئے جاتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ صرف یقین شرعی نہین بلکہ تصدیق شرعی یہہ ہے کہ یقین کے بعد زبان سے اور دل سے یہہ بھی کہا جائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقع مین اللہ کے رسول ہین اور جو کچھہ اللہ کی طرف سے ہمین پہونچا ہے واقع مین سچ ہے ۔

معرفت ۔ معرفت ضد نکارت و جہالت ہے اور جب تک تصدیق نہو فقط معرفت کے ایمان متحقق نہین ہو سکتا ۔ ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر مین امام اعظمؒ کا قول کتاب وصیت سے نقل کیا ہے کہ صرف معرفت ایمان نہین ہے ۔ ورنہ تمام اہل کتاب کو مومن کہنا پڑیگا حق تعالیٰ منافقون کی نسبت فرماتا ہے واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون ۔ اور اہل کتاب کے باب مین فرماتا ہے الذین آتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون

ابناءَھُم۔ جسکا مطلب یہہ ہے کہ باوجود اتنی معرفت کے وہ ایمان نہین لاتے
اس سے ظاہر ہے کہ اہل کتاب کی معرفت بھی ایسی ہے جیسے منافقون کا اقرار زبانی
یعنے دونون مفید نہین۔

درمنثور مین ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین
تشریف لائے عمرؓ نے عبد اللہ ابن سلامؓ سے پوچھا کہ حق تعالی نے اپنے نبیؐ پر
آیۃ شریفہ الذین آتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ نازل
فرمائی یہہ معرفت کس قسم کی ہے انہون کہا اے عمر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھتے ہی ایسا پہچان لیا جیسے کوئی اپنے لڑکے کو دوسرے لڑکون مین دیکھکر بلاتکلف
پہچان لیتا ہے بلکہ اوس سے بہی زیادہ۔ عمرؓ نے کہا یہہ کسطرح۔ کہا کہ وہ خدا کے بہیجے ہوے
رسول ہین حق تعالی نے اونکا حال ہماری کتاب یعنے توراۃ مین بیان فرمادیا ہے
اور مجھے معلوم نہین کہ عورتین کیا کرتی ہین۔ یعنے لڑکے مین شک ہوسکتا ہے کہ اپنا ہی یا نہین
مگر بعد تعریف آلہی حضرت کی نبوت مین ہرگز شک نہین ہوسکتا انتہی۔ اور اسی قسم کی کئی روایتین
دوسرے اہل کتاب سے اوسی مین منقول ہین کہ انہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھتے ہی پہچان لیا اور ایمان لائے۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر کے اس مقام مین یہہ اعتراض لکھا ہے کہ اگر توراۃ و انجیل مین
حضرت کے تفصیلی حالات و علامات موجود تھے کہ فلان وقت اور فلان مقام اور فلان
قبیلہ مین حضرت مبعوث ہونگے اور آپکے شخصی علامات بہی اون مین مذکور ہین تو چاہیے تھا
کہ شرق سے غرب تک کے اہل کتاب ایمان لاتے اور بعد اسقدر تفصیلی معرفت کے ممکن نہین
کہ کوئی انکار کرسکتا۔ اور اگر اسقدر تفصیل ان کتابون مین نہین ہے تو ایسی قوت جس پر
کما یعرفون ابناءھم صادق آئے خارج از قیاس ہے۔ اسکا جواب یہہ دیا کہ ہم
یہہ نہین کہتے کہ کتابون کی وجہ سے اونہین یہہ معرفت حاصل ہوئی تہی بلکہ دعوی نبوت کیساتھ
معجزات نے برہان کا کام دیا تہا اور قاعدہ ہے کہ برہان مفید یقین ہوا کرتی ہے اس لئے
انکو معرفت تامہ آلہی حاصل ہوگئی تہی جیسے اولاد کی ہوتی ہے۔ ہرچند امامؒ نے جو جواب کے

دیا ہے عقلی طور سے نہایت قوی ہے اور اسکی تائید ابوجہل کے قول سے بھی ہوتی ہے
جو اوپر مذکور ہوا کہ لنعلم ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم نبی لکن لا نومن بہ مگر اسکا بھی
انکار ہو نہین سکتا کہ اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علامات و آثار کا علم نسلا بعد نسل
چلا آتا تہا اور اوسکی تطبیق کرکے وہ حسب ہدایت ازلی اکثر ایمان لاتے تھے چنانچہ خصائص کبری
مین امام سیوطیؒ نے ان روایات کو کئی اوراق بلکہ اجزا مین ذکر کیا ہے اون مین وہ علامات جنکی
خبرین حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام نے دی تہین اور توریت و انجیل وغیرہ
کتب آسمانی مین مذکور ہین مفصل منقول ہین۔ اور نیز اون روایات مین بھی مصرح ہے کہ یہودی
و نصاریٰ کے علما حضرت کا حلیہ حتی کہ قد و قامت اور خط و خال و عادات و خصال
اور پیدا ہونیکا مقام اور مبعوث ہونیکا وقت اور ہجرت کا زمانہ وغیرہ پوری طور سے جانتے تھے
چنانچہ جس روز حضرت پیدا ہوے اوسی صبح کو مدینہ طیبہ کے گرد و نواح کے بعض علماء یہود
نے اپنی قوم کو جمع کرکے خبر دی کہ آج نبی آخر الزمان پیدا ہو گئے۔ ایوان کسریٰ کے چودہ
کنگرے اوسی روز گرے فارس کے آتشکدے جو مدتون سے سلگے ہوے تھے یکبارگی
بجہ گئے ولادت شریف اور بعثت کے وقت کاہنون اور ہاتفون کے اخبار ہر طرف مشہور
ہو رہے تھے بعض عرب دین حق کی تلاش مین جو پہرتے تھے اونکو علماء یہود و نصاریٰ نے
صاف کہدیا کہ تہاری قوم مین مکہ معظمہ مین نبی آخر الزمان عنقریب مبعوث ہونیوالے ہین
اونکا دین اختیار کرو۔

بخت نصر کے واقعہ کے بعد بہت سے بنی اسرائیل مدینہ طیبہ مین حضرت کے انتظار مین
اقامت گزین تھے چونکہ خصائص کبریٰ چہپ گئی ہے اسلئے بخوف تطویل وہ روایتین
نقل نہین کی گئین۔

غرض کہ علامات حضرت کے اس قدر کثرت سے مشہور اور معلوم ہو چکے تھے کہ علماء یہود
و نصاریٰ دیکھتے ہی حضرت کو پہچان لیتے اور جن امور مین امتحان کی ضرورت ہوتی بعد
امتحان ایمان لاتے پہر صرف حضرت ہی کے علامات یہود مین شایع نہ تھے بلکہ حضرت کی
امت کے علامات و خصوصیات اور بعض مختصہ مسائل اسلام کو بھی جانتے تھے یہانتک

مروی ہے کہ قبل بعثت صدیق اکبرؓ شام کی طرف گئے تھے ایک راہب نے علامات ظاہری دیکھکر آپ سے کہا کہ سب علامات تو مین دیکھ چکا ہون آپ اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھائیے چنانچہ خال دیکھکر کہا کہ نبی آخرالزمان عنقریب مبعوث ہونے والے ہین آپ اونکے وزیر وخلیفہ ہونگے۔ اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کا بہی واقعہ ہے کہ بعض راہبون نے علامات دیکھکر اسی قسم کی خبرین دین غرض اس قسم کی روایتین کتب احادیث وسیر مین بکثرت وارد ہین۔ اتنے علامات مشہور ہونے کے بعد یہہ امر قابل استبعاد نہین کہ اہل کتاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اونکے علوم سابقہ سے ہوئی ہو جسپر معجزات نے بہی نورٌ علی نور کا کام دیا اس سے ظاہر ہے کہ اہل کتاب کی معرفت اونکی ذاتی علوم سے تہی اوس مین معجزات کو چندان دخل نہین ورنہ اہل کتاب کی کیا خصوصیت معجزات تو مشرکین بہی دیکھتے تھے۔ رہا یہہ کہ پہر سب اہل کتاب مسلمان کیون نہین ہوے۔

اسکا جواب یہہ ہے کہ معجزات دیکھنے کے بعد بہی تو مسلمان نہین ہوے اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ علامات مختصہ مفید علم نہو۔ بلکہ ایمان نہ لانا حسد واستکبار وغیرہ اسباب سے تہا جسکا حال اوپر معلوم ہوا اور ابوجہل کے قول مذکور سے بہی ثابت ہے۔ بہرحال خواہ معجزات کی وجہہ سے ہو یا کتب سماوی کیوجہ سے اہل کتاب کو بلکہ دوسرے کفار کو بہی حضرت کی معرفت اور نبوت کا علم ضرور تہا لیکن تصدیق نہونے کی وجہ سے بجائے اسکے کہ وہ مفید ہو وبال جان ہوی مقصود یہہ ہے کہ صرف معرفت بغیر تصدیق کے مفید نہین ہوسکتی۔ اب یہہ دیکھنا چاہیے کہ تصدیق شرعی کے ساتھہ معرفت کی بہی ضرورت ہے یا نہین ہم جب معرفت کے معنے مین غور کرتے ہین تو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ تصدیق بغیر معرفت کے نہین ہوسکتی اسلئے کہ خدائے تعالی کو مثلاً کوئی نجانے یا صرف اسقدر جانے کہ کوئی چیز ہے اور صفات مختصہ کو جس سے امتیاز وتعین حاصل ہو نجانے تو تصدیق ہی کیا ہوی ہان اس مین شک نہین کہ حق تعالی کی ذات کی معرفت حاصل نہین ہوسکتی مگر صفات کی معرفت بقدر طاقت بشری ضروری ہے کہ نہین تو اتنا تو جاننا ضرور ہے کہ وہ قدیم ہے سب کا خالق ہے اور اسکی مثل کوئی چیز نہین۔

نہ اوسکا کوئی شریک ہے نہ مقابل اسلیئے بن دیکھے ایمان لارہے ہین اسکی تعیین ہو جائے
تاکہ دوسرا کوئی اوس ایمان مین شریک نہو۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
تعیین بھی ایمان مین ضرور ہے۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ مین لکھا ہے۔ روی ابن ابی عاصم
فی السنہ وابو نعیم عن انس رضی اللہ تعالی عنہ۔ ان اللہ قال یاموسی
من لقینی وھو جاھل بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ادخلہ النار فقال
موسی ومن محمد قال یاموسی وعزتی وجلالی ماخلقت خلقا
اکرم علی منہ کتبت اسمہ مع اسمی علی العرش قبل ان اخلق السموات
والشمس والقمر بالفی الف سنہ انتھی۔ یعنے حق تعالی نے موسی علیہ السلام
فرمایا کہ اے موسیٰ جو مجھسے ملے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ جانے اوسکو مین آگ مین ڈالونگا
موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہین۔ فرمایا قسم ہے میری عزت و
جلال کی ان سے بزرگ تر کسی کو مین نے نہین پیدا کیا اونکا نام اپنے نام کے ساتھہ
بیس لاکھہ برس آسمان وزمین وشمس وقمر پیدا کرنے کے پیشتر لکھا انتہی۔

اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاہل رہنا موجب دخول نار ہے
اسلیئے اوسکی ضد یعنے معرفت ضروری ہے۔ اسی وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے
فرمایا ہے کہ الایمان المعرفۃ والتصدیق والاقرار کذا فی المناقب للموفق
ابن ہمام نے مسامرہ مین لکھا ہے کہ امام ابوالحسن اشعریؒ کا قول معنی تصدیق مین متردد ہے
کبھی کہتے ہین کہ وہ خدا سے تعالی کے وجود و الہیۃ و قدم کی معرفت کا نام ہے اور کبھی
کہتے ہین کہ وہ نفس کا قول ہے لیکن متضمن معرفت ہے جسکے بغیر تصدیق صحیح نہین غرض اونکے
کلام مین دو احتمال ہین ایک معرفت کا شرط تصدیق ہونا دوسرا یہہ کہ تصدیق معرفت
اور کلام نفسی کے مجموعہ کا نام ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ معرفت تصدیق سے خارج اور
اوسکے لئے شرط ہے اسلئے کہ لغت مین تصدیق صرف سچائی کو کہتے ہین اگر معرفت بھی اسمین
داخل کردیجائے تو اس لفظ کا منقول شرعی ہونا لازم آئیگا حالانکہ منقول سمجھنے کیلئے کوئی

دلیل چاہیے اور کوئی دلیل اسپر قایم نہین بلکہ قرآن وحدیث مین جہان یہہ لفظ مستعمل ہے معنی لغوی ہی مین مستعمل ہے الحاصل معرفت گو داخل ایمان نہین مگر شرط ایمان ضرور ہی انتہی

یہان یہہ بات بہی معلوم کرنی ضرور ہے کہ معرفت کے مدارج مختلف ہین عموماً اہل اسلام اجمالاً اسقدر جانتے ہین کہ حق تعالیٰ خالق اور متصف بہ صفات کمالیہ ہے پہر جسقدر آثار قدرت وغیرہ صفات کمالیہ مین غور وتامل کیا جائے اسیقدر معرفت کی زیادتی ہوتی ہے اور جسقدر معرفت کی زیادتی ہو محبت زائد ہوتی ہے جو باعث ترقی مدارج قرب ہے۔

امام غزالیؒ نے احیاء مین توضیح کے لئے یہہ مثال لکہی ہے کہ مثلاً امام شافعیؒ کی محبت کل شافعیون کو ہے اور سب اونکو عالم جانتے ہین لیکن فقہاے شافعیہ کو ہر مسئلہ کے دقائق استدلال معلوم کرنے کے بعد جو قدر ومحبت امام کی ہوتی ہے وہ عامی شخص کو نہین ہوسکتی اسی طرح جب کوئی کسی مصنف کی عمدہ تصنیف یا کسی شاعر کا بلیغ قصیدہ دیکہتا ہے تو اوس سے ایک قسم کی محبت ہوتی ہے پہر اور بہی اوسکے عمدہ تصانیف وقصائد دیکہے اور غور وتامل سے اوسکی جلالت وشان معلوم کرے تو اوسکو جو محبت اور قدر اوسکی ہوگی وہ اس شخص کو نہین ہوسکتی جو اوسکو صرف ایک عالم یا شاعر جانتا ہے غرض آدمی جسقدر مصنوعات آلہی مین زیادہ تر غور وفکر کرے اور خدائے تعالیٰ کی جو جو نعمتین اور احسانات تمام عالم پر خصوصاً اپنے پر ہو رہے ہین اونکو سوچے تو محبت زیادہ ہوگی اسی سبب سے صفات آلہی مین غور وفکر کرنیکے فضائل احادیث مین بکثرت وارد ہین منشاء اوسکا یہی معلوم ہوتا ہے کہ جسقدر معرفت زیادہ ہوگی اوسیقدر محبت زیادہ ہوگی چونکہ خدا و رسول کی محبت کا زیادہ ہونا دین مین ایک ضروری امر ہے اور ظاہراً اوسکے حاصل کرنیکا ذریعہ یہی معرفت ہے اسلئے اکابر اہل اسلام ہمیشہ زیادتی معرفت آلہی کے طالب اور اوس مین مستغرق رہا کرتے ہین۔ الحاصل بندہ کو خدا کی معرفت اور امتی کو نبی کی معرفت حاصل کرنیکی ضرورت ہے۔

یہہ امر قابل تسلیم ہے کہ معرفت ذات کو مقاصد دینیہ مین دخل کی یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات مین فکر کرنیکی ممانعت ہے جیسا کہ حدیث شریف سے صراحتاً ثابت ہے اور در اصل ذات آلہیہ کا ادراک ممکن بھی نہین اسلئے کہ خدائے تعالیٰ ور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اون صفات کو

معلوم کرنیکی ضرورت ہے جو دوسرون مین نہ پائی جائین اور ظاہر ہے کہ جو صفات سوائے
خدائے تعالی کے اور کسی مین نہین پائے جاتے وہ ایسے ہی ہونگے جو ان مین غور و تامل
کرنے سے عظمت اور شان کبریائی دل مین متمکن ہوتی جاتی ہے بلکہ ہر صفت مین اتنا غور و
تامل کیا جائے کہ استغراق کی سی حالت پیدا ہو تو وہ صفت سے دل پر کیفیت متغیر
پیدا ہوا کریگا مثلاً صفت قہاری کے مطالعہ کے وقت دل مین خوف و وحشت کی کیفیت
پیدا ہوگی اور صفت جمال و رحمانیت کے مراقبہ سے محبت و عشق علی ہذا القیاس ہر صفت کا
جدا جدا اثر ہوگا ۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مختصہ مین غور و فکر کرنے سے
دل مین مختلف آثار پیدا ہوتے جاینگے اسی وجہ سے صحابہ کے حالات مختلف تھے جنکی طبیعتون
حضرت کی عظمت کا پورا اثر تہا اونہون نے حضرت کے چہرہ مبارک کو آنکھ بھر کے کبھی نہین دیکھا
جیسا کہ شفا مین قاضی عیاضؒ نے لکہا ہے کہ عمرو بن العاصؓ کہتے ہین باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نتھی مگر مجھسے کبھی نہوسکا کہ آنکھ بھر کے حضرت کے چہرہ مبارک کو
دیکھون اور اکثر روایات سے ثابت ہے کہ صحابہ حضرت کے روبرو ایسے سر جھکائے ہوے
بیٹھتے تھے کہ گویا اون کے سرون پر پرندے بیٹھے ہین کہ ادنی حرکت سے اڑ جاتے ہین ۔ اور
ایک صحابی کا حال شفا مین لکہا ہے کہ جب تک وہ حضرت کی مجلس مین حاضر رہتے چہرہ مبارک
ہی کو دیکھتے رہے حضرت نے اوسکی وجہ دریافت کی عرض کی میرے مان باپ آپ پر فدا ہون
دیدار فائض الانوار سے متمتع اور بہرہ یاب رہتا ہون ۔

شفا مین لکہا ہے کہ حضرت جب وضو فرماتے یا تھوکتے یا ناک جہڑکتے تو صحابہ کا اوسپر ہجوم ہوتا
اور ہاتھون ہاتھ آب دہان وغیرہ کو لیکر اپنے منہ اور جسم پر ملتے اور اگر کوئی موے مبارک
ملجاتا تو فوراً اٹھا کر تبرک بناتے مخالفین یہہ دیکھکر یہہ کہتے کہ ہمنے بڑے بڑے سلاطین مثل قیصر
کسریٰ دیکھے ہین مگر کسی بادشاہ کو یہہ بات نصیب نہین جو حضرت کو ہے خصائص کبریٰ مین
ہے کہ ایک بار عبد اللہ بن زبیرؓ حضرت کی خدمت مین ایسے وقت حاضر ہوے کہ حضرت
پچھنے لگوا رہے تھے فارغ ہونیکے بعد آپ نے فرمایا کہ یہہ خون ایسی جگہہ پہینکدو جہان کوئی
نہ دیکھے انہون نے لیجا کر سب خون پی لیا جب واپس آئے تو حضرت کے استفسار پر انہون نے

عرض کی کہ مین نے اسکو ایسی جگہہ ڈالا ہے کہ کوئی نہ دیکہہ سکے فرمایا کہ شاید تم اسکو پی گئے
اور اسی قسم کی روایت بہی ہے کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ظرف
مین پیشاب کیا ام ایمنؓ کہتی ہین کہ مین نے اوسکو پی لیا جب صبح حضرت کو اوسکی خبر دی
تبسم کرکے فرمایا کہ تمہارے پیٹ مین اب کبہی کوئی شکایت نہوگی ان امور پر غور کرنیسے
ایک حیرانی ہوتی ہے کہ نہ انکا منشا محبت معلوم ہوتا ہے نہ عظمت ورنہ متقربین سلاطین
مین اس قسم کے حالات پائے جاتے ۔ بات یہہ ہے کہ کاملون کے حالات ہم ناقصونکی
سمجہہ مین کیونکر آسکین ۔ اگر حق تعالی اپنے فضل وکرم سے ہمین بہی وہ حالات عطا فرمائے
تو ممکن ہے کہ اوسکی حقیقت معلوم کرسکین ورنہ ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔
دراصل یہہ جتنے آثار تہے سب کا منشا وہی معرفت نبوی تہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے خصوصیات کو خوب جانتے تہے کہ آپکا کوئی نظیر عالم مین نہین اور آپکو حق تعالی کیساتہہ
ایک ایسی خصوصیت ہے جو دوسرے کو نہین ہوسکتی وہ سمجہتے تہے کہ جسقدر محبت اور
عظمت کے آثار صادر ہون سب باعث تقرب آلہی ہین بلکہ حضرت کی محبت اور تعظیم کو
خود خدا تعالی کی محبت اور تعظیم سمجہتے تہے ہر چند اسوقت صحابہ کی سی معرفت حاصل ہونا
ممکن نہین اسلئے کہ اونکو مشاہدات سے وہ معرفت حاصل ہوئی تہی جنکا وجود اب
ممکن نہین مگر اتنا مسلمانون کو ضرور ہے کہ ایمانی طریقہ سے حضرت کی معرفت حاصل کرنیمین
کوشش کرین اور کیا تعجب کہ شدہ شدہ اس کی برکت سے اس قسم کا فیضان ہونے لگے
جو صحابہ پر ہوتا تہا ۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ٭ بسا کین دولت از گفتار خیزد

خدا اور رسول کی محبت

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے جو بخاری شریف مین ہے کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم عمرؓ کے ہاتہہ مین ہاتہہ ملائے ہوے تہے عمرؓ نے کمال جوش محبت مین عرض کی
یارسول اللہ قسم خدا کی مین آپ کو سوائے اپنی ذات کے ہر چیز سے زیادہ

دوست رکھتا ہون ارشاد ہوا کہ جب تک میری محبت اپنی ذات سے بہی زیادہ نہو
اوسکو ایمان ہی نہین عمرؓ نے عرض کی کہ قسم ہے خدا کی جس نے آپ پر کتاب نازل کی
مین آپکو اپنی ذات سے بہی زیادہ محبوب رکہتا ہون فرمایا الآن یا عمرؓ یعنے اب
تمہارا ایمان پورا ہوا۔ اگرچہ اس حدیث شریف مین صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت کا ذکر ہے مگر چونکہ حضرت کی محبت کا منشا حق تعالی کی محبت ہے اس لئے
یہی حدیث دونو محبتون کے استدلال مین کافی ہو سکتی ہے۔ ابن تیمیہؒ نے
الصارم المسلول مین بعض حقوق خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرکے لکہا ہے
وفی ہذا وغیرہ بیان لتلازم الحقین وان جہۃ اللہ تعالی ورسولہ جہۃ واحدۃ
غرض اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ اہل اسلام حضرت کی محبت بڑہانے پر مامور ومجبور ہین
کیونکہ عمرؓ نے ابتدا مین جس مقدار محبت کی خبر دی تہی وہ کافی نہین سمجہی گئی اسلئے انہون نے اختیار
اپنے نفس پر جبر کرکے جو کسر باقی تہی نکالدی۔

یہان یہہ امر غور طلب ہے کہ محبت ایک کیفیت قلبی ہے اوس کی زیادتی وکمی اختیار سے
کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ اندرونی کیفیات پر تو آدمی کا تصرف ہی نہین چل سکتا مثلاً بہوکا اگر
چاہے کہ بغیر سبب خارجی کے بہوک جاتی رہے تو ممکن نہین اور صرف زیادتی وکمی کی
خواہش کرنی یا طبیعت پر جبر کرنے سے موجودہ بہوک کے وجدان مین فرق نہ آئیگا جبتک
اوس کے کم یا زیادہ ہونے کے اسباب خارج سے نہ پیدا کئے جائین مثلاً کچہہ کہا لینے سے
کم اور نہ کہانے سے زیادہ ہو جائیگی۔

مواہب لدنیہ مین علامہ قسطلانیؒ نے خطابیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ یہان مقصود حب اختیاری ہے
حب طبعی نہین جو اختیار سے خارج ہے۔ علامہ زرقانیؒ نے اوسکی شرح مین لکہا ہے کہ
حب اختیاری مقتضائے عقل ہوتی ہے گو خلاف طبع ہو جیسے بیمار دوا کو دوست رکہتا ہے
اگرچہ کڑوی اور مخالف طبع ہو۔ اور مواہب مین امام نوویؒ کا قول نقل کیا ہے کہ مقصود
یہان یہہ ہے کہ نفس مطمئنہ کو نفس امارہ پر غالب کر دیا جائے جس سے حضرت کی محبت
تمام اشیا سے بلکہ اپنے نفس سے بہی زیادہ ہو جائیگی اور نفس امارہ کا غلبہ ہو تو یہہ ممکن نہین

اور اسی مین لکہا ہے کہ قاضی عیاضؒ نے ایمان مین محبت شرط ہونیکی یہہ وجہ لکہی ہے کہ محبت لازمہ عظمت ہے یعنے جس کے دل مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ہو گی اوس کو محبت بہی ہو گی اور محبت نہونے سے سمجہا جائیگا کہ اسکے دل مین عظمت نہین اور نبی کی عظمت دل مین نہونا کفر ہے۔ مگر اوسپر یہہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اعتقاد عظمت کو محبت لازم نہین عمرؓ کے دل مین جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت تہی ظاہر ہے باوجود اسکے انہون نے ابتدا مین اپنی ذات کی محبت پر حضرت کی محبت کو فوقیت نہین دی۔

اور لکہا ہے کہ عمرؓ نے پہلے بار حب طبعی کی خبر دی تہی جو اپنے نفس کے ساتہہ تہی اور حضرتؐ کا مقصود یہہ تہا کہ حب اختیاری کی ضرورت ہے چنانچہ انہون نے ایسا ہی کیا کہ دلائل اپنے دل مین قایم کر کے فوراً ترجیح محبت کی خبر دی انتہی۔ اس مین شک نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ایمان سے بڑا ہی تعلق ہے اس لئے کہ بہت سے آیات و احادیث ایسے ہین کہ اون پر کامل ایمان ہو تو محبت کی زیادتی ضرور ہو گی مثلاً آیۂ شریفہ وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن اگر آدمی اسی مین غور کرے اور اسکو یقین ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن رحمت الٰہی ہین تو اوسکو ضرور آپ سے دلی محبت ہو گی کیونکہ یہہ امر آدمی کی فطرت مین داخل ہے کہ جب کسی ذی رتبہ شخص کا حال سنتا ہے کہ وہ رحمدل ہے اور اوس سے لوگونکو فائدہ پہونچتا ہے تو اس سے دلی محبت پیدا ہوتی ہے لکہ جون جون اوسکے رحم اور فائدہ رسانی کے واقعات سنتا ہے محبت مین ترقی ہوتی جاتی ہے اسی کو دیکہہ لیجے کہ حاتم طائی کے واقعات سننے سے وجدانی طور پر دل مین اوس سے محبت محسوس ہوتی ہے بخلاف اوسکے حجاج اور چنگیز خان سے دشمنی کی کیفیت پائی جاتی ہے حالانکہ اس وقت نہ حاتم سے نفع کی توقع ہے نہ اون سے ضرر کا اندیشہ۔ بخلاف اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے تو بے انتہا فوائد ہمین حاصل ہوے اور ہوتے جاتے ہین اور آئندہ کے لئے بے شمار منافع کی امیدین ہین کیونکہ حضرت کا رحمۃ للعالمین اسوقت تک محدود نہ تہا کہ آپ اس عالم مین تشریف رکہتے تہے بلکہ قیامت کے روز اوس رحمت عامہ کا ایسے طور پر ظہور ہو گا کہ تمام عالم اوسکو مشاہدہ کر لیگا۔ اگر عالمین مین کفار بہی داخل ہین

مگر ہمین اس جھگڑے بکھیڑے سے کیا کام کہ اونکو اوس رحمت عامہ سے حصہ ملیگا یا نہ ۔ لگا
دشمنان خدا و رسول جہنم مین جائین ہمین اپنی مشت خاک بخشوانے کی پڑی ہے اگر
ہماری بخشش بالطفیل محبت رحمۃ للعالمین ہو گئی تو ہم جیسا کوئی خوش نصیب نہین حق تعالیٰ
نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ اور فرماتے ہین
یعنی البتہ قریب مین تمہارا رب تمہین اتنا کچھ دیگا کہ تم راضی ہو جاؤ گے جس شخص کو قیامت
کے روز اور اوس مین جو جو وقائع پیش آنے والے ہین اونپر پورا ایمان ہو تو صرف اسی ایک
آیت اور حدیث پر ایمان لا کر دیکھہ لے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی جان سے زیادہ
ہوتی ہے یا نہین مگر اسکا خیال رہے کہ ایمان وہ ہونا چاہئے جسکا حال اوپر معلوم ہوا اگر اون
مضامین کا ذہول ہو گیا ہو تو پہر ایک نظر اوسپر ڈال لیجائے تا کہ حقیقت ایمان پیش نظر اور
متحقق ہو جاوے صحیح صحیح حدیثون سے ثابت ہے کہ قیامت کے روز شان قہاری اور
غضب الٰہی کا ظہور ایک ایسی غیر معمولی طور پر ہوگا کہ اوسکے پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ بعد ہوگا ۔
دیکھئے پہلے تو خدا کا غضب الامان اوسپر غضب بھی کیسا کہ ازل سے اوس وقت تک ویسا
ہوا ہی نہین ۔ نہ نوح علیہ السلام کے طوفان کے وقت نہ اور کبھی اور نہ اسکے بعد کبھی ہوگا حالانکہ
ابد الآباد غضب الٰہی مین رہینگے مگر اوس غضب کے مقابلہ مین جو اوس روز ہوگا یہہ غضب بھی
کم ہوگا اوس غضب کا تہوڑا سا حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ انبیا علیہم السّلام جن کے
مقربین بارگاہ الٰہی ہونے مین ذرا بھی شک نہین اوس روز نفسی نفسی کہین گے اور طرفہ یہہ ہے کہ
خلیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام بہی باوجود خلت کے نفسی نفسی فرماوین گے اب نفسی نفسی کا مطلب
کہلے لفظون مین سن لیجئے کہ جب جن وانس انبیاء علیہم السلام سے طالب شفاعت ہونگے
تو وہ سب بالاتفاق یہہ کہین گے کہ اسوقت غضب الٰہی کو وہ جوش ہے کہ شفاعت تو بڑی
چیز ہے ہمین اسوقت اپنی پڑی ہے کہ نہین معلوم کہ جو لغزشین بمقتضائے بشریت ہم سے
سرزد ہوئی ہین اونکا آج کیا حشر ہوگا ۔ اسوقت تمام عالم مین ایک سناٹا ہوگا نہ فرشتونکی
مجال کہ کچھ عرض و معروض کر سکین نہ انبیا مین یہہ جرات کہ دم مار سکین پہر وہ دن بہی
کتنا بڑا پچاس ہزار سال کا جسکی خبر خدائے تعالیٰ دیتا ہے تعرج الملٰئکۃ والروح

[illegible] سبحان اللہ [illegible] جس دن اس روز نامۂ اعمال [illegible] ہر ایک کام پیش ہوگا اور ہر کام پیش رہا اور جان گداز ہوگا حقوق اللہ کی باز پرس اس طرح [illegible] کا وقت پیش ہے ور بات کی [illegible] ہوا ہی ہے کہ خلاف حکم خدا و رسول فلان کام کیون کیا اور فلان کام کیون نہ کیا اور فلان جگہہ کیون بیٹھا اور فلان شخص سے بات کیون کی وغیرہ وغیرہ اگر بچاؤ کی غرض سے کسی بات کا انکار کیا تو ہاتھہ پاون وغیرہ اعضا گواہی دے رہے ہین کہ یہہ شخص جھوٹا ہے خود ہم سے اوس نے یہہ کام لیا تھا کما قال اللہ تعالی وتشہد علیہم السنتہم و ایدیہم وارجلہم بما کانوا یعملون وقال تعالی حتی اذا ما جاؤہا شہد علیہم سمعہم وابصارہم وجلودہم بما کانوا یعملون یعنے گواہی دینگے اونپر اونکی زبانین ہاتھہ پاون کان آنکھین اور اونکے چمڑے جو کچھہ وہ کرتے تھے۔ اور حقوق الناس کی یہہ کیفیت کہ ہر شخص اپنی نجات کی فکر مین لگا ہوا اس دھن مین ہے کہ کسی طرح گناہون کا بار سر سے ٹل کے اعمال حسنہ کا نصاب پورا ہو جاے اس غرض سے اونی اپنی حقوق کے مطالبہ کے لئے دوست قرابتدار مان باپ جورو بچے دوڑے چلے آرہے ہین کہ ہمارے یہہ یہہ حقوق اسکے ذمہ ہین دلادئے جائین اور اگر اوسکے پاس حسنات کا اسقدر سرمایہ نہین تو ہمارے گناہ ہی اوسکے سر لگا دئے جائین اور وہ بیچارہ اون سے بھاگ رہا ہے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ یہہ لوگ وہ ہین کہ عمر بھر اونکے ساتھہ احسان کرتے رہے اور اونکے رنج و راحت مین شریک رہے اب یہی لوگ دوزخ مین پہونچانیکی فکرین لگے ہین اسی پر اون پچاسون واقعون کا قیاس کیجئے جو اوس روز وقوع مین آنے والے ہین خلاصہ یہہ کہ ہر ایک واقعہ جانکاہ و جانگداز ہوگا ادہر یہہ پریشانی ادہر جہنم پیش نظر ہے اور ہل من مزید کے نعرے پر نعرہ لگا رہا ہے اب غور کیجئے کہ ایسی حالت مین کیا جان کوئی عزیز چیز بھی جا سکتی ہے ہرگز نہین ایسی زندگی سے تو مرجانا ہزار درجہ راحت ہی ہوگا اسی وجہ سے کفار آرزو کرینگے کہ کاش ہم مٹی ہوے ہوتے کما قال تعالی ویقول الکافر یا لیتنی کنت ترابا اب تمام واقعونکو پیش نظر رکھکر

غور کیجئے کہ ایسی حالت مین جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مانگنے ... مین بخشش چاہتے
است مین حضور صلعم اون لوگون کی شفاعت فرما دین گے جنکو آپکے ساتھ محبت ہے اور باجازت
کبریائی اون تمام آفتون سے نجات دلا کے جنت مین داخل فرما دین گے تو اب بتائیے کہ وہ
جان جو معرض تلف مین ہے جسکا نکلنا ناگزیر سمجھا جائیگا وہ زیادہ محبوب ہونی چاہیے یا وہ حضرت
جو اس جان کو ابدالآباد تک بے انتہا مصائب سے بچا کر ابدالآباد تک لذات مین پہونچانے والے
ہین مگر یاد رہے کہ جان سے زیادہ محبت اوسی وقت ہوگی کہ ایمان امور مذکورہ بالا سے کماحقہ
پر ہو مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث شریف سے یہہ تہا کہ کمال ایمان کی شناخت
بتلا دین کہ اگر جان سے زیادہ محبت ہو تو سمجھ جائین کہ ایمان کامل ہے ورنہ اوسکی تکمیل کی فکر
کرین اسپر بہی اگر کوئی حضرت سے محبت نہ رکہے تو حضرت کا اس سے کوئی نقصان نہین اوس نے
اپنا ہی نقصان کیا۔ اور دوسری وجہ ضرورت محبت کی یہہ ہے کہ آدمی کی فطرت مین داخل ہے
کہ جس سے زیادہ محبت رکہتا ہے اوسکی بات مانتا ہے اور جس کام کے کرنے یا نکرنے کو
وہ کہتا ہے اوسکی اطاعت کرتا ہے چنانچہ بزرگون نے لکہا ہے ان المحب لمن یحب مطیع
اسی وجہ سے ہر شخص کو اپنے سچے دوستون پر وثوق اور اس بات کا افتخار رہتا ہے کہ ہم اپنے
دوستون سے جو کچہہ کہین گے کیساہی دشوار کام ہو اوسکو وہ انجام دین گے اور وجدانی طور پر
دوست کی محبت کا اندازہ کرسکتا ہے کہ اپنے احباب مین کون سچے دلی قابل وثوق دوست
ہین اور کون ریائی اور غرضی۔ غرض کہ جس کے ساتہہ کامل محبت ہوتی ہے اوسکی مخالفت
کسی امر مین ہو ہی نہین سکتی کیونکہ مخالفت دشمنی کا لازمہ ہے۔ انتہائی درجہ کی محبت کسی سے ہو تو
اوسکے کہے پر جان بہی دینا آسان ہوجاتا ہے۔ یہہ تو اکثر دیکہا گیا ہے کہ جسکو اپنی بی بی کیساتہ
زیادہ محبت ہوتی ہے تو اوسکے حکم کے مقابل مین اپنے ماں باپ کے حکم کی کچہہ پروا نہین کرتا
بلکہ اونکا دشمن ہوجاتا ہے حالانکہ اونکے حقوق اور احسانات ایسے نہین کہ اونکا انکار کرسکے
مگر اوس محبوبہ کی محبت کا یہہ اثر ہے کہ وہ حقوق اوسکے حق مین کان لم یکن ہین ہر چند تقاضا ئے
فطرت انسانی یہہ تہا کہ والدین سے دشمنی یا مخالفت نہو سکتی مگر محبوبہ کی محبت نے اوسکو آسان
کردیا۔ اب غور کیجئے کہ مومن کو کسی کے ساتہہ اگر اتنی محبت ہو کہ اوسکے حکم کے مقابلہ مین اپنے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نہ مانے تو کیونکر کہا جائے کہ اوسکا ایمان کامل ہے اسی طرح اگر
نفس کوئی حکم کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اوسکے خلاف مین ہو تو مومن کا فرض منصبی کیا
ہونا چاہئے آیا نفس کا حکم مانے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہہ تو کوئی مسلمان نہین کہہ سکتا کہ نبی
کا حکم نہ مانیگا مگر جب اپنے نفس کی محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے زیادہ ہوگی تو اکثر
نفس ہی کی بات چل جائیگی جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اکثر ہوا کریگی اس لئے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مومن کو ضرور ہے کہ اپنے مان باپ اولاد اور تمام لوگون
سے بلکہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبت میرے ساتھہ رکھے تاکہ حضرت کے حکم کے مقابلہ مین
کسی کا حکم نہ چلے کیونکہ یہہ لوگ جس کام کا حکم کرین گے اوسمین اونکو اپنا نفع ذاتی پیش نظر ہوگا
اسی طرح نفس بھی اونہین کامونکی خواہش کریگا جن مین صرف دنیوی تلذذات ہون بخلاف
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کو امر و نہی سے کوئی اپنا ذاتی نفع متصور نہین بلکہ جن کامونکے
کرنیکا آپنے حکم فرمایا ہے اون سے صرف ہماری بڑی بڑی منفعتین دونون جہان کی متعلق اور
وابستہ ہین اور جن کامون سے منع فرمایا دونون جہان مین وہ ہمارے مضر اور مہلک ہین
اس امر و نہی سے حضرت کی غرض یہی ہے کہ ہمین اونکے بجالانے سے ابدالآباد کی سعادت
اور راحت نصیب ہو اور دارین مین کامیاب رہین حق تعالی فرماتا ہے لقد جاءکم
رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رءوف رحیم یعنے
آئے ہین تم مین رسول تم مین کے شاق اور بہاری ہے اونپر کہ تم ایذا مین پڑو تمہاری بھلائی پر
وہ حریص ہین ایمان والونپر شفقت اور مہربانی رکھتے ہین انتہی۔ حاصل یہہ کہ جب کوئی ایسا کام
پیش ہو کہ اوس مین اپنے نفس یا اور کسی محبوب کی خواہش ہو اور اوس کام مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی خواہش اوسکے خلاف مین ہو تو مومن کو چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کو پوری کرے
اور اونکی خواہش پر خاک ڈالے جو خود غرضی سے اپنے دوست کو تباہ کرنا چاہتے ہین۔ اور
یہہ یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اطاعت اسوقت تک ممکن نہین کہ اون سبسے زیادہ
محبت آپکے ساتھہ ہو اور جب تک امور مذکورہ پر کامل ایمان نہوگا اس قسم کی محبت حضرت سے
ہو نہین سکتی اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کی محبت کے ساتھہ ایمان کو ایک تعلق خاص ہے

غرض کہ حضرت نے جو خواہش فرمائی کہ تمام عالم سے زیادہ محبت آپکے ساتھہ ہو وہ ہمین بھی صرف ہماری ہی بھلائی پیش نظر ہے اب ہمین ضرور ہے کہ اگر اس قسم کی محبت اپنے مین پاوین تو شکر الٰہی بجا لائین ورنہ دعا کرین کہ الٰہی ہمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی محبت عطا فرما کہ آپکی اطاعت ہم پر آسان ہو جائے اور اوسکے مقابلہ مین ہم سے نہ اپنے نفس کی اطاعت ہو سکے نہ کسی غیر کی

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حال سنئے حق تعالی فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنے کہدو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو جس سے تم اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے - سبحان اللہ حضرت کی اطاعت کیسی باوقعت چیز ہے کہ محبوب الٰہی بنا دیتی ہے - دیکھئے یہان بھی وہی بات ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ جسکے ساتھہ آدمی محبت رکھتا ہے اوسکی اطاعت کرتا ہے اسی وجہ سے حق تعالی ان لوگون کو جو دعوے محبت رکھتے تھے گویا یہہ فرمایا کہ اگر تمہین ہماری محبت ہے تو ضرور ہے کہ اوسکے آثار نمایان ہونگے یعنے ہماری اطاعت کرو گے اور ہماری اطاعت یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنے جسنے رسول کی اطاعت کی اوس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی -

یہان ایک اور بات معلوم ہوئی کہ حق تعالی کو منظور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھہ بھی مسلمانونکو کامل محبت ہو کیونکہ ابہی معلوم ہوا کہ پوری اطاعت اوسوقت تک نہین ہو سکتی کہ کامل طور پر محبت نہو اور حق تعالی نے اپنی پوری اطاعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مین منحصر فرما دیا اس سے ظاہر ہے کہ حق تعالی نے ان آیات مین اون لوگونکو جو محبت الٰہی کا دعوی کرتے ہین اشارۃً یہہ حکم فرمایا کہ جسطرح ہمارے ساتھہ محبت رکھتے ہو ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ بھی پوری محبت رکھو جسکے آثار نمایان ہون یعنے اونکی پوری اطاعت کرو اور اگر اطاعت نکی تو ہماری محبت کے دعوے مین جھوٹے سمجھے جاؤ گے -

غرض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دین مین ضروری سمجھی گئی ہے اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپسے کمال درجہ کی محبت تھی جیسا کہ شفا مین قاضی عیاض رح نے لکھا ہے - کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ صحابہ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ کیسی تھی

فرمایا ٹھنڈے پانی کے ساتھہ جو کمال تشنگی کے وقت محبت ہوتی ہے۔ اس سے بھی زیادہ
تر تھی اس مین لکھا ہے کہ ایکبار عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا پاون سن ہوگیا۔ کسی نے
کہا جسکے ساتھہ آپ کو زیادہ محبت ہو اوسکو یاد کیجئے اچھا ہو جائیگا۔ یہہ سنتے ہی یا محمد کہکر چیخ ماری
مواہب لدنیہ مین روایت ہے کہ ایک روز ایک انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
آکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم آپکی محبت میرے دل مین اپنے جان و مال
اہل و اولاد سے زیادہ ہے اگر مین حاضر خدمت ہو کر دیدار سے مشرف نہ ہون تو یقین ہے کہ
مرجاؤن گا۔ یہہ کہکر وہ رونے لگے حضرت نے رونے کی وجہ دریافت کی عرض کیا مجھے
خیال آیا جب آپ انتقال فرمائینگے اور مین بھی مرجاؤنگا تو آپ تو انبیا علیہم السلام کیساتھہ
مقامات عالیہ مین تشریف فرما ہونگے اور ہم اگر جنت مین گئے بھی تو نیچے کے درجہ مین
رہینگے پھر آپکا دیدار کیونکر نصیب ہوگا یہہ سنکر حضرت خاموش ہوگئے اوسیوقت یہہ آیہ شریفہ
نازل ہوئی ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من
النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ یعنے
جو لوگ خدا و رسول کی اطاعت کرتے ہین وہ انبیا وصدیقین اور شہدا اور صالحین کیساتھہ
ہونگے اور اسمین یہہ روایت بھی ہے کہ جنگ احد کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
شہادت کی خبر مدینہ طیبہ مین مشہور ہوگئی یہہ سنتے ہی گوشہ نشین عورتین گھرون سے نکل پڑین
چنانچہ قبیلہ انصار کی ایک بی بی نے دیکھا کہ اپنے بھائی اور باپ اور شوہر کی لاشین پڑی ہوئی
ہین مگر اوس خبر وحشت اثر کی وجہ سے اونہون نے اونکی کچھہ پروا نکی اور ایک ایک سے
پوچھتی تھین کہ حضرت کہان ہین جب اونہون نے حضرت کو دیکھا تو بے اختیار دامن مبارک
کو تھام کر کہنے لگین یا رسول اللہ جب آپ سلامت ہین تو مجھے اب کسی کے مرنیکی کچھہ پروا
نہین۔ اور اوسمین یہہ روایت ہے کہ ایک بی بی حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مجھے دکھلائے جب آپنے دکھلایا تو دیکھتے ہی اونکا حال یہہ ہوا
کہ روتے روتے بیہوش ہوگئین اور انتقال ہوگیا۔
مواہب لدنیہ مین ایوب سختیانی کا حال لکھا ہے کہ جب مجلس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا

تو وہ اتنا روتے کہ بیخود ہوجاتے۔ علامہ زرقانی رح نے اوسکی شرح مین لکھا ہے کہ امام مالک رح اپنے شاگردون سے فرماتے تھے کہ جن محدثین سے مین روایت کرتا ہون اون سب مین ایوب افضل تھے مین نے اونکے ساتھہ دو حج کیے۔ پہلے صرف اونکو دیکھا کرتا کوئی روایت نہ لیتا اونکی حالت یہہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو اسقدر روتے کہ مجھے اونپر رحم آتا تھا۔ جب اونکی یہہ حالت دیکھی اور اسقدر عظمت اونکے دل مین پائی اون سے روایتین لینا شروع کیا۔

مصعب ابن عبداللہ کہتے ہین کہ امام مالک جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے چہرہ کا رنگ متغیر ہوجاتا جس سے حضار مجلس کے دلونپر اثر پڑتا تھا کسی نے اون سے یہہ حالت بیان کی فرمایا جو مین نے دیکھا ہے اگر تم دیکھتے تو اوسکا انکار نکرتے۔ مین نے محمد بن منکدر کو دیکھا ہے جب اون سے کوئی حدیث پوچھی جاتی تو اتنا روتے کہ پوچھنے والے کو رحم آجاتا۔

مواہب مین لکھا ہے کہ امام جعفر صادق رض باوجودیکہ نہایت خوش طبع تھے اور بہت ہنستے تہے مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک آجاتا تو چہرے کا رنگ زرد ہوجاتا۔ عبدالرحمن بن قاسم جو محمد بن ابی بکر رض کے پوتے ہین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنتے تو اونکا رنگ ایسا ہوجاتا کہ گویا جسم سے خون نکل گیا۔ اور زبان خشک ہوجاتی تہی انتہیٰ۔

ان روایات کے سوا اور بہت سی روایتین کتب سیر وغیرہ مین مروی ہین جنکا ماحصل یہ ہے کہ اکابر دین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتہہ جو محبت تہی خارج از بیان ہے یہی وجہ تھی کہ اتباع اور اطاعت اعلی درجہ کی اون حضرات پر آسان ہوگئی تھی۔ اسی اتباع کی بدولت وہ حضرات اللہ تعالی کے محبوب ہوگئے۔ حدیث شریف مین وارد ہے ادبوا اولادکم علی خصال ثلاث علی حب نبیکم وحب اہل بیتہ وعلی قراءۃ القرآن الحدیث رواہ الدیلمی فی الفردوس عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنے اپنی اولاد کو تین چیزون کی تعلیم کرو اپنے نبی اور اونکے اہل بیت کی محبت اور قرآن کا پڑہنا۔ ظاہراً محبت کی تعلیم کی یہی صورت معلوم ہوتی ہے کہ حضرت کے پورے پورے فضائل وکمالات ذاتی اور ہماری احتیاج آپکے ساتہہ اور آپکا ہر مصیبت مین ہماری دستگیری فرمانا

وغیرہ امور لڑکون کو تعلیم کئے جائین جس سے اون کی نشو ونما حضرت کی محبت کیساتھہ ہو اور
قاعدہ ہے کہ اوسیوقت کی تعلیم کا اثر طبیعت مین راسخ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آدمی
اپنے ماں باپ کی روش و آئین کو اختیار کرتا ہے۔ ابن تیمیہ نے الصارم المسلول مین لکہا ہے
الایمان وان کان اصله تصدیق القلب فذلک التصدیق لابد ان یوجب حالاً
فی القلب وعملاً له وهو تعظیم الرسول واجلاله ومحبته وذلک امر لازم
کالتالم والتنعم عند الاحساس بالمولم الملغم یعنے اگرچہ ایمان کا اصل تصدیق قلبی
مگر اوس کے ساتھہ یہہ بہی ضرور ہے کہ دل مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور اجلال اور محبت
پیدا ہو اور یہہ امر لازمی ہے جسطرح کوئی دکہہ دینے والی چیز کے احساس سے درد اور
لذت دار چیز کے احساس سے لذت پیدا ہوتی ہے۔

وقال ایضاً فیه ان الله سبحانه اوجب لنبینا صلی الله علیه وسلم علی القلب
واللسان والجوارح حقوقاً زائدة علی مجرد التصدیق بنبوته کما اوجب سبحانه
علی خلقه من العبادات علی القلب واللسان والجوارح امورا زائدة علی
مجرد التصدیق به سبحانه وحرم سبحانه لحرمة رسوله مایباح ان یفعل مع
غیره امورا زائدة علی مجرد التکذیب بنبوته ومن حقه ان یکون احب
الی المؤمن من نفسه وولده وجمیع الخلق کما دل علی ذلک قوله سبحانه قل
ان کان آباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال
اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها ومساکن ترضونها احب الیکم من الله
ورسوله۔ یعنے ابن تیمیہ نے صارم مسلول مین یہہ لکہا ہے کہ جس طرح خدائے تعالی نے
علاوہ مجرد تصدیق کے اپنی عبادت لوگون کے دلون اور زبانون اور جوارح پر مقرر کی ہے
اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق لوگون کے دلون اور زبانون اور جوارح پر مقرر کئے ہین
جو علاوہ تصدیق نبوت کے ہین اور کئی امور ایسے جو دوسرون کے ساتھہ جائز ہین نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کیوجہ سے وہ حرام کر دئے گئے جسطرح تکذیب آپکی حرام ہے
منجملہ اون حقوق کے ایک حق آپکا یہہ ہے کہ آپکی محبت اپنی جان اور اولاد اور جمیع خلق سے

زیادہ ہونی چاہئیے جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے ۔
ابن تیمیہؒ نے الصارم المسلول میں لکھا ہے ان اللہ فرض علینا تعزیر رسولہ و توقیرہ و تعزیرہ نصرہ و منعہ و توقیرہ اجلالہ و تعظیمہ یعنے حق تعالیٰ نے ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر فرض کی ہے اور نیز ابن تیمیہؒ نے وہین لکھا ہے فقیام المدحۃ والثناء علیہ والتعظیم والتوقیر لہ قیام الدین کلہ و سقوط ذلک سقوط الدین کلہ یعنے مدح و ثناء تعظیم و توقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کرنا دین کو قایم کرنا ہے اور اس کو ساقط کر دینا دین کو ساقط کر دینا ہے ۔
الحاصل جسطرح محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واجب ہے اسیطرح حضرت کی تعظیم توقیر و مدح و ثنا بھی واجب بلکہ فرض ہے ۔

اسلام

بحث اسلام کے معنے مین ۔
اسلام بمعنی انقیاد و گردن نہادن ہے ۔ کما فی لسان العرب الاسلام والاستسلام الانقیاد اور نیز بمعنے تفویض ہے جیسا کہ منتہی الارب مین ہے اسلم امرہ الی اللہ ای سلمہ و قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اسلمت نفسی الیک ای فوضتہا ۔
تمہید ابو شکور مین لکھا ہے کہ بعض فقہا ایمان و اسلام مین فرق کرتے ہین ۔ اور شیعہ کا قول بھی یہی ہے وہ کہتے ہین کہ جو شرایع کو ادا کرے اور علوم تاویل و تنزیل کو نجانے وہ مسلم ہے ۔ اور مومن وہ ہے جو حقایق و تاویل کو جانتا ہو ۔
معتزلہ کے نزدیک ایمان باطن مین ہے اور اسلام ظاہر مین ۔ گناہ کبیرہ سے آدمی ایمان سے نکل جاتا ہے اور اسلام سے نہین نکلتا اسلئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا و لکن قولوا اسلمنا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایمان اور اسلام مین فرق کیا ہے چنانچہ ایمان کے باب مین فرماتے ہین ان تومن باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسولہ الخ ۔ اور اسلام کے باب مین اقامۃ الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ ۔ لیکن عام علمائے اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ایمان ۔ اسلام ۔ معرفت اور توحید مین اگرچہ باعتبار لغت کے

فرق ہے لیکن حقیقۃً کچھہ فرق نہین اسلئے کہ جس مین یہہ چارون صفتین ہون وہ مسلمان ہے - اور
جسمین ایک صفت بھی نہو وہ کافر ہے انتہی -

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر مین لکھا ہے - الاسلام ھو التسلیم ای باطنًا والانقیاد لاوامر اللہ تعالیٰ ای ظاہرا - ففی طریق اللغۃ فرق بین الایمان والاسلام ولکن لا یکون ایمان بلا اسلام ولا اسلام بلا ایمان فھما کالظھر مع البطن والدین اسم واقع علی الایمان والاسلام والشرائع کلھا - یعنے اسلام تسلیم باطنی اور انقیاد ظاہری کا نام ہے اگرچہ باعتبار لغت کے ان دونون مین فرق ہے - لیکن نہ ایمان بغیر اسلام کے ہوسکتا ہے نہ اسلام بغیر ایمان کے وہ دونون ایسے ہین جیسے ظاہر باطن کے ساتھہ اور دین کا اطلاق ایمان اور اسلام اور کل شرائع پر ہوتا ہے -

شرح مقاصد مین لکھا ہے کہ اسلام دین کے معنے مین شہور ہوگیا ہے اور لفظ ایمان مسلمان کے فعل قلبی کے نام سے اسی وجہ سے ایمان کے متعلقات بیان کرنے کی ضرورت ہے -
مثلاً خدا ے تعالیٰ اور انبیاء و کتب وغیرہ پر ایمان لانا کما قال لاشتھار لفظ الاسلام فی طریقہ النبی واعتبار الاضافۃ الیہ حتی صار بمنزلۃ اسم لدین محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلفظ الایمان فی فعل المؤمن من حیث الاضافۃ الیہ ولم یصر بمنزلۃ الاسم للدین ولھذا کثیرا ما یفتقر فی الایمان الی ذکر المتعلق مثل امنوا باللہ و رسولہ وغیر ذلک بخلاف الاسلام بحث تصدیق و معرفت سے یہہ بات معلوم ہوگئی کہ کفار کو معجزات وغیرہ دلائل سے یقین واذعان اس امر کا ہوجاتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہین - اور قرآن شریف کلام الٰہی ہے - مگر استکبار وغیرہ اسباب سے بعض اپنے کفر ہی پر مصر رہتے اور بعض اوس اذعان کی بناء پر تصدیق کرکے مشرف باسلام ہوجاتے ہرچند اذعان اور یقین دونون ایک ہی قسم کے ہون مگر اہل اسلام تمام موانع کو دفع کرکے زبان اور دل سے اقرار اور تصدیق کرتے ہین اور انقیاد و فرمان برداری قبول کرکے اپنی ذات کو خدا اور رسول کے تفویض کر دیتے ہین کہ جسطرح چاہین اوس مین تصرف کرین اس لئے کہ جن اعضاء و قویٰ کے حرکات و سکنات مین انسان کے اختیار کو دخل ہے - اونمین شارع کا

تصرف بھی نافذ ہے کہ بعض حرکات وسکنات سے وہ روکدئے جائین اور بعض عمل مین لائین نامعلوم ہو جاتا ہے کہ تصرف شرعی کو پوری طور پر قبول کرتے ہین یا نہین مثلاً ہاتھ پاؤن سے جو کام متعلق ہین اون مین یہہ حکم ہے کہ برے کام کی طرف ہاتھ نہ بڑہائین اور چل کر نہ جائین زبانکو بدگوئی وغیرہ سے محفوظ رکہین ۔ علیٰ ہذالقیاس سماعت بصارت تیکلم ۔ فرج ۔ وغیرہ اعضا کو چند قسم کے افعال وحرکات سے روکنے اور چند افعال کرنیکا حکم ہے ۔ اسی طرح قوای باطنی مثل خیال وغیرہ کو برے کامون سے متعلق نکرنے اور اچھے کامون سے متعلق کرنیکا حکم ہے جنکی تفصیل علم فقہ واخلاق مین مذکور ہے ۔

غرض حق تعالیٰ نے انسان کو جن اعضا وقوی پر تصرف دیا اونہین آزمایش کے لئے اپنا بھی تصرف شرعی لگا رکہا ہے ۔ اگر اس تصرف کو قبول نکرین تو نافرمانی کا الزام عائد ہوگا ۔ جس سے اپنا سراپا اور ظاہر و باطن کو اپنے خالق کے تفویض کر دینا صادق نہ آئیگا حالانکہ اوسکی ضرورت ہے حق تعالیٰ سبحانہ فرماتا ہے ۔ ان اللّٰہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ ۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے خرید کر لیا ہے مسلمانونکی جان ومال کو بدلہ مین اسکہ کہ اونکے لئے جنت ہے ۔ جب مسلمان جان ومال سے بک گئے تو اونکے تسلیم کردینے مین کیا تامل ۔ الحاصل مقتضائے ایمان یہی ہے کہ آدمی اپنی جان ومال خدا ورسول کو تسلیم وتفویض کر دے جس سے اسلام کے پورے معنے صادق آجائین ۔ یہی وجہ تہی کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی ہی خلاف قیاس بات سنتے فوراً اوسکو تسلیم کر لیتے تھے ۔ اور کیونکر نہ کرتے اونکی عقلون نے تو ہر روز معجزات دیکھہ دیکھہ کر یقین کر لیا تہا کہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہماری عقول کی پابند نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک سے آسمانون پر تشریف لیجانا عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا موسیٰ علیہ السلام کا دریا کو عصا مار کر جدا کر دینا ابراہیم علیہ السلام کے روبرو پرندونکا زندہ ہونا جنات وملائکہ کو چھپنے اور ظاہر ہونیکی قدرت عطا ہونا اس جسم سے حشر کے روز اوٹھنا وغیرہ امور جو قرآن شریف مین مذکور ہین اور وہ امور جنکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے گو معمولی عقل نہ مانے ۔ مگر خدائے تعالیٰ کی قدرت مین کوئی بڑی بات نہین ۔ الغرض جسکو اسلام کا دعویٰ ہے تو ضرور ہے کہ ظاہر وباطن کے ساتھہ

عقل کو بھی تسلیم خدا و رسول کر دے ورنہ اسلام کے ساتھہ ایمان کو بھی خیرباد کہہ دینا پڑیگا کیونکہ تقریر بالا سے ظاہر ہے کہ یہہ اسلام گویا عین ایمان ہے۔ اور نیز اس آیۂ شریفہ سے بھی یہی بات ثابت ہے کما قال اللہ تعالی فی قصۃ ابرٰہیم علیہ السّلام یابُنیّ انیّ اری فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا تری قال یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین فلما اسلما وتلہ للجبین وناديناہ ان یا ابرٰھیم قد صدقت الرؤیا یعنے ابراہیم علیہ السّلام نے کہا اے میرے پیارے فرزند مین نے خواب مین دیکھا کہ تمہین ذبح کر رہا ہون تو تم غور کرو کہ کیا مناسب سمجھتے ہو۔ کہا اے پدر بزرگوار جو آپ کو حکم ہوا ہے اسکی تعمیل کیجئے مجھے بھی آپ انشاء اللہ تعالی صابرین مین پاوٴگے۔ پھر جب دونون نے حکم مانا اور پچھاڑا ابراہیم علیہ السّلام نے اونکو ماتھے کے بل اور ہمنے اونکو پکار کر کہا اے ابراہیم تم نے سچ کردکھایا اپنا خواب۔ انتہی۔ دیکھئے فلما اسلما باواز بلند کہہ رہا ہے کہ اسلام اسے کہتے ہین کہ ادہر پدر مشفق اپنے جگر گوشہ کو ذبح کرنے پر مستعد خنجر بکف ہین اور ادہر ہونہار نوجوان فرزند اپنے ناز گلے کو خنجر بران کے تلے رکھکر کہہ رہے ہین کہ اے حضرت امتثال امر مین دیر نکیجئے۔ اور یہہ خیال تک نہین کہ آخر جرم ہی کیا ہے جس کی سزا دیجا رہی ہے نہ طبیعت مین یہہ الجہان کہ خواب کی باتون کا تشدد کیا کسی کی معمولی عقل یہہ ہرگز قبول نہین کر سکتی کہ بے گناہ نوجوان لڑکا یون ذبح کیا جائے مگر سبحان اللہ کیا اسلام تھا کہ صاحبزادے نے باوجود استمزاج و مشورہ لینے کے یہہ بھی نہ کہا کہ حضرت خواب کے لئے تعبیر بھی ہوا کرتی ہے جیسے دودھ کی تعبیر علم ہے آخر آپ نے یہی دیکھا کہ ذبح فرما رہے ہین یہہ ایک واقعہ ہے حکم آلہی نہین جس کی تعمیل ضروری ہو۔ بات یہی کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام نے قرینۂ گفتگو سے معلوم کرلیا تہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اس خواب کی بناپر ذبح کرنا منظور ہے اسلئے نبی کے خلاف مرضی چون وچرا کرنیکی مجال نہ پاکر اپنے ظاہر و باطن اور عقل کو تسلیم کر دیا۔

اب دیکھئے کہ اسلام کیسی چیز ہے کہ جسکے مقابلہ مین جان بھی کوئی چیز نہین سمجھی جاتی تھی چنانچہ صحابہ کی بھی حالت تھی کہ کیسی کیسی سختیان اون پر محض لفظ اسلام ڈالتے تھے۔

عرب کی وہ سخت دہوپ جس مین زمین پر پاؤن رکہنا مشکل ہے - ایسی دہوپ مین گرم پتہر پر برہنہ لٹاکر چہاتی پر پتہر رکہتے اور اقسام کے عذاب دیکر مجبور کرتے تہے کہ اسلام چہوڑ دین مگر اون شیفتگان اسلام پر اوسکا ذرا بہی اثر نہین ہوتا تہا - بخلاف اس کے اس زمانہ مین بعض لوگون کی یہہ حالت ہے کہ جان ومال کا خطر تو در کنار صرف اس احتمال پر کہ مخالفین اسلام کی موافقت مین اپنی دنیوی ترقی ہوگی اور بشا بد مخالفت ملت مانع ترقی ہو مخالفین کی ہان مین ہان ملادی تاکہ مذہبی تعصب کا الزام جاتا رہے اور کروڑہا مسلمان قرناً بعد قرن جن اعتقادات پر چلے آرہے ہین اونپہ عملدرآمد لاکہون کتابون سے ثابت ہوتا ہے اوسکا کچہہ اعتبار نہین کیا اور تدبیر یہ نکالی کہ فقہ وغیرہ خدا و رسول کا کلام نہونیکی وجہ سے قابل التفات نہین - رہی حدیث سو وہ متواتر نہونیکی وجہ سے بیکار رہے البتہ قرآن شریف متواتر ہے مگر اوسکی تفسیر جو مفسرین ومحدثین وسلف نے کی ہے وہ سب غلط ڈہکوسلے ہین قابل اعتبار وہ تفسیر ہے جو ہم کرتے ہین - اب تفسیر کی حالت سنئے - پہلے چند قواعد اپنے مطلب کے تراشے منجملہ اون کے ایک یہہ ہے کہ جو مضمون قرآن کا خلاف عقل ونیچر ہو اوس مین تاویل کی ضرورت ہے پہر جو چاہا معنے لکہدیا اور وہ قرآن ہی نہ رکہا جسپر تیرہ سو برس سے مسلمانون کا عملدرآمد تہا اگر سچ پوچہئے تو قطع نظر اعتقادی بات کے اس نئے قرآن پر ایمان لانیکی خود ضرورت نہ رہی اسلئے کہ ایمان کی ضرورت تو جب ہو کہ کوئی بات اوسمین خلاف عقل ہو جو قائل کے اعتماد پر مان لیجائے - جب سرے سے کوئی بات بہی ایسی نہین تو اب ایمان کی ضرورت ہی کیا - یہہ تفسیر بلا مبالغہ ایسی ہے جیسے کافیہ کی شرح اسطرح سے کیجائے قوله الكلمة لفظ وضع لمعنى مفرد - اقول کلمہ سے کلمہ طیبہ مراد ہے یعنی لا الہ الا اللہ جو صرف توحید وتفرید کے واسطے وضع کیا گیا ہے جسکے معنے مفرد ہین یعنے ذات بحت جسکا کوئی شریک نہین قوله وهي اسم وفعل وحرف - اقول ضمیر ہی کلمہ کیطرف راجع ہے لیکن علی سبیل الاستخدام کلمہ سے مراد یہان ماسوا اللہ ہے - ماسوی اللہ کو کلمات اسواسطے کہتے ہین کہ سب لفظ کن سے پیدا ہوتے ہین - ماسوی اللہ تین قسم پر ہین اسم یعنے ذات مع الوصف فعل توحید افعالی کے لحاظ سے کل افعال جو عالم مین وجود مین آتے ہین افعال الٰہی ہین فعل کا دوسرا مرتبہ اسلئے ہوا کہ افعال کے مناشی صفات ہین جو اسم مین ملحوظ ہین اصطلاحات

صوفیہ میں اسکی تعریف یہہ ہے الصورۃ المعلومیۃ فی عرصۃ العلم الالٰہی قبل
انصباغہا بالوجود العینی کذالک فی کشاف الاصطلاحات پھر حروف دو قسم پر
ہیں حروف عالیات و سافلات حروف عالیات شیون ذاتیہ کو کہتے ہیں جو علم غیب میں کامن
ہیں جیسے شجرہ نواۃ میں کما قیل۔ کنا حروفا عالیات لم نقل متعلقات فی ذری اعلی القلل
چونکہ توحید تین قسم پر ہے توحید ذات جو کلمۂ شہادت سے معلوم ہوئی اور توحید صفات جو اسم سے
معلوم ہوتی ہے۔ اور توحید افعال جو فعل کا مدلول ہے اس لیے مصنف رح نے تینوں توحید کو
علی الترتیب بیان کرکے حروف کو سب کے آخر میں ذکر کیا الخ۔
اب غور کیجئے کہ اس قسم کی شرح یا تفسیر کو مصنف کی مراد سے کچھ بھی تعلق ہے۔ بیشک از بس کہ نسبت
طبیعت آزمائی اور دل لگی خوب ہوگی اسیطرح ان تفسیروں کا حال ہے جو اس آخری زمانہ
میں اپنی راے سے لکھی جاتی ہیں۔
الغرض عقل سے خدا و رسول کے کلام کا مقابلہ کرنا اور اپنی عقل کو ترجیح دیکر نصوص قطعیہ کا انکار
کرجانا نہ تفویض ہے نہ انقیاد پھر معلوم نہیں کہ اسلام کے کیا معنے لیے جاتے ہیں۔ پھر جب حال
تسلیم و انقیاد مذکورہ بالا کا نام اسلام اور اوسکا حصول بغیر کامل تصدیق کے ممکن نہیں اسلیے
کامل تصدیق کے بعد وہ دونوں ضرور حاصل ہونگے اس سے یہہ بات ثابت ہے کہ
ایمان و اسلام میں تلازم ہے۔
یہاں یہ شبہہ کیا جاتا ہے کہ تصدیق صرف اخبار سے متعلق ہے انشائیات میں نہیں
ہوا کرتی مثلاً کسی کام کا کسی کو حکم کریں اور وہ تصدیق کرکے کہے کہ آپ سچ کہتے ہیں تو بیہودہ
سمجھا جائیگا پھر ایمان و اسلام میں تلازم کیونکر ہو جواب اس کا شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ
اوامر و نواہی کی تصدیق اس طور پر ہوگی کہ وہ سب حق اور من جانب اللہ ہیں۔ اور اخبار کے
منقاد ہونیکی یہہ صورت ہے کہ گو وہ خلاف عقل ہوں اونکے ماننے اور تسلیم کرنے پر عقل
مجبور کیجائے جیسے اعضا اوامر و نواہی کے انقیاد پر مجبور کیے جاتے ہیں۔
اگر کہا جائے کہ احادیث سے ایمان و اسلام میں فرق ثابت ہے اسلیے کہ شارع علیہ السلام نے
نماز روزہ وغیرہ اعمال جوارح کو اسلام قرار دیا ہے اور ایمان فعل قلبی کو۔

اسکا جواب یہہ ہے کہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ منافق کفار سے بھی بدترین حالانکہ یہہ افعال برابر اون سے صادر ہوتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ صرف اعمال اسلام کیلئے کافی نہین انقیاد معنوی اس کے لئے ضرور ہے۔ البتہ ایمان و اسلام مین فی الجملہ یہہ فرق ہوسکتا ہے کہ اسلام کا بالذات تعلق اکثر افعال جوارح سے ہے اور ایمان صرف فعل قلبی ہے

اس مقام مین یہہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وقالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا یعنے بدونے کہا کہ ہم ایمان لائے اون سے کہئے کہ تم ایمان نہین لائے یون کہو کہ اسلام لائے۔ اس سے ثابت ہے کہ دونون مین تلازم نہین

اسکا جواب یہہ ہے کہ اسلام کا لفظ کبھی صلح مین داخل ہونے کے معنی مین بھی آتا ہے جیسا کہ لسان العرب مین لکھا ہے چونکہ اون لوگون کا اصلی منشا صلح کرنیکا تھا اور برائے نام آمنا کہتے تھے اسلئے ارشاد ہوا کہ تم کو ایمان سے کیا تعلق تم تو صلح مین داخل ہونا چاہتے ہو اسلئے اسلمنا کہو۔ یعنے دخلنا فی الصلح چنانچہ تفسیر درمنثور مین اس آیۂ شریفہ کے شان نزول مین لکھا ہے کہ عرب کا ایک قبیلہ حضرت کی خدمت مین آیا اور مسلمان ہونیکا احسان حضرت پر رکھکر کہا کہ جیسا فلان قبیلہ آپسے لڑا تہا ہم نہ لڑینگے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اونکو صلح مقصود تھی۔ الحاصل منافق پر اسلام کا اطلاق نہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ عرف شرع مین اسلام مرادف یا مساوی ایمان ہے جس سے متبادر ہے کہ آیۂ موصوفہ مین لفظ اسلام باعتبار عرف شرع مجازی معنے مین مستعمل ہے اور اس آیۂ شریفہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اصل اسلام دل سے متعلق ہے قولہ تعالیٰ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علیٰ نور من ربہ۔

اور اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ عن صفوان ابن امیۃ عن ابیہ قال استعار منی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دراعا من حدید فقلت مضمونۃ یا رسول اللہ قال مضمونۃ فضاع بعضھا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شئت غرمتھا قلت لا ان فی قلبی من الاسلام غیر ما کان یومئذ رواہ الدارقطنی فی المجتبیٰ۔ یعنے امیہ کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فولادی ذرہ مجھسے مستعار لی مین نے عرض کی کہ اگر وہ تلف ہوجائے تو اسکی قیمت عطا ہوگی فرمایا ہان اتفاقاً وہ تہوڑا تلف ہوگیا

حضرت نے فرمایا کہ اگر چاہو تو اوس کا تاوان دوں میں نے عرض کی کہ اب ضرورت نہیں آج میرے دل میں وہ اسلام ہے جو اوس روز نتھا ۔

الحاصل اصل اسلام بھی مثل ایمان دل ہی سے متعلق ہے ۔ مگر چونکہ اقوال و افعال سے اسلام ظاہر ہوتا ہے اس لئے جس سے یہ امور صادر ہوں بحسب ظاہر اوسکو مسلمان کہنا چاہئے ۔ چنانچہ امام موفق الدینؒ نے کتاب فضائل امام اعظمؓ رضی اللہ عنہ میں امام صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ تصدیق کے باب میں تین قسم کے لوگ ہیں بعض وہ ہیں کہ خدائے تعالی اور اوسکی طرف سے جو کچھ آیا ہے سب کی تصدیق دل اور زبان سے کرتے ہیں اور بعض صرف زبان سے تصدیق کرتے ہیں اور بعض صرف دل سے ۔ جو لوگ زبان و دل سے تصدیق کرتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک بھی مومن ہیں اور لوگوں کے نزدیک بھی ۔ اور جو صرف زبان سے تصدیق کرتے ہیں اور دل سے تکذیب وہ اللہ کے نزدیک کافر اور لوگوں کے نزدیک مومن ہیں اسلئے کہ لوگ نہیں جانتے کہ دل میں کیا ہے ۔ اونکو چاہئے کہ اقرار شہادت کیوجہ سے اونکو مومن کہیں اور دل کا حال معلوم کرنیکی کوشش نکریں اور جو لوگ دل سے تصدیق کرتے ہیں اور بلحاظ تقیہ زبان سے تکذیب کرتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک مومن ہیں اور ناواقف شخص کے پاس کافر انتہی ۔ چونکہ کتاب مذکور چھپ گئی ہے اسلئے عبارت اوسکی نقل نہیں کیگئی ۔

خلاصہ یہہ ہے کہ کسی کو مسلمان کہنے کے لئے اوسکے دل کی کیفیت معلوم ہونا ضرور نہیں اگر اسکی ضرورت ہوتی تو کسی کو مسلمان کہنا درست نہوتا جس سے مسلمانوں میں مناکرت بلکہ ونیا نفرت پیدا ہو جاتی اس لئے شریعت نے حکم دیدیا کہ جس سے اسلام کے اقوال و افعال صادر ہوں اوسکو مسلمان سمجھہ لو ۔ اور اوس سے مخالفانہ برتاو نہ کرو ۔ حق تعالی فرماتا ہے ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا یعنے اگر کوئی تمپر سلام کرے تو یہہ مت کہو کہ تو مومن نہیں اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی توحید و رسالت کی گواہی دے اور نماز و روزہ وغیرہ ادا کرے تو اوسکے جان و مال سے کوئی تعرض نہیں ۔ الغرض بقرینہ ظاہر حال اسلام و ایمان باطنی پر حکم کیا جائیگا ۔ اسی طرح اگر کفر پر قرینہ ہو تو بحسب ظاہر کفر کا حکم کیا جائیگا چنانچہ ابن تیمیہؒ نے الصارم المسلول میں لکھا ہے الایمان والنفاق اصله فی القلب

و انما الذی یظهر من القول والفعل دلیل علیه فاذا ظهر شیئ یرتب علیه الحکم۔ شرح مقاصد وغیرہ مین لکھا ہے کہ بعض معاصی کو شارع نے عدم تصدیق کے امارات وعلامات قرار دئے ہین جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا قرآن شریف کو نجاست مین پہینکدینا بت کو سجدہ کرنا وغیرہ امور انتہی۔ اس سے اہل اسلام سمجھ سکتے ہین کہ اگر کوئی شخص یہہ قاعدہ قرار دے کہ جو امور قرآن وحدیث مین خلاف عقل ہون اون مین تاویل کرنیکی ضرورت ہے جس مطلب یہہ ہوا کہ وہ نہ مانے جائین تو ایسے عقیدہ والے کو کیا سمجھنا چاہئے۔

السیف المسلول مین امام تقی الدین سبکی نے لکھا ہے کہ اجماع اس امر پر ہوگیا ہے کہ جو مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے یا گالی دے اوسکا قتل واجب ہے۔ اور لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے صاف حکم دیا کہ جو شخص اللہ تعالی کو یا کسی نبی کو گالی دے۔ اوسکو قتل کر ڈالو اور امام شافعیؒ کا قول ہے کہ جو شخص کسی آیت قرآنی کیساتھہ ہزل اور تمسخر کرے وہ کافر ہوجاتا ہے باعتبار ظاہر ایسے شخص کی تکفیر کا حکم دیا جائے۔ ابن تیمیہؒ نے الصارم المسلول مین لکھا ہے قال اصحابنا التعریض لسب اللہ وسب رسولہ صلے اللہ علیہ وسلم ردۃ وھو موجب للقتل۔ وایضا قولہ قال مالکؒ فی روایۃ المدنیین عنہ من سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم او شتمہ او عابہ او تنقصہ قتل مسلما کان او کافرا۔ وایضا قولہ وان یزعم ان زھدہ لم یکن قصدا الو قدر علے الطیبات لا کلھا واشباہ ھذا قال فھذا الباب کلہ مما عدہ العلماء سبا و تنقیصا یجب قتل قائلہ ولم یختلف فی ذالک متقدمھم و متاخرھم وایضا قولہ ان الساب ان کان مسلما فانہ یکفر ویقتل بغیر خلاف وھو مذھب الائمۃ الاربع وغیرھم وقد تقدم ممن حکی الاجماع علے ذالک اسحاق بن راھویہ وغیرہ۔ حاصل ان روایات کا یہہ ہے کہ حق تعالی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین گستاخی کرنے والا واجب القتل ہے۔ اگرچہ تنقیص شان کنایۃ ہو۔ اگر کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد قصدا نہا۔ اگر عمدہ چیزین ملتین تو آپ کہاتے

ایسے شخص کا بھی قتل واجب ہے۔

ان روایات سے یہہ بات ثابت ہے کہ ہرچند کوئی اسلام ظاہر کرے مگر جب قرائن مذکورہ اس مین پائے جائین تو وہ کافر سمجھا جائیگا۔ اور اوسکا یہہ کہنا کہ مین مسلمان ہون۔ یا شعار اسلام اوس سے ظاہر ہون کچھہ مفید نہو گا۔ یہہ صرف ایک آیت کے انکار کا نتیجہ تھا کہ حق تعالے فرماتا ہے وتعزروه وتوقروه یعنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرو اب خیال کیا جاے کہ جس کسی کو خداے تعالی کی قدرت مین کلام ہو کہ وہ عادت کے سوا کچھہ نہین کرسکتا۔ اس قاعدہ سے کتنے آیات قرآنی کا انکار ہوا جاتا ہے کل معجزات انبیاے سابق کا۔ حشر و نشر کا۔ جنت و دوزخ کا۔ جن و ملائک وغیرہ جن کا وجود قرآن شریف سے ثابت ہے جب قرآن کا یہہ حال ہو تو حدیث کو کون پوچھے۔ اور جب خدا و رسول پر تہذیبی پیرایہ مین جھوٹ کا الزام لگایا جائے تو صحابہ اور علماء امت وغیرہم کس قطار و شمار مین پھر باوجود ان تمام انکارون کے معلوم نہین کہ اسلام کس چیز کا نام رکھا جاتا ہے۔ هدانا الله و اياهم سواء السبيل۔

اس زمانہ مین مسلمانون کو اس قدر ضرور ہے کہ نہ ایسی تفسیرین دیکھین نہ اس قسم کی تقریرین سنین جس سے شک پیدا ہو۔ بلکہ دعا کرین کہ خداے تعالی ہمکو اور انکو ہدایت کرے اور وہ ایمان و اسلام عطا فرماوے جو باعث نجات اخروی ہے وما توفيقنا الا بالله۔

یہ بات اوپر معلوم ہوئی کہ ایمان نہ معمولی تصدیق کا نام ہے نہ معرفت کا بلکہ جب تک دس چیزین نہون ایمان کا وجود نہین ہوسکتا۔ اگرچہ یہہ کام نہایت مشکل معلوم ہوتا ہے مگر خداے تعالی کی طرف سے شرح صدر ہوجاتا ہے تو پھر کوئی دشواری باقی نہین رہتی۔ چنانچہ بخاری و مسلم کی اس حدیث شریف سے ظاہر ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ غزوۂ احد مین ایک اعرابی بطور تفریح اس سادگی سے معرکہ جنگ مین آیا کہ ہاتھہ مین کھجورین ہین اور بلاتکلف کہاتے ہوے تماشا دیکھہ رہا تھا کہ یکبارگی دوسرا خیال پیدا ہوا جو باعث ہدایت تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مین آپکی طرف سے لڑون تو میرا مقام کہان ہوگا آپ نے فرمایا جنت مین یہہ سنتے ہی کھجورین پھینک کفار کے لشکر پر حملہ آور ہوا اور داد جوانمردی دیکر مقصود کو پہونچ گیا

دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خبر دی کہ اگر ہماری طرف سے لڑکر مروگے تو جنت مین
داخل ہوجاوگے نہ کوئی اونکو معجزہ دکھلانے کی ضرورت ہوئی نہ مناظرہ کی نوبت آئی صرف ایک ہی
اشارہ نے وہ کام کیا کہ فوراً اونہون نے یہہ مان لیا کہ عالم کا ایک خالق ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ و
سلم کو رسول بناکر بہیجا ہے وہ جو کچھہ کہتے ہین صحیح اور اس قابل ہے کہ اوسپر عمل کیا جائے تو
سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے اور وہ مقام ملتا ہے جو صرف راحت اور عیش کیلئے بنایا گیا ہے
گو اونہون نے زبان سے کچھہ بھی نہین کہا مگر یہہ سب امور اوس تصدیق یقین اونکی ایک تصدیق مین
شامل ہین ۔ پہر صرف تصدیق ہی نہین بلکہ عملی طور پر یہہ دکھلادیا کہ ایمان والے خدا ور رسول کے
حکم کے بعد نہ اپنی محبوبہ کی بیوہ ہونے کی پروا کرتے ہین نہ اولاد کے یتیم ہونیکا خیال بلکہ پروانہ کیطرح
جان کو فدا کردیتے ہین ۔ بخلاف اس کے بہت سے لوگ عمر بہر معجزے دیکھا کئے اور پوری
معرفت حاصل تھی کہ حضرت اللہ کے رسول ہین پھر اوسپر حضرت نے ترغیبین بھی دین کذا فی
تفسیر ابن جریر وغیرہ ۔ اور فرمایا کہ اگر تم ایک کلمہ کہدوگے یعنے لا آلہ الا اللہ تو تمام عرب تمہارا مطیع
و منقاد ہوجائیگا ۔ اور عجم خراج وجزیہ تمہین دینگے ۔ اور یہ یقین بھی تہا کہ حضرت کبھی جھوٹ نہین کہتے
باوجود اسکے اوس ایک کلمہ کی تصدیق اون سے نہوسکی اور کہنے لگے اجعل الآلهة الهاً واحداً
ان هذا لشئ عجاب یعنے تمام معبودون کو ایک بنادیا یہ عجیب بات ہے ؟ اونکی درایت
گویا یہہ کہتی تہی کہ اتنے معبودون سے تو کام چل ہی نہین سکتا پھر ایک معبود اس تمام عالم کا کام
کیونکر چلاسکے اور جن لوگون نے یہہ خیال کرلیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ تو کہتے ہی نہین اور
اون کے دعوی رسالت پر معجزات بھی گواہی دے رہے ہین تو اب اونکی تصدیق کرنے مین
کیا تامل ۔ چنانچہ اونہون نے اوس ایک کلمہ کی کیا اس قسم کی کل باتون کی تصدیق کرلی اور آپکے
قول کے مقابلہ مین عقل کی ایک نہ مانی اور یہی گروہ یوماً فیوماً ترقی کرنے لگا پھر جب اہل ایمان کی
ترقی دکھلاکر اون پابندان عقل و درایت سے کہا کہ تم کیون نہین ایمان لاتے تو اوسکے جواب مین
اونہون نے کہا وہ لوگ بیوقوف ہین جو خلاف عقل باتون کا یقین کرلیتے ہین ۔ کیا ہم بھی اونکی طرح
بیوقوف بنین چنانچہ قرآن شریف سے اوسکی تصدیق ہوتی ہے کما قال تعالی واذا قیل
لهم آمنوا کما آمن الناس قالوا انؤمن کما آمن السفهاء ۔ غرض اونکی درایت نے

اون کو ایمان سے روکا۔ اور اوس جماعت نے جو اون پابندان درایت کی دانست مین سفیہ اور احمق تہی اس درجہ ترقی کی کہ اون عقلا کو اپنا قول واپس لینا پڑا چنانچہ سوائے معدودے چند متعصب لوگون کے جو ہٹ دہرمی سے اپنی بات پر اڑے رہے کل عقلا گروہ اہل ایمان مین شامل ہوگئے اور یہان تک نوبت پہونچی کہ فوج فوج از خود آکر ایمان لانے لگے۔ کما قال تعالیٰ ورائیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً۔ گر ہر زمانے کے متعصب کفار مسلمانون پر یہہ الزام لگاتے رہے کہ یہہ لوگ خلاف عقل باتون کو مانتے ہین۔ اور ایک نہ ایک جماعت اہل اسلام کی اس الزام کے اٹہانیکی کوشش مین لگی رہی چنانچہ معتزلہ نے فلسفہ سے مدد لیکر بہت سی آیتون کی تاویل کرڈالی اور انکو عقل کے مطابق کردیا اور قرآن کو ایسا بنادیا جیسے کافیہ کی شرح مذکور پہر سر کہ آمد بران مزید کرد کا مضمون صادق آتا گیا یہانتک کہ اب تو یہ نوبت پہونچی ہے کہ آج کل کے اعتقادات وعملیات کو قرآن وحدیث سے ملاکر دیکہین تو ہرگز نہ معلوم ہوگا کہ انسے کیا تعلق ہے۔ اور قرآن تو ایسا بنالیا گیا کہ اب اوسپر ایمان لانیکی ضرورت ہی نہ رہی کیونکہ اوسمین ایسی بات ہی نہ رکہی جسکے ماننے مین معمولی عقل کو تردد ہو اور ایمان کی ضرورت پڑے۔ مثلاً الم ترکیف مین جو مذکور ہے کہ پرندون نے بحکم خدائے تعالیٰ ایک لشکر عظیم کو ہلاک کرڈالا جسکے ماننے مین عقل کا امتحان ہوا تھا کہ آیا خدا اور رسول کی بات قابل قبول سمجہتی ہے یا نہین اور عقل کو مجبور ومقہور کرکے اوسپر ایمان لانیکی ضرورت سمجہی جاتی تہی اور اب اوسکی ضرورت ہی نہ رہی۔ اسلئے اوسکا یہہ مطلب بنالیا گیا کہ لشکر ٹہیرا اور کوئی بیماری لشکر مین پہیلی تھی جس سے لوگ ہلاک ہوگئے نہ وہان پرندے تھے نہ کنکریان سر سے سے وہ قصہ ہی غلط ہے جسپر قدیم زمانہ اسلام سے آجتک لوگ ایمان لاتے رہے۔ اگر اون سے کہا جائے کہ جسطرح تیرا سو سال سے لوگ ایمان لارہے ہین تم بھی ایمان لاؤ تو صاف کہا جائیگا انؤمن کما آمن السفہاء۔ یعنے کیا پرانی فیشن والونکی طرح ہم خلاف عقل باتونکا یقین کرینگے ہرگز نہین چونکہ آجکل کے محاورہ مین پرانی فیشن والے احمق سمجہے جاتے ہین اسلئے سفہا کے ترجمہ مین وہ لفظ لکہا گیا ہے۔

ہرچند اس لفظ کا صدمہ گالی سے کم نہین مگر ایک جہت سے ہم لوگونکو خوش بھی ہونا چاہئے اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو صحابہ کو عقلا نے جو لقب دیا تہا وہ لقب آج ہمکو دیا جارہا ہے

اور غالباً صحابہ بھی اوس لقب سے ناراض ہوئے ہونگے اسلئے کہ سفہا کہنے والونکی نسبت
حق تعالیٰ فرمایا ألا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون یعنے یاد رہے کہ جو اہل ایمانکو
سفہا کہتے ہین وہی سفہا ہین لیکن وہ جانتے نہین " دیکھئے اہل ایمان کی کیسی فضیلت ہے کہ
خود حق تعالیٰ نے اونکی تشفی کیلئے فرمایا کہ جو لوگ تمکو بے وقوف کہتے ہین دراصل وہی بیوقوف
ہین ۔ ظاہرا اس تشفی دینے کی وجہہ یہہ معلوم ہوتی ہے کہ آدمی کی فطرت مین داخل ہے کہ
سفیہہ اور احمق کہنے سے بڑا رنج ہوتا ہے ۔ اعلیٰ درجہ کے احمق بلکہ کم عمر لڑکے کو بھی اگر کہا جائے
کہ سفیہہ اور احمق ہے تو اوسکو رنج ہوتا ہے اور حتی الوسع وہ کوشش کرتا ہے کہ یہہ لفظ اپنی نسبت
نہ کہا جائے چنانچہ یہہ امر مشاہد ہے کہ پرانی فیشن کا الزام نہ آنیکی غرض سے کیسی کیسی مصیبتین اٹھائی
جاتی ہین اکثر نوخیز مشایخین وعلماء وغیرہم کا دل گوارا نہین کرتا کہ اپنا آبائی لباس اور وضع ترک کرین
مگر اس ڈر کے مارے کہ کوئی یہ نہ کہدے کہ پرانی فیشن والے ہین مجبوراً لباس بدلدیتے ہین
اور صرف لباس ہی نہین بلکہ ڈاڑہی کو بھی خیر باد کہدیتے ہین اور اگر کسی ضرورت کے لحاظ سے
ڈاڑہی رکہہ بھی لی تو خاص قسم کی قطع وبرید کرکے تاکہ پرانے لوگ سمجھہ جائین کہ کسیطرح منہ پر ڈاڑہی
تو ہے اور اوسی پر قناعت کرلین اور نئی روشنی کے لوگ بہی چون وچرا نہ کرسکین اس لئے کہ وہ
نریچ فیشن ہے جسکی تقلید بہی روشن خیالی سمجھی جاتی ہے غرض کہ سفاہت کا الزام اہل ایمان کو سخت صدمہ
پہونچانیوالا تہا جس سے احتمال تہا کہ وہ شکستہ خاطر ہوکر الزام اٹھانیکی فکر کرینگے اسلئے حق تعالیٰ نے
اونکے حوصلے بڑہانے کیلئے فرمایا کہ تم سفہا نہین ہو بلکہ وہی سفہا ہین جو تمکو سفیہہ کہتے ہین ۔ اس سے
اہل ایمان کو کمال درجہ کا افتخار حاصل ہوگیا کہ سفاہت کو حق تعالیٰ نے اونہی لوگون مین منحصر کردیا
جو ہمین سفہا کہا کرتے ہین جیسا کہ انهم هم السفهاء کی ترکیب سے ظاہر ہے جس سے یہہ ثابت ہوا کہ
حق تعالیٰ کے نزدیک ہم عقلا ہین اسی وجہہ سے فاتقون یا اولی الالباب کا خطاب ہوا کیونکہ خدا سے
ڈرنے والے وہی لوگ ہین جنکا ایمان کامل ہے ورنہ خدا کا خوف تو درکنار جن لوگون پر خوف الٰہی
غالب ہوتا ہے اون سے اس زمانہ مین تمسخر کیا جاتا ہے ۔ اور اونپر بہتان اڑائے جاتے ہین
جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بہی اہل ایمان کے ساتہہ تمسخر کیا جاتا تہا جیسا کہ حق تعالیٰ
فرماتا ہے ۔ زين للذين كفروا الحيوة الدنيا ويسخرون من الذين امنوا والذين

اتقوا فوقهم یوم القیمۃ یعنے کافرون کو زندگی دنیا کی اچھی معلوم ہوتی ہے اور وہ ایمان والونکے ساتھہ تمسخر کرتے ہین اور جو لوگ متقی ہین قیامت کے روز انکے اوپر ہونگے یعنے جنت مین ؁ اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کیساتھہ تمسخر کرنا عقلا کا لازمہ ہے در ہونا بھی چاہیے اس لئے کہ جب اہل ایمان عقلا کی دانست مین سفہا اور بیوقوف ٹہرے تو بے وقوفون کیساتھہ تمسخر کرنے کو خواہ مخواہ آدمی کا جی چاہتا ہے جس سے ایک قسم کا سرور رہتا ہے اس موقع مین اہل ایمان کو فراخ حوصلگی سے کام لیکر یہہ سمجہنا چاہیے کہ انشاء اللہ تعالی ہم بحسب وعدۂ آلہی آخرت مین دایمی عیش و عشرت اور فرحت و سرور مین رہین گے اگر وہ لوگ چند روز دنیا مین تمسخر سے اپنا دل بہلالین اور سرور حاصل کرین تو بے موقع نہو گا کیونکہ آخر وہ بہی بندۂ خدا ہین کم سے کم اتنا تو چاہیے کہ اس عالم مین ہر طرح سے سرور حاصل کرین۔

اب ہم اپنی تقریر کو اس دعا پر ختم کرتے ہین کہ حق تعالی اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے جمیع اہل اسلام کو ایمان کامل عطا فرما کے دارین مین فائز المرام رکھے آمین یارب العالمین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

تمت

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ

حالات مدرسہ نظامیہ

چونکہ یہہ کتاب مدرسہ نظامیہ سے شایع ہوتی ہے اس لحاظ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معزز ناظرین کتاب ہذا کو اس کے مختصر حالات سے آگاہ کیا جاسے لہذا تہوڑے حالات اس مدرسہ کے یہان لکہے جاتے ہین ٭

یہہ قومی و اسلامی اور دینی مدرسہ ۱۲۹۳ سنہ ہجری مین چندہ سے قایم کیا گیا۔ اور تقریباً سولہ ۱۶ سال تک بحیثیت ایک مکتب کے چلتا رہا سنہ ۱۳۱۰ ہجری سے بتوجہات عالیجناب حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ خانصاحب بہادر قبلہ استاذ صاحبزادہ صاحب ولیعہد بہادر بلند اقبال ادام اللہ اقبالہ اسکی ترقی شروع ہوی چنانچہ حضرت ممدوح کی سعی سے بدفعات تین سو روپیہ ماہوار امدادی سرکار سے جاری ہوے اور بتوجہات مولانا ممدوح اور اقبال یار جنگ مرحوم نواب افسر الملک بہادر نے ایک قدیم مستحکم سرا جو قطب شاہون کے وقت کی تعمیر شدہ اون کے علاقہ مین تہی سرکار سے منظوری حاصل کرکے مدرسہ کو تفویض کی جس مین اب وہ مدرسہ قایم ہے اور سنہ ۱۳۱۱ ہجری مین اہل خیر کی امداد سے مدرسہ کے صحن مین ایک دہ در دہ حوض تیار ہوا اور سرکار نے اپنی فیاضی اور دریا دلی سے میر عالم کے تالاب کا نل ذریعہ پہونچایا جو اب تک موجود اور جاری ہے ۔

اور بدفعات معاونین مدرسہ کی توجہہ اور رقم چرم قربانی سے کل مدرسہ مین سنگ سیلو کا فرش کیا گیا اور حوض کے متصل پختہ سائبان بنایا گیا اور نیز پختہ باورچیخانہ اور پاخانے بنوائے گئے اور ایک پختہ مکان بغرض اغراض مدرسہ کے لئے تیار کیا گیا اور طلبہ کو سامان رکہنے کے لئے تقریباً سو الماریان بنوا دی گئین ٭

[مولوی] نور الدین صاحب ممدوح ابتدا ہی سے بطور خود اس مدرسے کے سرپرست رہے مگر سنہ ۱۳۱۵ ف ۔ سے حسب الحکم مدار المہام سرکار عالی مندرجہ جریدۂ اعلامیہ مطبوعہ ۲۸ بہمن سنہ ۱۳۱۶ یہہ مدرسہ بلا مداخلت غیر آپ ہی کے سپرد کیا گیا اور اوسوقت حضرت ممدوح نے بہ تکمیل انتظام و ترقی کی غرض سے اسکا نظم و نسق ایک مجلس سے متعلق کیا جس نے مولانا صاحب موصوف کو میر مجلس تسلیم کرکے دو جلسے قرار دئے ۔

(۱) سالانہ جلسہ جو صدر جلسہ کے نام سے موسوم ہے ۔

(۲) جلسہ انتظامی جو عند الضرورت منعقد ہوتا رہتا ہے ۔

صدر جلسہ کے اراکین اکثر عمائدین اور علماء بلدہ ہین سال مین ایک مرتبہ تشریف فرما ہوتے ہین اور آمد و خرچ سالانہ کی تنقیح کرکے کلیہ امور کا انتظامی تصفیہ فرماتے ہین جلسہ انتظامی کے اراکین کا انتخاب بھی اسی صدر جلسہ مین ہوا کرتا ہے جب سے اس مدرسے نے ترقی کے زینہ پر قدم رکھا (بفضلہ تعالی) کئی طلبہ فارغ التحصیل ہوکر اپنے اپنے وطنون کو روانہ ہوگئے چونکہ ہندوستان وغیرہ دیگر ممالک مین اس قسم کے جلسون مین عام رواج یہہ ہے کہ اہل خیر اور ذی استطاعت حضرات اپنی اپنی حیثیت کے مطابق زر نقد وغیرہ سے مدرسہ کی تائید فرماتے رہتے ہین پر ہمارے شہر مین اوسکی عادت نہین بلکہ بجاے آمدنی مدرسہ پر جلسہ کے اخراجات کا سخت بار پڑتا ہے لہذا یہہ جلسہ بے ضرورت سمجھا گیا تھا مگر اکثر اراکین و معاونین مدرسہ کی رائے ہوئی کہ بلحاظ زمانہ اس قسم کی نمایش کی ضرورت ہے اس لئے چند سال سے یہہ جلسہ برابر ہوا کرتا ہے اور بفضلہ تعالی ہر سال دس پانچ طالب علمونکی دستار بندی ہوتی رہتی ہے مدرسہ کے تمام کاروبار میر مجلس صاحب سے متعلق ہین آپ کی بلا اجازت کوئی طالب علم وظیفہ خوارون یا امیدوارون مین شریک نہین ہوسکتا آپ کے ماتحت دو صیغے ہین ایک صیغۂ نظارت دوسرا صیغہ انتظامی ۔

صیغۂ نظارت سے مالی امور متعلق ہین اور صیغہ انتظامی سے انتظام تعلیم ۔

ان دونون صیغون سے روزانہ کیفیت میر مجلس صاحب کے پاس پیش ہوتی رہتی ہے اور جو احکام وہان سے صدور پاتے ہین اوس کی تعمیل فورا ہوجایا کرتی ہی اور میر مجلس صاحب

بنفس نفیس روزانہ چند طلبہ کا امتحان علی الترتیب اس غرض سے لیا کرتے ہین کہ طلبہ کے
شوق محنت اور طبیعت اور اساتذہ کی توجہ اور طرز تعلیم کا اندازہ ہوا کرے - اور اگر
تعلیم مین کسی قسم کا نقص محسوس ہوتا ہے تو وقتاً فوقتاً اساتذہ کو توجہ دلائی جاتی ہے
اور طلبہ پر اثر ڈالا جاتا ہے -

صیغۂ انتظامی سے امور ذیل متعلق ہین

انتظام تعلیم - اساتذہ اور طلبہ کو قواعد و ضوابط مدرسہ کے پابند کرنا اور تحتانی جماعتوں کا امتحان
وغیرہ دیگر امور انتظامی -

چونکہ سر دین کا مدار ا وسکے علوم مختصہ پر ہے - اور یہہ ظاہر ہے کہ اگر وہ علوم مفقود ہو جائین
تو وہ دین باقی نہین رہ سکتا اور فی زماننا یہہ امر شاہد ہے کہ عموماً لوگ دنیوی علوم کی طرف
متوجہ ہو گئے ہین - جس کی وجہ سے دینی مدارس بہت کم خال خال نظر آتے ہین اس لئے
یہہ مدرسہ خاص اس غرض سے قایم کیا گیا ہے کہ اس مین صرف وہ علوم پڑھائے جائین
جنکو علماء پڑہکر مقتدار قوم ہونیکا افتخار حاصل کرتے رہے ہین چنانچہ بحمد اللہ وہ
اپنی اس غرض کو انجام دینے مین نہایت سرگرم ہے -

اگرچہ علوم عربیہ کی قدیم و جدید بہت سی کتابین ہین مگر اس مدرسہ کا نصاب وہی مقرر کیا گیا ہے
جو ہزارہا علماء کے تجربہ سے اس غرض کے لئے مفید ثابت ہو چکا ہے یعنے - کے
(**سلسلۂ نظامیہ**) جس کے فیوض و برکات کو تمام ہندوستان کیا بلکہ دوسرے اقالیم
علماء ہی جانتے ہین - اگرچہ چودہ سال کی مدت اس نصاب کی تکمیل کے لئے مقرر
کی گئی ہے مگر طرز تعلیم کچھ ایسی زود اثر اور مفید رکھی گئی ہے کہ اکثر ذکی اور شوقی طلباء
سات آٹھ ہی سال مین فارغ التحصیل ہو کر سند تحصیل حاصل کر لیتے ہین -

ربع قرآن مجید کے بعد ہر طالب علم متوسط اور ذکی دو سبق اور عربی شروع ہونے کے بعد
اقلاً تین سبق پڑہنے پر مجبور کیا جاتا ہے اور ہر ادب کی کتاب کے ساتھ مسودہ نویسی
لازم کر دیگئی ہے - اسوقت مدرسہ ہذا مین چھوٹے بڑے (۲۳) مدرس ہین
مدرسہ کا وقت ہمیشہ دس سے چار تک معین ہے مگر بعض صبح سے ۱۲ تک اور بعض

(۵) بجے تک کسی نہ کسی جماعت کو پڑہاتے رہتے ہین تاکہ شوقین طلبہ کو اوقات مدرسہ کے سوا بھی بر وقت سبق پڑہنے کا موقع ملتا رہے اگر چند طالب علم بوجہ تعارض اوقات کسی کتاب مین شریک نہو سکین تو وہ کتاب مکرر دوسرے اساتذہ کے پاس بھی شروع ہوا کرتی ہے اسوقت جو کتابین ماہ رجب مین زیر تدریس تہین اونکی فہرست یہہ ہے

(۱ تفسیر و حدیث) بیضاوی شریف ۲ جگہ - جلالین شریف ۵ جگہ - مسلم شریف ۱ جگہ - ترمذی شریف ۲ جگہ

نسائی شریف ایک جگہ - ابن ماجہ شریف ایک جگہ - مشکوۃ شریف ۲ جگہ - موطاء امام محمد رح ایک جگہ -

(۲ فقہ و فرائض) ہدایہ اخیرین ۲ جگہ - شرح وقایہ اولین ۳ جگہ - کنز الدقایق ۱ جگہ

قدوری ۲ جگہ - منیۃ المصلی ۱ جگہ - مالابد منہ ایک جگہ - سراجی ۱ جگہ -

(۳ اصول حدیث و فقہ) شرح نخبۃ الفکر ۲ جگہ - مسلم الثبوت ۲ جگہ - تلویح توضیح ۲ جگہ

نور الانوار ۵ جگہ - اصول شاشی ۳ جگہ -

(۴ مناظرہ و کلام) رشیدیہ ۳ جگہ - امور عامہ ۱ جگہ - شرح عقائد مع خیالی ایک جگہ -

(۵ نحو و صرف) شرح جامی ایک جگہ - کافیہ ۳ جگہ - ہدایۃ النحو ۲ جگہ - نحو میر ۱ جگہ

شرح مأتہ عامل - (۲) جگہ +

شافیہ ۱ جگہ - فصول اکبری ۲ جگہ - صرف میر ۳ جگہ - پنج گنج ۵ جگہ - منشعب و میزان ۴ جگہ

(معانی و عروض) مطول - مختصر معانی - تلخیص المفتاح - محیط الدائرہ
۱ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ

(تاریخ و ادب) تاریخ الخلفاء - دیوان حماسہ - متنبی - سبع معلقہ
۱ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ

مقامات حریری - مقامات بدیعی - بی اے کورس عربی - انٹرمیڈیٹ کورس عربی
۳ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ ۲ جگہ

اخوان الصفا - اطواق الذہب -
۱ جگہ ۱ جگہ

(منطق و فلسفہ) قاضی مبارک - حمد اللہ - میرزاہد غلام یحییٰ -
۳ جگہ ۲ جگہ ۲ جگہ

میرزاہد ملا جلال - ملا حسن - سلم العلوم - میر مع تصورات قطبی -
۱ جگہ ۲ جگہ ۲ جگہ ۲ جگہ

تصدیقات قطبی - شرح تہذیب - تہذیب - میزان منطق - ایساغوجی
۲ جگہ ۳ جگہ ۲ جگہ ۲ جگہ ۳ جگہ

کبریٰ - صغریٰ - شمس بازغہ - صدرا - شرح چغمینی -
۲ جگہ ۲ جگہ ۱ جگہ ۲ جگہ ۲ جگہ

تصریح - ۲ جگہ -

(نظم و نثر فارسی) دیوان حافظ - ابوالفضل - انوار سہیلی - اخلاق محسنی
۲ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ

بوستان - گلستان - فارسی کی دوسری - فارسی کی پہلی - آمدن نامہ
۳ جگہ ۳ جگہ ۳ جگہ ۴ جگہ ۵ جگہ

وغیرہ دیگر کتب تحتانی -

اگرچہ اس مدرسہ میں سو طلبہ کے خوراک وغیرہ کی گنجائش ہے مگر میر مجلس کی سیا

سعی سے اسوقت عطیات وغیرہ کی اتنی رقم جمع ہوتی ہے کہ اکثر سو سے زیادہ ہی وظیفہ خوارونکی تعداد ہروقت رہا کرتی ہے۔ چنانچہ اسوقت مدرسہ مین (۲۳۰) طلبہ بود و باش رکہتے ہین۔ جنکے اکل و شرب درسی کتب وغیرہ دیگر خرچ کا اہتمام مدرسہ ہی کے طرف سے کیا جاتا ہے۔ انہین سے صرف سو طلبہ کو لباس گرما و سرما بہی مدرسہ ہی کی جانب سے دیا جاتا ہے۔

اس مدرسہ مین دو کتب خانہ موجود ہین۔

(۱) وہ کتب خانہ جس سے طلبہ کے لئے درسی کتب دیجاتے ہین

(۲) وہ لائبریری (کتب خانہ) جس مین ہر فن کے غیر درسی کتب کا معتد بہ ذخیرہ طلبہ کے مطالعہ کی غرض سے جمع کیا گیا ہے تاکہ اون کے استعداد مین کافی اضافہ اور معتد بہ ترقی ہو۔ اور بہت علمی پرچے اور اخبار اہل خیر اس مین ارسال فرماتے رہتے ہین جکا نام کتب خانہ امداد المعارف ہے یہہ دونون کتب خانہ منتظم صاحب کے زیر نگرانی ہین۔ سال حال مین صرف ششماہی آمد و خرچ تخمیناً ۹۰۰۰ نو ہزار کے قریب قریب رہا جس سے بعض اصحاب کا یہہ خیال ہو سکتا ہے کہ مدرسہ اعلی درجہ کی مالی ترقی کر گیا ہے لیکن مدرسہ جن دینی خدمات کو انجام دینا چاہتا ہے اگر اونکی اہمیت اور وقعت پر نظر ڈالی جائے تو تجربہ کار حضرات سمجہہ سکتے ہین کہ اس کو ابہی بہت کچہہ مالی ضرورتین لاحق ہین۔ یون تو شوقین طلبہ بطور خود پہلے سے ہی تقریرین کیا کرتے ہین مگر ۱۳۱۹ھ ہجری سے اس کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے کہ تحتانی طلبہ دوشنبہ کے روز اور فوقانی طلبہ پنجشنبہ کے روز اخلاقی کلامی۔ فلسفی اور اعتقادی مسائل پر لکچر اور وعظ بیان کیا کرین۔ اگرچہ کہ طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے کچہہ وظائف مقرر کرنیکی ضرورت تہی مگر افسوس کہ مدرسہ ایسی کی مالی حالت نہین ہے کہ اس قسم کے امور کی جانب توجہ کر سکے۔ چنانچہ گوشوارہ آمد و خرچ بابتہ ۱۳۱۶ھ ف ملاحظہ ہو۔

گوشوارہ آمدنی ششماہی سال حال

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
[illegible]	[illegible]	چندہ	عطیہ	[illegible]	جرمانہ	[illegible]	[illegible]	مبادلہ	متفرقات	جمع	کیفیت
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

گوشوارہ مصارف ششماہی سال حال

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	تعمیرات	[illegible]	متفرقات	جمع	کیفیت
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

استفتاء

کیا فرماتے ہین علماء دین متین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ مین کہ جسوقت مرزائیون سے کہا جاتا ہے کہ وحی آسمانی نبوت کے ساتھہ ہی منقطع ہوگئی اب کسی پر بحیثیت نبوت وحی نہین اتر سکتی تو وہ اسکے جواب مین شہد کی مکھی پر وحی ہونا وغیرہ آیات پیش کرکے قرآن شریف مین اقسام کے من مانی ایسی تاویلین کرتے ہین جو تفاسیر متداولہ قدماء کے بالکل خلاف مین ہے آپ اس مین جو کچھہ تحقیق ہو تحریر فرماکر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہون فقط

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا ومسلما

حق تعالی جسطرح وحی اپنے خاص بندون پر فرماتا ہے اسیطرح شیطان بھی اپنے خاص دوستون پر کرتا ہے اور اس سے اسکا مقصود یہہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمانو نکے ساتھہ جھگڑے کرین۔ چنانچہ خود قرآن شریف سے یہہ بات ثابت ہے آٹھوین پارہ کے پہلے رکوع مین ہے۔ قولہ تعالی۔ ان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم لیجادلوکم وان اطعتموھم انکم لمشرکون یعنے شیطان اپنے دوستون کی طرف وحی کرتے ہین اس غرض سے کہ وہ لوگ تم (مسلمانون) سے جھگڑے کرین اور اگر تم (لوگ) اونکی اطاعت کروگے تو مشرک ہوجاؤگے۔ انتہی۔

چنانچہ مرزا صاحب کی تحریر سے ہی کشف و الہام مین شیطان کی مداخلت ثابت ہے۔ جیسا کہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۲۷) مین لکھتے ہین کہ

"میان عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی محی الدین صاحب کو الہام ہوے کہ
مرزا صاحب جہنمی ہین اور کبھی اپنے الحاد سے باز نہ آئینگے اور ہدایت پذیر
نہونگے" اسکے جواب مین مرزا صاحب لکھتے ہین کہ جب انسان اپنے نفس
اور خیال کو دخل دیکر کسی بات کے انکشاف کے لئے توجہ کرتا ہے خاص کر
اوس حالت مین کہ جب اوس کے دلمین یہہ تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے
موافق کسی کی نسبت کوئی برا یا بہلا الہام مجھے معلوم ہو جاے تو شیطان اوس وقت
اوسکی آرزو مین دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اوسکی زبان پر جاری ہو جاتا ہے مگر وہ
بلا توقف نکالا جاتا ہے۔ انجیل مین بہی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کی
سا تہہ بدلکر بعض لوگون کے پاس آجاتا ہے اور نیز لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے
وقت مین چار سو نبی نے اوسکی فتح کے بارہ مین پیشین گوئی کی اور وہ جہوٹی نکلی
اور بادشاہ کو شکست آئی اسکا سبب یہہ تہا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح
کی طرف سے تہا نوری فرشتہ کی طرف سے نہین تہا اور نبیوں نے دہوکا کہا کر ربّانی
سمجہا انتہی۔

مرزا صاحب کے اعتراف سے ثابت ہے کہ شیطان نوری شکل مین آتا ہے جسکی
نبیونکو بھی شناخت نہین ہوسکتی چنانچہ چار سو نبی دہوکا کہا کر جہوٹے ثابت ہوے
اور اونکو یہہ بہی نہین معلوم ہوا کہ وہ الہام ہے یا وسوسہ شیطانی۔ بقول مرزا صاحب
نبیون کے الہامون اور مشاہدون کی یہہ حالت ہو تو مرزا صاحب کے الہام کس
شمار و قطار مین +

اسی کا موید یہہ واقعہ بہی ہے جو نفحات الانس مین مولانا جامیؒ نے
ابو محمد خفافؒ کے حالمین لکھا ہے کہ ایک جگہ مشایخ شیراز کا مجمع تہا جس مین ابو محمد خفاف
بہی تھے گفتگو مشاہدہ کے باب مین شروع ہوئی ہر ایک نے اپنے معلومات بیان کئے
ابو محمدؒ سب سنتے رہے اور اپنی تحقیق کچہہ نہ بیان کی۔ مومل حصاصؒ نے کہا کہ
کچہہ آپ بہی گہر ریزی فرماوین اونہون نے کہا یہہ تحقیقات کافی ہین۔ مومل ؒ نے

اصرار کیا اسپر ابو محمدؒ نے فرمایا کہ یہہ جسقدر گفتگو تہی حد علم مین تہی حقیقت مشاہدہ کی کچہہ اور ہے اور وہ یہہ ہے کہ حجاب منکشف ہوکر معاینہ ہو جاے۔ سب نے کہا یہہ آپکو کیونکر معلوم ہوا آپ نے کہا مین ایک بار تبوک مین تہا مشقت اور فاقہ کی حالت مین مناجات کر رہا تہا کہ یکایک حجاب اوٹہہ گیا دیکہا کہ حق تعالی عرش پر جلوہ افروز ہے مین دیکہتے ہی سجدہ مین گرا اور عرض کیا۔ یا مولائی ما هذا مکانی وموضعی هذا۔ یہہ سنکر سب خاموش ہو گئے مؤملؒ نے کہا چلئے ایک بزرگ سے ملاقات کرآئین۔ اور ابن سعدان محدث کے ہان اونکو لے گئے وہ نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ مؤملؒ نے کہا اے شیخ اجو روایت آپنے بیہقی کہ "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان للشیطان عرشا بین السماء والارض اذا اراد اللہ بعبد فتنة کشف له عنه" ذرا سنائے۔ شیخ نے بسند متصل وہ روایت سنائی جسکا مطلب یہہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آسمان اور زمین کے درمیان مین شیطان کا تخت ہے جب خدا تعالی کو منظور ہوتا ہے کہ کسی بندہ کو فتنہ مین ڈالے یعنے گمراہ کرے تو شیطان اوسپر منکشف ہو جاتا ہے ۔

ابو محمدؒ روتے ہوے بے اختیار اوٹھے اور کئے روز غائب رہے مؤملؒ کہتے ہین جب اون سے ملاقات ہوئی مین نے پوچہا کہ اتنے روز آپ کہان رہے کہا اوس کشف و مشاہدہ کے وقت سے جتنی نمازین پڑہی تہین سب کی قضا کی اسلئے کہ وہ سب شیطان کی پرستش تہی۔ پہر کہا کہ اب اسکی ضرورت ہے کہ جہان اوسکو دیکہکر سجدہ کیا تہا وہین جاکر اوس پر لعنت کر دون چنانچہ وہ پہر چلے گئے اور پہر اون سے ملاقات نہوئی۔ انتہی۔

چونکہ ابو محمدؒ سعید ازلی تہے گو چند روز امتحانًا اس مہلک فتنہ مین مبتلا رہے مگر جب حدیث شریف پہونچی تو فورًا متنبہ ہو گئے اور اوس کشف و مکشوف دونونپر لعنت کی۔

اس سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب نے مسلمانون کے ساتہہ جہگڑون کی بنیاد جو ڈالی

اسکا سبب یہی تہا کہ شیطان نے اون پر وحی کی تہی مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے
اوس وحی شیطان کو خدا تعالیٰ کی وحی خیال کر لیا اگر ذرا غور کرتے کہ خدا کی وحی سے
مسلمانون مین باہم اتحاد پیدا ہوتا ہے جیسا کہ صحابہ مین تہا اور شیطان کی وحی سے
مسلمانونکے ساتہہ جہگڑے ہوا کرتے ہین جیسا کہ آیت متذکرہ بالا سے ثابت ہے
تو ہرگز اونکو دہوکا نہوتا ۔

اب مسلمانون کو چاہئے کہ اونکے دہوکے مین نہ آئین ورنہ بموجب آیہ موصوفہ
مشرک ہوجاوینگے ۔ یہہ بہی معلوم رہے کہ خدا کی وحی جہوٹے اور ملعون شخص پر
ہرگز نہین ہوسکتی اور خود مرزا صاحب کے اقرار سے ثابت ہے کہ وہ جہوٹے
اور ملعون شخص ہین ۔ جسکا ثبوت مرشدنا علامۂ دہر فہامۂ عصر اوستاد السلاطین مولانا
عارف باللہ عالیجناب حاجی حافظ مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ نے اپنی کتاب
افادۃ الافہام مین نہایت تفصیل و وضاحت کے ساتہہ دیا ہے ۔ اگر منظور ہو
تو کتاب موصوف منگوا کر ملاحظہ فرما لیجئے ۔ غرضکہ جو وحی انبیا کا خاصہ ہے اور صلحا کو
جو ہوا کرتی ہے جسکو الہام کہتے ہین اوس سے مرزا صاحب کو کوئی تعلق نہین ۔

رہا مسئلہ ”تاویل“، سو آپ مرزا صاحب سے کہئے کہ کل مذاہب باطلہ کے لوگ
قرآن مین تاویل کرکے اپنا مذہب ثابت کرنا چاہتے ہین چنانچہ فرقہ باطنیہ کے لوگون نے
قرآن مین تاویل کرکے یہہ بات بنائی کہ شراب مردار وغیرہ کل اشیا حلال ہین اور نماز
روزہ وغیرہ عبادات کی کوئی ضرورت نہین سب فضول و بیکار محض ہین جسکا حال
مولانا صاحب موصوف نے اوسی کتاب مین بکمال وضاحت تحریر فرمایا ہے ۔
اب اگر مرزا صاحب کی تاویلین مان لیجائین تو فرقہ باطنیہ کی تاویلین کیون نہ مانی جائینگی
جس سے بالکل بیفکری ہوجائے اور کسی کی اطاعت کی حاجت نہ رہے ۔
غرضکہ ہر شخص تاویل کرنیکا مجاز نہین ۔ جن آیتون مین تاویل کی ضرورت تہی
صحابہ تابعین اور تبع تابعین نے معین کردیا اور قرون ثلاثہ جو مشہر بالخیر ہین
اونکے بعد کسی کو حق نہین کہ اپنے مطلب کے موافق تاویل کرسکے ۔ اب مسلمانونکو

کیا ضرورت کہ مرزا صاحب کی شیطانی وحی پر ایمان لا کر تاویل قرآن میں اطاعت کریں اور بموجب آیہ موصوفہ مشرک بنیں۔ نعوذ باللہ من ذالک فقط

المجیب

مہتمم کتاب مقاصد الاسلام

صحت نامہ کتاب مقاصد الاسلام

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
دے	دی	۹	۱۹	مباین	مبائن	۱۱	۱۰	جس ر	جن	۱۳	۲۳
ماما	مانا	۱۷	۱۰	اونکا	اس کا	۱۹	۱۱	وقت ایماندار	وقت ایماندار	۲۲	۹
ہوجاما	ہوجاتا	۲۲	۱۴	جزیرہ	جزیرہ	۲۳	۲۱	العاصی	العاص	۲۷	۶
بجور	بجور	۲۷	۱۹	ایولہب	ابولہب	۳۱	۲۰	پر	×	۳۱	۲۱
×	کہاکہ	۳۲	۲	دوایت	درایت	۵۲	۱	ہوا	ہوگا	۶۵	۱۱
کسی	کسبی	۶۷	۸								

تمت

خدا کا شکر ہوا طبع حصہ اول — کتاب عمدہ کا جو ہے مفید خاص و عوام

لکھا یہ کلک سعی نے مصرعہ تاریخ — چھپی کتاب فادت مقاصد الاسلام

از مولوی محمد مظفر الدین صاحب معلی حیدرآبادی ؎

اعــــلان

اہل اسلام کو بشارت دیجاتی ہے کہ حضرت مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ کے تصانیف جنکی بحسب اقتضای زمانہ سخت ضرورت ہے ہمارے یہان موجود ہین شایقین کے طلب دستیاب ہوسکتے ہین ۔

انوار احمدی ۔ اسمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درود شریف کے فوائد اور صحابہ کرام وغیرہم کے آداب اور چند ضروری مسائل کے تحقیقات ہین جنکی واعظین کو سخت ضرورت ہے ۔ جو اپنی خوبی اور پسندیدگی کے باعث ہاتون ہاتھ تقسیم ہو چکی طبع ثانی کی تجویز پیش ہے ۔

کتاب العقل اسمین عقل کی حقیقت کہولدی گئی ہے کہ دینی ابواب مین کہانتک چل سکتی ہے اور حکمت قدیمہ اور فلسفہ جدیدہ کا اثر جن مسائل دینیہ پر پڑہتا ہا اونکے جوابات عقل سے دیے گئے ہین قیمت کاغذ چکنا اعلی (۱۲) کاغذ کہرہ ادنی (۸)

افادۃ الافہام ہر دو حصہ جنکے (۵۴۷) صفحہ ہین یہ کتاب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ازالۃ الاوہام کا جواب ہے نہایت ہی محققانہ اور منصفانہ جواب دیے گئے ہین ۔ جنکے ضمن مین کئے ضروری مسائل کی تحقیقات اور نیز بہت سے تاریخی حالات مندرج ہین اس کتاب کے دیکھنے سے مذہب قادیانی اور اونکی کیاوی سے بخوبی آگاہی ہو جاتی ہے قیمت ہر دو حصہ کاغذ چکنا اعلی (ع) کاغذ کہرہ ادنی (عہ)

انوار الحق اس کتاب مین بھی مرزا صاحب کا جواب لکھا گیا ہے قیمت بنظر افادہ عام (۴)

حقیقۃ الفقہ حصہ اول جسمین محدثین اور فقہاء کے فرائض منصبی اور انکے کارنامے اور حدیث فقہ اور اجتہاد کی ضرورت نہایت مدلل طور پر ثابت کی گئی ہے [illegible] صاحب کی مافی [illegible]
[illegible] اکابر محدثین کے اقوال [illegible]

ان الدین عند اللہ الاسلام

مدرسۂ نظامیہ کے افادات کا علمی ذخیرہ جو مباحث

اخلاق۔ تمدن۔ فقہ اور کلام وغیرہ پر مشتمل ہوگا

مسمّٰی بہ

مقاصد الاسلام

حصہ دوم

فہرست مضامین

باہتمام

ابو تراب سید محمد باقر حسینی قادری طالب علم مدرسۂ نظامیہ

[illegible]

[illegible]

فہرست مضامین مقاصد الاسلام حصۂ دوم

إن الدين عند الله الاسلام

مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن کے افادات کا علمی ذخیرہ مباحث

تصوف۔ فقہ۔ کلام۔ اخلاق۔ فلسفہ وغیرہ پر شامل ہوگا؛

مسمّٰی بہ

مقاصد الاسلام

حصہ دوم

باہتمام اضعف العباد ابوتراب سید محمود دیا فع طالب علم مدرسہ موصوفہ

و مہتمم رسالہ مقاصد الاسلام لازالت انوارہا مستنیرۃ علی الانام؛

سنہ ۱۳۲۷ ہجری

در مطبع دائرہ دکن واقع حیدرآباد طبع شد

قیمت مجلد

درایت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین **اما بعد** اسمین کوئی عقلمند شک نہین کرسکتا کہ عقل جو آدمی کو عنایت ہوئی ہے وہ اعلی درجہ کی نعمت ہے اوسی سے آدمی تمام حیوانات مین ممتاز اور اونپر حکمران ہوا بڑے بڑے تن آور گردن کش ہاتھی جیسے جانور اوسکے روبرو سر جھکاتے ہین اور بڑے بڑے خونخوار شیر واژدہا اوسکے خوف کے مارے جنگلون مین بہاگے بہاگے پہرتے ہین عقل کی بدولت اوسنے آسمانون تک رسائی کی اور وہان کے حالات بیان کرنے لگا اوسکی دوربین عقل نے نقطہ تک کو نہ چہوڑا جو صدہا غلیظ وکثیف پردون مین چہپا ہوا ہے یعنے وہ مرکز عالم تک کی خبرین دیتا ہے بات بات مین اوسکے وہ موشگافیان کہ بال کی کہال نکالتا ہے قیاسات کے رصدگاہون سے دور دور کے مضامین عالیہ کی سیر کرتا ہے عقل ہی نے اوسکو وحشیانہ رفتار سے روککر تمدن کا پابند بنادیا عقل ہی ہے کہ اخلاق حمیدہ کو اخلاق ذمیمہ سے علیحدہ اور ممتاز کر دکہاتی ہے عقل سے آدمی خدا کو پہچانتا ہے اور اوسکی مرضیات کو دریافت کرکے دارین کے منافع حاصل کرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مخلوق مین کوئی ایسی چیز نہین جو عقل سے زیادہ اللہ کی محبوب اور مکرم ہو رواہ الحکیم الترمذی وداؤد

کذا فی شرح الاحیاء اسکے سوا اوربہی فضائل عقل کے باب مین احادیث وارد ہین عقل کی
شرافت پر یہہ قطعی دلیل ہے کہ حق تعالے نے قرآن شریف مین بتکرارت ومرات اپنی قدرت بالغہ
کے آثار بیان کرکے فرمایا کہ یہ نشانیان اون لوگون کیلئے ہین جو عقل رکہتے ہین کما قال اللہ تعالے

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ
الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ
فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَّتَصْرِيفِ
الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ

ترجمہ آسمانون وزمین کا بنانا اور رات دن کا بدلتے آنا اور کشتی جو لیکر چلتی ہے دریا مین جو چیزین
کام آوین لوگونکو اور وہ جو اللہ نے اوتارا آسمان سے پانی پہر جلایا اوس سے زمین کو مرگئے
پیچہے اور بکہیرے اوسمین سب قسم کے جانور اور پہیرنا باؤون کا اور ابر جو حکم کا تابع ہے درمیان
آسمان اور زمین کے اومین نشانیان ہین عقلمند لوگونکو۔ انتہے۔ فی الحقیقت بیوقوفون کا
کام نہین کہ کسی چیز کو دیکہکر کوئی عمدہ نتیجہ نکال سکین وہ تو صرف جانورون کی طرح دیکہہ لیتے
ہین کہ آسمان وزمین وغیرہ بہی کوئی چیزین ہین اونہین اس سے کیا تعلق کہ اون مین کیا کیا غوامض
صنعت ہین اور اونکا بنانے والا کیسا حکیم ہے کہ بغیر مادہ کے کسطرح بنایا ہوگا۔ کیونکہ یہہ
اوس وقت کا کام ہے جبکہ سوائے خدا تعالی کے کوئی چیز نہتی۔ اس قسم کی باتین سمجہنا عقلاہی کا
کام ہے اسیوجہ سے حق تعالی بکمال عزت افزائی اپنے مصنوعات کو پیش کرکے اونکو توجہ
دلاتا ہے کہ اومین غور وفکر کرین اور بحسب استعداد عقل سے مدد لیکر معلوم کرین کہ یہہ اپنے
مالک کی نشانیان ہین جن سے اونکو اپنے خالق کے تقرب کی راہ آسانی مل جائے چنانچہ
ایسا ہی ہوا کہ وہ حضرات نسخہ عالم کے مطالعہ مین ہمہ تن مشغول ہوگئے اور اوسمین غور و
فکر کرنے لگے چونکہ ایک ایک سے بے انتہا صنائع وبدائع پر مشتمل تہا جیسا کہ کسی بزرگ نے لکہا ہے

شعر برگ درختان سبز در نظر ہوشیار + ہر ورقے دفتر معرفت کردگار + ہر چیز کے حسن و کمال صنعت نے اونکی نظر فکری کو ایسا لبہایا جیسے کسی پری پیکر محبوبہ کا حسن و جمال نظر کو لبہا کر اپنا شیفتہ اور دیوانہ بنا لیتا ہے جون جون وہ گہری نظرین مصنوعات پر ڈالتے گئے صنعت کی نئی نئی اعجوبہ کاریان اونکے پیش نظر ہوتی گئین جس سے مصنوعات مین صانع کا مشاہدہ ہر وقت اونکو ہونے لگا اور یہان تک نوبت پہونچی کہ ہر چیز مین بلکہ جملہ حرکات و سکنات مین صفات الٰہیہ کے انوار اونکے پیش نظر ہوتے گئے اس مشاہدہ سے اونکی تعلقات خدا تعالیٰ کیساتھ ایسے قوی اور مستحکم ہو گئے کہ جو کام وہ کرتے ہین اوسمین غفلت کو دخل ہی نہین اور کبھی بمقتضائے بشریت غفلت ہو بھی گئی تو ساتھ ہی متنبہ ہو جاتے ہین اونکے تمامی کاروبار خواہ دنیوی ہو یا اخروی سب عبادت ہی عبادت ہو جاتے ہین جس سے ہر وقت اونکو تقرب الٰہی حاصل رہتا ہے اور بی یسمع و بی یبصر و بی یبطش کا مضمون جو صحیح حدیث مین وارد ہے صادق آجاتا ہے وہ دیکھتے مین سنتے ہین اور سب کچھہ کرتے ہین مگر اونکے افعال کی حقیقت ہی کچھہ اور ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ اکابر دین نے جو کام کئے وہ اب کسی سے نہین ہو سکتے۔ غرضکہ سالہا سال کی عبادت سے جو بات حاصل نہین ہو سکتی عقلا کو مصنوعات الٰہیہ مین فکر و تدبیر کرنے سے تہوڑی مدت مین حاصل ہو جاتی ہے اسیوجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک ساعت کی فکر ساٹہہ سال کی عبادت سے بہتر ہے کیون نہو عبادت گو باعث تقرب ہے مگر اوسمین اقسام کی خرابیان مثل ریا سمعہ عجب وغیرہ شریک ہو سکتی ہین بخلاف تفکر کے کہ وہ ان سب عوارض سے مبرا ہے اور اوس سے وقتاً فوقتاً معرفت الٰہی کی ترقی ہوتی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ اہل معرفت ہی باعث محبت ہے جسکا حال ہم نے تقریر ایمان مین لکہا ہے اور محبت پر وہ اثار مرتب ہوتے ہین جو صرف عبادت پر نہین ہو سکتے۔ بادی النظر مین یہان یہہ شبہہ ہوتا ہے کہ جو لوگ اس قسم کی فکر مین رہتے ہین وہ دنیا کی اعلیٰ درجہ کی نعمتون سے محروم اور سعادت سے بے نصیب ہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ آدمی دو چیزون

سے مرکب ہے ایک روح دوسرے جسم اور جسم روح کے لئے گویا ایک آلہ یا مرکب ہے اگر روح نہو تو جسم بیکار اور جماد محض ہے جس سے ظاہر ہے کہ اصل آدمی روح اور نفس ناطقہ ہے جو جسم سے کام لیتا ہے اور جتنے تلذذات جسم سے متعلق ہیں وہ سب روح کے طفیلی ہیں ادنی تامل سے یہہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ جو تلذذات خاص روحانی ہیں دراصل انسانی تلذذات وہی ہیں اور جسمانی تلذذات حیوانی ہیں اسلئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کہانے پینے جماع وغیرہ کے تلذذات کل حیوانون کو حاصل ہیں جنکے حاصل کرنے مین وہ ہمیشہ ساعی رہتے ہیں اور عقلی تلذذات جو خاصہ انسانی ہیں وہ کسی جانور کو حاصل نہین ہوسکتے۔ ہرچند مقتضائے انسانیت یہہ تہا کہ ہر شخص جسطرح حیوانی تلذذات کے حاصل کرنیمین کوشش کرتا ہے اوس سے زیادہ عقلی تلذذات کے حاصل کرنے مین کوشش کرتا مگر چونکہ انسان پر ابتدا سے ایک مدت دراز تک ایسا زمانہ گزرتا ہے کہ اوسکی نابالغ عقل اپنا ذاتی کام اوسمین نہین کرسکتی اور جسمانی تلذذات اپنا ایسا لطف بتاتے رہتے ہین کہ وہ انہی کا دیوانہ بنا رہتا ہے پہر جب ایک مدت دراز کے بعد عقل آئی تو وہ تازہ وارد مہمان کی طرح اپنا کوئی تصرف نہین کرسکتی اور اگر کوئی مشورہ دیا بہی تو سالہا سال سے جن تلذذات نے اوسے اپنا شیدا بنا رکہا تہا وہ کب ہے دام سے نکلنی دیتے ہین پہر عادت خود بمنزلہ طبیعت ہوجاتی ہے اور ظاہر ہے کہ آدمی امور طبیعیہ کی طرف بالطبع مائل ہوتا ہے اور عقل اون سے روک نہین سکتی غرضکہ عقلی تلذذات کی نوبت ہی نہین آتی اور آدمی حیوانات کی طرح تلذذات جسمانی مین گرفتار رہتا ہے مگر جنکی عقلین کامل ہوتی ہین اونکو انسانی تلذذات مین لطف آتا ہے اور اونکا وجدان گواہی دیتا ہے کہ اون تلذذات کے مقابلہ مین جسمانی تلذذات کوئی چیز نہین اور جس طرح عوام الناس جسمانی تلذذات کے حاصل کرنے مین کوشش کرتے ہین وہ عقلی اور روحانی تلذذات کے حاصل کرنے مین کوشش کرتے ہین اور چونکہ دونون کو پورے طور پر حاصل کرنا دشوار ہے اسلئے وہ تلذذات روحانی کو ترجیح دیکر اوسی مین لگے رہتے ہین اور معمولی لوگ جنکی سرشت مین حیوانیت داخل ہے اور قوائی حیوانیہ سکے

مغلوب ہین وہ اونکو بیوقوف سمجھتے ہین مگر وہ اوسکی کچھہ پروا نہین کرتے تاریخ فلاسفۂ یونان
مین سقراط کا حال لکھا ہے کہ وہ فقر و فاقہ مین خوش تہا کہاتا جس قسم کا مل گیا کہا لیا۔ گرما و سرما کا
ایک ہی قمیص پاؤن مین جوتا نصیب نہین کسی حکیم نے اوسکی اس حالت پر طعن کیا اوسنے کہا کہ شاید
تو سمجھتا ہے کہ سعادت فقط تونگری اور لذتون مین ہے یہہ غلط ہے اس وقت مین تجھسے
اچھی حالت مین ہون اہ دیکھیے سقراط اپنی حالت افلاس کو کتنا اچھی بتا رہا ہے اوسکا منشا
سوائے اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ عقلی تلذذات مین وہ ایسا سرشار تہا کہ اوس بے سر و سامانی
پر اوسکی نظر پڑتی ہی نتہی ایک ایک مسئلہ جو اوسپر منکشف ہوتا تہا اوسکی خوشی مین کسی چیز کا غم
آنے پاتا ہی نتہا۔ فیثاغورس کا حال اوسی کتاب مین لکھا ہے کہ جب اوسنے اس دعوی پر برہان
قایم کی کہ مثلث قائم الزاویہ مین وتر کا مربع دونون ضلعون کے مربع کے مساوی ہوتا ہے
تو اوسکو اتنی خوشی ہوئی کہ بقول بعض شادی مرگ تک پہونچ گئی۔ دیکھیے علمی تلذذ یہان تک
پہونچتا ہے۔ اون لوگون کے استغنا کی یہہ حالت ہوتی ہے کہ بادشاہ کی بہی کچھہ پروا
نہین کرتے چنانچہ دیوجنیس حکیم کے حال مین اوسی کتاب مین لکھا ہے کہ وہ نامی مشہور
حکیم تہا جسکے دیکہنے کے لئے سکندر شہر قورینہ کو گیا تہا دیکھا کہ وہ دہوپ مین بیٹھا کچھہ
کام کر رہا ہے سکندر نے کہا مین سکندر اکبر ہون اوسنے کہا مین دیوجنیس ہون سکندر نے
کہا کیا تو مجھسے ڈرتا نہین کہا تو اچھا ہے یا برا ہے کہا اچھا ہون کہا اچھے سے ڈرنے کی کیا
وجہ پہر چند باتین کرکے سکندر نے رخصت کیوقت کہا کہ مین دیکھتا ہون کہ تمہین
بہت سے چیزون کی احتیاج ہے اور مجھے بڑی آرزو ہے کہ تمہاری مدد کرون اسلئے کوئی
چیز تم مجھہ سے طلب کرو کہا مین آپ سے یہی درخواست کرتا ہون کہ اسوقت آفتاب کے سامنے
سے ہٹ جائے۔ اسلئے کہ مجھے دہوپ کی ضرورت ہے بادشاہ اور اوسکے رفقا اوسکے
قناعت سے متعجب ہوئے اہ دیکھیے باوجود احتیاج اور بادشاہ کی درخواست کے کچھہ
طلب نکرنا اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ تلذذات جسمانی کیطرف اوسکو ذرا بہی توجہ نتہی

بلکہ یہہ خوف تہا کہ کہین تلذذات جسمانی روحانی تلذذات کے مانع نہ ہو جائین وہ پابندیون سے بہت گہبراتے ہین چنانچہ افلاطون کے حال مین لکہا ہے کہ تحصیل علم کیلئے اوس نے بہت سیاحت کی اور بعد فراغت ایک گاؤن مین اقامت گزین ہوا جس کا نام اکدمیہ تہا۔ اور عمر بہر شادی نہین کی۔ دیکہئے اگر عقلی تلذذات جسمانی تلذذ سے بڑہا ہوا نہوتا تو کیا ممکن تہا کہ ایسا حکیم اس اعلے درجہ کے تلذذ جسمانی سے دست بردار ہوتا۔

طالیس کے حال مین لکہا ہے کہ وہ پہلا شخص ہے جو لقب حکیم کا مستحق ہوا جب سیاحت سند وغیرہ علوم کی تحصیل کرکے گہر آیا تو اوسکی عمر تیئیس ۲۳ سال کی تہی۔ مان نے اوسے شادی کرنے کو بہتیرا کہا۔ مگر اوس نے قبول نکیا۔ اور عمر بہر مجرد اور حالت افلاس مین رہا۔ اوس کا قول تہا کہ جو لوگ عقل رکہتے ہین۔ مال جمع نہین کرتے۔ بلکہ اوسکو حقیر سمجہتے ہین۔ اور اکتساب علوم و معارف کو دوست رکہتے ہین۔ دیکہئے مال کے جمع کرنے کو عموماً لوگ کیسی عقلمندی سمجہتے ہین مگر اوس حکیم نے حماقت قرار دی۔

دیمو قراطیس کے حال مین لکہا ہے کہ بعد تحصیل علوم اوس نے زندگی اسطرح بسر کی کہ کبہی کسی غار مین جا بیٹہتا کبہی کسی قبر مین۔ ابن خلکان وغیرہ نے فارابی کے حال مین لکہا ہے کہ باوجودیکہ بادشاہ نے نہایت عاجزی سے ماہوار قبول کرنے کو اوس سے کہا مگر اوس نے اس پابندی کو قبول نکیا اور اکثر صحرا مین رہا کرتا تہا۔ غرضکہ اکثر حکما جو سرآمد روزگار تھے جنکے کارنامون کو خود حکما وقعت کی نظرون سے دیکہا کئے اونکی تصریحات اور طرز عمل سے ظاہر ہے کہ تلذذات عقلی کے مقابلہ مین لذات جسمانی کو وہ کچہہ نہین سمجہتے تھے اسی طرح عقلاے اسلام کا حال رہا کہ مصنوعات آلہی مین نظر کرنے سے اونکو عقلی اور روحانی تلذذات ایسے حاصل ہوے کہ جسمانی تلذذات کیطرف بالکل اونکی توجہ نرہی مگر حکما و فلاسفہ اور عقلاے اسلام مین یہہ فرق ضرور ہے کہ وہ خانہ نشین یا صحرا نورد رہے اور عقلائے اسلام کو اوسکی ضرورت نتھی ہر وقت اور ہر حالت مین صنائع اور قدرت وغیرہ صفات آلہیہ کا مراقبہ کرتے رہتے اونکو اس قدر ملکہ

ہوگیا تہا کہ جو کام وہ کرتے تھے اوسمین جتنی صفات آلہیہ اوس کام سے متعلق ہین سب پیش نظر ہوجاتے تھے۔ توحید افعال وصفات و ذات جس طرح قرآن وحدیث مین وارد ہی اوسپر پورا پورا اونکا اعتقاد تھا اور موقع موقع پر اوسکو عمل مین لاتے تھے اونکی عقلون نے مان لیا تہا کہ خداے تعالی کی ذات وصفات تک اپنی رسائی ممکن نہین اسلئے خدا تعالی نے اپنے کلام پاک مین اون سے متعلق جو کچہہ خبر دی ہے اوسمین چون و چرا کی گنجایش نہین جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ یعنے اس کتاب مین کوی شک نہین وہ اون متقی لوگون کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہین۔ جو بات عقل سے باہر اور سمجہہ سے دور ہو اوسکو مان کر تاویل اپنی سمجہہ کے مطابق بنائی جائے تو ایمان بالغیب سے اسکو کیا تعلق۔ غرضکہ صحابہ کو مصنوعات آلہیہ مین خواہ وہ آفاق مین ہون یا انہی کے نفسون مین تفکر کرنے کرتے یہہ ملکہ ہوگیا تہا کہ اپنے ہر کام مین خداتعالے کے صفات وافعال کا مشاہدہ کیا کرتے تھے جیسا کہ اس آیہ شریفہ سے مستفاد ہے قولہ تعالی اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ترجمہ آسمان و زمین کا بنانا اور رات اور دن کا بدلتے آنا اسمین نشانیان ہین عقل والونکو وہ جو یاد کرتے ہین اللہ کو کہڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور دھیان کرتے ہین آسمان اور زمین کی پیدایش مین ای رب ہمارے تو نے یہہ عبث نہین بنایا۔ انتہی۔ کیا یہہ خیال ہوسکتا ہے کہ صحابہ باوجودیکہ بلا واسطہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ تھے وہ اس درجہ کے عقلا اور اس تعریف کے مستحق نہون اور صرف چند گوشہ نشین فقرا کی تعریف اس آیہ شریفہ مین کی گئی ہو جو صحابہ کے بعد وجود مین آئے ہرگز نہین۔ اب غور کیا جائے کہ آدمی جو کام کریگا

وہ لیٹ کر کریگا یا بیٹھ کر یا کھڑا ہوکر غرض کے انہی تین حالتون مین سے کسی ایک حالت مین کریگا پھر جب خدای تعالی نے خبر دی کہ ہر حالت مین وہ اللہ کا ذکر کیا کرتے ہین تو اگر اوسکے یہ معنی خیال کئے جاینی کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وغیرہ اذکار کیا کرتے ہین تو یہ لازم آئیگا کہ صحابہ کوی دوسرا کام کرتے ہی نتھے۔ حالانکہ کسب معاش اور ملاقات احباب اور جہاد وغیرہ صدہا کام کیا کرتے تھے اس صورت مین ذکر سے مراد مطلقًا ذکر اصطلاحی صوفیہ لینے کی کوی ضرورت نہین کیونکہ ذکر کے معنے لغت مین یاد کرنے کے ہین جو دل کا فعل ہے اور یہ ذکر کامل الایمان حضرات ہمیشہ کیا کرتے ہین اس لئے کہ حق تعالی فرماتا ہے وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ یعنے زمین مین نشانیان ہین اوس قوم کے لئے جو یقین کرتی ہے اور اپنی ذاتون ہی مین تم کیون نہین دیکھہ لیتے۔ اس آیت کے لحاظ سے وہ اون اسرار پر جو اونکے نفوس مین رکھے ہین ہمیشہ غور و فکر کیا کرتے ہین یون تو آدمی مین بے انتہا قدرت کی نشانیان ہین جنکا کسیقدر حال فن تشریح اور فزیالوجی اور بیولوجیا اور انولوجیا اور بسیکولوجیا وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے اون سب کو جانے دیجئے صرف اسی کو دیکھہ لیجئے کہ آدمی بدل ما یتحلل اپنے جسم مین پہونچانے کے لئے جب غذا کہاتا ہے تو اوّلًا اوسکو پیٹ مین داخل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ہرچند عضلات وغیرہ جن سے یہہ کام متعلق ھے آدمی کے اختیار مین ہین مگر کبھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ کسی چیز کا نگلنا مشکل ہو جاتا ہے پھر معدہ مین وہ غذا پکتی ہے جسکے لئے آگ کی ضرورت ھے اور وہان آگ ندارد اور اگر ہے تو معدہ ہی مین ہے چنانچہ غذا کو گلا کر پاش پاش کر دیتی ھے اور معدہ کو اوسکا احساس تک نہین پھر وہ باریک نلکیون کی راہ سے جگر مین جاتی ھے ہم دیکھتے ہین کہ بڑی بڑی نہرون کو ہر سال صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اونکو صاف کرنے کی ضرورت ہی نہین۔ اتفاقًا کبھی سدہ پڑ ہی گیا تو دوا کے ذریعہ سے وہ نکال دیا جاتا ہے حالانکہ دوا کا اس موقع خاص مین جاکر کام کرنا کسی قدر حیرت انگیز ھے پھر جگر مین وہ غذا دوبارہ پکتی ہے اسی طرح تلی

اور کچھہ خبر نہین ہوتی پہر وہی غذا تمام جسم مین تقسیم ہوتی ہے کہین اوس سے گوشت بنتا ہے کہین ہڈی
کہین مغز کہین منی وغیرہ پہر اوسی غذا سے جو دراصل از قسم نباتات وغیرہ ہوتی ہے بچہ اور خاصہ
انسان پیدا ہوتا ہے اور جس قدر یہ انقلاب اور استحالے ہوتے ہین اونکی ذرا بہی خبر نہین ہوتی۔
ہر چند خیال کیا جاتا ہے کہ طبیعت یہ سب کام کر لیتی ہے مگر طبیعت کا یہہ حال ہے کہ نہ وہ
جانور ہے نہ انسان نہ جسم نہ جوہر اور طرفہ یہہ کہ خود حکما قایل ہین کہ اوسکو کسی بات کا شعور
ہی نہین قابل غور یہہ بات ہے کہ ایسی بے شعور اور بیوقوف طبیعت ایسے کام کرتی ہے
کہ ہزارون حکیم اور ڈاکٹر ملکر اونمین سے ایک کام کرنا چاہین تو نہین کر سکتے معلوم نہین
عقل یہ کیونکر مان لیتی ہے کہ ایک مہمل چیز ایسے نادر اور حکیمانہ کام ہر وقت کیا کرتی ہے
طبیعت کو ملنے کا یہہ سبب ہوا ہوگا کہ جب جسم مین کسی چیز کو داخل یا اوس سے خارج کرنے کی ضرورت
ہوتی ہے تو ایک قسم کا تقاضا اور کیفیت آدمی اپنے مین پاتا ہے چونکہ یہہ ضرورتین روز آنہ
پیش آتی ہین اسلئے یہہ قرار دیا گیا کہ یہہ امور طبیعت سے متعلق ہین حالانکہ یہہ کیفیتین اونہی
اعضا مین محسوس ہوتی ہین جن سے ادخال یا اخراج متعلق ہے جس طرح کسی عضو مین غریب اور
غیر طبعی مادہ آنے سے درد کی کیفیت محسوس ہوتی ہے فرق اتنا ہی ہے کہ وہ معمولی کیفیت ہے
اور یہ غیر معمولی اس سے یہ ثابت نہین ہو سکتا کہ مبدا تمامی تدابیر کا طبیعت ہے رہے نبض
کے حرکات اور قارورہ کے الوان وغیرہ سو اُنمین بہی طبیعت کو کوئی دخل نہین ہر ایک کے
اسباب جداگانہ ہین مثلا دلمین حرارت زیادہ ہوگی تو نبض ضرور زیادہ حرکت کریگی۔ پہر ہمیشہ دیکہا
جاتا ہے کہ اچہے خاصے صحیح تندرست آدمی کو خواہ مخواہ طبیعت مشورہ دینی ہے کہ فلان چیز
کہا لیجئے یا فلان کام کر لیجئے اور جہان اوسپر عمل کیا فوراً کوئی بیماری یا آفت آگئی۔ اگر مدبر بدن
تہی تو ذرا تو سوچا ہوتا کہ اسکا وبال آخر مجہی پر آنے والا ہے سوچ سمجہکر مشورہ دینا چاہئے اگر
کسی چیز کی خاصیت معلوم نہین تو یہ مشورہ دیا جاتا کہ کسی طبیب سے پوچہکر کہائے اور طرفہ
یہہ کہ اکثر ایسی ہی چیزون کے استعمال کا مشورہ دیا کرتی ہے جو بارہا اپنے اور غیرون کے

تجربون سے مضر ثابت ہوین مدبر کا تو یہہ کام ہے کہ سوائے نفع کے نقصان کی چیز کو نزدیک آنے دے
ہان یہہ خالق عز وجل کی شان ہے کہ جو چاہے کرے نہ کسی کے نفع سے کام نہ نقصان سے غرض
يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ جب تک چاہا کام بنایا کیا اور جب چاہا فنا کردیا۔
لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ یہہ تو سب جانتے ہین کہ نفس ناطقہ مدبر بدن ہے اور اوسیکو عقل
دی گئی ہے جو آسمانون کی سیر کرتی اور زمین کے اندر گھستی ہی مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ نفس ناطقہ کو بھی اس تدبیر مین کوئی دخل نہین کیونکہ جب ہم اپنے نفس ناطقہ سے پوچھتے ہین کہ
سنی سنائی کو چھوڑ کر اپنا ذاتی علم بیان کیجئے کہ غذا کے انقلاب کس تدبیر سے کئے جاتے ہین
تو وہ صاف کہتا ھے کہ مین کچھ نہین جانتا نہ خون بننے کی خبر ہے نہ بلغم وغیرہ کی بلکہ جانتا تک
نہین کہ جسم مین خون وغیرہ اخلاط بھی ہین ہان جب وہ باہر نکلتے ہین اور آنکھین اونکو دیکھکر مجھے
خبر دیتی ہین تو مین سمجھتا ہون کہ ہمارے جسم مین خون وغیرہ اخلاط ہین اور اسی مین وہ تیار ہوتے ہین
مقتضائے عقل تو یہہ تھا کہ نفس ناطقہ جو عقلمند اور مدبر بدن قرار دیا گیا ہے یہہ تمام تدبیرین
اوس سے متعلق ہوتین مگر خود وہی گواہی دے رہا ھے کہ سوائے باتین بنانے کے یہہ کوئی
کام مجھسے متعلق نہین جب مدبر بدن کو ان تدبیرون مین دخل نہین دیا گیا تو عقل اسکو ہرگز
تسلیم نہین کرسکتی کہ بیوقوف محض طبیعت ان اعلی درجہ کی تدبیرون کے لئے منتخب کی
گئی ہو اس سے ظاہر ہے کہ یہہ سب کام خدا تعالے نے اپنے ہی قبضہ مین رکھے ہین جب خود
خالق و مدبر عالم فرما رہا ھے يُدَبِّرُ الْاَمْرَ كُلَّهٗ یعنی خدا ہی سب تدبیرین کرتا ہے تو یہ کیونکر ہو کہ بے شعور بے
وقوف طبیعت کے حوالہ کردے۔ اور اگر طبیعت کا وجود تسلیم بھی کرلیا جائے تو بھی یہی
کہنا پڑیگا کہ یہہ خدا ہی کا کام ھے کہ ایسے بیوقوف سے ایسا انتظامی کام لیتا ہے یہ غذا سے
متعلق ایک اجمالی بحث تھی پھر دیکھنے سننے مین بھی اقسام کی قدرت نمایان ہین جنکا حال
کسی قدر بسط سے ہمنے کتاب العقل مین لکھا ہے۔
الغرض درایت اور عقل سے ثابت ھے کہ جتنے کام آدمی کے جسم مین بلکہ تمام عالم مین ہوتے ہین

سب خدا تعالی کی تقدیر اور تدبیر سے ہوئے ہین اسیوجہ سے عقلا ہر کام مین خدا تعالی کو یاد کرتے ہین
مگر ہر موقع کا ذکر جدا ہے مثلاً جب اونسے کوئی ایسا کام صادر ہو جاتا ہے جو خدا کے حکم سے
خلاف ہے تو خدا تعالی کی قہاریت اور انتقام اونکے پیش نظر ہو جاتا ہے اور کمال ندامت
سے اوسکی معافی کے خواستگار ہوتے ہین جیسا کہ حق تعالے فرماتا ہے۔ قولہ تعالے
وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ
ترجمہ اور وہ لوگ جب کر بیٹھین کچہہ کہلا گناہ یا بڑا کرین اپنے حق مین تو یاد کرین اللہ کو اور
بخشش اپنے گناہونکی۔ انتہی۔ اسی طرح ہر موقع کا ذکر جدا ہے اور خاص خاص صفتون سے
خدا تعالے کو وہ یاد کرتے رہتے ہین یہان تک کہ کوئی وقت اور کسی کام مین اونکو یاد الٰہی سے
غفلت نہین ہوتی جیسا کہ حق تعالی اونکے حال کی خبر دیتا ہے۔ قولہ تعالے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ
تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ یعنے ایسے لوگ جنکو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے
ذکر سے غافل نہین کرنے پاتی۔ دیکھئے تجارت اور خرید فروخت جو اعلی درجہ کے دنیوی کام
ہین انمین بہی ان حضرات کا ذکر جاری رہتا ہے مگر اس ذکر کی حقیقت سرسری نظر سے سمجہہ مین
نہ آ سکی تفہیم کی غرض سے چند مثالین ہم یہان لکہتے ہین مثلاً جنکے پیش نظر اس آیہ شریفہ کا
مضمون رہتا ہے۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ
یعنے ای لوگو تم اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی غنی وحمید ہے " اونکو جس چیز کی احتیاج
ہوتی ہے وہ سمجہتے ہین کہ اللہ تعالی ہی کیطرف احتیاج ہوتی پہر خدا تعالی کا یہہ ارشاد بہی اونکے
پیش نظر رہتا ہے لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ یعنے انسان کو اتنا ہی ملیگا جتنی اوسنے
کوشش کی۔ اس لئے تجارت وغیرہ امور مین وہ سعی کرتے ہین اور اس سعی مین أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ
إِلَى اللَّهِ کا خیال بہی بندہا رہتا ہے پہر اگر مقصود حاصل ہو گیا تو اونکو اوس حاجت روائی
مین بڑی خوشی اس بات کی ہوتی ہے کہ ہمارے مالک نے ہم پر یہہ فضل اور مہربانی کی کہ ہماری
سعی بیکار نہ گئی اس فضل کی اتنی خوشی اونکو ہوتی ہے کہ اوس چیز کے بار دیپہ کے ملنے سے

نہین ہوتی جو ہیچ نظرون مین مقصود ہوتا ہے جیسا کہ الٰہی ارشاد ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ
بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ترجمہ کہو کہ اللہ کے
فضل اور رحمت ہی پر چاہئے کہ وہ خوشی کرین یا وہ بہتر ہے اوس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہین
دیکھئے یہ ذکر کسقدر وسیع اور موثر ہے کہ ابتدائے احتیاج سے حاجت روائی تک جاری رہا
اور آخر مین فضل الٰہی کا اس درجہ ممنون بنایا کہ اعلیٰ درجہ کے تقرب کا باعث ہے اور
ادہر ظاہری سعی سے حاجت روائی بھی ہوئی اور ہم خرما اور ہم ثواب کا مضمون صادق
آگیا ممکن تھا کہ غفلت کی حالت مین بھی سعی سے کام نکل آتا مگر وہ مرتبہ جو آیہ شریفہ
فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ یعنے تم مجھے یاد کرو تو مین بھی تمہین یاد کرون گا ؁ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہان حاصل ہو سکتا۔ دیکھئے اہل ایمان لو ترقیان کرتے ہین ادہر دنیا بھی حاصل
ہوئی اور ادہر ترقی مدارج اخروی بھی ہوتی گئی حق تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ
الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ
فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ جو کوئی چاہتا ہے آخرت کی کہیتی بڑہاوین ہم اسکی کہیتی اور جو کوئی
چاہتا ہو دنیا کی کہیتی اسکو دیتے ہین ہم کچہہ اوس مین سے اور نہین ہے اوسکو آخرت مین کچہہ
حصہ ؁ جب اونکو روزی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اللہ کیطرف متوجہ ہو جاتے ہین
کیونکہ ارشاد ہے فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ یعنے روزی خدا ہی سے مانگو ؁ مگر یہہ
طلب اکثر اوسی طریقہ سے ہوتی ہے جسکا حال ابہی معلوم ہوا۔ وہ جانتے ہین کہ سوائے
اللہ کے کوئی روزی دینے والا نہین بحسب مصلحت کسیکو کم دیتا ہے کسی کو زیادہ کما قال اللہ تعالیٰ
اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ یعنے اللہ جسکی روزی چاہتا ہے فراخ
کر دیتا ہے اور جسکی چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے۔ غرضکہ ہر حالت مین خواہ افلاس ہو یا
تونگری وہ خدائے تعالیٰ ہی کو یاد کرتے ہین۔ کسی ذریعہ سے اگر قدری قلیل کچہہ مل گیا تو
خدا تعالیٰ کی رزاقیت انکے پیش نظر ہو جاتی ہے۔

کما قال اللہ تعالی وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ترجمہ اور کوئی نہین چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اوسکی روزی انتہی یعنے ہر ایک کو روزی دینوالا وہی ہے ۱۲ اور وہ سمجھہ جاتے ہین کہ جس اندازہ کا رزق حق تعالے نے اپنے ذمہ لیا ہے وہ ہمین مل گیا۔ اور اگر ضرورت سے زیادہ ہو تو یہ خیال کرتے ہین کہ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ یعنے جسکو چاہتا ہے خدا تعالی بے حساب رزق دیتا ہے ۱۲ پہر مال اونکے پاس ضرورت سے زیادہ جمع ہوگیا تو یاد کرکے بندگان خدا کا حصہ اوسمین سے علیحدہ کردیتے ہین یعنے زکواۃ جسکی تاکید خدائے تعالی نے قرآن شریف مین جگہ جگہ کی ہے بطیب خاطر ادا کرتے ہین اور اوسکے سوائے دوسرے خیر کے کامون مین بہی اوسکو خرچ کرتے ہین اس خیال سے کہ خدائے تعالے نے اوسکا نام قرض رکہکر وعدہ فرمایا ہے کہ ہم یہہ قرض اوس روز ادا کرینگے جس روز تمہین اوسکی سخت ضرورت ہوگی پہر لطف خاص یہ ہے کہ قیامت کے وعدہ پر اس قرض دینے کو وہ مقتضائے عقل سمجہتے ہین جب نماز کا وقت آیا تو خدا تعالی اونہین یاد آگیا کہ اوسوقت کی نماز اوسنے فرض کی ہے۔ اور فوراً پڑہ لی اور رمضان کا مہینہ آتے ہی خدا یاد آگیا کہ اس مہینے کے روزے ہمپر فرض کیے ہین۔ اور اوسکی ادائی مین مشغول ہوگئے اور جب موسم حج کا آیا خدا یاد آگیا کہ ہمپر اوسنے حج فرض کیا ہے غرضکہ ہر وقت اور ہر حالت سے متعلق جو کچہہ قرآن شریف مین احکام مذکور ہین اُن مواقع مین خدائے تعالی انہین یاد آجاتا ہے اور ان احکام کی ادائی بصدق دل کیا کرتے ہین۔

جب کوئی کام اونکی مرضی کے مطابق ہوتا ہے تو اونکو فوراً یہہ خیال آجاتا ہے کہ حق تعالے نے اپنے فضل و کرم سے یہہ کام کیا کیونکہ ہمیشہ اونکے پیش نظر ہے کہ کل کامون کا مدار اوسی پر ہے کما قال اللہ تعالے اَلَا اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ط یعنے آگاہ رہو کہ خدا ہی سب کامون کا مرجع ہے و قولہ تعالے وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ یعنے ہر ایک کام کا دار و مدار آخر کار اوسی خدا پر جاکر ٹہرتا ہے یعنے جتنے اسباب ہین بمنزلہ الات ہین اصل کام

کرنیوالا خدای تعالی ہی ہے وہ مختار ہے جو چاہے کرے کما قال اللہ تعالی یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ط یعنے کرتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور حکم کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہی کسی قاعدہ وغیرہ سے وہ ایسا مجبور نہین کہ اوسکے خلاف نکر سکے اگر کوئی کام انکے مرضی کے مطابق نہوا اور اونکو اوسکی ضرورت ہو تو خدا کو پکارتے ہین اور اپنی عرض حاجت کرتے ہین جسکا اونہین حکم ہے کما قال اللہ تعالی اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ پہر اگر حاجت روائی مین دیر ہوئی تو صبر سے کام لیکر نماز پڑہنے لگتے ہین جو خاص قسم کی عبادت اور اظہار عبودیت ہے بمقتضای قولہ تعالی وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط یعنے مدد طلب کرو صبر اور نماز سے اور اگر اوس کام سے مایوس ہو جاتے ہین تو خدای تعالی کے اس ارشاد کو یاد کرلیتے ہین وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَہٗ بِالْخَیْرِ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ط یعنے آدمی جس طرح اپنی بہتری کی دعا مانگتا ہے اوسی طرح برائی کی بہی دعا مانگتا ہے اور انسان بڑا ہی جلد باز ہے ۱ھ اور سمجہہ جاتے ہین کہ وہ کام ہمارے حق مین مضر تہا پہر خدا تعالے کا شکر بجالاتے ہین کہ صرف اپنے فضل و کرم سے ہمین اون آفتون سے بچایا جو اوس کام سے متعلق تہین جب انپر کوئی مصیبت آجاتی ہے تو کہتے ہین اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ یعنے ہمتو اوسی کے ہین جس طرح چاہے ہمین رکہے اور ہم اوسی کی طرف رجوع کرنے والے ہین اور یہ سمجہتے ہین کہ وہ مصیبت خدا کے حکم سے آئی ہے کما قال اللہ تعالے مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ط یعنے جو مصیبت کسی کو پہونچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے پہونچتی ہے ۱ھ مگر اوسکے ساتہہ یہہ بہی خیال کرتے ہین کہ ہمارے گناہون کا بہی کسیقدر اوسمین لگاؤ ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ط یعنے تمپر جو مصیبت پڑتی ہے تو تمہارے اپنی کرتوت سے ہے اور خدا تمہارے بہت سے قصور معاف کرتا ہے اگر کسی سے کچہہ ضرر پہونچ جائے تو وہ خیال کرتے ہین کہ سوائی خدا تعالے کے کوئی نفع اور ضرر نہین پہونچا سکتا اور اس خیال سے کہ آخر ہم

بھی خدا کے قصوروار اور معاصی کے طلبگار ہین معاف کردیتے ہین کما قال اللہ تعالی ولیعفوا
ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم یعنے چاہئے کہ اونکے قصور بخشدین
اور درگذر کرین کیا تم نہین چاہتے کہ اللہ تمہاری قصور معاف کرے ؎ اگر کوئی خطرناک حالت
پیش آگئی تو خدا کو اپنا وکیل کرکے کہتے ہین کہ ہمین وہ کافی ہے کما قال اللہ تعالی الذین
قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم
فزادهم ایمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل
یعنے مسلمان وہ لوگ ہین جنکو لوگون نے خبر دی کہ مخالفون نے تمہارے ساتھہ لڑنے
کے لئے بہیڑ جمع کی ہے تو اونکا ایمان اور زیادہ ہوا اور کہا بس ہے ہمکو اللہ وہ اچھا وکیل اور
کارساز ہے۔ کافرون کو قتل کرتے وقت اس آیت کا مراقبہ رہتا تہا قاتلوهم يعذبهم
الله بايديكم ويخزهم یعنے کافرونکو قتل کرو اللہ تعالے ونیز عذاب کرتا ہے
تمہارے ہاتہون سے اور اونکو رسوا کرتا ہے اوسوقت اونکی یہہ حالت رہتی تہی کہ گویا عذاب
کے فرشتے ہین جنکو سوائے امتثال امر الہی کے کوئی ذاتی غرض نہین نہ محبت قرابت
جنگ سے مانع نہ مخالفت مذہبی اوسکا باعث تلوار کا جو وار کرتے اوسمین یہی خیال کے
خداتعالے کا عذاب اوتار رہے ہین اور اپنے پر جو وار پڑتا اوسمین یہہ تصور کہ رحمت الہی
جوش پر ہے اور پیہم مثل باران نزول کررہی ہے زبان حال پر اونکے یہہ شعر جاری ہے

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ؎ سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی ؎

گویا دیکہہ رہے ہین کہ دشمنون کے تلوارونکے سایہ کے تلے جنت ہے کما ورد الجنة
تحت ظلال السيوف اور اسی انتظار مین ہین کہ گر پیام اجل آجائے یعنے تیر یا تلوار کا کوئی
کاری زخم لگے تو نہایت خوشی سے لبیک کہتے ہوئے اپنے محبوب کے پاس اون زندونکی محفل مین
پہونچ جائین جنکو سعادت ابدی حاصل ہے کما قال اللہ تعالی ولا تحسبن الذين

قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یعنے جو لوگ اللہ کی راہ مین مارے گئے اونکو مردے مت سمجھو بلکہ اپنے رب کے پاس وہ زندہ ہین جنکو رزق دیا جاتا ہے اور خوش ہین اون نعمتون سے جو اللہ نے اپنے فضل سے اونہین دی ہین انتہی۔ ہر بڑہتے قدم کے ساتھہ یہہ خیال بندہا ہے کہ اپنے محبوب کیطرف بڑہے جا رہے ہین اور اودہر سے بہی یہہ مژدہ سنایا جا رہا ہے کہ اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِي جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ترجمہ اور آگے نکل جانیوالے آگے ہین سب وہ لوگ مقرب بہشتون مین نعمت کے انتہی۔ پہر جب کافرون کے لاشون کو دیکہا تو یہہ خیال ہی نہین کہ ہمنے کچہہ کیا بلکہ صاف کہتے ہین کہ اللہ نے اونکو قتل کیا ہمنے نہین کیا کما قال اللہ تعالے فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ یعنے تمنے اون کافرون کو قتل نہین کیا بلکہ اللہ نے کیا انتہی ہر کام مین وہ اپنی مشیت و اختیار کو خدائے تعالے کی مشیت و اختیار کے سامنے کان لم یکن سمجھتے ہین کیونکہ حق تعالے فرماتا ہے وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ط تم نہ چاہو گے مگر جو چاہے اللہ یعنے تمہاری مشیت وہی ہوگی جو اللہ کی مشیت ہو وقولہ تعالے وَمَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ یعنے نہین ہے واسطے اونکے اختیار۔ اور جو کام اونسے وقوع مین آتا ہے سمجھتے ہین کہ خدائے تعالے نے اوسے ہم مین پیدا کیا۔ کما قال اللہ تعالے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ یعنے اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے کامون کو غرضکہ اہل ایمان خدائے تعالی کو مختلف طریقون سے ہر حالت مین یاد کرتے رہتے ہین جس سے اونکے دلمین اطمینان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے کما قال اللہ تعالی اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ط انہی لوگون کی شان مین حق تعالی فرماتا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ اس تقریر سے ہماری یہہ غرض نہین کہ وہ حضرات لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وغیرہ اذکار نہین پڑہا کرتے تہے بلکہ ہمارا مقصود یہہ ہے کہ باوجود اون اذکار کی کثرت کے ہر کام مین بہی وہ خدا کے

تعالی کو یاد کرتے تھے اور کوئی کام اونکو یاد الٰہی سے مانع نہین ہوتا تھا یہہ خیال غلط ہے کہ یاد الٰہی کرنیوالے نکمے اور بیکار ہوجاتے ہین اور دنیا مین کسی کام کے نہین رہتے کیونکہ اونکا یہہ مشہور مقولہ ہے دست بکار و دل بیار۔ یہان شاید یہہ اعتراض کیا جائیگا کہ جب آدمی کوئی کام کرتا ہے تو نفس ناطقہ اوسی کیطرف متوجہ ہوتا ہے دوسرے کام کیطرف توجہ نہین ہوسکتی پھر یہہ کیونکر قبول کیا جائے کہ وہ سب کام کرتے اور اوسوقت خدا کا ذکر بھی کرتے تھے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ آدمی جس کام کی عادت کرتا ہے اوسمین سہولت ہوجاتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ مثل طبعی کامون کے ہوجاتا ہے رہی یہہ بات کہ نفس ایک وقت مین دو کامون کی طرف متوجہ نہین ہوسکتا سو یہہ مشاہدہ کے خلاف ہے اس لئے کہ ہر شخص کو اپنے دوست اور دشمن سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا ہے اوسوقت خیال کرکے دیکھہ لیجئے کہ کتنی چیزون کی طرف نفس متوجہ رہتا ہے اول تو بصارت اوسکی صورت نفس کے روبرو پیش کرتی ہے پھر خیال اوسکی صورت کو پیش کرتا ہے کہ وہی شخص ہے جس سے پیشتر ملاقات ہوئی تھی اور حافظہ اوسکی دشمنی یا دوستی کی صورت کو پیش کرتا ہے پھر اوس نے جو کچھہ گفتگو کی اسکا ماحصل جواب کے وقت پیش نظر رہتا ہے ورنہ جواب کو اوسکے ساتھہ کچھہ تعلق نہوگا جس سے دیوانہ سمجھا جائیگا پھر باوجود ان تمام امور کے وہ مضمون سوچا جاتا ہے کہ کوئی بات اوسمین ایسی نہو کہ قابل مواخذہ ہو اور اس خیال کے ساتھہ اون الفاظ کی تلاش بھی ہورہی ہے جو مفید مدعا ہون اور قابل مواخذہ نہون اور جہان تک ہوسکے مشترک ہون تاکہ گریز کا موقع مل سکے اسکے ساتھہ کبھی سجع وغیرہ محسنات کی بھی تلاش کیجاتی ہے۔ پھر کلام بنانے کی طرف توجہ علیحدہ کہ مبتدا خبر وغیرہ قواعد نحویہ و منطقیہ و مناظرہ مین فرق نہ آجائے کیونکہ یہہ سب علوم فطریہ ہین ہر شخص کی بول چال مین مخلوط رہتے ہین اور اوسکے ساتھہ الفاظ بنانے کا کارخانہ منہہ مین جاری رہتا ہے تئیس[۳۰] چالیس[۴۰] حرفون کے مخارج پیش نظر ہین اور وقتاً فوقتاً عضلات وغیرہ کو موقع موقع سے حرکت دیکر زبان اور حلق اور ہونٹون سے ایک ایک حرف اس طور پر بنتا ہے کہ حروف مہموسہ مجہورہ شدیدہ متوسط رخوہ مستعلیہ مستفلہ مطبقہ منفتحہ مذلقہ مصمتہ وغیرہ کے صفات مختصہ مین فرق نہ آنے پائے اور اوسکے ساتھہ ہوائی دم کیطرف

علیحدہ توجہ کہ بحسب ضرورت اوسیقدر لی جائے جتنے آواز کی بلندی و پستی مین مقصود ہے۔ پھر اگر جلتے وقت باتین ہوتی ہین تو اون عضلات و اوتار وغیرہ کیطرف توجہ لگی ہوئی ہے جن سے تشی متعلق ہے پھر اسمین بھی تیز او رآہستہ رفتار کے لیئے خاص خاص قسم کی توجہ درکار ہے اور اسکے سوا اور بھی کام ہوتے رہتے ہین مثلاً دیکھنا سننا وغیرہ جنکے لیئے خاص خاص قسم کی توجہ درکار ہے۔ اب غور کیجیئے کہ آن واحد مین نفس کتنی چیزون کی طرف توجہ کیا کرتا ہے پھر اگر ایماندار عقلا ہر کام مین خداتعالی کی طرف توجہ رکھین تو کونسی تعجب کی بات ہی ہان یہہ سچ ہے کہ ہر کس و ناکس کا یہ کام نہین البتہ چند روز کی مشاقی سے ہو سکتا ہے اور جب اوسکی عادت ہوگئی تو خاص قسم کا فیضان شروع ہو جاتا ہے جسکا تلذذ جسمانی تلذذ سے بدرجہا بڑہا ہوا ہے اسیوجہ سے اکابر دین کی توجہ تلذذات جسمانی کی طرف بالکل نہ تہی۔

غرضکہ جب مشاہدہ سے ثابت ہی کہ آدمی عادت کی وجہ سے بہت سارے کام آن واحد مین کر سکتا ہے تو عقل کی روسے اسمین ذرا بھی شک نہین ہو سکتا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہر کام مین ذکر الٰہی کیا کرتے تھے اور وہی ذکر اونکی کامیابیون کا سبب تہا۔ کیونکہ جب ہر کام مین اونکی توجہ الی اللہ ہوتی اور بمقتضائے ایمان یہہ بات پیش رہتی کہ کوئی کام بغیر امداد الٰہی وجود مین نہین آسکتا تو بمصداق وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ اودہر سے امداد ہوتی جو اصل ذریعہ کامیابی کا ہے ورنہ کہا قیصر و کسریٰ کی پرشوکت ہزارہا سال کی جمی ہوئی سلطنتین اور کہا عرب کے بے سروسامان فقرا۔ اگر مردم شماری کی نسبت قائم کیجائے تو یہہ حضرات اونکا ہزاروان حصہ بھی نہین اور اگر آلات اور سامان حرب دیکھا جائے تو کسی قسم کی نسبت نہین۔

دیکھئے اب بھی وہی ملک عرب موجود ہے اور وہی عراق ۔ شام ۔ مصر ۔ طرابلس ۔ ایران ۔ افغانستان بربر ۔ ترکستان ۔ بلوچستان ۔ وغیرہ موجود ہین جنکو صحابہ رضی اللہ عنہم نے فتح کیا انکے ہر قسم کے حالات پر نظر ڈالکر دیکھہ لیجئے کیا عقل اسکو تسلیم کر سکتی ہے کہ ایک چھوٹا سا خطہ عرب جسمین کوسون بلکہ منزلون آبادی نہین اتنے بڑے بڑے آباد اور شاداب ملکون پر فتحیاب

ہوسکتا ہے چنانچہ [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی بنی اسد غطفان
اور کنانہ وغیرہ قبائل نے ایک لاکہ کی جمعیت سے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا تہا اور وہان اہل اسلام
کی جمعیت صرف ساتہ آٹہ ہزار تہی جو مقابلہ مین [illegible] تہی ۔ اسی پر اندازہ کر لیجیے کہ خود
مخالفین اسلام کتنے تہے ۔ یہہ اون سلطنتون مین علاوہ کثرت افواج کے یہہ اہتمام ہوتی تہا
کہ تمام ملک مین جوش مذہبی اور قومی پیدا کرنے کی غرض سے ہر طرف لوگ بہیجے جاتے تہے تاکہ
پورا ملک آمادہ جنگ ہو جاوے اور لڑائی کی کیفیت کہ سب کے آگے ہاتہیون کی فوج رکہی جاتی تہی
جو بلائے بے درمان کیطرح اسلامی فوج پر آ پڑتے تہے ۔
غرضکہ ان تمام واقعات کو جو کتب تواریخ مین مذکور ہین پیش نظر رکہکر غور کیا جائے تو عقل ہرگز
قبول نہین کرسکتی کہ عادتی طور پر صحابہ نے ان ملکون کو فتح کیا اگر یہان یہہ خیال کیا جاوے کہ اون
ملکون مین عرب کے سے شجیع لوگ تہے تو یہہ قابل تسلیم نہین اس لئے کہ جہان رستم و افراسیاب
جیسے افراد پیدا ہوتے ہون وہان کے سب لوگ نامرد نہین ہوسکتے پہر شجاعان عرب کے
ساتہہ ہی تو ان حضرات کے مقابلہ رہے بلکہ ابتدا سے مدتون اس طرح مخالفت رہی کہ پورا
ملک عرب ایک طرف اور چند صحابہ ایک طرف غزوہ بدر مین ایک ہزار جنگ آزمودہ منتخب بہادران
عرب مقابل ہوئے جس مین سو سوار تہے اور کل فوج مسلح اور اہتمام اس درجہ کا کہ ہر روز نو دس
اونٹ ذبح کئے جاتے تہے اور ادہر صحابہ صرف تین سو تیرہ جن مین صرف تین سوار تہے اور
سامان جنگ کی یہہ کیفیت کہ کل چہہ زرہ تہے اور آٹہہ تلوارین باوجود اسکے ان حضرات نے ستر کافرون
کو قتل کیا اور ستر کو گرفتار اور کل تیرا صحابہ شہید ہوئے اور بفضلہ تعالی اہل اسلام ہی کی فتح
رہی ۔ اسی طرح غزوہ احزاب مین دس ہزار جنگ جو نبرد آزما ہر قبیلہ عرب کے منتخب افراد نے مدینہ
منورہ پر چڑہائی کی اور صحابہ کل تین ہزار تہے جنکی بے سامانی کی کیفیت کہ بیس روز تک تمام صحابہ
اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتون سے خندق کہودا کئے اوسکے بعد پندرہ روز
کفار کا محاصرہ اور معرکہ آرائیان رہین اس مدت مین اکثر فاقہ ہوا کیا یہان تک کے ایک بار تو متصل

تین روز تک چکھنے کے قابل ہی کوئی چیز نہ ملی آخر مین ایک روز ایسی ہوا چلی کہ کفار کے لشکر مین تہلکہ مچ گیا اور سب بہاگ گئے یہہ من جانب اللہ تائید باطنی تھی اگرچہ ہمارے زمانہ کے عقلا اس واقعہ کو اتفاق پر محمول کرلینگے مگر اون دس ہزار جنگ جو نبرد آزما مین جو عقلا تہے اونہون نے وسکو اتفاقی امر نہین سمجہا بلکہ اونکو یقین ہوگیا تہا کہ یہہ تائید باطنی من جانب اللہ ہے جسکے مقابلہ مین سر اٹہانا محال ہے اسیکو معجزہ کہتے ہین جسکے مقابلہ سے اتنی بڑی فوج عاجز ہوگئی ورنہ ہوا کا چلنا کوئی ایسی بات نہین کہ مستقل طبایع کو متزلزل کرسکے پہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد جب ایک لاکہہ کفار نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کیا تو آٹہہ ہزار صحابہ نے مقابلہ کرکے انکو ہزیمت دی انکے سوائے اور بہت سے وقائع ہین جو کتب سیر و تواریخ سے ثابت ہین۔

غرضکہ ایکبار نہین دو بار نہین ہمیشہ شجاعان عرب صحابہ کے مقابلہ مین ہزیمت ہی پاتے رہے اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی فتوحات فقط شجاعت یا تدبیرون سے نہین ہوئے بلکہ یہہ برکت اور تائید اسی ذکر الٰہی کی تہی جو صحابہ رضی اللہ عنہم ہر موقع کے مناسب ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ترجمہ ای ایمان والو جب بہڑو تم کسی فوج سے تو ثابت رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو شاید تم مراد پاؤ انتہی۔ اب یہان اسباب ترقی اسلام پر بہی غور کرلیجئے عقلا نے تو بہت سی رای زنیان اس بات مین کی ہین چنانچہ کوئی کہتا ہے کہ شجاعان عرب کی کوشش تہی کوئی صنعت اور حرفت و تجارت کو پیش کرتا ہے کوئی ترقی علوم و فنون بتاتا ہے مگر ہماری دانست مین کوئی قرین قیاس نہین اسلئے کہ شجاعت عرب کا تو حال ابہی دیکہہ لیا کہ ایک لاکہہ شجاعان عرب کو آٹہہ ہزار صحابہ نے ہزیمت دی اور جس زمانہ مین اسلام ترقی کررہا تہا جسقدر تجارت و حرفت تہی وہ بہی ملتوی ہوگئی تہی اسلئے کہ کل اہل اسلام اشاعت دین کے طرف ہمہ تن مشغول تہے اور علوم و فنون کا اوسوقت یہہ حال تہا کہ فی صدی ایک دو شاید لکہنا پڑہنا جانتے ہونگے ان چیزون مین اوسوقت ترقی ہوئی جب کے جانبازان اسلام نے اسلام کو

ترقی دیگر اسلامی سلطنت قائم کردی اسمین شک نہین کہ یہ امور اون سلاطین کی نام آوری کے باعث ہوئے جنہون نے اونکی طرف توجہ کی مگر یہان کلام نفس اسلام کی ترقی مین ہے۔

اسلام کی ترقی کے اسباب اگر ہم احادیث یا تفاسیر سے بیان کرتے تو بعض حضرات ہماری تقریر کو لغو سمجھتے اسلئے ہم نے خاص آیات قرآنیہ پیش کین جنکو ماننے اور انپر عمل کرنیکا وہ اقرار کرتے ہین اہل انصاف اور حق طلب عقلا سے امید ہے کہ اونہین غور و تدبر فرماوین کہ کس وضاحت سے حق تعالے نے ترقی اسلام کی تدبیر بتائی کہ ثابت قدمی کے ساتھہ خدا تعالے کا ذکر بکثرت کرین تو یہی امر باعث فلاح ہوگا۔

اتفاقا اسوقت میری نظر رسالہ جواز تصویر مولفہ مولوی محمد حسین صاحب انجینیر ڈپٹی کلکٹر پر پڑی انہون نے جواز تصویر پر یعملون لہ ما یشاء من محاریب وتماثیل سے استدلال کیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام تصویرین بنوایا کرتے تہے آیت سے ثابت ہے اور بائیبل سے یہہ استدلال کیا کہ شیر اور بیل اور آدمیون وغیرہ کی تصویرین بنوایا کرتے تھے بہرہ آیتین پیش کین جن مین کتب سابقہ پر ایمان لانے کی ضرورت ہے اور یہ بات بتائی کہ اون کتابون پر ایمان لانے سے یہی غرض ہے کہ تصویرین وغیرہ امور جو ان مین مذکور ہین سب قابل عمل سمجہے جائین اس ضمن مین انہون نے دل کہولکر مولویون کی خبر لی کہ وہ متعصب ہین بیہودہ ہین وغیرہ ذلک کیونکہ مسلمانون کو بائبل پر ایمان لانے اور عمل کرنے سے روکتے ہین اور لکہا ہے کہ تحقیق قرآن مین کوئی مضمون خلاف عقل وسنت الہی (قانون قدرت) کے برعکس مطلق نہین مگر آپ نے اور آپ جیسون نے اپنی مفسر خلاف عقل بڑہیون کی کہانی جیسی تقریرون تحریرون سے قرآن کی آب تاب پر اوسکی نہایت اعلی اور انتہائی خوبیون پر خرق عادت خرق والتیام کی تارون سے بنی ہوئی ٹاٹ کی بوری ڈالدی ہے سیدہی سادی بات کو ہی تعجب انگیز حیرت خیز بنادیا ہے انتہی۔

اس تقریر سے اتنا تو ضرور معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کو بیبلون سے نہایت دلچسپی ہے غالبا بیبلون مین جتنے قصے ہین مثلا انبیا نے اپنی لڑکیون کے ساتھہ زنا کیا اور خدا کی جورون نے زنا کروائین۔

اور رات بہر خدا کے ساتھہ کشتی ہوا کی اور بار بار اوسکو زمین پر دے مارا (نعوذ باللہ منہا)۔

وغیرہ سب ایمان لائے ہونگے۔ خیر اس سے ہمین تعلق نہین مگر اس سے یہ حسن ظن ہوتا ہے کہ جب منسوخ کتابون پر اتنا اعتقاد ہے تو قرآن مجید مین جتنی آیتین ذکر الٰہی کی ہمنے نقل کی ہین جو نہایت سیدہی سادی ہین جن پر نہ کوئی ٹاٹ کی بوری ڈالی گئی ہے نہ حدیث وتفسیر کا نام لیا گیا ہے اون پر توضرور عمل فرماتے ہونگے اور جسطرح صحابہ کہڑے بیٹہے لیٹے ہر حالت مین ذکر الٰہی کیا کرتے تھے فوٹوگرافر صاحب بہی کیا کرتے ہونگے خاصکر اس وجہ کہ تمام مسلمانون کو ہی اسیکا حکم ہے جیسا کہ ارشاد ہے واذکروا اللہ کثیرا یعنے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو ؎ اگر ہمارا یہ گمان صحیح ہے کہ فوٹوگرافر صاحب ذکر الٰہی کثرت سے کیا کرتے ہین تو اس سے کیا بہتر ہے۔ اور اگر صرف اس غرض سے قرآن اور انجیل پیش کرتے ہین کہ کسی طرح مال حاصل ہو خواہ حلال سے ہو یا حرام سے تو ہم اسکے قائل نہین کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا۔ واعتدنا للکفرین عذابا مھینا اور وہ کہتے ہین کہ ہم بعض کو مانتے ہین اور بعضکو نہین مانتے اور چاہتے ہین کہ درمیان مین ایک رستہ نکالین تو وہ لوگ یقینا کافر ہین اور کافرون کے لئے ہمنے ذلت کا عذاب تیار کر رکہا ہے ؎ انتہی۔

نیچر کا رستہ بہی ہے کہ قرآن کو اپنی مرضی کے موافق تاویلین کرکے پیش کرین تاکہ مسلمان سمجہین کہ قرآن سے استدلال کرتے ہین اور دوسرے احکام الٰہیہ سے کوئی تعلق نہین ؎

یہ شخصی بحث ہے ہمین اونکے ذاتی کامون سے غرض نہین مگر ہم یہ ضرور کہینگے کہ کثرت ذکر الٰہی باعث فلاح ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے۔

اور صحابہ کا کثرت سے ذکر الٰہی کرنا ہی قرآن ہی سے ثابت ہے تو اب کوئی مسلمان اسمین شک نہین کرسکتا کہ فلاح اور فیروزی جو صحابہ کو حاصل ہوئی اوسکا سبب کثرت ذکر الٰہی تہا اور اسی سے تنزل اہل اسلام کا سبب بہی ضمنًا معلوم ہوگیا کہ اوس مجرب نسخہ کو اونہون نے چہوڑ دیا اور تباہ ہوئے چنانچہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے یاایھا الذین امنوا لاتلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخاسرون ترجمہ اے ایمان والو نہ غافل کرین تمکو تمہارے مال اور تمہاری

اولاد اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہہ کام کرے تو وہی لوگ ہین ٹوٹا پانے والے انتہی۔
اہل انصاف خود غور کر سکتے ہین کہ مسلمانون نے مال اور اولاد کے دہندون مین پہنس کر ذکر الٰہی کو چہوڑ دیا یا نہین صحابہ کا سا ذکر تو درکنار اکثر مسلمانون کی یہہ حالت دیکہی جاتی ہے کہ نماز وغیرہ فرائض بہی ادا نہین کرتے بہر اونمین بہت سے ایسے ہی ہین کہ نماز و روزہ کی تضحیک کرتے ہین خسر الدنیا والاخرۃ ط ہونے کیلئے صرف ترک ذکر الٰہی کافی تہا پہر جب ا وسپر تضحیک و توہین علاوہ ہو تو کیا حال ہونا چاہیے مال فراہم کرنا آجکل کچہہ ایسا ضروری کام سمجہا جا رہا ہے کہ اسکے مقابلہ مین دین کوئی چیز نہین چنانچہ اوسکی سد کا ذہین نافع کرنیکی غرض سے فقہ تفسیر حدیث وغیرہ علوم دینیہ کی بیخ کنی ہو رہی ہے قرآن کے معنے ان ملانے گہڑتے جاتے ہین اسکو دیکہہ لیجیے کہ مولوی نوٹو گرافر صاحب نے جب دیکہا کہ شریعت مین تصویر کشی ممنوع ہے جس سے ایک ذریعہ فراہمی مال کا فوت ہوے جاتا ہے تو ایک رسالہ ہی لکہہ ڈالا جس مین وہ لکہتے ہین کہ بخاری مسلم کلینی وغیرہ جو کتابین ہین وہ قریباً یورپ کے لٹریچر کی ہین لکہتے ہین کہ آجکل کے مولوی اور انکے معتقد کتب الٰہیہ کی ضرورت نہ محسوس کرین نہ پڑہین نہ پڑہنے دین وہان پڑہینگے تو قریباً ڈہول کی ریعین جہوٹے سچے کی گہڑیون کتاب قصص الانبیا وغیرہ کو تو وہ انکا قصور ہے ’’قصص الانبیا جو قرآن و حدیث کا ترجمہ ہے وہ تو ڈہول کہانیان اور جہوٹ کی گہڑیات ہوین اور کتب محرفہ جنکی تحریف اور اصلاحات کمیٹیون کے لئے سے علانیہ ہوتے ہین اونپر ایمان لانے اور عمل کرنیکی ہدایت کی جارہی ہے پہر استدلال مین اون کتب محرفہ کی عبارتین پیش کرکے یہہ جبر کیا جاتا ہے کہ خواہ مخواہ اونکو تسلیم کر لو اور کسی نے تامل کیا تو مغلطات سناتے ہین یہ صرف اس غرض سے ہے کہ جائز و ناجائز طریقون سے مال حاصل کرین اور کوئی کچہہ نہ کہے کیا ان حضرات کو یہ آیتین نہین پہونچین قل متاع الدنیا قلیل والاخرۃ خیر لمن اتقی ترجمہ کہو فائدہ دنیا کا تہوڑا ہے اور آخرت کا بہتر ہے پرہیزگار کو انتہی۔ اور قول اللہ تعالیٰ کا ذرہم یاکلوا ویتمتعوا ویلہہم الامل فسوف یعلمون ترجمہ چہوڑ دو اونکو کہالین اور برت لین اور امید پر بہولے رہین کہ آگے معلوم کرینگے انتہی اسکا نام ان حضرات نے قومی ہمدردی رکہا ہے کہ ذرائع معاش کی توسیع مسلمانون کے لئے کرتے ہین؎

یہ نہیں خیال کرتے کہ یہہ ہو باعث غضب الٰہی ہیں جس سے روز بروز ادبار کی ترقی ہو رہی ہے۔ یہود کے مولوی
اسی قسم کے فتوے قوم کو دیا کرتے تھے چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم
ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم
وویل لھم مما یکسبون پس خرابی ہے اون لوگونکی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہین پھر کہتے
ہین یہہ خدا کے یہان سے اتری ہے تاکہ اوسکے ذریعہ سے تھوڑے دام یعنی دنیاوی فائدے حاصل کرین
بس خرابی ہے اون کی اوس چیز سے کہ انہون نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور خرابی ہے اونکی اوس سے کمائی کرتے ہین ۱۲
انتہی خدا کا فضل ہے کہ لاکھون حفاظ قرآن شریف کی حفاظت کر رہے ہین ورنہ آخری زمانہ کے ایسے مولوی مال
کی دھن مین لفظی تحریف بھی کرڈالتے ہین جسطرح معنوی تحریفین کر رہے ہین۔ دیکھئے یہود کے چند مولویون نے قوم
کی مرضی کے مطابق بطمع دنیوی فتوے دئے اور تمام قوم پر تباہی آگئی جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے وضربت
علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ ۱۲ اور لگادی گئی اون پر ذلت اور محتاجی اور وہ
خدا کے غضب مین آگئے۔ انتہی۔ حضرات یاد الٰہی کو چھوڑ کر دنیا مین مشغول ہو جانے سے یہان تک تو
نوبت پہونچ گئی کہ مولوی حالی صاحب ہمیشہ قوم پر مرثیہ پڑھا کرتے ہین کیا اب اوس بات کا انتظار ہے جو مولوی
صاحب موصوف فرماتے ہین۔ شعر

ڈر ہے کہین یہہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر ۔ مدت سے اوسے دور زمان میٹ رہا ہے

حضرات ذرا تو ایمانی راہ سے غور کیجئے کہ صحابہ کی تعداد بہ نسبت مخالفین کے کسی قطار و شمار مین نتھی مگر اونکی روز
افزون ترقیان ایسی تہین کہ اگر اونکے آثار موجود نہوتے تو ہرگز عقل مین نہ آسکتیں اور اب باوجودیکہ کروڑہا
مسلمان ہین جنکی مالی حالت صحابہ سے لاکھون نہین کرورون درجے بڑھی ہوئی ہے مگر ذلت و تنزل روز
افزون ہے کیا یہ آثار غضب الٰہی نہین حق تعالی فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما
بانفسھم جو نعمت کسی قوم کو خدا کی طرف سے حاصل ہو جب تک وہ قوم اپنی ذات سے نہ بدلے خدا اوس نعمت
مین کسی طرح کا تبدل و تغیر نہین کیا کرتا انتہی۔
اب صحابہ کیحالت کے ساتھ آخری زمانہ کے مسلمانون کیحالت کو ملا کر دیکھہ لیجئے کہ کیسا تغیر اونہون نے کر دیا ہے

جس سے معلوم ہو جائیگا کہ ہمارا یہ تنزل ہمارے ہی کرتوتون کا نتیجہ ہے۔
وہان دنیا کے کامون مین خدا کا ذکر ہوتا تہا یہان خدا کے ذکر سے بہی دنیا مقصود ہوتی ہے الا ماشاء اللہ
وہان ہر حال مین ذکر الٰہی تہا تو یہان ہر وقت دنیا کا ذکر و خیال ہے - وہان دین کی اشاعت تہی تو یہان اسکی
بیخ کنی اور امانت اوسی کی سزا یہ ہو رہی ہے کہ وہان روز افزون ترقی تہی تو یہان روز افزون تنزل ہو رہا ہے
اب بہی اہل اسلام اگر قرآن سمجہ کر پڑہین اور کسی آیت کے معنے اتفاقا سمجہ مین نہ آئین تو اوسکا علم مفوض
الی اللہ کرکے جو باتین سمجہ مین آتی ہین بغیر اسکے کہ اپنی رائے سے نئے معنے پیدا کرین اون پر ایمان لائین اور قابل عمل
امور پر عمل کرین - اور جسطرح صحابہ ذکر الٰہی ہر ایک موقع کے مناسب کرتے تہے کیا کرین تو کیا تعجب ہے کہ پہر ہی
عزت حاصل ہو جسکی خبر خدا تعالیٰ نے دی ہے قولہ تعالیٰ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن
المنافقین لا یعلمون ترجمہ عزت خدا کی ہے اور رسول کی اور مسلمانون کی لیکن منافق نہین جانتے ""
اور "تائید غیبی پہر ہونے لگے جسکا وعدہ ہے قولہ تعالیٰ وکان حقا علینا نصر المؤمنین یعنے ہم پر حق ہے
کہ اہل ایمان کی مدد کرین بابا اہل علم جانتے ہین کہ اس زمانہ مین ایسے اصول قایم کئے جا رہے ہین کہ ایمان کی نوبت
ہی نہ آئے اور تاویلین کرکے قرآن ہی تباہی بنایا جا رہا ہے اور صحابہ نے جس طرح ایمان لانا تہا جسکی وجہ سے
اونکی مدد ہوتی اوسپر یہ پردہ ڈالا جا رہا ہے کہ کوئی حدیث قابل اعتبار نہین پہر جس قوم نے ایمان ہی کو مرور
سمجہا تو خدا تعالیٰ اونکو کیا سمجہیگا پہر اسکی مدد کی کیا ضرورت بلکہ غیرت الٰہی مقتضی ہو رہی ہے کہ بجائے
مدد و یار اور ذلت دہر ڈالی جائے - پہر ذکر الٰہی جو فلاح اور فیروزی اہل اسلام کا مجرب نسخہ تہا اوسکی نسبت
اس زمانہ کے بعض مولویون کے خیالات اس وجہ بگڑے ہوئے ہین کہ اگر کوئی اوسکا نام لے تو پاگل ولی
جنتی یعنے احمق ملانا - کٹ ملا - قل اعوذیا وغیرہ بنایا جاتا ہے جس سے کمزور طبیعت والے مارے
شرمندگی کے اوسکا نام ہی نہین لے سکتے بلکہ حفظ ما تقدم کے لحاظ سے اونکو اوضاع اطوار لباس
حرکات سکنات کو بدلنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ کہین ان القاب مین سے کوئی لقب چسپان نہ کر دیا جائے
حالانکہ اس موقع مین اونکو یہ ارشاد الٰہی پیش نظر رکہنا چاہئے تہا ایبتغون عندہم العزۃ فان العزۃ
للہ جمیعا یعنے کیا اون لوگون کے نزدیک وہ عزت چاہتے ہین نہ چاہتے بلکہ اونکو یہ خیال کرنا چاہئے

کہ ساری عزت اللہ کے لئے ہے ؁ مسلمانون کو اونکے خدا کا حکم بجالانے مین شرم کی کیا ضرورت صاف کہدین کہ بہائیو کہ خدا تعالی حسب اقرار قرآن مین جسکو تم بہی خدا کا کلام سمجہتے ہو فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا وسبحوہ بکرۃ واصیلا یعنے اے مسلمانون کثرت سے اللہ کو یاد کیا کرو اور صبح وشام اوسکی تسبیح کرتے رہو ؁ اور ارشاد ہے قولہ تعالی فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم یعنے جب تم نماز پوری کرچکو تو کہڑے اور بیٹہے اور لیٹے اللہ کو یاد کرتے رہو ؁ اور ارشاد ہے فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون یعنے جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کے فضل یعنے رزق کی جستجو مین لگ جاؤ اور کثرت سے خدا کی یاد کرتے رہو تاکہ فلاح پاؤ ؁ دیکہئے جہان روزی یا مال طلب کرنے کا حکم ہے اوسکے ساتہہ ہی یہہ حکم لگا ہوا ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرین کیونکہ آدمی کو جب مال زیادہ ہو جاتا ہے تو پہر اوسکو کچہہ نہین سوجہتا۔ اسلئے تقید کی گئی کہ کہین اوس حالت مین خدا کو نہ بہول جاؤ بلکہ اگر فلاح چاہتے ہو تو خدا کی یاد کثرت سے کرتے رہو اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانون کی فلاح ذکر الٰہی کے ساتہہ وابستہ ہے۔

الحاصل صحابہ کے عقول ودرایت نے تسلیم کر لیا تہا کہ جب حق تعالی نے ہمیشہ ذکر کرنے کو فرمایا ہے تو وہ واجب العمل ہے اسیطرح کل احکام اس ایمانی درایت کا نتیجہ یہہ ہوا کہ اون پر وہ سب امور آسان ہو گئے اور سب پر عمل کیا جیسا کہ قرآن شریف اوسکی تصدیق فرما رہا ہے۔ اسی طرح انکی درایت ایمانی نے تسلیم کر لیا تہا کہ جن امور اور واقعات کی خبر حق تعالی نے دی ہے وہ واجب التسلیم اور یقینی ہین جن مین ذرا بہی شک نہین ہو سکتا ہر چند کفار اس تصدیق پر تمسخر واستہزا اور ملامت کرتے تہے مگر اون پر اوسکا کچہہ بہی اثر نہین ہوتا تہا کما قال اللہ تعالے ولا یخافون لومۃ لائم یعنے وہ لوگ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے ڈرتے نہین ؁

غرضکہ اونکی درایت نے ان سب امور کو ان پر آسان کر دیا تہا پہر حق تعالے نے انہی کی درایت کو پسند کر کے قرآن شریف مین جگہ جگہ اونکی عقلونکی تعریف کی جسکا حال ابہی معلوم ہوا۔ اس ایمانی درایت کی

پیروی سے وہ حضرات دونون جہان مین کامیاب اور فائز المرام ہوئے اس عالم کی کامیابی تو اظہر من الشمس ہے
اور اوس عالم کی کامیابی آیہ شریفہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ وغیرہ صدہا آیتون سے ظاہر ہے
اونکی درایت کی تعریف خود کفار کے اعتراف سے ثابت ہے جسکی خبر خدا تعالی دیتا ہے قولہ تعالی وقالوا لو کنا
نسمع او نعقل ما کنا فی اصحب السعیر اور دوزخی لوگ فرشتون سے کہینگے کہ اگر ہم نے
پیغمبرون کے کہے کو سنا یا سمجھا ہوتا تو دوزخیون مین نہوتے جب انہون نے اپنی اور مسلمانون کی
عقلون کے نتائج دیکھہ لئے اوسوقت اعتراف کیا کہ فی الواقع ہم ہی احمق تھے اسی لحاظ سے حق تعالی نے
اونکو قوم لا یعقلون اور لا یفقہون وغیرہ فرمایا ہے اور مسلمانون کو اولو الابصار اور
اولو الالباب وغیرہ خطابون سے یاد فرمایا

اسکی وجہ اونکی بیعقلی کی یہی ہے کہ انہون نے اپنی عقلون سے وہ کام نہین لیا جو مسلمان لیا کرتے ہین بلکہ
اونکے خلاف مین عقلی دلائل قائم کرتے گئے۔ مسلمانون کی عقلون نے جب دیکھا کہ کسی معتبر شخص کی
بات کو سمجھہ مین نہ آئے مان لی جاتی ہے۔ تو خدای تعالی کی بات کیونکر نہ مانی جائے اس لئے جو کچھہ قرآن
شریف مین ہے اور جو کچھہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب کو بصدق دل مان لیا چنانچہ حق تعالی
اونکی تعریف مین فرماتا ہے الم ذلک الکتب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یؤمنون
بالغیب اور کفار کی عادت تھی کہ جو بات اونکی سمجھہ مین نہ آتی عقلی دلائل ایسے قائم کرتے کہ اوسکی
تکذیب ہوجائے پھر ہر زمانہ کے کفار تکذیب آیات قرآنیہ پر نئے نئے دلائل قائم کیا کرتے اور علمائے اسلام
اونکے جواب دیا کرتے تھے یہانتک کہ فلسفہ جدیدہ کی نوبت آئی اوسنے تو اسلام کی مخالفت پر گویا کمر ہی
باندہ لی اور دلائل کی وہ بوچھار کی کہ اہل اسلام گھبرا گئے بعض علما نے دیکھا کہ اوسکا جواب مشکل ہے اسلئے
بہت سے مسائل مین اوسکی ہان مین ہان ملانے لگے چنانچہ سر سید احمد خان صاحب نے اکثر امور مین
اوسکی موافقت کی مگر غضب یہ کیا کہ ایک کتاب ہی لکھہ ڈالی جسکا نام تحریر فی اصول التفسیر ہے مقصود
اوس سے یہ ہے کہ جو بات عقل کے خلاف ہو اوسمین تاویل کرکے ہم اوسکو عقل کے مطابق کردینگے
اور بہت سے اصول اوسمین قائم کئے جو یہ ہم زلن ایمان ہین اس کتاب سے مسلمانون کو سخت تکلیف

پہونچی کیونکہ ابتدائی اسلام سے اجتماع جو عقاید بطور وراثت قرناً بعد قرن اہل اسلام کو پہونچتے آئے سبکو انہون نے
ملیامیٹ کردیا چنانچہ وہ لکھتے ہین جو جاہل ایک بات کو جو عقل انسانی کے مافوق ہی مان سکتا ہے وہ جہ
کم عقلان بزرگ نے ہی ہے اور اوسکا ایمان مضبوط رہتا ہے کیونکہ اوسکے سوا اور کچھہ نہین جانتا مگر جسکو خدا نے
عقل انسانی یا اوسکا کوئی حصہ عطا کیا ہے وہ ایسی بات پر جو مافوق عقل انسانی ہے یقین نہین کرسکتا
اور لکھتے ہین قرآن مجید مین کوئی بات مافوق عقل انسانی نہین ہے ۔ انتہی ۔

مقصود یہ کہ معجزات وغیرہ جو قرآن مین خلاف عقل مذکور ہین اون مین تاویل کرکے ایسے معنے لئی جائینگے کہ
عقل کے مطابق ہوجائین جسکی خود وہ تصریح کرتے ہین اور یہی کام تفسیر قرآن مین کردکھایا ۔

اب دیکھنا چاہیے کہ قرآن مین مافوق عقل انسانی ایسی کونسی باتین ہین جنکو عقل تسلیم نہین کرسکتی
اسکا تصفیہ بغیر اسکے نہین ہوسکتا کہ پہلے عقل انسانی کی حد قرار دیجائے جس سے معلوم ہو کہ اوس
حد کے جو چیز خارج ہے وہ مافوق عقل انسانی ہے ۔

اوسکے بعد یہہ دیکھنا چاہیے کہ اون خارجی امور کو گو عقل ادراک نہین کرسکتی مگر اونکو تسلیم بہی کرسکتی ہی یا نہین
عقلاً اسکو غالباً تسلیم کرلینگے کہ عقل صرف محسوسات اور وجدانیات تک محدود ہی اوسکے آگے وہ چل
نہین سکتی کیونکہ جبتک کوئی چیز محسوس نہو اوسکی تسلیم کرنے مین عقل اقسام کی دشواریان و اشکال پیدا
کرتی ہے دیکھئے ابتدا مین جب تار کا حال سنا گیا کہ چند منٹ مین ہزارہا کوس کی خبر اوسکے ذریعہ سے
معلوم ہوتی ہے تو عقل نے اوسکو محال سمجھا پھر جب دیکھہ لیا تو ساکت ہوگئی گو حقیقت اوسکی معلوم نہوئی
کہ کن اشیاء سے برق کو حرکت ہوتی ہے اور اون اشیا کو برق کے ساتھہ کیا خصوصیت ہے اسی پر اور امور کا
قیاس کرلیجئے ۔ کہ دیکھنے سے پہلے محال معلوم ہوتے ہین ۔ مادرزاد نابینا کی عقل ۔ حسن و جمال
خط و خال ۔ غنج و دلال ۔ نور ظلال ۔ بدر و ہلال ۔ الوان و تمثال ۔ اور نجوم ۔ وغیرہ کے احوال کا
ادراک ہرگز نہین کرسکتی ۔ اسیطرح مادرزاد بہرے کی عقل آواز کی دنیا کو عدم محض بلکہ محال سمجھتی ہے
اور ان امور سے متعلق ابحاث ہمنے کتاب العقل مین تفصیل لکھے ہین جنسے یہہ بات سمجھہ مین آجا
ویگی کہ عقل اونہین چیزون کا ادراک کرسکتی ہے جنکا احساس یا وجدان ہوا ہو اور اپنے محسوسات

اور وجدانیات کے باہر وہ قدم نہین بڑہا سکتی اسیوجہ سے اون امور مین جو اوسکی حد سے خارج ہین اوسکا
لا و نعم کوئی قابل اعتبار نہین ۔
اب دیکھئے کہ باوجودیکہ عقل اس محدود دائرہ کے باہر کام نہین کر سکتی مگر اوس سے وہ کام لیجاتے ہین جو
اوسکی مقدور سے خارج ہین مثلاً یہہ کام اوسکے ذمہ لگایا گیا ہے کہ عالم کس چیز سے بنایا گیا ہے اوسکی
حالانکہ وہ کیسے چیز ہے کہ کسی فرد و بشر نے تو کیا زمین و آسمان نے بہی اوسکو نہین دیکھا اس لئے
کہ اسوقت سوای خدا تعالی کے کوئی موجود نہا مگر اوس نے برابر اطاعت کی اور یہہ بہی نہ کہا کہ حضرت
مین کہان اور مادہ عالم کہان اوسوقت آپکے جدامجد کا بہی وجود نتہا ۔ اسمین شک نہین کہ اس تگاپوی
سے کوئی نتیجہ نہ نکلا کیونکہ اس مسئلہ مین ہر ایک حکیم کی عقل نے وہ خبر دی جو دوسرے کے مخالف تہی
جیسا کہ حکما کے اقوال سے ظاہر ہے مگر اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ عقل کسی بات مین رکتی نہین
پہر کیا وجہ کہ قرآن مین جو امور مافوق عقل مین اونمین رکیجاتی ہے ۔ بمناسبت مقام چند حکما
کے اقوال مسئلہ مادہ سے متعلق یہان نقل کئے جاتے ہین جو حدایق النجوم او تاریخ فلاسفہ یونان
مین مذکور ہین طالیس ملیطی اور فیثاغورس وغیرہ قدمای فلاسفہ کی عقلون نے کہا کہ انہی عناصر اربعہ
سے ایک عنصر مادہ عالم ہے مگر اوسمین چار فرقے ہو گئے بعضون نے کہا دہ پانی ہے گاڑہا ہوکر خاک
بنا اور پتلا ہو کر ہوا اور اوس سے زیادہ لطیف ہو کر آتش بنا اور اوسکے دہوین سے آسمان اور کواکب وغیرہ
بنے دوسرے فرقہ نے کہا کہ وہ خاک ہے لطافت اوسمین تدریج بڑہتی گئی اور آب ہوا اور آتش کا وجود ہوا
اوران سے باقی اجسام بنے ۔ تیسرے فرقہ نے کہا کہ وہ ہوا ہے لطیف ہوکر آتش اور کثیف ہو کر آب
خاک بنی اور اسکی دہوین سے افلاک بنے ۔ چوتہے فرقہ نے کہا کہ وہ آتش ہے کہ اوسمین کثافت
بڑہتی گئی اور باقی عناصر پیدا ہوئے اور اوسکے دہوین سے افلاک بنے ۔ ایک جماعت کمون بروز
کی قایل ہوئی اونکی عقلون نے کہا کہ مادہ عالم خلیط ہے یعنے ہر جنس کے غیر متناہی چہوٹے چہوٹے
اجزا خلا مین بہرتے رہتے ہین متشابہ اجزا باہم ملکر ایک ایک قسم کا جسم بنتا جاتا ہے
فیلسوف کی عقل نے کہا کہ گہانس کے اجزا مین گوشت ہڈی وغیرہ اشیاء موجود ہین اسی وجہ سے جانور

جب گھانس کہاتا ہے تو ہر چیز اپنے مناسب اجزا کو کہینچ لیتی ھے۔ اشراقیین کی عقلون نے کہا کہ جسم طبعی بسیط ھے کسی چیز سے مرکب نہین اور جسم فقط صورت جسمیہ کا نام ہے۔
مشائین یعنی ارسطو اور اوسکے توابع کی عقلون نے کہا کہ ہر جسم دو چیز سے مرکب ہے ایک ہیولی دوسرے صورت ہیولی یعنے مادہ جو ہر ہے مگر وہ نہ متصل ہے نہ منفصل نہ اس قابل ہے کہ اوسکی طرف اشارہ حسیہ کر سکین۔ حکیم دی مقراطیس کی عقل نے کہا اور اہل حکمت جدیدہ کی عقلون نے بہی اوسکی تصدیق کی کہ مادہ عالم چہوٹے اجزای رشیہ مین جو مل مل کر ایک ایک چیز بنتے ہین اور ترکیب کے لحاظ سے ان مین قوتین اور خواص اور افعال وغیرہ پیدا ہوتے ہین۔
نیوٹن صاحب کہتے ہین کہ وہ اجزا ٹوٹ پہوٹ نہین سکتے ہر ذرہ جس طرح ازل مین تھا اب بہی ہے اور ہمیشہ رہیگا ہر جسم کی بقا کا دارومدار انہین اجزا کی ترکیب ہے اون اجزا کی ترکیب مین فرق آتے ہی وہ چیز معدوم ہو جاتی ہے۔ ابیقور فیلسوف کی عقل نے کہا کہ وہ ذرات مدتون متفرق حرکت کرتے رہے پہر اتفاقا جمع ہوتے گئے اور ایک ایک جسم بنتا گیا اور اب بہی وہ ہمیشہ حرکت کرتے رہتے ہین اسیوجہ سے بڑے جسم چہوٹے اور چہوٹے بڑے اور موجود و معدوم ہوتے رہتے ہین پہر جب اونکا اتصال خواہ آفتاب کے نزدیک ہونے سے یا اور کسی سبب سے زائل ہو جائیگا تو یہ عالم فنا ہو جائیگا۔ اور پہر دوسرے عالم کی ابتدا ہوگی۔ اور اوسکا قول ہے کہ پیشتر آدمی اور درندے وغیرہ حیوانات زمین سے پیدا ہوتے تھے جیسے کیڑے پیدا ہوتے ہین مگر زمین اب بانجھ ہوگی جس زمانہ مین آدمی زمین سے پیدا ہوتے تھے اونکے جسم پر خنزیرون کے جیسے سخت بال ہوتے تھے اسوجہ سے لباس کی اونہین ضرورت نہ تہی اور جنگلون مین بسر کرتے تھے مگر جب خنازیر اور درندون سے جہگڑے ہونے لگے تو تمدن کی نبیاد ڈالی پیشتر صرف آفتاب کی گرمی سے کوئی چیز پکا لیتے تھے ایک بار آسمان سے بجلی گری اور کسی چیز کو جلایا جن لوگون کو آگ کی منفعت معلوم ہو چکی تہی اونہون نے اوسکی حفاظت کی ادنی تامل سے یہہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ یہہ سب اٹکل کی خیالی باتین ہین جن پر کوئی دلیل قائم نہین ہو سکتی۔ اور ظاہر ہے کہ مادہ عالم عقل انسانی کے حدود سے باہر ہے کیونکہ کسی انسان نے نہ اوسکو

دیکھا نہ دیکھہ سکتا ہے، باوجود اسکے کچھہ کچھہ ادراک اوسکا کر ہی لیا پھر بیچارے اموات وغیرہ خوارق عادات کے ادراک سے عقل کو کون چیز مانع ہے خصوصاً ایسی حالت مین کہ خود خدا تعالی نے اوسکی خبر دی ہے بخلاف مسئلہ مادہ کے کہ وہان تو سوائے تخمین اور اٹکل کے کوئی دستاویز اور سہارا ہی نہین ــــ

حکمت جدیدہ مین مسلم ہو چکا ہے کہ آفتاب زمین کو کھینچتا ہے اور زمین آفتاب کے گرد پھرتی ہے اور قوت تارک المرکز ہے ہر وقت وہ دائرہ سے باہر نکلنا چاہتی ہے مگر قوت طالب المرکز اوسکو اتنی بڑہی ہوئی ہے کہ آفتاب کو جو اس سے ساڑے نو کروڑ میل سے بہی زیادہ دور ہے اس زور سے کھینچتی ہے کہ قوت تارک المرکز کا اوس پر کوئی اثر نہین ہونے پاتا یہہ قوت اوسکی اتنی بڑی ہوئی ہے کہ باوجود یکہ آفتاب کا مادہ زمین کے مادہ سے تین لاکھہ تیئیس ہزار نو سو اٹھائیس حصہ زیادہ ہے مگر اس چہوٹی سی زمین نے اوسکو اس زور سے کھینچا کہ اپنی جگہ اوسنے چہوڑدی اور لگا چکر کہانے تاکہ قوت تارک المرکز کی مدد سے اپنے آپکو اوسکی کشش سے بچائے اگر آفتاب اپنی گردش سے دائرہ تہ بنا لیتا جو اوسکے لئے مستحکم چھاؤنی کا کام دے رہا ہے تو زمین اوسکو اس طرح کھینچ لیتی کہ سنبھل نہ سکتا اب اس طاقت کا اندازہ کیجئے کہ آفتاب زمین سے تین لاکھہ تیئیس ہزار چند سے بہی زیادہ وزندار ہے اوسکو زمین نے اپنی طرف کھینچ کر گردش مین ڈالدیا اور وہ بہی کتنی دور پر سو نہین ہزار نہین لاکھہ نہین ساڑے نو کروڑ میل پر باوجود اسکے ہم دیکھتے ہین کہ مکھیان بلکہ مچھر بلا تکلف محض بالطبع ہر طرف اوڑتے پھرتے ہین اور زمین کی مجال نہین کہ جسطرح آفتاب کو گردش مین ڈالدیا اون پر اتنا زور چلائے اپنے زور کشش سے ۔ حالانکہ وہی مکھی جب مرجاتی ہے تو اوسکو ہوا مین سے فوراً کھینچ لیتی ہے جسکا مطلب یہہ ہوا کہ مکھی بلکہ مچھر کی ذاتی طاقت زمین کی کشش طاقت سے بدرجہا بڑہی ہوئی ہے ۔

اس موقع مین یہہ کہا جاتا ہے کہ مکھی کی حرکت ارادی ہے اور زمین کی کشش طبعی ۔ اور حرکت ارادی کشش طبعی پر غالب ہوا کرتے ہے مگر عقل کی راہ سے اوسکی کوئی وجہ ثابت نہین ہو سکتی اس لئے کہ مکھی کے جسم کے ساتھہ یہان دو کششین متعلق ہوین ایک کشش زمین جو ہر جسم کو خواہ جاندار ہو یا بے جان وہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے ۔ دوسری مکھی کی کشش جو اپنے جسم کو کھینچ کر زمین سے الگ کر سکے

اوپر کیجانب لیجاتی ہی اگر مقابلہ ہی تو ان دو کششون کا ہی ارادہ کو اسمین کوئی دخل نہین کیونکہ وہ ایک جداگانہ کیفیت ہی جس طرح کشش کے ساتھہ متعلق ہوتا ہے ترک کشش کے ساتھہ بھی متعلق ہوتا ہے ۔
چنانچہ مکھی اپنے ارادے سے زمین پر اتر آتی ہی جس سے ظاہر ہے کہ ارادہ کو قوت کششی مین کوئی دخل نہین اسیوجہ سے جس مقدار کی قوت کسی چیز مین ہوتی ہی ارادہ سے وہ زیادہ نہین ہو سکتی اب مکھی کے مقدار قوت کششی اور زمین کے مقدار قوت کششی کا موازنہ کر لیجیے کہ دونون مین کیا نسبت ہی ۔ اگر مکھی کی قوت کے برابر بھی زمین کی قوت کششی ہوتی تو مچھر کبھی نہ اٹھ سکتا ۔ پھر یہہ بات بھی قابل غور ہے کہ آدمی اپنی حرکت ارادی سے جب ایک دو ہاتھہ اوپر کے جانب کودتا ہے تو اوسکو نیچے لانے والی کون چیز ہے ۔
اصول حکمت جدیدہ پر ثقل طبعی تو کوئی چیز ہی نہین تو یہی کہنا پڑیگا کہ کشش زمین اوسکو نیچے لاتی ہے
اب ہم پوچھتے ہین کہ حرکت ارادی کے وقت تو کشش زمین بیکار ہو جاتی ہے اور مچھر کو بھی نہین کھینچ سکتی تو انسان کو اوس نے کسطرح کھینچا ۔ اگر کہا جائے کہ حرکت ارادی کے فنا ہونے کے بعد کھینچتی ہے تو ہم کہینگے کہ اوسکو فنا کرنے والی کون چیز ہے جب وہ اپنے ارادہ سے ادہر جا رہا تہا تو اوسکا ارادہ نیچے آنے کا نہ تہا بلکہ اسی مجبوری سے نیچے آیا کہ اوسکا جسم ایک حد تک جا کر رک گیا اور اس کا سبب وہی کشش زمین ہے جو آناً فاناً اوسکو اپنی طرف کھینچتی ہے یہان تک کہ اوسکی حرکت ارادی پر غالب آجاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ عین حرکت ارادی کے زمانہ مین بھی حرکت ارادی کے ساتھہ مقاومت کرتی ہے اس صورت مین یہ کہنا صحیح نہین ہو سکتا کہ حرکت ارادی کیوقت کشش زمین بیکار رہتی ہے پھر جب عین حرکت ارادی کیوقت زمین کی قوت کششی مکھی اور مچھر کے جسم کو کھینچتی ہے اور کشش بھی کس قوت کی کہ ساڑھے نو کروڑ میل پر یہہ اثر کیا کہ آفتاب جیسے عظیم الجثہ کے قدم اکھاڑ دئے تو دو چار ہاتھہ کے فاصلہ پر سے مچھر کو نہ کھینچ سکتا کس قسم کی بات ہے ہم یہہ بھی دیکھتے ہین کہ آدمی پتھر کو زمین سے اٹھا کر اوپر کی جانب پھینک دیتا ہے اور وہ برابر اوپر کی جانب چلا جاتا ہے حالانکہ پتھر کی وہ حرکت ارادی نہین ۔

اب کہیے کہ اسوقت زمین کی وہ کشش کہان گئی جس سے آفتاب کو کہینچ رہی تہی اگر کہا جاوے کہ پتہر کی حرکت قسری مین انسان کی حرکت ارادی کا اثر ہی جس سے کشش زمین مغلوب ہو جاتی ہی تو ہم کہینگے کہ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے ارادے کا اثر ایسا قوی ہی کہ زمین کی قوت کششی اوسکے مقابلہ مین بالکل مغلوب اور بیکار ہو جاتی ہی اس صورت مین یہہ لازم آئیگا کہ اگر بڑا پتہر ہوا یا بجلی وغیرہ اسباب مادیہ کے باعث پہاڑ سے لڑکے اور زمین اوسکو اپنی طرف کہینچے تو چاہیے کہ آدمی اپنی قوت ارادیہ سے جہان چاہے اوسکو روک دے کیونکہ ثقل طبعی تو کوئی چیز نہین جسکا دباو انسان پر پڑ سکے رہی زمین کی قوت کششی سو وہ انسان کی قوت ارادی کے مقابلہ مین دم نہین مار سکتی پہر کیا وجہ کہ وہ پتہر انسان کی قوت ارادی سے نہین رک سکتا۔

غرضکہ کشش زمین کا مسئلہ جسکی بنا پر آسمانونکا انکار کیا جاتا ہے ایسا بے بنیاد ہی کہ کوئی معمولی عقل اوسکو تسلیم نہین کر سکتی باوجود اسکے ہمارے اکثر معاصرین کا اوس پر پورا پورا ایمان ہے اگر اس قسم کی باتین قرآن شریف مین ہوتین تو یہی حضرات اوس پر قہقہے اوڑاتے یا خوش اعتقادی سے تاویلین کرتے۔

کیا یہہ باتین عقل مین آسکتی ہین یا قرآن مین ایک بہی ایسی بات کوئی بتلا سکتا ہے یا یہہ کہہ سکتا ہے کہ خالق عالم کا کسی مردہ کو زندہ کرنا یا کسی کو بغیر باپ کے پیدا کرنا ایسا ہی جیسے پتہر سے کم طاقت چیز کروڑہا میل سے آفتاب کو کہینچتی ہے اب پہر حکیمون کی ایسی باتون پر ایمان لانا اور خدا تعالی جو اپنی قدرت کاملہ کی خبر دیتا ہے اوسکی تصدیق اس وجہ سے نکرنا کہ وہ خلاف عقل ہی کس قسم بات ہی غرضکہ حکمت جدیدہ کی اوس قسم کی مخالف عقل باتون کو جب عقل نے مان لیا تو مسلمانون کی عقل خلاف عادت امور کو اس وجہ سے مان لے کہ خالق عز وجل نے خبر دی تو اعتراض کی کیا وجہ بلکہ نہ ماننے کی صورت مین یہہ سمجہا جاویگا کہ قرآن کو کلام الہی نہ سمجہا۔

اہل حکمت جدیدہ نے دیکہا کہ کسی تاریک مکان مین باریک سوراخ کی راہ سے روشنی کسی چیز پر سے منعکس ہو تو اوس چیز کی شبیہ دیوار پر الٹی بنتی ہے اس پر یہہ حکم لگایا کہ آنکہہ مین جو صورت

جاتی ہے وہ شبکیہ پر اولٹی سرنگون مرئی کی شکل بنتی ہے اور مدرک جو اونکے نزدیک دماغ یعنی بہیجا ہے اوسکو اولٹی دیکھتا ہے اور سیدہی سمجھتا ہے اس وجہ سے کہ بچے اوس کو ہاتھہ لگاتے ہین اور معلوم کرتے ہین کہ یہہ مینز یا کرسی مثلاً سیدہی ہین اور اس امر کی بہت دن تک عادت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اون اولٹی تصویرون سے سیدہے جسم کا تصور ہوتا ہے یہہ بحث ہمنے کتاب العقل مین کسی قدر بسط سے لکہی ہے وہان دیکھہ لیجائے یا حکماء اب تک حس کو نہایت قابل وثوق بنا رکہا تہا اور کہا کرتے تھے کہ حس ہرگز غلطی نہین کر سکتی مگر اس دورہ مین یہہ ثابت کیا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ حس ہی غلطی کیا کرتی ہے کبہی صحیح طور پر کسی چیز کو بتلا ہی نہین سکتی اگر ہزار کوشش کی جائے اور آنکہین پہاڑ پہاڑ کے دیکہا جائے کہ جسطرح ہم اولٹا دیکہتے ہین وہ محسوس ہی ہوجائے مگر نہین ہوتا۔ اور وجدان بہی گواہی دیتا رہتا ہے کہ جسطرح ہم خیال کرتے ہین کہ شکل سیدہی ہے اوسی طرح دیکہتے بہی ہین ایسا نہین کہ احول کی طرح خیالی صورت ایک ہے اور محسوس دو ہین۔

اب غور کیجئے کہ عقل کیسی بہولی بہالی چیز ہے کہ خلاف بداہت اور خلاف وجدان حکم کرنے مین بہی تامل نہ کیا اور اوس عقلی بات پر ایمان لانے والون کی عقلین کس درجہ بہولی ہین کہ ایسی بات کو مان لیا جسکو کسی کی عقل قبول نہین کرتی اس سے تو یہہ ثابت ہوتا ہے کہ عقل قصداً مخالف بنائی جاتی ہے کہ فلان قسم کی بات اگر خدا بہی کہے تو نہ مانی جائے دراصل عقل ایک آلہ ہے مثل تلوار کے جس سے دشمن کو بہی قتل کرتے ہین اور خودکشی بہی کرسکتے ہین اسیطرح عقل سے ایمان کو مستحکم بہی کرسکتے ہین اور اوسکی بیخ کنی بہی کرسکتے ہین۔ تو اوسمین عقل کا کوئی قصور نہین۔

ہیأت جدیدہ مین بیان کیا گیا ہے کہ زمین ایک ساعت مین اڑسٹھ ہزار دو سو ستر امیل مسافت طے کرتی ہے حالانکہ اس کا مشاہدہ ممکن نہین پہر جب ایسی غیر محسوس مافوق العقل چیز کو حکماء یورپ کی تخمین وقیاس پر مان لیا تو خدائے تعالے نے جو خبر دی ہے کہ سلیمان علیہ السلام ہر روز

تخمیناً ایک ہزار میل بذریعہ ہوا طی کرتی تہی اوسکے مان لینے مین عقل کو کیا تامل ۔ دونون مین فرق ہے تو اسیقدر ہی کہ دن بہر مین ایک ہزار میل مسافت طی کرنے کی خبر خدائے تعالی نے دی ہے اور اڑسٹہ ہزار میل سے زیادہ ایک ساعت مین طی کرنے کی خبر اہل یورپ نے دی ہے ۔
اب غور کیجیے کہ حکیمون کی قیاسی خبر سے ۱۶ لاکہہ ۳۷ ہزار میل سے زیادہ مسافت روزانہ طی کرنے کو مان لینا اور خدا نے جو صرف ایک ہزار میل روزآنہ طی کرنے کی خبر دی ہے اوسکو غلط قرار دینا کیا ایمان داری کا مقتضی ہو سکتا ہے ۔
حق تعالے نے تخت بلقیس کی جو خبر دی ہے کہ چند روز کی مسافت ایک لمحہ مین طی کر کے سلیمان علیہ السلام کے پاس آگیا تہا اوسکو بہی عقل مان سکتی ہے کیونکہ جب اوسنے زمین کی ایسی حرکت کو مان لیا کہ نہ اوس پر کسی کا دباو ہے نہ کوئی محرک تو خدا تعالے کے حکم سے تخت کا حرکت کر کے آجانا کون مشکل بات ہے بشرطیکہ اوس کو باور کرایا جائے کہ خدا ایسی زبردست قدرت والا ہے کہ معدوم شی کو وجود مین لایا کرتا ہے اور اگر خدا ہی پر ایمان نہو تو البتہ عقل اس قسم کی بات کو نہین مان سکتی ۔
حکمت جدیدہ مین ثابت ہے کہ زمین ہر سال ایک بار ابیس کروڑ میل ثوابت کے نزدیک ہوجاتی ہے اور پہر چہہ مہینے کے بعد ۱۹ کروڑ میل اونسے دور ہوجاتی ہے اور اس قرب و بعد کے زمانہ مین تارون کی مقدار جسامت مین کوئی فرق محسوس نہین ہوتا چنانچہ قطب تارے کو ہم ہمیشہ ایک ہی حالت پر دیکہتے ہین ۔ یون تو یہہ کہہ دینا آسان ہے کہ اون تارونکا قطر ۱۹ کروڑ بلکہ انیس ارب میل سے بہی زیادہ ہے مگر اسکا ثبوت نہ حواس سے ہو سکتا ہے نہ دلیل سے
رہا یہہ کہ دوربینون سے ثابت کیا جائیگا سو وہ ممکن نہین اس لیئے کہ اونکا اتنا ہی کام ہے کہ مقدار محسوس سے ہزار حصے یا اوس سے زیادہ دکہلا دین اصلی مقدار دکہانا اونکا کام نہین غرض محسوس ہے نہ قرب و بعد نہ اوسکے آثار صرف آسمانون کے ابطال کی غرض سے یہہ تمام امور فرض کیئے جاتے ہین اور مقلدون کی عقلین اونپر ایمان لا رہی ہین پہر خدائے تعالی کے

قوال پر ایمان لانے مین اوسے کیا تامل۔ زمین کی کشش یہانتک عام کردی گئی ہے کہ جو چیز نیچے کے جانب جہکتی ہے کہا جاتا ہے کہ اوسکا سبب کشش زمین ہے یعنے وزن و ثقل کوئی چیز نہین حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ ایک کرہ جسکا قطر مثلاً ایک ہاتہہ کا ہو اوسکو پارہ سے بہر کر ایک ہاتہہ مین لین۔ اور دوسرا اتناہی بڑا ربر کا گولا دوسرے ہاتہہ مین لین۔ تو باوجودیکہ خط کشش دونون پر برابر پڑینگے پارہ کا کرہ ضرور بہاری محسوس ہوگا جس سے ظاہر ہے کہ کشش زمین کو ثقل مین کوئی دخل نہین۔ پہر دباؤ ہر ایک کا ہتیلی پر محسوس ہوگا اور باوجودیکہ کشش کا احساس لامسہ سے ہوتا ہے مگر پشت دست کیطرف کشش بالکل محسوس نہوگی اس سے بہی ظاہر ہے کہ کشش سے اون دونون کرون کے دباؤ مین کچہہ دخل نہین۔ باوجود ان تمام بدیہی قراین ثقل کے عقل حکمت جدیدہ کے لحاظ سے محسوسات کو نظر انداز کر دیتی ہے تو ایسی سلیم الطبع چیز کو اگر اختیار قرآنیہ کی نسبت یہہ باور کرایا جاوے کہ خدا تعالے نے یہہ خبرین دی ہین تو ممکن نہین کہ اونکا انکار کرے امور مذکورہ۔ اور دوسرے صدہا نظائر سے جو کتب حکمت مین مذکور ہین یہہ بات ثابت ہے کہ عقل اپنی حد سے باہر غیر محسوس چیزون کا بہی ادراک کیا کرتی ہے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط اس لحاظ سے یہہ کہنا صحیح ہے کہ قرآن مین کوئی خبر ایسی نہین جو مافوق عقل انسانی ہو جسکو عقل قبول نہ کرسکے کیونکہ نظائر مذکورہ سے ثابت ہے کہ عقل انسانی اونسے زیادہ مستبعد چیزون کا ادراک کیا کرتی ہے مگر یہہ ضرور ہے کہ کسی معتمد علیہ کے قول کا اوسکو سہارا ملے پہر جب حکما کے متخالف اور متعارض اقوال کا سہارا اوسکے لئے کافی ہے تو خدائے تعالے کے قول سے بڑہ کر معتمد علیہ اور کون چیز مل سکتی ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ عقل انسانی کی فطرت مین یہہ بہی داخل ہے کہ اپنے معتمد علیہ کے قول کو بلا دلیل مان لے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ نئی روشنی کے طلبہ امور مذکورہ بالا کی تصدیق برابر کرتے ہین اور اگر اون سے دلائل پوچہے جائین تو فی صدی شاید پانچ ہی ایسے نکلین گے جو دلائل قائم کرکے اپنے

مقابل کو ساکت کر سکیں مگر چونکہ حکما پر اونکو اعتماد اور اعتقاد ہے اسلیے اون کے کل اقوال کو گو کیسے ہی خلاف عقل ہوں تسلیم کر لیتے ہیں کیونکہ معتمد علیہ کے قول کو مان لینا مقتضائے فطرت انسانی ہے۔

اسی وجہ سے مصلحت الٰہی مقتضی ہوئی کہ ہر نبی کو ایسی خوارق عادات و معجزات عنایت ہوں کہ اوس قسم کے کام اوسوقت کا کوئی فرد بشر نہ کر سکتا ہو جنکے دیکھنے سے عقلا اور اہل انصاف سمجھ جائیں کہ یہہ امور جنکا ظہور بغیر تائید الٰہی کے ممکن نہیں حق تعالے نے اونکی نبوت کی نشانی قرار دیکر اونکو عنایت کئے ہیں پھر جب وہ معتمد علیہ بن گئے تو جس قسم کی احکام و اخبار خدا کی طرف سے پہونچائینگے خواہ معاد سے متعلق ہوں یا معاش سے اور معمولی عقلوں کے مطابق ہوں یا مخالف بمقتضائے فطرت انسانی سب کو وہ قبول کرلینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہر نبی نے جب معجزات دکھلائے تو لاکھوں غیر متعصب عقلانے اونکو نبی تسلیم کرلیا اور اونکی ہر بات کی تصدیق کی ہر چند صداقت حسن خلق اور اصلاح تمدن وغیرہ بھی ممتاز بنانے والے امور ہیں مگر اونمیں آدمی کے کسب کو دخل ہے ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنے نفس پر تکلیف گوارا کرکے اپنے آپ کو صادق اور خوش خلق ثابت کردے اور تمدن کے عمدہ طریقے ایجاد کرے جسطرح اکثر حکما نے کیا تھا اسلئے ان امور سے عقلا یہہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ ایسا آدمی نبی ہوکر من جانب اللہ آیا ہو جسپر ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی صادق آئے بخلاف خوارق عادات کے وہ من جانب اللہ مامور ہونے پر یقینی دلالت کرتے ہیں کیونکہ جب انبیا علیہم السلام یہہ دعوی کرتے کہ خدائے تعالے نے خلق اللہ کی ہدایت کیلئے ہمیں بھیجا ہے اور اوسکی دلیل یہہ ہے کہ جو امور قدرت بشری سے خارج ہیں بحکم الٰہی ہم کر دکھاتے ہیں تو اون خوارق کے دیکھنے کے بعد اونکے صدق کا اونہیں یقین ہو جاتا اور اونکی کل باتوں کو مان لیتے تھے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جب کبھی خدائے تعالے نے کسی قوم میں رسول بھیجا

اوسکے ساتھہ کوئی نشانی ایسی دی جو برہان کا کام دیتی تہی اور جو لوگ باوجود اوسکے بہی ایمان نہ لاتے تو اوپر عذاب نازل ہوتا جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے ذالک بانہم کانت تاتیہم رسلہم بالبینت فکفروا فاخذہم اللہ انہ قوی شدید العقاب یعنے اون لوگون کو رسولون نے کہلی کہلی نشانیان دکہلائین پہر جب اونہون نے نمانا تو اللہ نے اونکو پکڑا اور اللہ قوی اور شدید العقاب ہے؛

اب دیکہیے جن نشانیون کے قبول نکرنے پر سخت مواخذہ ہو وہ کیسی کہلی نشانیان خارق عادات ہونی چاہیے حق تعالی نے موسی اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف جب بہیجا تو فرمایا کہ ہماری نشانیان ساتھہ لیجاو جیسا کہ ارشاد ہے اذھب انت واخوک بایاتی چنانچہ اونہون نے جاتے ہی فرعون سے کہا کہ ہم خدا کے طرف سے تیرے پاس آئے ہین اور اسکی نشانیان بہی ہمارے ساتھہ موجود ہین جیسا کہ قرآن مین ہے قد جئناک بایۃ من ربک یعنے ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانیان لائے ہین اور دوسری آیتون سے ثابت ہے کہ نو نشانیان موسی علیہ السلام کو دی گئی تہین کما قال اللہ تعالی ولقد اتینا موسی تسع ایت بینت یعنے ہمنے نو نشانیان روشن موسی علیہ السلام کو دی تہین؛

انہین نشانیون کو دیکہکر ہزارہا جادوگر وغیرہ مسلمان ہوئے جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ اور کل انبیا کی نشانیان ایسی ہی ہوتی تہین چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے فلما جاءتہم آیاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا یعنے جب اونکے پاس ہماری نشانیان آنکہین کہولنے والی آئین یعنے معجزات کو اون لوگون نے دیکہہ لیا تو لگے کہنے یہہ تو صریح جادو ہے اور باوجودیکہ اونکے دل یقین کر چکے تہے مگر اونہون نے ظلم اور شیخی سے اونکو نہ مانا؛

اس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ کفار معجزات دیکہنے پر بہی نبیون کی تصدیق نہین کرتے تہے مگر اونکو یقین ہو جاتا تہا کہ وہ من جانب اللہ ہین۔

اور ظاہر ہے کہ جب تک وہ نشانیاں قدرت بشری سے خارج نہوں کبھی اس قسم کا یقین نہین ہوسکتا۔ ان آیتون سے ثابت ہی کہ لفظ آیت جسطرح قرآن شریف کی آیتون کو کہا جاتا ہے معجزات کو بھی کہا جاتا ہے۔ دراصل قرآن شریف کی آیت کو جو آیت کہا جاتا ہے اوسکی بھی یہی وجہ ہے کہ وہ معجزہ ہے اس لئے کہ تمام فصحائے عرب سے کئی بار کہا گیا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے قرآن بناتے ہین تو تم بھی آخر فصیح اہل لسان ہو ایک آدھ سورت ایسی بنالاؤ مگر اون سے اتنا بھی نہو سکا کہ سورہ انا اعطینا کے برابر کوئی عبارت بنالائین اس سے ظاہر ہے کہ ایک سطر کے مقدار بھی کلام الٰہی معجزہ ہے۔

غرضکہ حق تعالیٰ نے ہر رسول کو مبعوث کرنے کے وقت اسکا لحاظ ضرور رکھا کہ کوئی نہ کوئی نشانی اونکے ساتھ ہو جسکی وجہ سے لوگون کو یقین ہو جائے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے ہین۔

اسکا سبب یہ ہے کہ فطرت انسانی کا مقتضے ہی کہ ایسے موقع مین وہ نشانی طلب کرتا ہے۔

دیکھئے اگر کوئی شخص کسی ملک مین جاکر دعویٰ کرے کہ مجھے بادشاہ نے اپنا نائب مقرر کرکے تمہاری طرف بھیجا ہے اور میری اطاعت تم پر لازم ہے تو عقلا اوس سے یہہ ضرور پوچھینگے کہ آپ کے پاس کوئی نشانی بھی ہے جس سے معلوم ہو کہ بادشاہ نے آپکو ہمارا حاکم بنایا ہے اگر وہ اونکے جواب مین کہے کہ نشانی یہہ ہے کہ مین قانون ایسا بناتا ہون کہ اوسے کوئی توڑ نہ سکے کیا کوئی عاقل اسکو باور کریگا۔ ہرگز نہین بلکہ وہ لوگ یہی کہینگے کہ حضرت قانون تو بعد بنتے رہیگا پہلے آپ ایسی نشانی دکھایئے جس سے ہمین یقین ہو کہ آپ بادشاہ کے بھیجے ہوئے ہین بلکہ وہ بغیر نشانی کے اوسکو اپنا حاکم بنالین تو مورد عتاب شاہی ہونگے

اب مرزا حیرت صاحب کی تقریر بغور دیکھئے جو مقدمہ تفسیر الفرقان مین لکھتے ہین

یہ نہ معجزہ ہے کہ خشک درخت مین میوہ لگ جائے۔ گھوڑا آسمان پر اوڑنے لگے۔ یہہ باتین مجنونانہ خیالات ہین۔ اور لکھتے ہین کہ یہہ معجزہ نہین کہ یہان منتی کے سانگ دکھائے جائین بلکہ معجزہ سے جو غرض ہے وہ یہہ ہے کہ نبی ایسے قوانین بتائے جو قیامت

تنگ بلاتبدیل رہین چنانچہ مسلمان باوجود آزادی کے نماز روزہ حج زکواۃ وغیرہ ابتک
ادا کرتے ہین اسکا نام معجزہ ہے انتہی ملخصًا فی الوقع مرزا صاحب نے نہایت لطیف بات
کہی کہ صدیان گذرنے پربھی دینی احکام مین اب تک فرق نہ آیا یہہ ایک حیرت انگیز بات
ہے جسکو معجزہ کہنا چاہئے مگر معجزہ صرف اسی مین منحصر ہو تو یہہ لازم آئیگا کہ معجزہ کا
ظہور آخری زمانہ مین ہوا حالانکہ ضرورت اوسوقت تہی جب آپنے دعوی کیا تہا کہ
مجھے حق تعالے نے تمام آدمیون کی ہدایت کیلئے بہیجا ہے جسپر انہون نے باقتضائے
فطرت نشانی طلب کی تہی اگر اوسوقت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
کہ میرے پاس نشانی یہہ ہے کہ مین ایسا قانون بناتا ہون کہ تیرہ سو برس تک بلکہ
قیامت تک نہ ٹوٹے تو کیا کوئی عاقل اسکو نشانی سمجھتا یا یہہ کہتا کہ حضرت نشانی تو
ہم دیکھنا چاہتے ہین اگر تیرہ سو برس کے بعد آپکا معجزہ اور نشانی ظاہر ہوگی تو وہ
اون پر حجت ہوگی جو اوس زمانہ مین موجود ہونگے ہم پر اوسکا اثر کیون ڈالا جاتا ہے
بخلاف اسکے شق قمر وغیرہ خوارق عادات جو قدرت بشری سے خارج ہین جب دکہلائے
گئے تو اب تصدیق کرنے مین کوئی عذر نہ رہا

اس وجہ سے ایک لاکہہ سے زیادہ اہل انصاف بصدق دل مشرف باسلام ہوئے
اور وہی لوگ محروم رہے جنکو تعصب مذہبی اور عناد وغیرہ نے روک رکہا۔

مرزا صاحب جو معجزون کو بہانمتی کا سانگ بتاتے ہین سو یہہ کچہہ انہی پر منحصر نہین کل
کفار معجزون کو سحر کہا کرتے تہے چنانچہ حق تعالی اوسکی خبر دیتا ہے فلما جاءتہم
آیاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین یعنے کفار کہلی نشانیان دیکہنے پر
کہتے کہ یہہ صریح جادو ہے *** مگر دل ہی عجیب چیز ہے اوسمین انصاف کا ایک مادہ
ضرور رکہا ہے اسی وجہ سے کفار گو عناد و تعصب کی راہ سے معجزون کو سحر کہتے
مگر اون کا دل تسلیم کرلیتا تہا کہ یہہ خوارق عادات یقینًا خدا کی طرف سے ہین ممکن نہین

کہ آدمی اپنی قدرت سے یہہ کام کرسکے چنانچہ حق تعالیٰ اونکے دلونکا حال بیان فرماتا ہے و
جحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلما وعلوا یعنے اونکے دلون نے تو یقین
کرلیا تہا کہ یہہ قدرت کی نشانیان ہین مگر ظلم اور تکبر کی راہ سے انہون نے اوسکا انکار کیا
پہر مرزا صاحب مقدمہ مذکورہ مین لکہتے ہین کہ آج دنیا مین ایسے معجزہ کا پتہ نہین لگتا
جو خلاف فطرت باری تعالیٰ کسی زمانہ مین ظہور پذیر ہوا ہو اور کہہ نہ کچہہ اوسکا اثر باقی
ہو مثلاً کسی نبی نے کسی پہاڑ سے چشمہ بہا دیا مگر آج جاکر دیکہو تو وہان نہ چشمہ ہے نہ تری
اگر ان باتون کو فرض کرلین کہ یہہ صحیح ہین تو پہر یہہ سوال پیدا ہوگا کہ معجزہ کے دکہانے سے
فائدہ ہی کیا ہے اگر ایک شخص نے سوکہے درخت مین میوے لگادئے اور وہ کہلا بہی
دئے تو اخلاقی اثر اون پہلون کا کہانے والون پر کیا ہوا انسانی تمدن مین کیا
ترقی ہوئی انتہیٰ
چشمہ کا ذکر مرزا صاحب نے جو کیا ہے وہ قرآن شریف کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے
قوله تعالى واذ استسقى موسى لقومه فقلنا اضرب بعصاك الحجر
فانفجرت منه اثنتا عشرة عينا قد علم كل اناس مشربهم اور جب موسیٰ
نے اپنی قوم کیلئے پانی کی درخواست کی تو ہمنے فرمایا کہ اپنی لاٹہی پتہر پر مار و لاٹہی
کا مارنا تہا کہ پتہر سے بارہ چشمے پہوٹ نکلے اور سب لوگون نے اپنا کہاٹ معلوم
کرلیا انتہیٰ۔
مرزا صاحب کہتے ہین یہہ جہوٹی خبر ہے کیونکہ اگر صحیح ہوتی تو وہ چشمہ اس وقت موجود
ہوتا اور اگر فرضی طور پر اوسکو مان بہی لین تو ایک خرابی ضرور لازم آتی ہے۔
مرزا صاحب کی جرأت قابل دید ہے کہ کس ڈہٹائی سے خدائے تعالیٰ کا مقابلہ کرتے
ہین جب اونکو خدا کا خوف نہین تو مسلمانون کا کیا خوف اور مسلمانون کی بہی عجیب
حالت ہے کہ جب انہون نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی تکذیب کی تو ہر طرف

لعن طعن کی بوچھار ہوگئی اور خدا اور رسول اور قرآن کی تکذیب پر کسی کو عقل تک نہ ہوئی

مرزا صاحب نے جو یہ جملہ کہا اوس کا سبب یہ ہے کہ انہون نے نشانی کے معنے اور مقصود پر غور نہین کیا ورنہ کبھی ایسی بات نہ کہتے اسی کو دیکھہ لیتے کہ جب نیا حاکم کسی ملک پر جاتا ہے تو مہری اور دستخطی پروانہ بادشاہ کا طلب کیا جاتا ہے اس سے مقصود صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ بادشاہ کی خاص نشانی دیکھہ کے وہ حاکم تسلیم کر لیا جائے اسی وجہ سے خدای تعالی نے موسی علیہ السلام کے عصا وغیرہ کو نشانی فرمایا جس سے اونکی نبوت مسلم ہوگئی اور اہل انصاف اونپر ایمان بھی لائے اور مخالفون پر حجت قایم ہوگئی چنانچہ اوسی کی پاداش مین وہ غرق کر دیئے گئے جب اوس نشانی سے مقصود حاصل ہوگیا تو پھر اوسکا باقی رہنا کیا ضرور دیکھہ لیجیے جب کسی مقدمہ مین گواہون کی شہادت پر قاضی فیصلہ کر دیتا ہے تو پھر اوسکی ضرورت نہین رہتی کہ جب تک مدعی اور اوسکے ورثہ اوس جائداد پر قابض ہین جسکا استحقاق اونکی شہادت سے ہوا تھا گواہ بھی زندہ رہین اب رہا اخلاقی اثر سو وہ نبی کی ہدایتون سے متعلق ہے اس مین نشانی کو کیا دخل ہے

اسکے بعد مرزا صاحب اوسی کتاب مین لکھتے ہین خالق کائنات کا یہ قاعدہ ہے کہ ہر صدی مین وہ اپنے مخلوق مین سے ایک عبد کو اس لئے چن لیتا ہے کہ جو غلط خیالات بعض خارجی محسوسات اور باطلہ اوہام کی وجہ سے لوگون کے دلون مین پیدا ہوگئے ہین اونکی اصلاح اپنے ہی قوانین قدرت کے مطابق کرائے اس صدی مین اوسنے خاص اس عاجز کو چنا ہے اور وہ خود مدد کرتا ہے چونکہ اس عاجز کے کام مین برابر اوسکی مرضی شامل ہے اور عاجز کے ساتھہ اوسکا ہاتھہ کام کر رہا ہے اس لئے خود بخود معارف کھلنے لگے ورنہ اس عاجز نے نہ کبھی مولوی کے آگے زانوی شاگردی تہ کیا نہ صرف ونحو فلسفہ منطق وغیرہ پڑھا پھر جب آنکھین بند کر لین تو ظاہری علوم اور باطنی معارف کے کل عقدے

حل ہونے چلے جاتے ہین اور قلم برداشتہ لکھنا چلا جاتا ہے اور اجزا کے اجزا بلا تکلف لکھہ ڈالے ۱۲ اسکے بعد لکھتے ہین کہ اس بیان سے معجزہ اور نبوت کا کچھہ نہ کچھہ مفہوم ناظرین کے سمجھہ مین آگیا ہوگا اور اسے جان لیا ہوگا کہ نبوت وہ نبوت نہین جسے لوگون نے سمجھہ رکھا ہے نہ معجزہ کا وہ مقصود ہے جو عام طور پر خیال کیا جاتا ہے تاہم ابہی بہت کچھہ باقی ہے انتہی

بمصداق العاقل تکفیہ الاشارۃ ناظرین سمجھہ گئے کہ مرزا صاحب کو بہی نبوت کا دعوی ہے اور معجزہ یہہ ہے کہ کرزن اخبار اور کتابون کے جز کے جز لکھہ ڈالتے ہین اور چونکہ کسی ہی نے نہ اپنی کتابین لکھین نہ اخبار اس لئے جنکو لوگون نے انبیا سمجھہ رکہا ہے نہ وہ انبیا تھے نہ اونکو نبوت حاصل تہی اور قرآن مین جو انبیا کے معجزات اور خوارق عادات بیان کئے گئے ہین وہ بہان متی کے سانگ تھے اونکو نبوت سے کوئی تعلق نہین۔ اب جسکا جی چاہے قرآن شریف کی تصدیق کرکے انبیا علیہم السلام کی نبوت کا قائل ہو اور حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مین رہے اور جسکا جی چاہے مرزا صاحب اور اونکے ہم مشرب نبیون کی امت مین داخل ہو جائے حق تعالی فرماتا ہے وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین نارا احاط بھم سرادقھا وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا کہو ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ حق یعنے قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے ہی پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہو جائے مگر منکرون کے لئے ہمنے ایسی آگ تیار کر رکہی ہے جسکی قناتین اون کو چارون طرف سے گہیر لین گی اور فریاد کرین گے تو ایسی پانی سے اونکو فریاد رسی کی جائے گی جیسے پگلا ہوا تانبا وہ مونہون کو بہون ڈالیگا برا پانی ہے اور بری آرام کی جگہ ہے مرزا صاحب معجزون اور خوارق عادات کو مانین یا نہ مانین مگر صحابہ سے لیکر

آج تک کے تقریبا کل اہل ایمان جنکی پیروی ہمپر لازم ہے اوسکو مانتے ہین۔
یہہ بات بھی معلوم کرنے کے قابل ہے کہ خوارق عادات مین ایک بڑی مصلحت یہہ بھی ہے کہ
عادت الٰہی جاری ہے کہ اس عالم اسباب مین ہر کام کو اسباب ہی سے متعلق فرماتا ہے اس وجہ سے
ظاہر بینون کی نظر اسباب ہی مین محدود ہو کر رہجاتی ہے یہانتک کہ دہریہ وغیرہ نے تو
خدا کا انکار ہی کر دیا اور کہا کہ سب کام زمانہ سے ہوا کرتا ہے چنانچہ حق تعالیٰ اونکے قول
کی خبر دیتا ہے وما یہلکنا الا الدہر اور مادیین کل امور مادہ سے متعلق کرتے ہین جیسا
کہ اہل حکمت جدیدہ کا اعتقاد بھی معلوم ہوا کہ اس عالم کے تمام کاروبار اجزای ریشیہ اور
ذرات پر چل رہے ہین کہ بحسب اتفاق ایک ایک قسم کا جسم بنتے جاتے ہین اور اونکے
متفرق ہونے سے عالم فنا ہو جاویگا اور بحسب اتفاق پھر جسطرح وہ نئی بنیاد ڈالینگے
دوسرا عالم ظاہر ہوگا۔
جسکا مطلب یہہ ہوا کہ وہ ذرات سب کچھہ کر لیتے ہین خدا کی کوئی ضرورت نہین۔ اور
چونکہ خدا کے تسلیم کرنے مین نفس پر دشواریان واقع ہوتی ہین اسلئے یہہ تقریر ایسی سریع الاثر
ہے کہ بہت جلد لوگ اوسکو تسلیم کر لیتے ہین۔
غرضکہ خوارق عادات سے ایک بڑی مصلحت یہہ بھی متعلق ہے کہ لوگونکو معلوم ہو جاوے
کہ عالم کو پیدا کرنیوالا بھی کوئی ہے جسکے حکم سے ایسے امور ظہور مین آتے ہین کہ نہ کبھی
زمانہ کی آنکھون نے اونکو دیکھا نہ مادہ مین اونکی صلاحیت و استعداد ہے۔
الحاصل معجزات جس طرح نبوت انبیا علیہم السلام کی سند ہین توحید الٰہی کے فرمان بھی ہین
جنکا مضمون یہہ ہے کہ اقتدار الٰہی مین کسی کو دخل نہین اور جسکو چاہتا ہے وہ معزول
کر دیتا ہے۔
اس تقریر سے اوس قول کی حقیقت بھی کہل گئی جو کہا جاتا ہے کہ نبی کا کام نہین کہ خدا
تعالے نے جو ہر کام کے لئے قانون فطرت تیار کر رکہا ہے اوسکو ملیا میٹ کر دے

اسلئے کہ انبیا علیہم السلام کو ہرگز منظور نہ تہا کہ قانون فطرت مین دست اندازی کرین بلکہ جب انہون نے قانون فطرت کا یہہ دیکہا کہ قانون بنانے والے کو کوئی جانتا تک نہین تو بحکم الہی اوس قانون مین کسی قدر تبدیل و تغیر کردیا اسکی مثال ایسی سمجہنی چاہیے کہ کوئی بادشاہ قانون بنائے کہ فلان کام فلان شخص سے متعلق رہے اور فلان کام فلان شخص سے اور ہر ایک اپنے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے مین مصروف ہو جائین لیکن ایک مدت کے بعد لوگونکو یہہ خیال پیدا ہو کہ فلان قسم کی کام گورنر سے مثلا متعلق ہین وہ حاکم مختار ہے جو چاہتا ہے کرسکتا ہے بادشاہ کو اسکے اقتدارات مین کوئی دخل نہین یا بادشاہ کو معطل الوجود سمجہ لین یا یہہ خیال کر لین کہ سوائے گورنر کے اس صوبہ کا کوئی بادشاہ ہی نہین تو کیا ایسی صورت مین بادشاہ کا یہہ خیال مطابق عقل ہوگا کہ قانون مقررہ کے خلاف مین کوئی حکم نافذ کرنا خلاف وعدہ اور خلاف شان ہے۔ اگر اس خیال کا کوئی بادشاہ ہو اور باوجود قدرت کے قانون پروری کرے تو عقلا پاگل سمجہا جائیگا۔

اُس وقت مطابق عقل یہی ہوگا کہ بلا لحاظ قانون اوس گورنر کو موقوف کردے۔

ہر نبی کے وقت مین جب آسمانی سلطنت قایم ہوا کی اوس وقت کا مقتضے یہی تہا اسباب جو مستقل حکمران سمجہے جاتے ہین معزول کردئے جائین تاکہ لوگون کے خیال درست ہو جائین اور یہہ سمجہنے لگین کہ اسباب کوئی مستقل حاکم نہین بلکہ سب خدا کے مقرر کئے ہوئے ہین وہی عالم کا مستقل بادشاہ ہے اور مختار ہے جس کو چاہے موقوف کردے کوئی مانع نہین ہوسکتا۔

غرضکہ انبیا علیہم السلام نے خود مختاری سے کوئی کام نہین کیا بلکہ بحسب مرضی الہی تہوڑی دیر کیلئے اپنے معجزات سے اسباب کو معزول کرکے عادت پرستون پر یہہ ثابت کردیا کہ سوائے خدائے تعالے کے اس عالم کا مستقل بادشاہ اور مالک الملک کوئی نہین۔

الحاصل رسالت قایم ہونے وقت معجزات کی ہر طرح سے سخت ضرورت تہی ورنہ ممکن نہین کہ
ایک شخص تن تنہا ساری جہان کی مخالفت کرے اور پہر کامیاب بہی ہو اور مخالف بہی کیسے
کہ اونکے دین کو جہوٹا بتاے اور اونکے معبودون کی سخت توہین کرے اور اونکا اور اونکے
آباو اجداد کو گمراہ ثابت کرے اور ایک ایسی دین کی بنیاد ڈالی جسکی باتین اونکی عقل کے
سراسر مخالف ہون مثلا یہہ کہ مرنے کے بعد تمام اگلے پچہلے لوگ بحکم خالق زندہ ہونگے
اور ہم کو اور ہماری باتون کو نہ ماننے والے ابدالاباد دہکتی آگ مین ڈالے جاینگے اور
سانپ اور بچہو وغیرہ اوس آگ مین اونپر عذاب کیلیے مسلط ہونگے۔
یہہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ جوش مذہبی آدمی کو اس حد تک پہونچا دیتا ہے کہ کیسا ہی ذلیل
اور بزدل شخص ہو اوس کو بہی اپنی جان تک کی پروا نہین ہوتی چہوٹی چہوٹی قومون
کے جوش مذہبی نے بڑی بڑی سلطنتون کو درہم برہم کر دیا۔
اب غور کیجئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب مین اور عرب کے بہی اوس قبیلہ مین جنکی شجاعت
علو ہمت غیرت تمام عرب سے بڑہی ہوی تہی یعنے قریش مین نئے دین کی بنیاد ڈالی اور
اونکے پرانے دین اور معبودون کو صراحۃ جہوٹے کہا اور صاف کہدیا کہ مین اونکے
باطل کرنے کو آیا ہون دیکہئے دعوی ایسا کہ ہر شخص کی اشتعال طبع کا موجب اور
تعصب مذہبی کی آگ بہڑکانے والا ہو جیسے مسکین و ذلیل جنکی شان مین ضربت
علیہم الذلۃ والمسکنۃ وارد ہے جب کسی نبی سے اس قسم کا دعوی سنتے تو
برداشت نہ کر سکتے چنانچہ اکثر انبیا کو اونہون نے قتل کر ڈالا کما قال اللہ تعالی
فلم تقتلون انبیاء اللہ ان کنتم مومنین اور قوم ایسی کہ سواے مارنے
مرنے کے اوستاد نے اونکو کوئی سبق پڑہایا ہی نہین اور جہالت اونکی اس بلا کی کہ اگر کسی نے
اپنے قبیلہ کی ہجو کی تو اوس کے قبیلہ کے پیچہے پڑ گئے اگر کوئی کسی کی بکری کو مارے
تو اوس قبیلہ کا آدمی جہان مل گیا مار لیا۔ فخر ہے تو اس بات پر کہ ہمنے اتنے آدمی کہال

پھر چھری سے مار ڈالتے اور عار اس غضب کا اپنی لڑکی کو ناز و نعمت سے پرورش کرکے اوس وقت زندہ دفن کر دیتے جب شادی کے لائق ہو جاتی صرف اس خیال سے کہ وہ لڑکی دوسرے کے گھر جائیگی اسی بنا پر اونکے بعض قبیلوں زادہ بروش یہ کہا کرتے کہ کیوں ہم کسیکی لڑکی لیکے اپنی حمیت پر فرزندان برادری کا دھبہ لگالیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مالدار ذی شوکت نتھے سب جانتے تھے کہ یتیم تھے اور اگر عقلمند بھی تھے تو اونکی عقل بھی معقول باتوں کی قدر سے زیادہ نہیں ہو سکتی تھی جو آئندہ کی قدر عقل کو ان میں ہو سکے خود حق تعالی اونکے حال کی خبر دیتا ہے قولہ تعالی لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل واولئک ہم الغافلون یعنی اونکے دل تو ہیں مگر اوس سے سمجھنے کا کام نہیں لیتے اور اونکی آنکھیں بھی ہیں مگر اون سے دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور اونکے کان بھی ہیں مگر اون سے سننے کا کام نہیں لیتے وہ لوگ چارپایوں کے مثل ہیں بلکہ اون سے بھی زیادہ گمراہ اور یہی لوگ غافل ہیں۔

پھر آپنے کوئی ایسی تدبیر بھی نہیں کی جیسے عقلا کیا کرتے ہیں کہ جس قوم کے مقتدا بننا چاہتے ہیں ایک مدت تک اوسکے مسلمات کو زور دیتے رہتے ہیں اور جو امور اپنے مقصود کے مانع ہوں اونکو اقسام کی تدبیروں سے تدریج اٹھاتے جاتے ہیں اور اس عرصہ میں چند عقلا کو اپنے ہم خیال بھی بنا لیتے ہیں۔

اوسوقت اپنی دعوی کا اظہار کرتے ہیں جیسے مرزا صاحب قادیانی نے کیا کہ پہلے براہین احمدیہ لکھی جس میں مسلمانوں کی طرف سے مخالفوں کا مقابلہ کیا اور الہام کا وجود ثابت کرکے اپنے چند الہام لکھدئے گو ذو جہتین کی ہوا بندہ ہو تو گریز کی راہ مل سکے اور اس عرصہ میں چند مولویوں کو ہموار کرکے ایک مدت کے بعد مسیحیت کا دعوی کیا اور انہی الہاموں سے کام لیا جو بطور تمہید براہین احمدیہ میں لکھے تھے

اسی طرح کل عمر یون کا حال رہا۔ بخلاف اسکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی مدامنت کی نہ کوئی تدبیر بلکہ ابتدا سے انتہا تک آپکا ایک ہی دعوی رہا کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول کی تصدیق کرو۔

اب غور کیا جائے کہ جو شخص ایسی جنگجو خونخوار کثیر التعداد قوم کا مقابلہ کرکے چاہے کہ اونکے دین وآئین کو ملیامیٹ کردے اور اونکے مقابلہ مین اونکو اور اونکے آبا واجداد کو جانورون سے بدتر ثابت کرے اور اونکے معبودونکی توہین مین کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھے اور ہر وقت آپ اونکے قابو مین ہون اور وہ اس تاک مین رہین کہ کسی طرح آپکو قتل کرڈالین جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے واذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك تو کیا یہ بات سمجھہ مین آسکتی ہے کہ حضرت اون سے اپنے آپ کو کسی حیلہ سے بچا سکین ہرگز نہین

اب معجزہ کا انکار کرنے والون سے پوچھا چاہیے کہ ان تمام امور پر غور کرکے انصاف سے بتائین کہ اوس قوم کے مقابلہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی معجزہ نہین تو کیا ہے۔ ہمنے مانا کہ ابو طالب آپکے حامی تھے۔

مگر یہہ بھی تو دیکھیے کہ کل قوم ایک طرف اور وہ بوڑھے شخص ایک طرف پھر وہ بھی مدت العمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوس دعوی کے مخالف ہی رہے اور اونکا ایمان اکا دروایت سے ثابت ہی ہے تو دم واپسین کیوقت اور سرداران قریش کی مخالفت یہان تک تھی کہ تمام ملک عرب کے بڑے بڑے قبیلون کے ہزارہا سپاہیون کو لیکر حضرت پر چڑھائی کی۔

اور حضرت تیرہ سال مکہ معظمہ مین رہے اور وہ دیکھتے تھے کہ ایک ایک دو شخص ایمان لاتے جاتے ہین اور مجمع بڑھتا جاتا ہے پھر یہہ بھی نہین کہ وہ عزلت گزین ہون بلکہ عین مجمع کے وقت جب کے کفار عبادت کی غرض سے حرم کعبہ مین جمع ہوتے یہ حضرت روزانہ وہان جاکر علی روس الاشہاد اونکی مخالفت کرتے یہان تک کے باہم مار

ہی ہوجاتی مگر اوس سے یہ نہو سکا کہ اپنے جوش غضب کو ٹھنڈا کریں۔

اگر قریش کو ابوطالب کی رعایت تہی تو ممکن تہا کہ درباطن دوسرے قبیلہ والوں کو اقدام قتل پر آمادہ کردیتے اور بہت ہوتا تو خون بہا وے کے بڑے میاں کو راضی کرلیتے جیسا کہ عرب کا عام دستور تہا۔ اور وہ بہی اس خیال سے چپ ہوجاتے کہ مخالفت کا اندیشہ فرو ہوگیا۔ یہ سب ایسی تدبیرین ہین کہ فطرت اونکو تسلیم کرتی تہی مگر خالق عز وجل کے مقابلہ مین کیا ہوسکتا تہا وہان تو واللہ یعصمک من الناس کا ازلی وعدہ پورا کرکے ایک ایسا معجزہ دکہانا منظور تہا کہ ہر زمانہ کے اہل انصاف اوسے تسلیم کرلین۔

احادیث مین مختلف واقعات مذکور ہین کہ جب وہ لوگ آپکے قتل کا ارادہ کرتے تو ایسے غیبی اسباب مثل شیر وغیرہ نمودار ہوجاتے کہ سوائے گریز کے اونکو گریز نہوتا اگرچہ ہمارے معاصرین اس قسم کی روایتون کو نہین مانتے مگر جب ایسا عظیم الشان معجزہ ثابت ہوگیا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدتون اوس خونخوار جانی دشمن قوم مین رہے اور وہ کچہہ نہ کرسکے تو عقل اون غیبی تدابیر سے ہرگز ابا نہین کرسکتی۔

ہمارے معاصرین نے جو جزم کرلیا ہے کہ اس قسم کی باتین کبہی نہ مانے گے سو یہ کوئی نئی بات نہین اس طبیعت والے ہر زمانہ مین ہوا کرتے ہین چنانچہ اوسی زمانہ مین ایسے بہی لوگ تہے کہ ہزارہا معجزے دیکہنے پر بہی ایمان نہ لائے ایسی طبیعت والون کو سمجہانے کی ہمین بہی ضرورت نہین اسلئے کہ حق تعالے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم کی ہے کہ ذرہم یاکلوا ویتمتعوا ویلہھم الامل فسوف یعلمون یعنے چہوڑدو اونکو کہ کہائین اور دنیا کے فواید حاصل کرین اور امیدین اونکو غفلت مین ڈالین عنقریب اونکو حال معلوم ہوجائیگا

اس موقع مین ہم صرف اہل انصاف کو توجہ دلاتے ہین کہ پہلے اسپر غور فرماوین کہ تواتر کیسی چیز ہے اور وہ مفید علم ویقین ہے کہ نہین اوسکے بعد یہ بہی دیکہین کہ معجزات کے باب مین جو احادیث وارد ہین وہ حد تواتر کو پہونچے ہین یا نہین

پہلے یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ آدمی مین علم اور یقین اعلی درجہ کی کیفیت

رکھی گئی ہے۔ اور اوسکے کل کمالات اوسی سے وابستہ ہین دیکھئے اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اوسکو کسی بات کا یقین ہوتا ہی نہین تو نہ اوس کو یہ یقین ہو گا کہ مین آدمی ہون اور نہ یہ کہ کہانا پانی وغیرہ ضروری اور نافع چیزین ہین اور نہ یہہ کہ آدمی جانورون سے ممتاز اور قابل تکلیف ہے پھر ایسے شخص کو آدمی سمجھنے کیا ضرورت۔
غرضکہ آدمی مین منجملہ اور کمالات فطریہ کے یقین ایک ایسا کمال ہے کہ تمام کمالات دنیوی اور دینی اوسی سے متعلق ہین اس یقین کے حاصل کرنے کیلئے حق تعالی نے پانچ حواس عطا کئے جن سے آدمی کام لے تو وہ کیفیت یقین خودبخود اوسکے نفس مین پیدا ہو جاتی ہے مثلا جب آدمی آفتاب کو اپنی آنکھون سے دیکھتا ہے تو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ روشن ہے اوسکو اندھے کی طرح فکر کرنے کی ضرورت نہین ہوتی کہ روشنی کا مفہوم اور مصداق کیا ہے اور دیکھنے کے کیا معنے ہین اسی طرح اون تمام اشیا کو جنکا تعلق بصارت سے ہے دیکھتے ہی یقین ہو جاتا ہے کہ وہ فلان چیز ہے اور اوسکی یہہ کیفیت ہے علی ہذا القیاس۔ کل حواس سے جو جو امور متعلق ہین اونکا ادراک کرنے کے بعد یقین کی کیفیت نفس مین پیدا ہوتی ہے جس کو ہر شخص جانتا ہے مگر اس ادراک مین شرط یہہ ہے کہ محسوسات کے ساتھ حواس متعلق ہون یعنے وہ چیزین اوسکے پاس موجود ہون اور حواس سے اونکا ادراک کرنے اس صورت مین ممکن نہ تہا کہ غائب چیزون کا علم آدمی کو حاصل ہو حالانکہ ہم جانتے ہین کہ ہر شخص سے غائب چیزین اتنی کثرت سے ہوتی ہین کہ اونکا شمار ممکن نہین اگر تحصیل یقین کا مدار صرف تعلق حواس ہی پر ہوتا تو بے انتہا اشیا اور عجائب روزگار کے علوم جو وقتا فوقتا مختلف مقامون مین ظہور مین آتے ہین فوت ہو جاتے کیونکہ ممکن نہین کہ آدمی اپنی ذات سے ہر جگہ پہنچکر اون سب کا ادراک کرسکے اس لئے حکمت بالغہ خالق عزوجل مقتضی ہوی کہ ایک حاسہ ایسا ہی ہو کہ اشیاء غائبہ کا علم اوسکے ذریعہ سے حاصل ہوا کرے۔ اور جس طرح احساس کے بعد یقین پیدا ہوتا ہے اوس سے ہی ہو اس کام کے لئے قوت سامعہ خاص کی گئی اور اوسمین یہہ خاصیت

رکہی گئی کہ جب آدمی عجائب چیزون کا حال سنتا ہی تو اوسکو ان شیبا کا ادراک ور اونکے وجود کا یقین ہو جاتا ہے دیکھئے لندن امریکہ وغیرہ کو ہم لوگون نے کبھی نہین دیکھا مگر سننے سے اونکے وجود کا ایسا یقین ہے جیسے حیدر آباد کے وجود کا۔

اسی طرح ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیہم السلام کی خبرین نسلاً بعد نسل جو سنتے چلے آرہے ہین اونکا بہی ایسا یقین ہے جیسے ہم اونکو دیکھ رہے ہین اسمین خوش اعتقادی کو کوئی دخل نہین بلکہ خبر متواتر مین یہہ فطرتی اثر ہے کہ اوس سے ضروری علم حاصل ہو جاتا ہے۔

اصل یہہ ہے کہ فطرت انسانی مین یہ بات رکہی گئی ہے کہ جو بات آدمی سنتا ہے یقین کرلیتا ہے۔ دیکھہ لیجئے کہ لڑکا جو بات کسی سے سنتا ہے یقین کرلیتا ہے۔ سن لینے کے بعد رد وقدح کی نوبت ہی نہین اتی مگر جب تجربہ اور کثرت مشاہدات سے اوسکو معلوم ہوتا ہے ہے کہ لوگ خلاف واقع بہی خبرین دیا کرتے ہین اسلئے بعد شعور آدمی کی طبیعت کا مقتضے یہہ ٹہرا کہ خبر دینے والے کے حال کی تحقیق کرتا ہے اگر تجربہ سے کوئی شخص ایسا ثابت ہو جائے جو کبہی جہوٹ نہین کہتا تو ایسے ایک شخص کی خبر کا بہی یقین بمقتضائے فطرت اوسکو ہو جاتا ہے اسلئے کہ جب اوس فطرت کا بدلنے والا صرف تجربہ اس امر کا تہا کہ لوگ خلاف واقع بہی کہا کرتے ہین اور تجربہ ہی سے یہہ بہی معلوم ہو گیا کہ وہ شخص جہوٹ نہین کہتا تو اوس لازمہ فطرت کو بدلنے والا اب باقی نہ رہا۔ اور بحسب اقتضائے فطرت ایک ہی شخص کی خبر اوس تجربہ کی وجہ سے خبر مفید یقین ہو جاتی ہے کیونکہ تجربہ بہی مفید یقین ہے۔

دیکھہ لیجئے سم الفار جو یقینی طور پر ہلاک اور قاتل سمجہا جاتا ہے یہہ یقین کہان سے حاصل ہوا اوسی تجربہ سے ورنہ اوسکی خاصیت نہ کسی حس سے معلوم ہو سکتی ہے نہ عقل سے اسی وجہ سے محدثین کو اپنے اساتذہ کے صدق کا یقین اور اونکی روایتون کا وثوق ہوتا تہا کیونکہ وہ اپنے اساتذہ کے حالات خارجا دریافت کرتے اور اونکی خدمت مین مدتون رہتے اور اونکے حالات پر ہر بات مین غور کرتے پہر جب اپنے ذاتی تجربون سے اونکا صدق و تدین

ثابت ہوتا اور یہہ یقین ہو جاتا کہ وہ جھوٹ نہین کہتے اوسوقت اونکی روایتون کو قبول کرکے قابل اشاعت سمجھتے اور یہہ قبول کرنا بمقتضائے فطرت تہا اسمین خوش اعتقادی کو کوئی دخل نہین اسیوجہہ مثل اور حدیثون کے معجزات کی حدیثون کی تصدیق بہی بحسب اقتضائے فطرت اونکو ہو جاتی تہی۔ دیکہہ لیجئے کہ آدمی جب آفتاب کو دیکہتا ہے تو اوسکی روشن ہونے کی تصدیق پر مجبور ہو جاتا ہے ممکن نہین کہ اوسکا انکار کر سکے۔ ہمنے جو لکہا کہ محدثین نے اپنے ذاتی تجربون سے اپنے اساتذہ کی صدق بیانی کی تصدیق کی اوسپر ہم فن رجال کو شہادت مین پیش کرتے ہین اوس سے ظاہر ہے کہ ہر ایک راوی کے حال کی تحقیق کس درجہ ہوا کرتی تہی اور یہہ فن کیسا عظیم بالشان رہا ہے کہ باوجودیکہ تقریبا تیرہ سو سال کے عرصہ مین ہزارہا کتابین تلف ہو گئین مگر اب بہی بفضلہ تعالی اس فن کی صدہا کتابین موجود ہین کیا سوائے اہل سنت وجماعت کے کوئی مذہب و ملت والا یہہ دعوی کر سکتا ہے کہ ایسے اشخاص کے ذریعہ ہمارا مذہب و دین ہم تک پہونچا ہے کہ جن کے حالات مین صدہا کتابین لکہی گئین اور اونکی حفاظت مین وہ اہتمام کیا گیا جو دینی کتابون کی حفاظت مین ہوتا ہے

اب دیکہئے کہ لاکہون حدیثین تلف ہو گئین جسکا حال ہم نے حقیقۃ الفقہ مین لکہا ہے باوجود اوسکے اب بہی صدہا حدیثین موجود ہین جو معجزات کو ثابت کر رہی ہین چنانچہ امام سیوطی رح نے دو جلدون مین ایک کتاب خصائص الکبری نام لکہی ہے جسمین فقط معجزات ہی کی حدیثین جمع ہین۔

اہل علم و دانش پر پوشیدہ نہین کہ جب کسی چیز کا وجود صدہا خبرون سے ثابت ہو تو اوسکا علم تواتر کی وجہ سے ضروری ہو جاتا ہے۔ اب غور کیجئے کہ نفس معجزہ کے وجود پر تواتر ہے یا نہین۔ یہہ صدہا حدیثین اگر سرسری نظر سے بہی دیکہی جائین تو ہر ایک حدیث مین ایک قسم کا معجزہ دکہائی دیگا۔ کسی مین شق القمر۔ کسی مین جانورون کا بات کرنا۔ کسی مین زمین سے چشمے ابلنا۔ کسی مین پہاڑون کا آنا جانا۔ کسی مین چوب خشک کا رونا وغیرہ وغیرہ

امور غرضکہ صدہا محدثین گواہی دے رہے ہین کہ حضرت سے اقسام کے معجزے صادر ہوئے اگرچہ ہر ایک معجزہ کا ثبوت دو چار راویون سے ہے جس مین کلام کو گنجایش نہین اسلئے کہ اوسپر صدہا محدثین اور ہزارہا صحابہ و تابعین و تبع تابعین گواہی دے رہے ہین کہ حضرت نے اقسام کے معجزے دکہائے۔ دیکھئے بال کی حقیقت معلوم ہے کہ کم طاقت لڑکا بہی اوسکو توڑ سکتا ہے مگر انہی بالون کی موٹی رسی بنائی جائے تو لڑکا تو کیا اوسکو ہاتی بہی نہین توڑ سکتا اسی پر قیاس کر لیجئے کہ ہر ایک معجزہ کی حدیث مین گو یہہ قوت نہین کہ یقین پیدا کر دے مگر صدہا اور ہزارہا احادیث اور راوی جو ایک زبان ہوکر کہہ رہے ہین کہ حضرت نے اقسام کے معجزے دکہائے اونکا اس قدر مشترک پر یعنے نفس معجزہ پر یہہ اتفاق ایک ایسی قوی اور مستحکم دلیل ہے کہ کوئی اوسکو توڑ نہین سکتا اسلئے کہ تواتر ایسی چیز نہین کہ چاہا مانا چاہا نہ مانا وہ خود منوا کے چہوڑتا ہے پہر تواتر بہی کیسا کہ جسکی بنیاد ایسے جلیل القدر راویون کی خبر دن پر ہے کہ صداقت و تدین کی وجہ سے ہر ایک بمنزلہ ایک جماعت کے سمجہے جاتے تہے۔

ابہی کا واقعہ ہے کہ سلطان عبدالحمید خان صاحب کی معزولی کی خبر جب دس پانچ اخبار مین دیکہی گئی تو اوسکا ایسا یقین ہوا کہ گویا ہم دیکہہ رہے ہین جسکا یہہ اثر ہوا کہ چند روز تک خواب و خور مسلمانون کو ناگوار رہا اور خطبون سے اونکا نام نکال دیا اور کسی نے یہہ بہی نہ پوچہا کہ اخبار نویس ثقہ اور عدل بہی ہین یا نہین۔ اور نہ یہہ قراین دیکہے گئے کہ ایسا مدبر بادشاہ جسکا لوہا سلاطین یورپ نے مان لیا ہے تمام رعایا اور فوج اونکے احسانون کی معترف۔ ہزارہا مدرسے انہون نے قایم کرکے اہل ملک کو اس قابل بنایا کہ تمام یورپ کو جواب دے سکین اونکی فوج ایسی جان نثار کہ اشارہ پر جان دینے کو تیار تیتیس سال اس رعب و داب سے سلطنت کی کہ سلاطین یورپ کو اونکے مقابل ہونے مین تامل ہوتا تہا۔ ایسا جلیل القدر بادشاہ پندرہ بیس روز کی باغیانہ سازشون سے کیونکر معزول ہو سکتا ہے اب غور کیجئے کیا عقل اسکو جائز رکہتی ہے کہ دس پانچ اخبار نویسون کی خبر کا تو یہہ اثر ہو کہ

بیسون عقلی قرائن اوسکے مخالف قائم ہونے پر بہی اس طور پر مان لیجائے کہ جو آثار شاہدہ پر مرتب
ہوتے ہین اوسپر مرتب ہون اور ہزار ہا صحابہ و تابعین کی وہ خبر جسمین ذرا بہی اختلاف نہین
اس قابل ہو کہ مسلمان اوسکو باور کرین ؟ حالانکہ وہ جانتے ہین کہ صحابہ صدق وفا مین
سر آمد روزگار تھے اسی طرح تابعین و تبع تابعین جنکے عدل و تدین پر اتفاق ہے اونہین کے
قدم بقدم تھے ۔ پہر علما نے اُس تواتر کو جو ان تک پہونچا تہا صد ہا بلکہ ہزار ہا کتابین لکہکر ہم
تک پہونچا دیا۔ اگر ہم اس تواتر کو نہ مانین تو یہہ کہنا بے موقع ہو گا کہ ہماری فطرت انسانی
مین کسی قسم کا تغیر واقع ہو گیا ہے کہ جو مفید علم امور ہین اون سے ہمین علم حاصل نہین ہو سکتا
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تبواتر ثابت ہین تو اب یہ کہنا کہ قرآن مین
حضرت کے معجزات کا ذکر نہین ہے قرین قیاس نہو گا۔ سید صاحب نے تفسیر قرآن مین
شاہ ولی اللہ صاحب کا قول تفہیمات الٰہیہ سے نقل کیا ہے ولم یذکر اللہ شیئاً
من ھذہ المعجزات فی کتابہ ولم یشر الیھا قط بسر بدیع وھوان القران لما
ھو من الاسم فلا یذکر فیہ ما ھو من تحتہ اس عبارت مین کچہہ غلطی ہے اسلئے کہ سید
صاحب نے اسکے ترجمہ مین لکہا ہے اسمین نادر بہید یہ ہے کہ قرآن پر تو اسم ذات کا ہے
بہرحال سید صاحب نے جو اس سے استدلال کیا ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک حضرت کے
معجزات کا ذکر قرآن مین نہین سو وہ درست نہین اسلئے کہ شاہ صاحب کا نہ یہہ مطلب ہے
کہ معجزات وجود ہی مین نہین آے اور نہ یہہ کہ کسی معجزہ کا قرآن مین ذکر نہین ہے اسلئے کہ
چند معجزے بیان کرکے اونہون نے اشارہ کیا کہ ان معجزات مین سے کوئی معجزہ قرآن
مین مذکور نہین جیسا کہ لفظ من ہذہ المعجزات سے ظاہر ہے ۔ بہلا شاہ صاحب ایسی
بات کیونکر کہہ سکتے تھے وہ جانتے تھے کہ حق تعالی نے متعدد مقامون مین فرمایا ہے کہ
جب کفار کوئی نشانی دیکہتے ہین تو اوس سے اعراض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہہ تو جادو ہے
کما قال اللہ تعالی وما تاتیھم من ایۃ من ایات ربھم الا کانوا عنھا معرضین
یعنے جب کوئی نشانی اونکے رب کی طرف سے اونکے پاس آتی ہے تو وہ اوس سے

منہ پھیر لیتے ہین یعنے اوسکا دیکھنا تک اونکو گوارا نہین اور حق تعالی فرماتا ہے اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر یعنے قریب ہوئی قیامت اور شق ہوگیا چاند اور اگر کوئی آیت یعنے نشانی وہ دیکھتے ہین تو اعراض کرکے کہتے ہین کہ یہہ تو ہمیشہ کا جادو ہے۔ یہہ کوئی نئی بات نہین اس قسم کے جادو تو حضرت ہمیشہ ہی دکہایا کرتے ہین۔

اب کہئے کہ اس سے زیادہ ثبوت کیا ہو کہ خود کفار قائل تھے کہ خوارق عادات حضرت سے ہمیشہ صادر ہوتے رہتے ہین جسکی خبر قرآن مین خدائے تعالے نے دی ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ایک معجزہ کو حق تعالے نے قرآن مین نہین بیان فرمایا اور اوسی کفار کے قول پر اکتفا کیا جو قائل تھے کہ ہمیشہ خوارق عادت حضرت سے ظاہر ہوتے رہتے ہین اور ایسے بڑے معجزہ شق القمر کو بھی سحر ہی مین شامل کرلیا جس طرح اور خوارق مین کہا کرتے تھے۔ شاہصاحب نے تفہیمات الٰہیہ مین جو لکھا ہے واما شق القمر فعند نا لیس من المعجزات اس سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ شق القمر کو اونہون نے معجزات سے خارج کیا مگر دراصل ایسا نہین ہے چنانچہ حیدرآباد مین اسی عبارت مین ایکبار مناظرہ ہوا تھا اوسمین مولوی احمد علی صاحب احراری مرحوم نے ثابت کردیا کہ اس عبارت کا مطلب ہے کہ شق القمر چھوٹے چھوٹے معجزون کے قسم مین نہین ہے چنانچہ اس مناظرہ کی کتابین چھپ چکی ہین۔

مولوی نذیر احمد صاحب نے حمائل مترجم کے حاشیہ مین لکھا ہے کہ مولوی شاہ عبدالقادر صاحب نے اس مقام پر فائدہ لکھا ہے کہ حج کے دنون مین ادہی رات کو کافر جمع تھے حضرت اونکو سمجہاتے تھے اونہون نے مانگی کچھہ نشانی حضرت نے فرمایا دیکھو آسمان کی طرف چاند دو ٹکڑے ہوگیا ایک اون مین سے مشرق کو آیا ایک مغرب کو جب تک خوب طرح دیکھہ لیا پھر آپس مین مل گئے یہہ نشانی تھی قیامت کی کہ آگے سب کچھہ یون ہی پہٹے گا اور جیسا مولوی شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے تمام مفسرون کا اسی پر اجماع ہے

اور معجزہ شق القمر کا وقوع احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بعض فلسفیانہ خیالات کے لوگ
سمجھتے ہین کہ شق القمر جس کا بیان مذکور ہے قیامت مین واقع ہوگا تو وہ لوگ یون ترجمہ
کرین گے کہ قیامت پاس آلگی اور یون سمجھو کہ چاند پھٹ گیا۔ بے شک شق القمر ایک
عجیب واقعہ ہے جو سمجھ مین نہین آتا اور اسلئے معجزہ ہے لیکن قیامت اس سے زیادہ عجیب
ہے تعجب ہے کہ فلسفی مسلمان قیامت کو تسلیم کرین جو زیادہ عجیب ہے معجزے کے منکر ہون۔ انتہی

سید صاحب نے تفہیمات الٰہیہ کی عبارت مذکورہ کا ترجمہ یہ لکھا ہے کہ
شاہ صاحب فرماتے ہین کہ اللہ سبحانہ نے ان معجزات مین کچھ بھی اپنی کتاب یعنے قرآن
مین ذکر نہین کیا اور نہ مطلق اوسکی طرف اشارہ کیا ہے اسمین نازک بھید ہے کہ قرآن تو
بمنزلہ اسم ذات کا ہے اور شاہ صاحب نے معجزات کو اتفاقات مین داخل کیا ہے جو اسم
ذات سے کم درجہ ہے اسلئے انہون نے فرمایا ہے جو چیز اوسکے ماتحت ہے اوس کا
ذکر اوسمین نہین ہوسکتا انتہی ملخصاً

اسکے بعد سید صاحب لکھتے ہین مگر تعجب ہے کہ اگر شاہ صاحب کے نزدیک کسی نبی کے
معجزے کا ذکر قرآن مین نہوتا تو اسوقت اونکی یہ دلیل صحیح ہوسکتی لیکن جب کہ شاہ صاحب
اور انبیا کے معجزات کا ذکر قرآن مجید مین تسلیم کرتے ہین جیسا کہ تفہیمات کے متعدد مقامون
سے پایا جاتا ہے تو یہ بھید ٹوٹ جاتا ہے اور کوئی وجہ سمجھ مین نہین آتی کہ قرآن مجید
مین بلالحاظ اس بھید کے اور پیغمبرون کے معجزون کا ذکر ہوا اور بلحاظ اس بھید کے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزون کا ذکر نہو۔ غرضکہ امام صاحب نے اس بحث کو اوسی طریقہ
پر کیا ہے جیسے کہ ہمارے ہان کے قدیم علما کا طریقہ ہے اور شاہ صاحب نے اوسکو
تصوف کے سانچہ موہوم مین ڈھالنا چاہا ہے۔ انتہی

فی الحقیقت بایک امام صاحب کیا جتنے مسلمان گذرے ہین سب کا ایک ہی طریقہ
ہے کہ معجزون کے وجود مین کسیکو ذرا بھی شک نہین امام فخر الدین رازی رح معجزہ شق
القمر کے باب مین لکھے ہین واما کونہا معجزۃ ففی غایۃ الظهور یعنے شق القمر کا

معجزہ ہونا تو نہایت ظاہر ہے ؎

امام صاحب تو امام ہی ہین اس زمانہ کے حکیمانہ خیال والے علما بھی معجزات کا انکار نہین کر سکتے چنانچہ سید محمد رشید رضا افندی مدیر اخبار منار جنکا دعوی ہے کہ دین اسلام عقل کے مطابق ہے انہون نے کتاب شہاب الابصار وحجج الاسلام مین معجزات پر جو حکماے یورپ کے اعتراض مین نقل کرکے لکھا ہے ای سفہ اکبر من سفہ من کان یماری بالموجود الثابت بالمشاهدة او التواتر کالمعجزات یعنے اس سے بڑھکر کیا حماقت ہوگی کہ جس چیز کا وجود مشاہدہ یا تواتر سے ثابت ہو جیسے معجزات اسمین جھگڑا کیا جائے۔ اور لکھا ہے هذه الموجودات التي نحس بها ولا نشك فيها قد عجزت عقولنا عن معرفة كيفية ايجادها معجزها عن معرفة وجود المعجزات اولى یعنی یہہ موجودات جنکا ہمین احساس ہے اور دیکھہ رہے ہین جب اونکی کیفیت ایجاد کی معرفت سے ہمارے عقول عاجز ہین تو معجزات کی معرفت ایجاد سے بطریق اولی عاجز ہوگی۔ اور شاہ صاحب نے جو علت بیان کی ہے وہ ہر شخص نہین سمجھہ سکتا کیونکہ تصوف کے مضامین عام فہم نہین ہوتے مگر عام فہم اور واقعی بات یہی ہے کہ جب کفار خود قائل تھے کہ خوارق عادات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ صادر ہوا کرتے ہین تو پھر اونہی چیزون کو ذکر کرنا کہ فلان فلان معجزے حضرت نے دکھائے تحصیل حاصل ہے اسلئے حق تعالی نے اونکو ذکر نہ کرکے صاف فرما دیا وان یروا کل آیة لا یومنوا بها یعنے یہہ نشانیان اور معجزے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائے کتنے ہی کیون نہون آخر محدود ہونگے اون کافرون کی یہ حالت ہے کہ کل نشانیان بھی دیکھہ لین تو ایمان نہ لائینگے۔ اب کہئے جس قوم کی یہ حالت ہو کہ گویا قسم کھالی ہے کہ جو نشانی دیکھینگے وسکو سحر ہی کہا کرینگے تو پھر اونکو اونکی منہ بولی نشانیان دکھانے سے کیا فائدہ اسلیوجہ سے مکابرہ کرنے والون کو جواب دینے کی ضرورت نہین کیونکہ سوائے تضییع اوقات کے اوس سے کوئی فائدہ متصور نہین۔ یہی وجہ تھی کہ جب اون لوگون نے درخواست کی

کہ زمین سے چشمے نکالو آسمان کے ٹکڑے کرادو وغیرہ وغیرہ تو حق تعالے نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے فرمادیا کہ سب کے جواب مین تم یہی کہدو کہ مجھے ان باتون سے کوئی تعلق نہین میرا
کام یہی ہے کہ جو بات بذریعہ وحی مجھے معلوم ہوتی ہے مین سنا دیتا ہون رہا منہ بولی
نشانیان دکہانا سو وہ خدا کا کام ہے یہی آخری فیصلہ تہا جسکی وجہ سے حضرت اون کے
تقاضون سے سبکدوش ہوگئے۔ سید صاحب نے ان تمام واقعات و آیات کو
نظرانداز کرکے اون چند آیات کو نقل کیا جن مین مذکور ہے کہ کفار نے چند معجزے طلب
کئے اور وہ نہین دکہائے گئے اور یہہ نتیجہ نکالا جو لکھتے ہین کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم پاس جو افضل الانبیا والمرسلین ہین معجزے نہونے کے بیان سے ضمناً یہہ بہی ثابت
ہوتا ہے کہ انبیائے سابقین علیہم السلام کے پاس ہی کوئی معجزہ نہین تہا"
اور مولوی شبلی صاحب نعمانی جنکو سرکار انگریزی سے شمس العلما کا خطاب ملا ہے الکلام
مین لکھتے ہین۔ اصل نکتہ جو اس موقع پر لحاظ کے قابل ہے وہ یہہ ہے کہ کفار جن باتون کو
طلب کرتے تھے ناممکن اور محال نہین تاہم خدا نے اونکے اظہار سے اعراض کیا جس سے
صرف یہہ ظاہر کرنا مقصود تہا کہ گو یہ باتین خدا کے اختیار مین ہین لیکن نبوت کے ثبوت مین
انکو پیش کرنا اسی قدیم غلطی مین لوگون کو مبتلا رکہنا ہے ورنہ خرق عادت کے پیش کرنے سے
انکار اس بنا پر نہ تہا کہ خدا اون پر قادر نہین انتہی۔ نبوت کے ثبوت مین معجزات کا پیش کرنا
غلطی نہین بلکہ مقتضائے فطرت انسانی کو پورا کرنا ہے اور عادت اللہ بہی اوسی پر جاری
ہے جیسا حال ابہی معلوم ہوا اور نیز اس آیہ شریفہ سے ظاہر ہے الم یاتکم نبؤ الذین من
قبلکم قوم نوح وعاد وثمود والذین من بعدهم لا یعلمهم الا الله جاء
تهم رسلهم بالبینت فردوا ایدیهم فی افواههم یعنے کیا نہین پہونچی تمکو خبر اونکی
جو پہلے تھے تم سے قوم نوح کی اور عاد کی اور ثمود کی اور اون لوگون کی جو اون کے پیچہے
تھے نہین جانتا اون کو مگر اللہ آئے تھے اون کے پاس رسول اونکے نشانیان لیکر پس تعجب
کرنے لگے وہ۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ترجمہ بینات کے معنے معجزات لکھے ہین

اور فردوا ایدیہم فی افواہہم کے معنے لکہتے ہین از نہایت تعجب و انکار انگشت بدندان
گزیدند۔ دیکہئے کل رسولون کا معجزات کے ساتہہ آنا اس آیۂ شریفہ سے ثابت ہے اب
اس موقع مین غلطی کا اطلاق کیونکر ہو سکی غرضکہ منہ بولے معجزے نہ دکہلانے کی کوئی علت
سوائے اسکے نہین جو ہمنے بیان کیا۔

الحاصل جب تواتر سے ثابت ہو گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ معجزے دکہایا کئے
اور معجزات کا وجود بہی تواتر سے ثابت ہوگیا تو اب کسی مسلمان کو اون کے وجود مین کلام
کرنے کی گنجایش نہین اس موقع مین یہہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ تواتر سے تو خود بخود یقین
ہو جاتا ہے چاہئے آدمی اوسکا ارادہ کرے یا نکرے پہر کیا وجہ کہ اس زمانہ کے بعض حضرات
معجزات کا انکار کرتے ہین اسکا جواب یہہ ہے کہ ان لوگون کو دوسرے مشاغل مین دینی کتابین
دیکہنے کی نوبت ہی نہین آئی اسلئے وہ خبر اونکو بتواتر پہونچی ہی نہین۔ اونکا یقین
نکرنا ایسا ہے جیسے کسی دیہاتی شخص سے کہا جائے کہ ہمین بتواتر معلوم ہوا ہے
کہ امریکہ ایک نہایت وسیع ملک ہے لاکہون آدمی وہان بستے ہین وہ ملک ہمارے
پاؤن کے تلے زمین کے اوس طرف واقع ہے تو یہہ سنتے ہی وہ کہیگا کہ اسکا مطلب
تو یہہ ہوا کہ اونکے پاؤن زمین سے لگے ہوئے اور سر نیچے ہین جسطرح آدمی الٹا لٹکایا
جاتا ہے اور ہم دیکہتے ہین کہ بغیر کسی تعلق کے اس طرح آدمی ٹہر نہین سکتا اور نہ ایسا گہر بن
سکتا ہے کہ اوسکا پایہ اوپر اور دیوارین نیچے ہون اسلئے وہان آبادی تو درکنار گہر
بہی نہین بن سکتا۔ کیا ایسے شخص کے انکار سے یہہ سمجہا جائیگا کہ تواتر مفید یقین نہین ہے
اور امریکہ کوئی فرضی ملک ہے؟ ہرگز نہین بلکہ یہہ خیال کیا جائیگا کہ وہ دیہات مین رہنے کی
وجہ سے اوسکو امریکہ کے وجود کی خبرین بتواتر پہونچی ہی نہین۔ پہر اگر تواتر کا اوسکو
علم ہو جائے اور سمجہہ مین نہ آنے کی وجہ سے وہ اپنی انکار ہی پر قایم رہے تو اوس سے
اوسکی عقل کا قصور ثابت ہوگا۔ اسی طرح ان حضرات کا حال ہے اگر دینی درایت انہین
حاصل ہو اور کل احادیث پر مطلع ہون تو بے شک اونکو بہی معجزات کا یقین ہو جائیگا

اگر اسوقت بھی ہٹ دھرمی کرین تو اوسکا علاج نہین ہے سوفسطائیہ کی ایک فرقہ ہے وہ
نہ بدیہیات کو مانتے ہین نہ حسیات کو اونکا قول ہے کہ کوئی چیز مفید علم نہین یہانتک
کہ اگر اونکو جلایا جائے تو بھی یہی کہتے ہین کہ یہ بھی ایک خیال ہے ۔
اب کہئے کیا اونکو جینے کا واقعی علم و احساس نہوتا ہوگا؟ کیون نہین مگر سخن پروری کا
کیا علاج ۔ تحقیق الایمان مین ہم لکھ چکے ہین کہ ابو جہل کا قول ہے کہ ہم محمد صلے اللہ علیہ
وسلم کو جانتے ہین کہ اللہ کے رسول ہین مگر یہ نہو سکیگا کہ ہم اونکی تصدیق کرلین ۔
ابھی معلوم ہوا کہ مادہ عالم مین حکما کے کتنے اقوال ہین اور ایسے مسئلہ کیا منحصر ہے
جس مسئلہ کو دیکھئے کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور ظاہر ہوگا ۔ اس سے بڑھکر کیا ہوگا کہ ایک جماعت
حکما کے نزدیک اور دلائل تو کیا بدیہیات بھی مفید علم نہین اور ایک گروہ کو حسیات
مین بھی کلام ہے ۔ اور سوفسطائیہ نہ بدیہیات کو قابل اعتبار سمجھتے ہین نہ حسیات کو
انہون نے دیکھا کہ عقلی دلائل ہر بات پر قائم ہو جاتے ہین یہانتک کہ بدیہیات اور
حسیات کے بے اعتبار ہونے پر بھی قائم ہو گئے اسلئے اونکی عقلون مین یہہ بات سما گئی
کہ عالم مین کوئی چیز موجود ہی نہین صرف خیال ہے کیونکہ اسکا علم فقط حواس کے ذریعہ سے ہوتا ہے
اور ہم دیکھتے ہین کہ حواس بھی غلطی کرتے ہین پھر کیونکر یقین ہو کہ کوئی چیز موجود ہے اگر اون سے
کہا جائے کہ تم جو کہتے ہو کہ یہ سب خیال ہی خیال ہے تو اوسکا تو تمہین یقین ہوگا اس کے
جواب مین وہ کہتے ہین کہ اسمین بھی ہمین شک ہے اور شک مین بھی شک ہے ۔ اگر اسکے متعلق
تفصیل دیکھنا ہو تو شرح مواقف دیکھی جائے
غرضکہ ہر مسئلہ مین متعارض اقوال اور دلائل مفید یقین ہو سکتی ہین نہ حواس کی شہادتین ۔
یہہ نکبت اونپر کہان سے آئی اونہی نارسا اور ناقص عقلون کے کرتوتون سے کہ نہ حق دیکھین نہ
باطل لگے دلائل قایم کرنے ۔ اس سے بڑھکر کیا ہوگا کہ بعض نے تو خالق ہی کا انکار کر دیا اور اوسپر
عقلی دلیلین بھی قایم کین اب غور کیجئے کہ ہر بات مین اگر عقل رہنما بنائی جائے جیسے سر
سید احمد خان صاحب تہذیب الاخلاق مین لکھتے ہین تو حق و باطل پہچاننے کا معیار

کیا ہوگا اور کیونکر یقین ہو کہ عقل نے جو بات بتائی ہے وہ مطابق واقع ہے ہان یہہ سچ ہے جو
سید صاحب موصوف اوسی مین لکہتے ہین کہ ان سب مباحثون کے بعد مین نے یقین کیا کہ
علم بالیقین یا ایمان حاصل کرنے کا وسیلہ عقل ہے جو ان چیزون کے حاصل کرنے کیلئے
آلہ ہے اور نہایت عمدہ رہنما ہے انتہی سید صاحب نے جو عقل کی تعریف کی ہے وہ اسی قابل ہے
کہ رہنما بنائی جائے ورنہ معمولی عقلین تو ایمان سے روکنے کا آلہ بنتی ہین اسیوجہ سے کل
کفار نہ کسی زمانہ مین ایمان لائے نہ آیندہ اون سے توقع ہے مگر جو عقل خدا و رسول پر ایمان
لاتے اور یقین کرنے کو کہتے ہے وہ یہہ بھی کہتی ہے کہ اس یقین کے بعد پھر چون و چرا کی گنجایش
نہین کیونکہ جب عقل نے مان لیا کہ خدائے تعالے نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے
پیام پہونچانے کیلئے بھیجکر اپنے مقاصد قرآن مین بیان کئے تو اب اوسکو چون و چرا کی گنجایش
نہین رہا یہہ کہ بعض امور سمجھہ مین نہین آتے تو وہ تقلیداً مان لی گئی آخر دنیا مین بہت سے امور ایسے بھی
ہین کہ سمجھہ مین نہین آتے اور اون مین اپنے ہم جنسون کی تقلید کرنی پڑتی ہے اگر اتنا بھی نہو تو ایمان
ہی کیا ہوا انتہی

یہان یہہ بات بھی قابل غور ہے کہ عقول ایک قسم کے نہین ہوتے جسقدر صورتون
مین تفاوت ہے بمصداق الظاہر عنوان الباطن عقلون مین بھی تفاوت ہے چنانچہ امام
فخر الدین رازی رح نے کتاب الفراسہ مین لکہا ہے کہ مزاج خواہ نفس ہی کا نام ہو یا آلہ ہو
جس سے افعال صادر ہوتے ہین اصل ہے اور خلق ظاہر و باطن یعنے اعضائے ظاہری
و باطنی کی ساخت اوسکے تابع ہے چونکہ یہہ دونون باہم متلازم ہین اسلئے اعضائے
ظاہری کی ساخت اور اوضاع و حرکات سے خلق باطنی پر استدلال کیا جاتا
مثلاً ہم دیکھتے ہین کہ غصہ۔ خوف۔ حیا۔ اور جماع وغیرہ کے وقت آدمی کے چہرہ مین خاص
خاص قسم کے تغیرات اور ہیأتین پیدا ہوتی ہین اور ظاہر ہے کہ یہہ ظاہری تغیرات باطنی
تغیرات کے آثار ہین اس سے ثابت ہے کہ ظاہر باطن کا عنوان ہے مقصود یہہ کہ جس
طرح ایک آدمی کی صورت دوسرے کی صورت سے نہین ملتی اسی طرح ایک کا مزاج دوسرے

کے مزاج سے نہین ملتا اور مزاجون کا تفاوت اخلاق و حالات باطنی کے تفاوت کا باعث ہے اور عقل حالات باطنی کے تابع ہوا کرتی ہے۔ دیکھہ لیجئے غصہ اور نعمت کے وقت عقل مخالفانہ دلائل قایم کرنے لگتی ہے اور موافقت کی صورت مین تائیدی دلائل قایم کرتی ہے۔ اسی طرح جس کی طبیعت مین سخاوت ہو اوسکی عقل سخاوت کی فضیلت اور بخل کی مذمت ثابت کریگی اور بخیل کی عقل امساک اور مال جمع کرنے کی ضرورت اور سخیون کی حماقت ثابت کریگی۔ غرضکہ ہر شخص کی عقل اوسکے باطنی اخلاق اور مزاج کے ہاتون مین مقید ہے۔

کتب فرینالوجی مین لکھا ہے کہ ڈاکٹر گال صاحب جو اس فن کے موجد ہین اونکو اس امر کی تحقیق کا خیال پیدا ہوا کہ ہر شخص کے افعال و اخلاق و عادات جو مختلف ہوتے ہین اسکا سبب کیا ہے ایک مدت کی کوشش سے حدود ۱۸۰۰ء مین اونپر یہ منکشف ہوا کہ اس اختلاف کا منشا ایک فطرتی امر ہے وہ یہہ ہے کہ ہر شخص کے دماغ کی ساخت الگ الگ ہوتی ہے چنانچہ وہ اور ڈاکٹر جے جی سپرزہم جرمنی وغیرہ نے بہت سارے سرون کو چیر کے یہ تجربہ حاصل کیا کہ عقل اور قوای نفسانی اور شہوانی وغیرہ کی مختلف طاقتون کے لئے دماغ کے مختلف حصے مقرر ہین اور ہر قوت کی کمی و زیادتی انہی حصون کی کمی و زیادتی و غیرہ کیفیات سے متعلق ہے۔ غرضکہ فن فرینالوجی سے بھی یہی ثابت ہے کہ ہر شخص کی عقل اور اخلاق فطرتی اسباب کیوجہ سے مختلف ہوتے ہین۔

اب غور کیجئے کہ فطرتی اسباب یا مزاجون کے اختلاف سے جب عقول مختلف ہون اور ہر شخص کی عقل اوسکے مزاج اور اخلاق کے ہاتون مین مقید ہو تو ایسی چیز کیون کر قابل اعتماد اور رہنما بنانے کے لائق سمجھی جائے عقل کو مطلق رہنما بنانا بعینہ طبیعت اور نفسانی خواہشون کو اپنا حاکم بنانا ہے اور ظاہر ہے کہ جب خودغرض طبیعت حاکم ہو اور اوسکو عقل جیسا وزیر مل جائے جو اوسکے اغراض پورے کرنے کے لئے نئی نئی تدبیرین عمل مین لایا کرے تو تمدن پر اوسکا کیسا برا اثر پڑیگا۔ ہر چند خودغرض

طبیعتون ہی کے شر و فساد کو دور کرنے کے لئے تمدن کا جزو اعظم سلطنت ٹھیرائی گئی ہے مگر جب حکام ہی خود غرض ہون تو اصلاح تمدن کی کیا صورت ہے یہ امر پوشیدہ نہین کہ جہان حکام خود غرض ہون وہان کے رعایا کا کیا حال ہوتا ہوگا غلبا بدمعاش اور ظالم فارغ البال ہون گے اور مظلوم بجائے اسکے کہ ظالمون کے پنجہ سے اونکو رہائی ملے خود حکام کے پنجہ ظلم مین گرفتار ہون گے جس محکمہ مین وہ جائین چپراسی سے لیکر افسر اعلی تک سب خود غرض ہون اس تاک مین لگے رہتے ہون گے کہ جسطرح بنے اون سے اپنے اغراض حاصل کرلین اگر کسی کے پاس ہزار روپیہ جمع ہوگئے تو لاکھ کی فکر ہے اور لاکھ ہوئے تو دو لاکھ کی فکر ڈاکوون کو رحم آئے تو آجائے مگر خود غرضون سے اوسکی توقع نہین یہ سب نتائج و آثار کس چیز کے ہین؟ صرف عقل کو رہنما بنانے کے۔

بخلاف اسکے اگر کلام الٰہی کو رہنما بنایا جائے تو ممکن نہین کہ کسی قسم کے مفاسد وقوع مین آئین کیونکہ جب آدمی اپنی عقل کو اپنی طبیعت کے قید مین رہائی دیکر خدا و رسول کی مطیع اور فرمان بردار بنا دے تو اس سے وہ افعال صادر ہون گے جن سے تمدن کو وقتاً فوقتاً ترقی ہوتی رہیگی اور ہر شخص نہایت آسایش سے زندگی بسر کریگا۔ چنانچہ ہمنے ایمان و تمدن مین اسکو کسیقدر بسط سے لکھا ہے۔

امام رازی رح نے رسالہ مذکور مین لکھا ہے کہ اقلیمون نام ایک حکیم علم قیافہ مین ماہر تہا اوس وقت کے بادشاہ نے اوسکے امتحان کی غرض سے اپنی تصویر اوسکے پاس بہیجی حکیم نے اوسکو دیکھکر کہا یہ اوس شخص کی تصویر ہے جسکو زنا کی نہایت رغبت ہے چونکہ بادشاہ پارسا مشہور تہا لوگون نے اوسکی تکذیب کی مگر بادشاہ یہ سنکر اوسکی قیافہ دانی کا قایل ہوگیا اور اوس سے ملاقات کرکے کہا فی الحقیقت میری طبیعت کا یہی حال ہے مگر مین نے اپنے نفس کو اس درجہ مرتاض کیا ہے کہ کبھی اس کام کا مرتکب نہین ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آدمی اپنے نفس کو مطیع فرمان الٰہی کرسکتا ہے جس سے تمدن کو نفع پہونچتا ہے۔ الحاصل ہر بات مین عقل کو رہنما بنانا قطع نظر اسکے کہ مضر تمدن ہے

مضر تمدن ہی ہے بخلاف اوس کے کلام الٰہی کو رہنما بنانا تدین اور تمدن دونون کو نافع ہے۔
آج کل سود خواری اور تصویر کشی وغیرہ مسائل مین جو رسالے لکھے جا رہے ہین یہہ اسی کا نتیجہ ہے کہ عقل رہنما بنائی جا رہی ہے کہ جسطرح ہو سکے روپیہ جمع کر لیا جائے جس سے اس جہان کی آسایش حاصل ہو اور عالم جاویدانی سے کوئی تعلق نہین بخلاف اسکے اگر کلام الٰہی رہنما بنایا جاتا تو ہر کام مین خدائے تعالیٰ کا ذکر ہوتا جس سے علاوہ اصلاح معاش و تمدن کے ابدالآباد کی آسایش بھی حاصل ہوتی۔
سید صاحب نے عقل کو پیشوا بنا کے اوسپر یہہ متفرع کیا کہ امور محسوسہ کے خلاف مین کوئی بات قرآن مین نہین ہو سکتی چنانچہ تحریر فی اصول التفسیر مین لکھتے ہین کہ اب ہمارے سامنے دو چیزین موجود ہین (۱) ورک آف گاڈ یعنے خدا کے کام (۲) ورڈ آف گاڈ یعنے خدا کا کلام یعنے قرآن مجید۔ اور ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ کبھی مختلف نہین ہو سکتا اگر مختلف ہو تو ورک آف گاڈ تو موجود ہے جس سے انکار نہین ہو سکتا اور اسلئے ورڈ آف گاڈ جسکو کہا جاتا ہے اوس کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے نعوذ باللہ منہا اسلئے ضرور ہے کہ دونون متحد ہون؟
سید صاحب جو لکھتے ہین کہ خدا کے کام جو ہمارے سامنے موجود ہین جنکا انکار نہین ہو سکتا اوسکے خلاف کلام الٰہی نہو گا۔ ایک حد تک صحیح ہے اسلئے کہ جو چیز وجود مین آتی ہے جسکو ہم دیکھتے ہین کسی آیت قرآنی کے وہ مخالف نہین بلکہ جتنے عجائب و غرائب اور ورک آف گاڈ ہمارے سامنے موجود ہین حق تعالیٰ اپنے کلام معجز بیان مین اجمالاً سب کی خبر دے چکا ہے کما قال اللہ تعالیٰ سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق یعنے قریب ہے کہ ہم بتا دینگے اونکو اپنی نشانیان آفاق مین اور اونکی ذاتون مین تاکہ اونپر ظاہر ہو جائے کہ وہی حق ہے؟
دیکھئے یہہ وعدہ کس طرح پورا ہوا اور ہوتے جاتا ہے کیسے کیسے عجائبات اور قدرت کی نشانیان اس آخر زمانہ مین ظاہر ہوتی جاتی ہین۔ ہر چند موجد انکے عقلا ہین مگر وہ سب تعلیم الٰہی کا اثر ہے کیونکہ ارشاد ہے وعلم الانسان ما لم یعلم یعنے خدا نے انسان کو ایسے امور کی تعلیم کی جنکو وہ جانتا نہ تھا۔

غرض کہ یہہ سب عجائب قدرت جو خوارق عادات ہین کسی زمانہ مین ان کا وجود نہین ہوا تہا حق تعالی جب ان
ظاہر فرما رہا ہے اگر ان عجائبات قدرت کا ذکر گذشتہ زمانون مین کیا جاتا کہ آیندہ ایسی چیزین ظہور مین
آئینگی تو نہایت ہی دور از قیاس سمجہے جاتے جیسے اب انکے نہ ماننے والے محض بے خیال کئے جاتے ہین۔
فونوگراف اور ٹلگراف وغیرہ کا حال کسی ناواقف شخص سے کہا جائے تو عقل کی راہ سے ہرگز اوسکی
تصدیق نہ کریگا۔ اور فونوگراف کی بات اور کنکریون کی تسبیح کو۔ اور سرعت سیر مین ریل اور تار برقی
اور تخت سلیمان اور تخت بلقیس علیہما السلام کو ایک ہی قسم کی بات سمجہیگا۔ ایسا بیہوش شخص جسکا جسم
بہی چیرا پہاڑا جائے تو اوسکو کچہہ خبر نہو۔ اوس سے ایسے کام لینے جو چلنے پہرنے اور سمجہہ سے متعلق ہون بعینہ
ایسا ہے جیسے حیوانون اور جمادون سے حیرت انگیز کام لئے جائین۔

علامہ فرید وجدی نے کنز العلوم واللغۃ مین اور دوسرے مسمریزم کے تجربہ کارون نے اپنے تصنیفات
مین لکہا ہے کہ اینوتزم یعنے نوم صناعی مین آدمی جو بیہوش کیا جاتا ہے اوسکے جسم کی عجیب حیرت انگیز
حالت ہوتی ہے کہ قوانین فزیولوجیا سے بالکل بے تعلق ہوجاتا ہے۔ جسمانی احساس اوسکا بالکلیہ
جاتا رہتا ہے یہان تک کہ اگر اوسکے اعضا ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے جائین تو بہی اوسکو خبر نہوگی چنانچہ
کئی بیمارون کو اوس عمل کے بعد اپریشن کیا گیا مگر اوس چیر وپہاڑ کی انکو کچہہ خبر نہوئی۔ اگر اوسکے کان کے
پاس طپنچہ سر کیا جائے تو اسکو خبر نہین ہوتی اور نہ کسی کی بات وہ سنتا ہے مگر عامل کتنی ہی پست آواز
سے بات کرے وہ سن لیتا ہے پہر اوسپر عمل کرکے اوسکا جواب دیتا ہے۔

دیکہئے یہہ بات قانون فطرت کے کس قدر مخالف ہے کہ اوس بیہوشی کی حالت مین کہ اعضا کاٹ ڈالین
تو بہی خبر نہو ایسی پست آواز سن لے جو دوسرا نہ سن سکے اور پہر پوری تعمیل کرے اور برابر جواب دے۔
اوسی مین لکہا ہے کہ فرانس مین امتحان کی غرض سے ایک مجلس منعقد ہوئی جسمین دو مشہور ڈاکٹر ماج اور
اسکرول شریک تہے چار اوقیہ محلول نوشادر لایا گیا جسکا تاثیر یہہ ہے کہ سونگہتے ہی آدمی مرجاتا ہے
کئی منٹ متصل شخص معمول کو وہ سونگہایا گیا مگر کچہہ اثر نہوا پہر جب کئی بار سونگہانے پر بہی کچہہ اثر نہوا
تو ڈاکٹرون کو اوسکے محلول ہونے مین شبہہ ہوا یہانتک کہ ایک ڈاکٹر نے اوسکو سونگہنا چاہا ناک
کے قریب لیجاتے ہی فوراً مرگیا جس سے یقین ہوا کہ شخص معمول پر زہر کا کچہہ اثر نہین ہوتا۔ کیا یہہ
بات عقل مین آسکتی ہے کہ سم قاتل زندہ شخص مین اثر نکرے ہمنے مانا کہ عامل کے تصور کا وہ

اثر ہوگا مگر عامل خود بہ تصور کر رہے ہونگے کہ وہ اثر نہین کرتا تو کیا یہ سمجہا جائیگا ہرگز نہین کیونکہ جو آثار معمول سے صادر ہوتے ہین اوسمین نوم غریق شرط ہے

اب کہیے کہان گئی اوس زہر کی صورت نوعیہ جسکا اثر کرنا لازمی سمجہا جاتا ہے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق حق تعالی نے جو خبر دی ہے کہ اون پر آگ سرد ہو گئی اوسکا انکار بعض نے اسی وجہ سے کیا تھا کہ آگ کی صورت نوعیہ کا جسم کو نہ جلانا محال ہے

اب کہیے کیا عقل جائز رکہتی ہے کہ ایک شخص کی قوت نفسی صورت نوعیہ کی تاثیر کو روک دے اور خدا تعالی نہ روک سکے حاشا و کلا۔

کتب مذکورہ مین لکہا ہے کہ شخص معمول پر امور غیبیہ کے انکشاف کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ کل حجابات اوسکی نظر کے سامنے سے مرتفع ہو جاتے ہین مقفل صندوق مین اگر خط رکہا ہو تو دور سے اوسکو پڑہ لیتا ہے۔ گذشتہ اور آیندہ کے وقائع کی خبرین برابر دیتا ہے اگر کسی بیمار کا حال پوچہا جائے تو بیماری کا نام اور اوسکے اسباب و علامات اور علاج برابر بیان کر دیتا ہے۔

علامہ فرید وجدی نے رسالہ الحیات مین لکہا ہے کہ استاد جوزفین نے ایک لڑکی پر عمل مسمریزم کیا جسکی عمر اٹہارہ سال کی تہی اور اوس سے آیندہ کے واقعات دریافت کیا جو اوسکی ذات سے متعلق ہون اوسنے پہلے وہ واقعات بیان کیے جو ۲۵ اور ۳۲ اور ۴۰ اور ۴۵ سال مین پیش آنے والے تہے اور اون کے آثار بہی چہرہ پر نمایان ہوتے جاتے تہے اوسکے بعد موت کے واقعات کی نوبت آئی اوسوقت کرسی پر سے گر پڑی اور نزاع کی سی حالت شروع ہوئی جو اوسکے کرب و اضطراب سے معلوم ہوتی تہی اوسکے بعد اپنی موت کی خبر دی چنانچہ اسوقت وہ کرب و اضطراب بہی فرو ہو گیا پہر جنازہ کی حالت بیان کی کہ اوسکو لے جا رہے ہین اور لوگ کہہ رہے ہین کہ اس بیچاری کا مرنا ہی اچہا ہے اور کہا کہ پادری نے جو دعائین کی تہین اون سے کچہہ فائدہ نہوا۔ اوسکے بعد عامل نے اوسکو ہوش مین لانے کی تدبیر کی اور جسطرح کوئی شخص کسی مقام تک جاکر جب واپس ہوتا ہے تو اوسکا گذر اون تمام مقامات پر ہوتا ہے جو اوس راہ مین پیش آئے تہے اسیطرح اوسکو واپسی کیوقت وہ تمام واقعات پیش آئے جنکی پہلے خبر دی تہی یہانتک کہ حالت موجودہ تک پہونچی اوسکے بعد ہوش مین آگئی۔

دیکھئے مابعد الموت تک کے واقعات کا صرف انکشاف ہی نہین بلکہ اونکے آثار مترتب ہوئے تاکس قدر دور از قیاس ہے۔ زمانہ موجودہ مین آیندہ کے زمانے اور وہ وقائع اور حالات جو اون زمانون مین ہونے والے ہین سب معدوم ہین وہ کس طرح پیش نظر ہوئے ہونگے حالانکہ معدوم اشیا کو دیکھنا محال سمجھا جاتا ہے۔ اب اگر کل معدومات جو آیندہ موجود ہونے والے ہین خالق عالم کے پیش نظر رہین تو کونسی بڑی بات ہے۔ ہم لوگون پر حق تعالی کا کس درجہ فضل ہے کہ ایسی کہلی کہلی قدرت کی نشانیان دکہاتا ہے جن سے مالاینحل عقدے حل ہوتے جاتے ہین اگر اسپر بہی نہ مانین تو حجت الٰہی قایم ہوگئی صدق اللہ تعالی حیث قال سنریھم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسھم منشی اینا پرشاد جنکو مسمریزم مین ید طولی حاصل ہے اور اس فن کی تعلیم کی غرض سے اونہون نے ایک سالہ بنام زندہ کرامات شائع کیا ہے اوسمین جسم لطیف نکالنے کا طریقہ بتا کے کرنل الکاٹ صاحب کا ذاتی تجربہ جو تہیا صوفسٹ مین انہون نے لکہا ہے بیان کرتے ہین کہ ایک رات انہون نے اپنے جسم لطیف کو گہر کے کسی کمرے مین اس غرض سے بہیجا کہ ایک مضمون جو اونکو یاد آگیا تہا۔ اوسکو اوس مسودہ مین بڑہا دے جو مقفل صندوق مین رکہا ہے۔ جب صبح کو اونہون نے دیکہا تو صندوق مقفل ہے اور مسودہ مین وہ مضمون حسب خواہش بڑہا دیا گیا ہے اور اونکی میڈم صاحبہ نے خبر دی کہ اونکا جسم دیوار سے نکلا اور لکہنے کے کمرے مین گیا اور کاغذون کو الٹ پلٹ کرنے کی آواز بہی آئی ؎

دیکھئے دیوار سے جسم کا نکلنا اور مقفل صندوق مین رکہے ہوئے کاغذ پر لکہنا مشاہدہ سے ثابت ہوگیا اسی قسم کی باتین جب مسلمان لوگ کہتے تہے تو اونکی تضحیک ہوتی تھی ؎ مگر اب امید ہوچلی ہے کہ اس نئی روشنی مین چلنے والے حضرات اپنے دقیانوسی خیالات سے ضرور توبہ کرینگے کنز العلوم والحکمہ اور کتب مسمریزم مین لکہا ہے کہ شخص معمول عامل کا اسقدر مسخر اور تحت تصرف ہوجاتا ہے کہ جو کچھ وہ کہدے اوسکا وہ فقط یقین ہی نہین کرتا بلکہ اوسکے آثار اوسپر نمودار ہوجانے مین مثلاً اوسکے جسم پر ہاتہہ رکہکر وہ کہدے کہ یہان آبلہ ہے تو وہ فوراً آبلہ نمایان ہوجائیگا۔ اور جس کام کے کرنے کو وہ کہدے گو معمول کے خلاف شان اور خلاف عادت ہو مگر فوراً اوسکی تعمیل کریگا ؎ اصل یہہ ہی کہ اوسکو خبر ہی نہین ہوتی کہ مین کیا کر رہا ہون نہ اوسکو اوسوقت سمجہہ ہے نہ فہم و ادرا

نہ قصد نہ ارادہ بلکہ وہ اپنے عامل کا محض آلہ بنا رہتا ہے۔ غور کیا جائے کہ جب عامل کو یہہ قدرت ہو کہ آدمی کو جانور بنا کے کام لے تو خدائے تعالی اگر ہدہد سے نامہ بری کا کام لے تو قدرت الٰہی کے مقابلہ مین وہ کونسی بڑی بات ہے۔ کنز العلوم مین مجلہ فرنساوی مورخہ سنہ ۱۸۹۶ء سے نقل کیا ہے کہ ایک عامل نے اپنے معمول کو باور کرایا کہ تو بہیڑیا ہے یہہ سنتے ہی وہ اوٹہا اور بازار کیطرف دوڑا اور آٹہہ آدمیون کو ہلاک کر کے اونکا گوشت کہا گیا ؎

غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک بیہوش شخص کو اپنے عامل کی بے اصل خبر پر اتنا وثوق ہو کہ تعین سے متجاوز ہو کر حق الیقین کی نوبت پہونچ جائے جسپر آثار مرتب ہون تو ہوشیار آدمی کو اپنے خالق کی واقعی خبرون پر کتنا وثوق ہونا چاہئے مگر افسوس ہے کہ بعضون کو اونکا ظن غالب بہی نہین ہوتا معتزلہ جو سحر کے منکر ہین اگر اس زمانہ مین ہوتے اور یہہ واقعات دیکہتے تو ہرگز اوسکا انکار نہ کرتے حیوان ناطق کو حیوان مفترس بنا دینا سحر نہین تو کیا ہے اگر اوس شخص کے روبرو کوئی معقولی صاحب دلائل لمیہ اور انیہ پیش کرنے اور مناظرہ کے قانون سے پیش آتے تو وہ بہیڑیون ہی کے قانون سے پیش آتا۔ اس تقریر کے بعد سر سید صاحب نے ابطال سحر کے باب مین جو تقریر تہذیب الاخلاق مین کی ہے وہ دیکہہ لیجائے تو معلوم ہوگا کہ ان مشاہدات نے اونکے عقلی دلائل پر پانی پہیر دیا۔ رسالہ عمل تسخیر مین حکیم محمد شریف صاحب ای ڈاکٹر شفا خانہ لاہور نے ڈاکٹر ہیڈک صاحب کے کئی تجربہ مسمریزم سے متعلق بیان کئے ہین جنمین سے چند یہان نقل کئے جاتے ہین۔

(۱) جب شخص معمول مسماۃ ایما کو کسی چیز کی تصویر دی جاتی تو اوس حالت بیہوشی مین بغیر دیکہے صرف انگلی کو اوسپر پہیر کے کہدیتی کہ یہہ فلان چیز کی تصویر ہے اور طرفہ یہ کہ جس چیز کی وہ تصویر ہوتی اوسکے تاثیرات اوسپر نمایان ہوتے مثلاً گلاب کے کانٹون یا شہد کی مکہیون کی تصویر اوسکو دیجاتی تو اونگلی پہیرنے کے ساتہہ ہی اوسکو پہینک کر غصہ سے کہتی کہ یہہ کیسی سخت کانٹے دار چیز ہے جسکے دیکہنے سے معلوم ہوتا کہ اوسکے کانٹے اوسکی انگلی کو چبہ گئے ہین ؎

دیکہئے یہہ اوس تصویر کا حال ہے جو عکسی تہی جسکا ادراک بغیر بینائی کے کسی دوسرے حاسہ سے ممکن نہین۔

اب کہئے کہ اونگلی کو بصارت کہان سے آگئی جسپر اوسکا ادراک موقوف ہے اور اوس سے یہہ بہی ثابت

ہوا کہ قوت تاثیر ہمال سے ایک جدید حاسہ پیدا ہو گیا کہ تصویر کے چہوٹے سے کانٹے جیسے کا ادراک ہوا
کیا اس واقعہ کے بعد بہی شک کو اون اخبار الٰہیہ مین گنجایش ہے جو قرآن شریف مین مذکور ہین قیامت
کے روز زمین اپنی خبرین دیگی اور ہاتھ پاؤن وغیرہ منکرون کے اعمال کی شہادت دین گے ۔

(۲) ہیڈک صاحب نے اپنی قرابت دار عورتون کو جو لندن مین رہتی تہین بذریعہ خط و کتابت معلوم کرایا کہ ہم فلان وقت شہر پولٹ سے ایما کو تمہارے یہان بہیجکر دریافت کرینگے کہ تمہارے گہر مین اوسوقت کیا کیا سامان موجود ہے چنانچہ وقت مقررہ پر ایما کو بیہوش کر کے لندن بہیجا کہ فلان مکان مین اسوقت کونسی اشیا موجود ہین اوسنے فوراً اوس مکان مین پہونچنے کی خبر دی اور جو اشیا وہان موجود تہے تفصیل اونکو بیان کر کے ملکہ کے حالات بہی بیان کئے ۔ جب پوچہا گیا کہ بغیر فرمایش ملکہ کے حالات بیان کرنیکی کیا وجہ تو کہا کہ تمہارے ایک رشتہ دار عورت جسکا نام لام ہے مجہے وہان لیگئی وہ تو اندر جا نہ سکی مگر مین سپاہیون کے اوپر سے ملکہ کے گہر مین چلی گئی ۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ لام اوسوقت ملکہ کے گہر کا خیال کر رہی تہی ۔

اب غور کیجئے کہ ایک ادنی عورت کی روحانی قوت یہ ہو کہ آنکہین بند ہین اور صدہا کوس سے صرف آدمیون ہی کو نہین بلکہ اونکے خیالات کو بہی دیکہہ رہی ہے تو بزرگان دین جنکی روحانیت اعلیٰ درجہ پر پہونچ گئی ہے اگر ہمارے حالات اور خیالات پر مطلع ہون تو کونسی بڑی بات ہے ۔ ناواقف لوگ اپنے پر قیاس کر کے اس قسم کے امور مین ناحق جہگڑتے ہین ۔

(۳) ایک عورت نے ہیڈک صاحب سے اپنے گمشدہ لڑکے کا حال پوچہا کہ وہ کہان ہے انہون نے ایما پر عمل کر کے دریافت کیا اوسنے اوس لڑکے کا حلیہ بیان کر کے بتا دیا کہ اسوقت وہ فلان مقام مین ہے ۔ ا

دیکہئے ایما ایک مجہول شخص کو تمام دنیا مین سے ڈہونڈ نکالے اوسکے تمام حالات پر مطلع ہو جائے تو بعض اولیاء اللہ جنکا تصفیہ روحانی کمال درجہ پر پہونچ گیا ہے اونکا تمام عالم پر مطلع ہونا کیون محال سمجہا جاتا ہے ۔

(۴) ایک شخص نے بیمار لڑکی کا حال بیان کیا کہ ڈاکٹر اوسکے علاج سے عاجز ہو گئے ۔
ایما نے کہا کہ اوس لڑکی کے دماغ کے پچہلے حصہ مین سخت سوزش ہے اوسکا علاج یہ ہے

کہ شہر مانچسٹر کے فلان مقام مین ایک ڈاکٹر ہے اوسکے یہان ہزارون چہوٹی چہوٹی شیشیان رکہی ہین مگر فلان مقام مین ایک بکس ہے اوسمین بہی کئی شیشیان ہین ایک شیشی مین چہوٹی چہوٹی گولیان ہین وہ کہلائی جائین تو اوسکو صحت ہو جائیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہہ ظاہر ہے کہ اگر دماغ بیش تعلق ہو بہی جائے تو سوزش کا ادراک کسی حاسے سے ممکن نہین پہر تمام دنیا کے دواخانون مین سے ایک دواخانہ اور اوسمین سے ایک بکس اور اوس سے ایک شیشی منتخب کرنا جس سے خاص اوس مرض کو تعلق ہے کیسی حیرت انگیز بات ہے مگر ایمان پر وہ کچہہ بہی دشوار نہوا اب اگر تصفیہ روحانی کے ساتہہ ایمان ہی ہو تو علم غیب کے کیسے کیسے عقدے حل ہون گے جس سے معلوم ہو گا کہ جو علم غیب خاصہ جناب باری ہے وہ کوئی اور ہی ہے جسمین کسی کو دخل نہین۔

الحیات مین لکہا ہے کہ جبرل دولن ڈاکٹر نے لکہا ہے کہ ۱۸۵۱ع مین ہم ایس شخص ایک کمرہ مین بیٹہے تہے کہ میز جو ہمارے سامنے تہا حرکت کرنے اور اونچا ہونے لگا ہر چند ہم لوگون نے روکنا چاہا مگر نہ رکا یہان تک کہ لمپ کو پہونچا جو سقف مین لٹکا ہوا تہا۔

علامہ فرید وجدی نے کنز العلوم واللغہ مین لکہا ہے کہ یہہ امر مکرر تجربون اور تحقیقات سے یورپ مین مسلم ہو چکا ہے کہ روحین بلائی جاتی ہین اور وہ بالکل آدمی کی شکل مین ظاہر ہوتی ہین اور اون مین گوشت خون ہڈی وغیرہ اشیا بہی موجود رہتے ہین اور اونسے جب دریافت کیا گیا کہ یہہ اشیا تم مین کیون کر آئے تو انہون خبر دی کہ یہہ سب عاریتی ہین جو واسطہ سے یعنے اوس شخص سے لی جاتی ہین جو انہین بلاتا ہے چنانچہ اسکا تجربہ بہی ہو گیا کہ واسطہ کا نصف وزن کم ہو جاتا ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ جسم کے نیچے کا حصہ خالی ہو گیا پہر جب وہ چلی جاتی ہین تو اوس شخص کا وزن اور جسم اصلی حالت پر آجاتا ہے۔

اب بتائیے کہ روح جو ایک لطیف چیز ہے کثیف جسم کیونکر بنی کیونکہ اصول عقلیہ پر قلب ماہیت محال ہے۔ پہر جسم جس وقت اوس سے علیحدہ کیا جاتا ہے تمام لوگ اوس شخص کے گرد و پیش موجود ہوتے ہین اور مکان روشن ہوتا ہے تاریکی نہین ہوتی جو چوری سے لیجانے کا احتمال ہو اور طرفہ یہہ کہ آدہا جسم غیب ہو گیا اور صدا برنخواست کسی زندہ کی آدہی نہین بلاو ہڈی چورا کے دیکہہ لیجئے کہ کیسی ہانک پکار ہوتی ہے۔ اور چوری بہی کس صفائی کے ساتہہ کہ آدہا جسم

عجب ہے مگر جب تک تولا نہ گیا معلوم ہی نہوا۔ یہہ کوئی نئی بات نہین سحر مین اسی قسم کے صدہا واقعے
وجود مین آتے ہین چنانچہ چشم دید واقعات سننے جاتے ہین کہ جانورون کے تہنون مین سے
مسکہ چرایا جاتا ہے مگر یہہ امور جب بیان کئے جاتے ہین تو کہا جاتا ہے کہ یہہ سب نادانون کے خیالات
بے اصل محض ہین چنانچہ سرسید صاحب نے بہی مسئلہ سحر مین بہت کچہہ خامہ فرسائی کی اور تہذیب
الاخلاق کے کئے صفحے اوسکے ابطال مین لکہہ ڈالے کیا ان مشاہدات کے بعد بہی اون کے انکار
کی تخمینی دلیلون کو فروغ ہو سکتا ہے۔

اب اور سنئے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی تہی کہ شیطان آدمی کے
باطن مین وہان تک پہونچتا ہے جہان تک خون سرایت کرتا ہے۔ اوسکی تصدیق اب تک
صرف ایمانی طریقہ سے ہوتی تہی اور اوسکا تسلط ایک خاص طور پر خیال کیا جاتا تہا جسکا بیان
عقلی طور پر دشوار تہا اسیوجہہ سے سرسید صاحب نے شیاطین و جنات کے وجود کا انکار ہی
کر دیا تہا مگر فلسفہ جدیدہ نے اونکے وجود اور بدن انسانی مین اونکے تصرفات کو ایسے
طور پر ثابت کر دکہایا کہ اوس حدیث شریف کی پوری پوری تصدیق ہوگئی اور سید صاحب
کی اون تمام تقریرون پر پانی پہر گیا ہے

ابطال شیاطین و جنات مین کی نہین سے عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ۔ اگر کہا جائے کہ فلسفہ
جدیدہ سے ارواح کا وجود ثابت ہوتا ہے اوسمین شیاطین کا ذکر نہین تو اسکا جواب یہہ ہے
کہ ڈاکٹرون کے حاشیہ خیال مین نہ تہا کہ سوائے مادیات اور محسوسات کے عالم مین کوئی اور
اشیا بہی ہین پہر جب انہون نے اس قسم کی موجودات کو دیکہہ لیا تو اب وہ حیران ہین کہ انکا نام کیا
رکہین چنانچہ کنز العلوم مین لکہا ہے کہ استاد کروکس اور دومرجان کا قول ہے کہ ہم اون وقائع
کا انکار نہین کر سکتے اسلئے کہ ہم خود متعدد بار کثرت سے یہہ روحانی واقعات دیکہہ چکے ہین
مگر یہہ نہین معلوم ہو سکتا کہ اونکی کیا حقیقت ہے۔ اور لکہا ہے کہ اسباب مین دو فرقہ ہوگئے
ہین بعض کہتے ہین کہ وہ مردون کی روحین ہین اور بعض کا قول ہے معلوم نہین وہ ارواح ہین
یا دوسرے عالم کے اور کوئی چیز ہین۔ اور اوسی مین جنون کی بحث مین لکہا ہے کہ استاد ہیرلوپ
امریکی نے تمام ڈاکٹرخانون مین اشتہار دیدیا کہ یہہ خیال نہ کیا جائے کہ جنون فقط مرض

دماغی ہی نہین بلکہ کبھی شریر ارواحون کے مسلط ہونے سے بہی ہوتا ہے اور اوسکا علاج وہ نہین جو اطبا جانتے ہین انتہی

دیکھئے یہہ آیہ شریفہ یتخبطہ الشیطان من المس کی تصدیق ہے جس بنا پر تمام اہل اسلام مین شائع ہے کہ جن کا سایہ ہوا کرتا ہے اور اوسکا انکار کیا جاتا تھا غرضکہ ڈاکٹرون نے چونکہ اون انوکہے موجودات کو ابہی دیکہا ہے اسلئے نہ وہ اونکے نام جانتے ہین نہ حقیقت اور حق تعالی نے پہلے ہی سے اونکے نام اور حقیقت تبلادی ہے کما قال اللہ تعالی وما خلقت الجن والانس لیعبدون اور اونکی حقیقت یہہ تبلائی کہ وہ آگ سے پیدا کئے گئے ہین کما قال اللہ تعالی و خلق الجان من مارج من نار اور یہہ بہی معلوم کرایا کہ شیطان جن ہے چنانچہ اوس واقعہ کا ذکر فرمایا جو شیطان نے آدم علیہ السلام پر اپنی فضیلت ثابت کرنے کی غرض سے کہا تھا کہ میری تخلیق آگ سے ہے اور اونکی تخلیق کیچڑ سے کما قال اللہ تعالی قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین غرضکہ ہمارے دین مین شیاطین وجن کے جو حالات مذکور ہین حکمت جدیدہ نے اونکو مشاہدہ سے ثابت کردکہایا اب رہا نام سو وہ اپنی اپنی اصطلاح ہے دیکھہ لیجئے انسان کا نام ہی ہر زبان مین الگ الگ ہے۔ اگر کہا جائے کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان آدمی کو نظر نہین آتا جیسا کہ اس آیہ شریفہ مین ہے انہ یرٰکم ھو وقبیلہ من حیث لا ترونھم یعنے اسکا جواب یہہ ہے کہ شیطان اور اوسکا لشکر اب ہی نظر نہین آتا مگر چونکہ حق تعالی نے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم اپنی نشانیان آفاق مین اور اونکی ذاتون مین دکہادینگے کما قال اللہ تعالی سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم اس وعدہ کو پورا کرنا ضرور تہا اسلئے ہزارہا نشانیان ظاہر ہوتی جاتی ہین منجملہ ایک یہہ بہی ہے کہ جنات وشیاطین کو دکہادیا کہ آفاق مین اور اونکی ذاتون مین تصرف کیا کرتے ہین

الحاصل خدای تعالی اپنی قدرت کی نشانیان ہمیشہ بکثرت دکہاتا ہے ہمنے چند واقعات جو یہان لکہے ہین اونکو شتے نمونہ از خروارے سمجھنا چاہئے فاضل فرید وجدی نے رسایل الحیات وغیرہ مین لکہا ہے کہ یورپ مین بڑی بڑی کتابین تصنیف ہوچکین اور ہوتی جاتی ہین جن مین اسی قسم کے مافعات لکہے جاتے ہین اور لکہا ہے کہ کامیل فلامریون جو یورپ مین ایک

مشہور ڈاکٹر ہے اور اعلی درجہ کے مصنفین علوم مین شمار کیا جاتا ہے جسنے مسائل روح مین ایک مبسوط
کتاب سنہ ۱۹ع مین لکھی ہے وہ لکھتا ہے کہ اکثر لوگ خیال کرتے ہین کہ موجودات عالم اسیقدر ہین
جو حد و وافق مین اونکے پیش نظر ہین اور کرسیون پر بیٹھے کہتے ہین کہ جن چیزونکا علم ہمین حاصل ہے
وہی کافی ہے اور جو چیز اونکے سمجھہ مین نہین آتی اوسکا انکار کر دیتے ہین کششِ زمین ہی کے
مسئلہ کو انہون نے علم سمجھہ رکھا ہے ۔ ہر زمانہ مین اس قسم کے لوگ رہتے ہین اونکا زعم باطل
یہہ ہوتا ہے کہ ہم کل وجود کی ترکیب کے بھید سمجھہ گئے اونکی مثال ایسی ہے جیسے دو چونٹیان کسی
باغ مین فرانس کی تاریخ بیان کرین اور ہم مین آفتاب جو فاصلہ ہے اوسمین گفت و گو کرین
اوسکے بعد کہے نظیرین اس بات کی پیش کین کہ ہر زمانہ مین علمی ترقی اور نئی ایجادون کے وقت
پورانے خیال والے ضرور مخالفت کرتے ہین منجملہ اونکے ایک یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک روز
مین انجمن علوم فرنسادیہ مین بیٹھا تھا کہ " ادیزون " جو موجد فوٹوگراف ہے اوسکا وکیل فوٹوگراف
اس غرض سے لایا کہ انجمن علمیہ مین بھی اوسکی تصدیق ہو جائے جب آلہ گردش کرنے لگا اور
اوسکے لغوش سے آواز بلند ہوئی تو حضار جلسہ مین سے ایک پیر مرد عالم کمال جوش غضب
سے اٹھا اور نہایت نا ملایم اور سخت سست الفاظ کہتے ہوئے اوس وکیل پر جا پڑا اور
اسکا گلا گہونٹ کر کہنے لگا اے شقی ہم جیسے علما کو ایک ایسا شخص دہوکا دے سکتا ہے
جو شعبدہ کر کے اپنے پیٹ کی آواز سنائے اور اسکو فوٹوگراف کی آواز بتائے کیا عقل اسکو
باور کر سکتی ہے کہ ایک حقیر معدنی چیز انسانی آواز کا سامان مہیا کرے ؟
یہ حضرت ڈاکٹر کامیل فلامریون نے پورانے خیال والون کی خوب ہی خبر لی کونسے پورانے
خیال والے جو نئے خیال والے کہلاتے مین سبحان اللہ کیا شان کبریائی ہے کل جو لوگ
ہم پہ پورانے خیالات کا الزام لگا کے اقسام کی پھبتیان اڑاتے تھے آج اونہی پر وہ الزام
الٹ پڑا اب جب تک وہ اپنے پورانے خیالات سے توبہ کر کے خوارق عادات کے قایل
نہون اوس الزام سے بری نہین ہو سکتے ۔
فاضل وجدی نے یہہ بھی لکھا ہے کہ حیرت انگیز واقعات کے تجربے اس کثرت سے ہوتے
جاتے ہین کہ یورپ اور امریکہ مین اونکی عام شہرت ہے چنانچہ مجلۃ المجلات فرنسادیہ مین

روسل ڈالس (جو فن فریالوجیا میں سب سے برتر مانا گیا ہے) اوسکا قول نقل کیا ہے کہ اسوقت ان حیرت انگیز واقعات کی حقیقت پر بیس ملیون افراد اقرار کرتے ہیں جن میں ہر فن کے علما شامل ہیں چونکہ یہہ خوارق عادات اس قسم کے نہیں ہیں جو کسی کی عقل میں آجائیں باوجود اسکے بڑے بڑے فلاسفر اور ڈاکٹر اون کے قائل ہونے لگے تو مخالفین نے اونکی تحقیق کی غرض سے ایک مجلس قایم کی جس میں لندن ۔ فرانس ۔ امریکہ ۔ المانیا ۔ اور اٹالیا کے نامی گرامی بڑے فلاسفر جو ہر فن حکمت کے ماہر تھے ارکان قرار پائے اور صدہا علما بطور خود شریک رہتے تھے ۔ اٹھارا مہینے یہہ مجلس برابر کام کرتی رہی اس مدت میں ماہرین فنون نے بہتیرا چاہا کہ کسی نہ کسی تدبیر سے ان خوارق میں شبہات پیدا کرادیں مگر چونکہ وہاں رویت مشاہدات تھے کسی سے کچھہ نہوسکا آخر سب کو اقرار کرنا پڑا کہ وہ کل واقعات جو وقتاً فوقتاً ظہور میں آتے گئے سب واقعی اور چشم دید ہیں وہم یا خیال کو ان میں کوئی دخل نہیں یہہ تحریری اقرار کرکے اپنی سابق کی غلطی کا اقرار کرلیا پہر تو ہر طرف اخبار شایع ہونے لگے اور کئی کتابیں تصنیف ہوگئیں اور ماہواری رسالے جاری ہوئے چنانچہ بیس سے زیادہ رسالے اسوقت یورپ و امریکہ میں جاری ہیں جن میں نئے نئے واقعات اور تحقیقات ان خوارق کے متعلق درج ہوتے رہتے ہیں ۔ اور لکھا ہے کہ جبریل دولن کی کتاب (حادثہ روحیہ) جو پانچ بار طبع ہوچکی ہے اوسمیں وہ لکہتا ہے کہ تہوڑے زمانہ کے پیشتر ممکن تہا کہ مادیین ان مسائل میں کلام کرسکیں لیکن اب ذلکا ہمیں کچہہ خوف نہیں اب ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ جسکو ان خوارق عادات میں شک ہو وہ آئے اور ہر طرح سے اپنا اطمینان کرلے ۔ اور لکہا ہے طرفہ یہہ ہے کہ جب امتحان کیا جاتا ہے ایک نئی خرق عادت ظاہر ہوتی ہے ۔ الغرض ان خوارق عادات سے عقلی دنیا میں عجیب سناٹا ہے ۔ جدہر دیکہیے جوق جوق دانتوں میں انگلی دبائے نقش بدیوار نظر آتے ہیں کیونکہ ایک مدت خاک چہانکر عالم کی تحقیق کی تہی یکبارگی سب پر پانی پہر گیا اور ایک ایسا روشن عالم پیش نظر ہوگیا کہ عقل کو چکا چوندہ ہے ۔ بہر حال یہہ خوارق عادات بہی ورڈ آف گاڈ یعنے خدا کے کلام کے موافق ہیں کیونکہ حق تعالی اپنی قدرت کی نشانیاں دکہلانے کا وعدہ فرماچکا ہے کما قال اللہ تعالی سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم مشاہد سید صاحب کا مطلب عبارت

مذکورہ سے یہہ ہوگا کہ ورک آف گاڈ کے مطابق ورڈ آف گاڈ ہونا چاہئیے اور اوس سے مقصود یہہ ہوگا کہ جو معمولی کام دنیا مین ہورہے ہین کلام آلہی مین ایسی ہی چیزون کی خبر ہونی چاہئیے اور خوارق عادات چونکہ معمولی کام نہین اسلئے کلام آلہی مین ایسی چیزون کا ذکر درست نہین مگر ہمین اسمین کلام ہے ہم ضرور پوچھینگے کہ کیا وجہ ہے کہ فلسفہ کی کتابون مین تو خوارق کا ذکر درست ہو اور کلام آلہی مین درست نہو کیا یہہ خوارق ورک آف گاڈ مین داخل نہین ہم ہرگز نہین کہہ سکتے کہ صرف معمولی کام خدا کے ہون اور غیر معمولی یعنی خوارق خدا کے کام نہین ارواح وغیرہ اپنی خودمختاری سے ایسے کام کرلیتے ہین اور نعوذ باللہ خدا اونپر قادر نہین جب تمام موجودات عالم خدا کے کام تسلیم کرلئے گئے تو اون خوارق کو اون مین سے نکالنے کی کوئی وجہ نہین غرضکہ یہہ ضرور ماننا پڑیگا کہ جتنے خوارق عادات قرآن شریف مین مذکور ہین وہ سب ورک آف گاڈ مین داخل ہین اس سے ظاہر ہے کہ ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ بالکل ایک دوسرے کے مطابق ہین

جسکی ضرورت سید صاحب سمجھتے ہین -

سید صاحب نے تفسیر القرآن مین کئی دلیلین قایم کی ہین کہ معجزات سے رسالت ثابت نہین ہوسکتی

(۱) جو امر کہ واقع ہوا اوسکی نسبت اس امر کے لزوم کا ثبوت نہین ہوسکتا کہ جس شخص سے وہ واقع ہو وہ رسول ہونا ہے انتہی گو سید صاحب کے نزدیک اسکا ثبوت نہو لیکن اوپر یہہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ معجزے دیکھکر ایمان لاتے تھے اونکو مختلف قرینون سے یقین ہوجاتا تھا کہ وہ معجزے سوا نبی کے دوسرے سے صادر نہین ہوسکتے اسیوجہ سے کوئی دوسرا خواہ ساحر ہو یا حکیم اونکا مقابلہ کرہی نہین سکتا تھا - دیکھہ لیجئیے موسی علیہ السلام کے مقابلہ مین ساحر آتو گئے مگر آخر اونکو ماننا پڑا کہ وہ بے شک خدا کے رسول ہین اور اونکا معجزہ اونکی رسالت پر دلیل ہے پھر ایمان مین وہ اسقدر راسخ ہوئے کہ فرعون جیسے ظالم بادشاہ کی دہمکیون کا اون پر کچھہ بھی اثر نہوا اور جان دینے پر مستعد ہوگئے جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے اگرچہ یہہ لزوم عقلی نہو مگر عادۃ اللہ جاری ہے کہ معجزات کے دیکھنے سے طالبین حق ضرور ایمان لاتے ہین

(۲) کوئی خرق عادت ایسی معلوم نہین ہے جو بطور خاصہ رسول سے مخصوص ہو انتہی

بعد خرق عادت قران سے مقارن ہونے کے بعد خاصہ کا حکم پیدا کرتی ہے جیسے تخت و تاج وجود
قرینہ کے بادشاہ کا خاصہ سمجھا جاتا ہے ۔

(۳) کچھہ ثبوت نہین کہ خرق عادت سے رسالت کو کیا تعلق ہے ؟ بہت بڑا تعلق ہے جیسے
تخت و تاج اور شاہی تمغون کو معزز عہدہ دارون سے تعلق اور اختصاص ہوا کرتا ہے ۔

شمس العلما صاحب الکلام (صفحہ ۷۴) مین لکھتے ہین کہ ایک شخص کہتا ہے کہ مین مہندس دان
ہون اور اوسکی دلیل پیش کرتا ہے کہ مین بیس دن تک متصل بھوکا رہ سکتا ہون تو وہ گو بیس دن
تک بھوکا رہے لیکن اس سے اوسکا مہندس دان ہونا کیونکر ثابت ہوگا اسیطرح ایک شخص
کہتا ہے کہ مین پیغمبر ہون جسکے یہہ معنے ہین کہ وہ سعادت دارین کا رہنما ہے اوسکی دلیل پیش
کرتا ہے کہ وہ لاٹھی کو سانپ بنا دیتا ہے اوس سے پیغمبری کیونکر ثابت ہوگی دلیل کو دعوی
کے ساتھہ کیا ربط ہے ؟

فی الحقیقت لاٹھی کو سانپ بنا دینا رہنمائی کی دلیل نہین اور نہ اونکا ایسا دعوی تھا کہ ہم لاٹھی کو
سانپ بناتے ہین اسلئے رہنما ہین بلکہ اونکا دعوی یہہ تھا کہ خدا نے تمہاری رہنمائی کے لئے
ہمین بھیجا ہے اور ایک نشانی دی ہے ۔ تم جانتے ہو کہ ہم بھی تمہارے جیسے بشر ہین ہم مین کوئی
ذاتی قدرت نہین کہ لاٹھی کو سانپ بنا دین یا اور کوئی قلب ماہیت کر سکین اس سے تم سمجھہ سکتے ہو
کہ وہ ہمارا کام نہین بلکہ اوسی کا کام ہے جسنے ہمین بھیجکر یہہ نشانی بطور دلیل ہمین دی ہے
اگر اس نشانی مین تمہین شک ہو تو تم مین سے کوئی یہہ کام کر دکھائے ۔ اور اگر اپنے سے نہو سکے
تو جادوگرون وغیرہم سے مدد لے ۔

الحاصل دعوی یہہ تھا کہ خدا نے ہمین بھیجا ہے اور وہ نشانی یعنے معجزہ اوسکی دلیل ہے ایسا
دعوی جسکی صحت کو سوا خدائے تعالے کے کوئی جان ہی نہین سکتا اوس کے لئے ایسی
ہی دلیل چاہئے جسکے موجود کرنے پر سوائے خدای تعالی کے دوسرا قادر نہو اگر معجزہ کی
ضرورت نہو تو مقتدای قوم بننے کو کسی کا جی نہین چاہتا ۔

اوائل مین معجزہ شرط نبوت ہونے کی وجہ سے مدعیان نبوت کو بدنما حیلون کی ضرورت
پڑتی تھی چنانچہ اسود عنسی جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور خود آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے اوسکے قتل کا حکم دیا تھا اوسکے روبرو ایک گدھا جا رہا تھا اتفاقاً وہ گر گیا اوسنے
اوسیکو معجزہ قرار دیکر کہا کہ دیکھو وہ مجھے سجدہ کرتا ہے پھر وہ جب اوٹھنے لگا تو کچھہ کہدیا تاکہ لوگو
نکو معلوم ہو کہ اوسکے حکم سے وہ اٹھ رہا ہے۔

اسحق مغربی دس برس تک گونگا رہکر ایک رات ایسی تدبیر کی کہ لوگ حیران ہوگئے
اور اوسکو معجزہ سمجھکر اوسپر ایمان لائے اس قسم کے کئی واقعات مدعیان نبوت کے ہم نے
افادۃ الافہام میں نقل کئے ہیں جن سے یہہ بات ظاہر ہے کہ مدعیان نبوت کو خوارق عادات
کی شکل میں اپنے تدابیر ظاہر کرنے کے لئے بڑی بڑی محنتیں اٹھانے کی ضرورت ہوا کرتی تھی
اور بعض سادہ لوح جنکو قدرتی امور اور شعبدوں میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہ تھی وہ اونکے
دام میں آہی جاتے تھے۔ مگر کامل الایمان عقلا پر اونکا افسون کچھہ اثر نہ کرسکا اسلئے کہ اون
پیش نظر وہ آیہ شریفہ تھی جس میں صاف ارشاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم
النبیین ہیں یعنی آپکے بعد ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا نبی ہوسکے آخر زمانہ کے بعض مولویوں نے
خیال کیا کہ یہہ آیہ شریفہ نبوت کی سد راہ ہے جب تک مسلمانوں کا اسپر اعتقاد رہیگا دعوے
نبوت میں کامیابی ممکن نہیں اسلئے کہا کہ خدا نے حضرت کو خاتم النبیین کہدیا تو کیا ہوا آب
بھی اوسکی قدرت میں ہے کہ جسکو چاہے نبی بناوے۔ علمائے اہل سنت نے اونسے
کہا کہ اگر ایسا ہو تو خدائے تعالے کے کلام میں کذب لازم آئیگا۔ کہا کیا نقصان ممکن ہے کہ
خدا کی کوئی بات جھوٹی ہو جائے۔ چنانچہ امکان کذب کا مسئلہ فی زمانہ ایک مہتم بالشان
ہو رہا ہے خدا کا فضل ہے کہ اوسوقت علمائے اہل سنت اسکے قائل نہوگئے ورنہ اہل مذاہب
باطلہ کو خصوصاً مرزا صاحب کو بہت تقویت مل جاتی اور جو بات اونکے خلاف مرضی ہوتی مثلاً معجزات
یا مسائل معاد وغیرہ میں کوئی چسپان تاویل نہو سکتی تو صاف کہدیتے کہ ممکن ہے کہ نعوذ باللہ
خدا نے وہ بات جھوٹ کہدی ہو اور اس دلیل الزامی کا جواب نہو سکتا غرضکہ اس مسئلہ نے تو
مدعیان نبوت کے اور بھی حوصلے بڑھا دئے۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی نے تو نبوت کا
دعوی کر ہی دیا۔

اور معجزات سے بکدستی کی یہہ تدبیر نکالی کہ بعض انبیائے سابق مسمریزم میں مشاق تھے

اسلئے وہ خوارق عادات اونسے ظہور مین آئے تھے جو دوسرون کے اقتدار سے خارج تھے اگر
عمل بدنما ہوتا تو مین اونسے بھی زیادہ خوارق عادات دکھلا دیتا۔ پھر یہہ بات بتائی کہ معجزے جو
انبیا سے صادر ہوتے تھے وہ عقلی تھے چنانچہ خود بھی ایسے عقلی معجزے دکھایا کرتے تھے
سید صاحب نے دیکھا کہ اگر معجزون کا جھگڑا لگا رہے تو عقلی معجزون کی بھی نداہر مین تضیع اوقات
نہ در رہو گی اسلئے صاف کہدیا کہ سحر و معجزے کوئی چیز نہین چنانچہ اونسے تفسیر قرآن وغیرہ
تصانیف مین بڑی بڑی طولانی بحثین کین جنکا ماحصل یہہ ہے کہ کسی نبی سے معجزہ کا ظہور
ہوا ہی نہین اور نہ وہ ممکن ہے اور نبوت کو اوس درجہ عام کردیا کہ وہ ایک فطرتی چیز ہے نہ اسکے
لئے جبریل کے آنے کی ضرورت ہے نہ کتاب کی۔ عقلمندون کے دل مین جو خیالات پیدا
ہوتے ہین بس وہی وحی ہے جسکا ماحصل یہہ ہوا کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین
کہنے کی ضرورت ہے نہ قرآن کو واجب العمل سمجھنے کی غرضکہ نبوت کو نہایت ارزان کردیا
اگر مانع ہے تو صرف حیا ہے اگر وہ حجاب بھی اٹھا دیا جائے تو پھر کون روک سکتا ہے چنانچہ
مرزا حیرت صاحب بھی دبی زبان سے نبوت کا دعوی کر رہے ہین جسکا حال ابھی معلوم ہوا۔
دراصل نبوت ایک باوقعت چیز من جانب اللہ جومانی جاتی تھی اوسکی وجہ یہی تھی کہ وہ اپنے
اس دعوی پر کہ خدا کی طرف سے آئے ہین کھلی نشانیان پیش کرتے تھے جنکے دیکھنے سے سب کو یقین
ہو جاتا تھا کہ اس قسم کی نشانیان جعلی نہین ہو سکتین۔
معجزات اور نشانیون کی ضرورت اس مثال سے منکشف ہو سکتی ہے کہ اگر بادشاہ مثلاً کسی کو
اپنی طرف سے کسی قوم کا حاکم بنا کر بھیجنا چاہے تو اوسکے ساتھ کسی ایسے شاہی نشان کی
ضرورت ہوگی جسکو سب لوگ جانتے ہون کہ وہ خاص بادشاہ سے متعلق ہے پھر جب
فرستادہ شخص وہ نشانی قوم کو دکھاتا ہے تو اوسکے یقین کی وجہ سے یہہ یقین بھی پیدا
ہو جاتا ہے کہ بے شک یہہ شخص بادشاہ کے حکم سے آیا ہے اور اوسکے فرمان بردار ہو جاتے
ہین اور جو لوگ نشانی دیکھنے پر بھی اطاعت نہین کرتے عاصی اور مجرم سمجھے جاتے ہین
اب دیکھئے کہ یہان باوجودیکہ ممکن ہے کہ وہ شخص دہوکے سے وہ نشانی حاصل کی ہو
مگر نفس نشانی اوسکے فرستادہ ہونے کو باور کراتی ہے بخلاف اسکے رسالت مین تو

ممکن ہی نہین کہ نشانی یعنے معجزہ وہو کے سے حاصل ہوسکے - الحاصل معجزہ سے یہہ ثابت ہو جاتا ہے کہ خدا تعالی نے خاص اپنی طرف سے رسول کو بہیجا ہے اور اس یقین سے اون پر حجت قایم ہو جاتی ہے - اس سے ثابت ہے کہ دعوی رسالت اور معجزات مین ایک خاص قسم کا تعلق ہے جسکو عوام الناس ہی سمجھہ سکتے ہین -

شمس العلما صاحب الکلام صفحہ ۶۷ مین لکہا ہے کہ اشاعرہ کے نزدیک ہر قسم کے خرق عادات عموماً ممکن ہین یہان تک کہ یہہ بہی ممکن ہے کہ ایک جزو لایتجزی دفعتہ عالم اور سائنس بن جائے یا کہ ایک اندہا اندلس مین بیٹہا ہوا ہے چین کے کسی گاؤن کو دیکہہ لے - حکما طبیعین کے نزدیک بالکل ناممکن ہے ؎

سبحان اللہ کیا خدا کی قدرت ہے کہ اشاعرہ نے ہزار سال پیشتر جو بات صرف ایمان کے راہ سے کہی تھی وہ اس زمانہ مین مشاہدہ سے ثابت ہو رہی ہے کہ ایک شخص آنکہین بند کئے ہوئے اندلس مین بیٹہکر چین کے پورے حالات بیان کر دیتا ہے - اور طبعیین پرانی دقیانوسی عقلین لئے بیٹہے رہتے ہین اور اوسکے آگے دم نہین مار سکتے اور ہر طرف سے بے وقوف بنائے جا رہے ہین جنکا حال بحث مسمریزم مین معلوم ہوا صدق اللہ تعالی تلک الایام نداولہا بین الناس

شمس العلما صاحب الکلام صفحہ ۷۶ مین لکہتے ہین کہ جب ہم کسی انسان کو دیکہتے ہین تو ہمکو قطعی یقین ہوتا ہے کہ یہہ شخص پہلے رحم مین تہا پہر رحم سے بچہ بنکر نکلا بچہ سے جوان ہوا اب اگر کوئی شخص یہہ کہے کہ نہین بلکہ وہ دفعتہ پیدا ہوکر جوان ہو گیا تو ہم قطعاً یقین کر لینگے کہ یہہ شخص غلط کہہ رہا ہے اور اوسکا قول باطل و افترا ہے اس سے ثابت ہوا کہ خرق عادات کا دعوی لغو بات ہے

یہہ درست ہے کہ معمولی شخص ایسی بات کہے تو جہوٹا سمجہا جائیگا مگر مولوی صاحب مسلمانون کو اس سے معاف رکہین کہ خدا بہی بات کہے تو نعوذ باللہ وہ جہوٹا سمجہا جائے اوسکے نزدیک رحم سے بچہ نکالکر جوان کرنا اور ابتدائً جوان پیدا کرنا ایک قسم کی بات ہے کیونکہ وہان صرف (کن) کافی ہے - اس اقتدار کو تسلیم کرنے کے بعد عقل کو بہی اوسمین کلام کرنے کی گنجایش نہین -

شمس العلما صاحب الکلام صفحہ ۸۴ مین لکہتے ہین کہ ہمیشہ دنیا مین یہہ خیال رہا کہ انبیا اور اولیا

مین ضرور کوئی امر مافوق العادت ہوتا ہے اس خیال کا زور یہانتک ہوا کہ انبیا مین شان ایزدی تسلیم
کی گئی۔ زمانہ کے استعداد اور عقل کی ترقی نے اس رتبہ کو گھٹا کر کم کیا تو خرق عادت کے درجہ پر آکر ٹھہرا
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوے اور اپنی نبوت کا اظہار کیا تو جو لوگ خرق
عادت کو لازمہ نبوت سمجھتے تھے انہون نے تعجب سے کہا لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ یعنے آپپر
خدا کے یہان سے کوئی معجزہ کیون نہین اترا۔ اسلام نے نہایت صفائی سے اسبات کو ظاہر
کردیا کہ جو چیزین بشریت سے بالاتر ہین وہ پیغمبرین نہین ہوتین "قل لا اقول لکم عندی
خزائن اللہ ولا اعلم الغیب"

مولوی صاحب نے جو لکہا ہے کہ ہمیشہ انبیا کی شان ایزدی تسلیم کی جاتی تھی مگر حضرت کے زمانہ مین
صرف خرق عادت پر کفایت کی گئی اسکا مطلب تو ظاہرا یہہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار انبیا کو دعوی
نبوت کے ساتھہ ہی خدا سمجھتے تھے جس طرح حضرت سے معجزات کی خواہش کی حالانکہ ایسا کبھی نہوا
البتہ ایمان لانے کے بعد خوارق عادات امور دیکھکر اونکی شان کبریائی کے قائل ہوے مگر اس
صورت مین یہہ صادق نہین آتا کہ حضرت کے زمانہ مین ایمان کے بعد معجزات طلب کئے گئے
پہر جس طرح حضرت نے ابراء ذمہ کیا انبیاے سابق بہی کیا کرتے تھے کما قال اللہ تعالی وقالوا
ان انتم الا بشر مثلنا تریدون ان تصدونا عما کان یعبد اباؤنا فاتونا
بسلطان مبین قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن
علی من یشاء عبادہ وما کان لنا ان ناتیکم بسلطان الا باذن اللہ یعنے
کفار انبیا سے کہا کرتے تھے کہ تم بہی ہم جیسے بشر ہو چاہتے ہو کہ ہمکو تیون سے روک دین جنکی
پرستش ہمارے آبا و اجداد کیا کرتے تھے اگر سچے ہو تو اسپر کوئی دلیل قایم کرو انبیا اونکے جواب
مین کہتے کہ بے شک کہ ہم بہی تم جیسے بشر ہین لیکن خدا جسپر چاہتا ہے احسان کرتا ہے اور
ہم دلیل نہین لا سکتے جب تک خدا کی اجازت نہو"

اس کا مطلب ظاہر ہے کہ جب اجازت ہوتی ہے تو ہم معجزے دکہاتے ہین اور یہی صفت اون مین
ایسی تھی کہ معمولی بشریت سے بالاتر ہے کیونکہ کفار کے جواب مین بشریت کو مان کر ساتھہ ہی
ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ کی خصوصیت ظاہر کردی۔ اگر خدا ہی تعالی کے

نہیں اور احسانات بحسب شان کبریائی دیکھی جائیں تو آدمی ... کے ادراک سے خارج ہیں معجزہ نمائی کوئی بڑی بات تھا اس سے بڑھکر اون پر احسانات ہوا کئے جو ہمارے پوشیدہ نہیں ہے کہ جب بادشاہ اپنے ملک سے کسیکو اپنے تقرب کے لئے منتخب کرتا ہے تو کیسی کیسی خصوصیات اوسکو دیجاتی ہیں جو دوسروں کے حوصلہ ملنا سے بھی خارج ہوتے ہیں۔ گو خزانہ نہ بھی ہو مگر بحسب خصوصیت شاہی حکم سے جسقدر چاہتا ہے خزانہ سے لے سکتا ہے اور سلطنت کے اسرار پر اوسکو جو اطلاع ہوتی ہے دوسروں کو ہونا ممکن نہیں۔ پھر جب اللہ مالک خالق عالم تمام مخلوقات سے انبیا علیہم السلام کو برگزیدہ کرکے اپنے مقربین بارگاہ بنالے جیسا کہ ارشاد ہے ثم اجتبیناھم تو اونکی نسبت ایسے پست خیال کرنا خدائے تعالی کی بیقدری ہے کما قال اللہ تعالی وما قدروا اللہ حق قدرہ

الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر انبیا نے جو کفار کی منہ بولی نشانیاں نہیں دکھائیں اوسکا سبب یہ نہ تھا کہ وہ عاجز ہوگئے تھے بلکہ حصول مقصود کے بعد وہ کام فضول تھے اسلئے کہ انبیا کی شان یہ نہیں کہ تبلیغ احکام جو مقصود بالذات ہے اوسکو چھوڑکے عجائبات دکھاتے پھریں۔

مولوی ... صاحب نے صفت رسالت کو لازمہ بشریت قرار دیا ہے جیسا کہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے

جو چیزیں بشریت سے بالاتر ہیں پیغمبروں میں نہیں ہوتیں اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جنگلی اور گنوار میں بھی صفت رسالت ہو حالانکہ حق تعالی فرماتا ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اور ارشاد ہے واجتبیناھم جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ تمام عالم میں ممتاز ہوا کرتے تھے اور اون میں یہ صفت تمام صفات بشریہ سے بالاتر تھی اور اسی قسم کی دوسری صفت بھی اون میں تھی کہ حق تعالی ایسے علوم کی اونکو تعلیم فرماتا تھا کہ اون کے ادراک سے عقل انسانی قاصر ہے اسلئے کہ اونکے علوم مختص اس عالم محسوسات سے متعلق تھے اور ظاہر ہے کہ جو چیز محسوس نہو اوسکے ادراک کیلئے عقل بشری کافی نہیں ہو سکتی جیسا کہ ہمنے کتاب العقل میں ثابت کر دکھایا ہے۔ ہر چند عقل میں اکثر ادراکات کی صلاحیت ہے لیکن جب آدمی سن رشد کو پہونچتا ہے تو اوسکی ذاتی ضرورتیں اور نفس کی خواہشیں اوسکو ایسا مجبور کرتی ہیں کہ سواے اونکے

دوسری طرف توجہ کرنا سخت دشوار ہوتا ہے اور چونکہ عقل ہر حاجت روائی کا ذریعہ ہے اسلئے اسکو اونہی کاموں مین لگائے رکھتا ہے۔ اور علاوہ اوسکے جس قوم مین وہ رہتا ہے اوسکے اخلاق عادات اطوار اوسمین ایسے سرایت کئے رہتے ہین کہ دوسرے طرف اوسکی توجہ ہوتی ہی نہین آیات بینات جسمین ابراہیم عورانی نے جدید معلومات کے عجائب جمع کئے ہین اوسمین لکھا ہے کہ ایک سال کسی شہر ہندوستان مین بہیڑیون کا سخت بلوہ ہوا شہر والے اونکے قتل کو نکلے اور جس راہ مین اونکا مسکن تہا اوسکے دروازہ پر آگ جلائی تاکہ دہوین سے گہبراکر نکل پڑین چنانچہ کئی بہیڑئے نکلے اون مین ایک لڑکا تہا جسکی عمر تخمیناً سات سال کی تہی وہ بہی اونکے ساتہہ اونہی کی وضع پر دوڑرہا تہا اوسکو گرفتار کرکے سکندرا کے یتیم خانہ مین داخل کیا گیا پہر دوسرا لڑکا بہی اسی قسم کا پکڑا گیا۔ اگرچہ انسان تہی مگر انکی کل عادتین بہیڑیون کی سی ہوگئی تہین کچا گوشت کہانے جانورون کی وضع پر پانی پینے لباس سے نفرت لکہا ہے کہ باوجودیکہ ایک لڑکا دس برس تک یتیم خانہ مین رہا مگر اوسکی وحشیانہ حرکات مین فرق نہ آیا جب نئے آدمی کو دیکہتا تو درندون کی طرح ہیجان غضب کے علامات نمایان ہوتے بات کرنے کے موقع مین بہیڑے کی سی آواز کرتا۔

لکہا ہے کہ جب اس قسم کے چہہ واقعے پے درپے دیکہے گئے تو اوسوقت کے علما کی رای قرار پائی کہ بہیڑے آدمی کے بچون کو بہی دودہ پلاکر پرورش کرتے ہین اور اپنی جنس مین ملا لیتے ہین۔ اب دیکہئے کہ ابتدای نشو و نما سے جب درندون کی صحبت مین وہ رہے اور اونکے صفات اون مین اثر کر گئے تو اونکی عقل انسانی مین وہ قوت ہی نرہی جو معمولی آدمیون کی عقل مین ہوتی ہے اب کہئے کہ ایسا کون ہوگا جو کاروبار دنیوی کو چہوڑکر اور تمام ہم جنسون سے منہ موڑکر عقل کو ایسے کامون مین لگائے جو دوسرے عالم مین مرنے کے بعد کام آوین اور بالفرض کسی نے تعلقات دنیوی سے علحدگی اختیار کی بہی تو یہہ کیونکر معلوم ہو کہ کوئی دوسرا عالم بہی ہے کیونکہ عقل کو تو ابتداے نشو و نما سے اسی عالم کے ساتہہ تعلق رہا اوسے دوسرے عالم کی کیا خبر اور بالفرض کسی طریقہ سے معلوم ہو بہی گیا تو افعال کی خاصیت کیونکر معلوم ہو کہ فلان کا اوس عالم مین یہہ اثر ظاہر ہوگا۔

غرضکہ ممکن نہین کہ یہہ سب باتین بغیر اسکے کہ خالق عزوجل کسی خاص بندہ کے ذریعہ معلوم

کر اے عقل سے معلوم ہو سکیں اور اسکے ساتھ یہہ بھی ضرور تھا کہ رسول کو ایسی نشانی دیجائے جس سے وہ تمام عالم میں ممتاز ہو تا کہ عقلی قانون بنانے والوں اور لکچراروں کو دعوی رسالت کی جرات نہو سکے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ انبیا سب گذر گئے اور نبوت ختم ہو گئی اسوقت یہہ بحث کہ معجزہ کا وقوع ممکن ہے یا نہیں اور معجزوں کو رسالت کے ساتھ تعلق ہے یا نہیں بعد از وقت ہے مگر اسوقت یہہ بحث جو چھیڑی گئی اوسکا نتیجہ یہی ہے کہ لوگ یہہ سمجھہ جائیں کہ نہ نبوت ختم ہوئی نہ نبی کو معجزہ کی ضرورت ہے جسکا جی چاہے نبوت کا دعوی کرے اور اگر کوئی دلیل پوچھے تو کہدے کہ مجھے یہ الہام ہوا ہے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو نعوذ باللہ منسوخ قرار دیکر دین کی پابندی سے لوگوں کو آزاد کردے جس سے آزادی پسند ممنون ہو کر اپنا مقتدا بنالیں۔

شمس العلما صاحب نے جو کہا ہے کہ جو چیزیں بشریت سے بالاتر ہیں وہ پیغمبر میں نہیں ہوتیں اسکا مطلب یہی ہوگا کہ جو شخص نبوت کا دعوی کرتا ہے اوس میں کوئی صفت ایسی نہیں ہوتی جو بشریت سے بالاتر ہو اس وجہ سے صفت رسالت بھی انسان کی فطرتی صفت ہے چنانچہ سید صاحب نے اسکو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے وہ تفسیر القرآن (صفحہ ۴۲) میں لکھتے ہیں کہ ہزاروں شخص ہیں جنہوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی کہ وہ بغیر بولنے والے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں تنہا ہوتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو کھڑا ہوا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں وہ انہی کے خیالات ہیں جو سب طرف سے بے خبر ہو کر ایک طرف مصروف اور اوسمیں مستغرق ہیں اور باتیں کرتے ہیں پس ایسے دل کو جو فطرت کی رو سے تمام چیزوں سے بے تعلق اور روحانی تربیت پر مصروف اور اوس میں مستغرق ہو ایسے واردات کا پیش آنا کچھہ بھی خلاف فطرت انسانی نہیں ہے۔ ہاں دونوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنون اور پچھلا پیغمبر ہے گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتاتے تھے۔

دیکھئے نبوت اور رسالت بشریت سے بالاتر نہونے اور فطرتی ہونے کا مطلب یہی ہوا کہ نبی دیوانے یا دیوانہ کے جیسے شخص کو کہتے ہیں جو خلاف واقع دیکھتا اور سنتا ہے۔

اب غور کیجئے کہ جن لوگوں کے نزدیک نبوت کی بنیاد خلاف واقع امور اور مجنونانہ حرکات

پرہوا اونکو دین اور انبیا کی پیروی سے کسقدر نفرت ہوگی اور ہونا چاہیئے باوجود اسکے جب اسلام کا
دعوی ہو تو اوسمین کس قسم کی مصلحتین پیش نظر ہونگی خیر الغیب عند اللہ اسلام کی قدر جاننے
والے سچے مسلمانون کو چاہیئے کہ اس قسم کی نئی باتین سننے اور دیکھنے پر اقرار کرین اور خدائے
تعالی سے پناہ مانگتے رہین دیکھئے قرآن شریف سورۂ قل اعوذ برب الناس پر ختم ہوتا
ہے جس کا مضمون یہہ ہے کہ کہو خدا کی پناہ مانگتا ہون وسوسہ ڈالنے والے شیطانون سے
جو از قسم جن و انس ہین ۱۲

فی الحقیقت وسوسہ اندازون کی باتون کا نہایت بڑا اثر ہوتا ہے اسیوجہ سے من جانب اللہ یہہ اہتمام
ہوا کہ قرآن شریف کا خاتمہ اس جملہ پر ہوا کہ وسوسہ اندازون کے شر سے خدا کی پناہ اللھم
انا نعوذ بک منھم

سید صاحب تحریر مین لکھتے ہین کہ شاہ ولی اللہ صاحب معجزات کو مسبب اسباب سمجھتے ہین اور اس
قول پر معجزات کا وقوع قانون فطرت کے مطابق ہوتا ہے اور ہمکو اس مین کچھہ بحث نہین ہے
بحث اسمین ہے جبکہ معجزات کو مافوق الفطرت قرار دیا جائے جسکو انگریزی مین سپر نیچرل
کہتے ہین اور اس سے انکار رکھتے ہین اور اونکا وقوع ایسا ہی ناممکن قرار دیتے ہین جیسے
کہ قولی وعدہ کا ایفا نہوتا ۱۲

شاہ صاحب کے قول سے ہمین بھی انکار نہین مگر انہون نے یہہ کہان لکھا کہ معجزون کیلئے بھی
سبب عادی کی ضرورت ہے اور چونکہ شاہ صاحب معجزات کے قائل ہین جیسا کہ اونکی تصانیف
سے ثابت ہے جسکا سید صاحب کو بھی اقرار ہے تو اونکے نزدیک مثلا کنکریون کے بات
کرنیکا سبب یہہ ہوگا کہ خدای تعالی نے جسطرح مضغہ گوشت زبان کو قوت گویائی عطا کی اسی
طرح کنکریون کو عطا کی اور وہی اونکے بات کرنے کا سبب ہوا۔ اگر سید صاحب اسکو قانون
فطرت کے مطابق سمجھتے ہین اس وجہ سے کہ خدائے تعالی مختار ہے جس چیز کو جو صفت چاہتا
دیتا ہے تو ہمین بھی اس مین کلام نہین اور ہم بھی اس بات کا اقرار کرلینگے کہ معجزات مافوق
الفطرت نہین اور اگر سید صاحب اسباب کا انحصار اسباب عادیہ مین کرین تو وہ قابل تسلیم
نہین اور نہ شاہ صاحب کے قول سے وہ نفع اوٹھا سکتے ہین۔

یہان یہہ امر قابل غور ہے کہ معلول کو اسباب وعلل کے ساتہہ عقلاً کس قسم کا تعلق ہے ہم دیکھتے ہین کہ آدمی نطفہ سے بنتا ہے مگر اون دونون مین کوئی مناسبت نہین نہ تو مادہ دونون کا ایک قسم کا ہے نہ صورت شکل نہ لوازم وخواص جس سے دونون مین مباینت تامہ ثابت ہے اگر عادت سے قطع نظر کی جائے تو کیا عقل جائز رکہہ سکتی ہے کہ ایک ماء مہین سے انسان جو اشرف مخلوقات ہے وجود مین آئے۔ ایک خشک تخم سے نہایت سرسبز جہاڑ پیدا ہوتا ہے جسمین اقسام کے شاخ وبرگ پہول پہل پیدا ہوتے ہین بتائیے دونون مین کیا مناسبت ہے۔ دماغ جو ایک قسم کا تخلخل گوشت ہے فہم وادراک اور حواس کا خزانہ ہے ان امور کی حقیقت اور کیفیات پر غور کرکے دیکھئے کہ اوس گوشت سے انکو کیا مناسبت حالانکہ اون مین اسقدر تعلق بیان کیا جاتا ہے کہ بغیر دماغ کے فہم وادراک ممکن ہی نہین اسیوجہ سے جمادات ونباتات کا فہم وادراک محال بتایا جاتا ہے۔

سماعت کان کے عصب مین رکہی ہے اگر اوسکو چیر کے دیکہا جائے تو اوسمین کوئی بات ایسی نہین جو ہات پاؤن کے اعصاب مین نہو کیا عقل کی رو سے ثابت ہوسکتا ہے کہ سماعت کا اوسی پر مدار ہے۔ زبان کے عصب کو ذائقہ کے ساتہہ کیا خصوصیت تہی جو دوسرے اعصاب اوس سے محروم رہے۔ آگ جو ہر چیز کو جلا کر خاک سیاہ بنادیتی ہے اوسکی کیا وجہ اور ابرک کو کیون نہین جلاتی حالانکہ ابرک لوہے اور پتہر سے زیادہ سخت نہین اور سونے اور چاندی جیسے جسمون کو وہ پگہلا دیتی ہے مگر انڈے کی زردی اور سفیدی پر اوسکا وہ اثر نہین ہوتا بلکہ برخلاف اوسکے وہ منجمد ہو جاتے ہین یہان سوا اسکے کچہہ نہین کہا جاسکتا کہ یہہ سب امور فطرتی ہین مگر ہم پوچہتے ہین کہ تاثر وتاثیر مین ہر چیز کے مادہ اور صورت نوعیہ کو دخل ہے یا نہین اگر ہے تو یہہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ ابرک اور انڈے کی صورت نوعیہ مین یہہ شان وشوکت کہان سے آگئی کہ دنیا بہر کی چیزین تو آگ سے جلین اور پگہلین مگر وہ اسکو قبول نہ کرین رہا مادہ سو وہ تو وہی ہیولی یا اجزاے لایتجزی ہین جو تمام جلنے اور پگہلنے والے اجسام مین موجود ہین۔

آخر یہی کہنا پڑیگا کہ خالق کی طرف سے یہہ خصوصیات اونمین ہین تو ہم کہینگے کہ جب مدار خالق ہی کی عطا پر ہے تو دراصل یہہ کل وسائط بیکار ہین اور جسطرح اوسنے چیزونکو جو خاصیت چاہا دیا اب بہی جسکو جو چاہتا ہے دیتا ہے چنانچہ اسی کی خبر کہلے لفظون مین دی ہے

یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید اب اسباب کے یقین کا حال بھی سن لیجئے حکمائے سابق
نے گردش افلاک کو زمینی حوادث کا سبب قرار دیا تھا حکمت جدیدہ نے اون افلاک ہی کو
اوڑا دیا اور حوادث برابر جاری ہین۔ ہمارا دعوی یہہ نہین ہے کہ اسباب بیکار محض ہین بلکہ ہم
یہہ کہتے ہین کہ خدائے تعالی مسبب الاسباب ہے یعنے اسباب عادیہ کا محتاج اور پابند نہین بلکہ
جس چیز کو وجود مین لانا چاہتا ہے اوسکے اسباب مہیا کردیتا ہے خواہ عادی ہون یا غیر عادی
سید صاحب تفسیر صفحہ ۲۰ مین لکھتے ہین "معجزہ نبوت کے ثبوت پر کیونکر دلیل ہوسکتا ہے
اثبات نبوت کے لئے اول خدا کا وجود اور اوسکا متکلم ہونا۔ اور اوسمین اپنے ارادہ سے
کام کرنے کی قدرت کا ہونا اور اوسکا تمام بندوں کا مالک ہونا ثابت کرنا چاہئے پھر اسکا ثبوت
چاہئے کہ وہ اپنی طرف سے رسول اور پیغمبر بہیجا کرتا ہے پھر یہہ ثابت کرنا چاہئے کہ جو شخص دعوی
نبوت کرتا ہے وہ درحقیقت اوسکا بہیجا ہوا ہے"
سید صاحب نے یہہ جسقدر احتمال قائم کرین سب فضول اور بعد از وقت ہین۔ انبیا جس زمانہ مین آ
اور معجزے دکہاتے تھے اونکو اونکی نبوت کا یقین ہوجاتا تھا جسکی خبر خدائے تعالی نے قرآن
مجید مین دی ہے فلما جاءتہم آیاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین وجحدوا
بہا واستیقنتہا انفسہم اوسکو سید صاحب کیا کرینگے وہ تو کسی کے روکے
رکتا ہی نہین نہ اوسکے مقابلہ مین کوئی دلیل آسکتی ہے نہ احتمال کیونکہ مشاہدۂ قرائن سے
جو یقین ہوتا ہے کسی دلیل و احتمال سے زائل نہین ہوتا۔ یہہ بات پوشیدہ نہین کہ جب کوئی مسافر
ریل اسٹیشن پر ٹکٹ خریدنے کے انتظار مین کہین دور بیٹھا ہوتا ہے جب وہ وقت مقررہ پر
گھنٹی کی آواز سنتا اور لوگون کو ہر طرف سے دوڑتے دیکھتا ہے تو ان قرائن سے اوسکو
ٹکٹ بٹنے کا یقین ہوجاتا ہے اوس حالت مین اگر کوئی احتمالات قائم کرے کہ ممکن ہے کہ
کسی اور غرض سے گھنٹی ہوئی ہوگی اور لوگ کسی اور کام کے لئے دوڑے جاتے ہونگے
وغیرہ تو وہ ہرگز کسی سے روکے نہ رکیگا۔ اسی طرح انبیا کے پاس رہنے والون کو وقتاً
فوقتاً مختلف قرائن کے دیکھنے سے اونکی نبوت کا یقین ہوجاتا تھا اور اوسکے ضمن مین
ان سب باتون کا یقین ہوجاتا کہ خدا موجود اور متکلم ہے اور اوسمین ارادہ اور قدرت

بھی ہے اور وہ بندون کا مالک ہے اور یہہ رسول اسی کے بھیجے ہوئے ہین پھر معجزات کے دیکھنے سے
تو اور بھی یقین کو قوت اور اطمینان ہو جاتا تھا۔ البتہ بعض لوگ اون مین ایسی بھی ہوتے تھے۔
کہ باجودیقین کے عناد اور تعصب کی راہ سے انکار نبوت کیا کرتے۔

دراصل ایمان ایک بے بہا دولت ہے جس سے ابدی سعادت اور دائمی نعمتون کا استحقاق ہوتا ہے
ہر شخص مین یہہ صلاحیت کہان کہ اوسکو حاصل کرسکے اوسکے مستحق وہی لوگ ہوتے ہین جنکے
سینہ مین انشراحی کیفیت پیدا ہوتی ہے جسکی خبر حق تعالے نے دی ہے قولہ تعالے
افمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه فويل للقاسية قلوبهم
اور ارشاد ہے قولہ تعالے فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للاسلام ومن
يرد ان يضله يجعل صدره ضيقا حرجا كانما يصعد في السماء یعنے جسکو
خدائے تعالی ہدایت کرنا چاہتا ہے اوسکا سینہ تنگ کردیتا ہے یہہ وہی انشراح صدر ہے جو ہر
زمانہ مین ہوا کیا اور اب تک خاص خاص بندون کو ہوتا رہتا ہے چنانچہ اس زمانہ مین بھی
ہزارون نصاری ہندو وغیرہ بغیر کسی تحریک ظاہری کے اسلام کو سچے دل سے قبول کرتے
جاتے ہین۔ بخلاف اونکے بہت سارے مسلمان ایسے ہین کہ اونکو تصدیق کئے ہوے قرآنکے
مسائل ماننے مین تنگدلی ہے۔

سید صاحب جو لکھتے ہین کہ اثبات نبوت کے لئے اول خدا کا وجود اور متکلم اور قادر وغیرہ
ہونا ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔

فی الحقیقت دہریون کے مقابلہ مین ان تمام امور کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے اسلئے کہ وہ
خود خدا کے وجود ہی کے قایل نہین۔ مگر سید صاحب تو ظاہراً ان تمام امور کو مانتے ہین
صرف معجزون مین کلام تھا اونکو ضرور تھا کہ سوائے معجزات کے دوسرے امور کے اثبات
کا بار اپنے ذمہ لیتے اسکے کیا معنے کہ صرف اعتراض شائع کرکے جہلا کو پریشان کردیا کہ شاید
اب تک نہ خدا کے وجود پر کوئی دلیل قایم ہوئی نہ اوسکے صفات اور انبیا کے وجود پر۔
اگر سید صاحب ہی کو ان امور مین شک ہو تو اہل اسلام اور یہود و نصاری و مجوس اور ہنود
تک کی کتابون مین انکے دلایل موجود ہین اونکو دیکھہ لیتے اور اگر اوسپر بھی یقین نہ آتا تو اسلام

کے دعوی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین دہریہ موجود تھے جنکا قول تھا وما یھلکنا الا الدھر اونھون نے بھی اسلام کو قبول نہین کیا تھا اور اون پر زبردستی کی گئی تھی کہ خواہ مخواہ اسلام کو قبول ہی کر لو۔ مگر شاید اوس زمانہ کے دہریون پر سید صاحب کا یہ اعتراض ہوگا کہ وہ احمق تھے کم ابنی رسے جسکی وجہ سے اونکا افسون مسلمانون پر چل نہ سکا۔ بہرحال سید صاحب کے اعتراضون سے کوئی فرقہ بچ نہین سکتا فقط مسلمان اونکے جواب کے ذمہ دار نہین۔

سید صاحب تفسیر القرآن مین لکھتے ہین کہ قرآن مین خرق عادت کا کہین ذکر نہین اور جہان لفظ آیت یا آیات ہے جسکے معنے نشانی کے ہین اوس سے ہمیشہ وہ احکام یا نصائح اور مواعظ مراد ہین جو خدائے تعالی نے بذریعہ اپنے کلام یا وحی کے انبیا پر نازل فرمائے ہین انتہی

دیکھیے وہ خود فرماتے ہین کہ آیت کے معنے نشانی کے ہین پھر یہہ کہنا کیونکر صحیح ہوگا کہ ہر آیت قرآنی نصیحت یا حکم کی نشانی ہے اسلئے کہ ہر چیز کی علامت اوسکے مغایر ہوتی ہے مثلاً میل کا پتھر علامت ایک معین مسافت کی ہے اسلئے یہہ نہین کہہ سکتے کہ وہ پتھر خود مسافت ہے اسیطرح دھوان آتش کی علامت ہے اوسکو آتش نہین کہہ سکتے بخلاف آیت کے کہ وہ عین نصیحت یا حکم ہے۔ اور اگر اس لحاظ سے مغایرت ثابت کیجاوے کہ الفاظ آیت مغایر مضمون ہین تو چاہئے کہ ہر کلام کو آیت کہین خواہ ہندی ہو یا فارسی حالانکہ اسکا ثبوت نہ لغت سے ہو سکیگا نہ کسی محاورہ سے۔ یہان یہہ سوال ہوگا کہ جب یہہ بات نہین تو قرآن کے ہر فقرہ کو آیت کیون کہتے ہین۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ قرآن کا اعجاز عرب کے فصحاے بھی تسلیم کر لیا تھا وہ جانتے تھے کہ باوجودیکہ ہم فصاحت و بلاغت مین ید طولی رکھتے ہین مگر اوسکا مثل ہم پیش نہین کر سکتے اسیوجہ سے جب یہہ آیہ شریفہ نازل ہوئی وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صدقین تو کسی فصیح و بلیغ شاعر سے اتنا بھی نہو سکا کہ کسی چھوٹی سورہ مثلاً انا اعطیناک الکوثر کے برابر بھی کوئی فقرہ بنا کر اس مقابلہ مین سرخروی حاصل کر لیتا۔ حالانکہ اوس زمانہ مین ہر قبیلہ کے شعرا و فصحا ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے اپنی نازک خیالیون اور اعجاز بیانیون سے اپنے اپنے

قبیلون کو قابل افتخار تھا۔ جسمین ہمیشہ کوشش کیا کرتے تھے۔ پھر جب ہر فصیح و بلیغ نے اپنے سکوت و عجز سے قوم پر یہہ ظاہر کر دیا کہ قرآن کے کسی فقرہ کا جواب نہیں ہو سکتا تو اہل انصاف پر یہہ بات منکشف ہو گئی کہ ہر فقرہ قرآن کا اس بات پر نشانی ہے کہ وہ خدا ہی کا کلام ہے جو مقدور بشر سے خارج ہے اسیوجہ سے آیات کی صفت بینات کے ساتھہ وارد ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ ہر فقرہ قرآن کا اوس مقصود پر کھلی نشانی ہے چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے ولقد انزلنا الیک آیات بینت وما یکفر بہا الا الفاسقون یعنے ہم نے تم پر کھلی کھلی نشانیان اتارین جنکا انکار سوائے فاسق کے کوئی نہیں کرسکتا۔

غرضکہ قرآن مجید کا ہر فقرہ باعتبار فصاحت و بلاغت کے کلام الٰہی ہونے کی نشانی ہے جسکی وجہ سے لفظ آیت ہر فقرہ کا لقب ہو گیا۔ اس تقریر سے یہہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نشانی کسی چیز کی ایسی ہونی چاہئے کہ اوسکے علم سے دوسری چیز کا علم ہو جائے جیسے میل کے پتھر کو دیکھنے سے مسافت معینہ کا علم ہو جاتا ہے یہی بات قرآن کے فقرون مین ہے کہ اونکے سننے سے فصحائے عرب کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ وہ کلام الٰہی ہے۔ یہہ بات خود قرآن شریف سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے ومن ایاتہ خلق السموات والارض یعنے خدا کی نشانیون مین سے آسمان و زمین کی پیدایش ہے۔ اسی طرح متعدد مقامات مین حق تعالی فرماتا ہے کہ سمجھدار لوگون کے لئے زمین و آسمان کی پیدایش اور رات دن کا اختلاف اور ہواؤن اور بادلون کا پھرنا وغیرہ آیات یعنے نشانیان ہین۔ دیکھئے یہہ سب ایسے کام ہین کہ مقدور بشر سے خارج ہین اسیوجہ سے خدا کی ذات اور قدرت وغیرہ صفات پر دلالت کرتی ہین اس سے ظاہر ہے کہ آیت سے مراد وہ کام ہے جو سوا خدائے تعالی کے کسی دوسرے سے نہو سکے چونکہ ہر فقرہ قرآن پر یہہ بات صادق آتی ہے اسلئے حق تعالی نے مثل اور امور کے جن پر آیت کا اطلاق فرمایا قرآن شریف کے ہر فقرہ کو آیت فرمایا۔

اب غور کیجئے کہ وجہ تسمیہ آیت کا جو ہمنے بیان کیا ہے مطابق محاورات قرآن ہے یا وہ جو سید صاحب تفسیر مین لکھے ہین کہ قرآن کے فقرے بھی خدا کی وحدانیت اور انبیا کی نبوت اور احکام شریعت پر دلالت کرتے ہین اسلئے ہر فقرہ کو بھی آیت کہتے ہین۔ اسکا مطلب یہہ ہوا کہ جو فقرہ

وحدانیت پر دلالت کرتا ہے تو اس دلالت کی وجہ سے آیت کہا جاتا ہے اسیطرح جو عبادات احکام پر دلالت کرنے والے فقرے اوس دلالت کی وجہ سے آیات شہرے جسکا حاصل یہہ ہوا کہ الفاظ کو اونکے معنے پر دلالت کرنے کی وجہ سے آیت کہتے ہین مگر یہہ سمجھنا چاہئے کہ تمام کلاموں کے فقرون مین بھی یہی بات ہوتی ہے پھر قرآن ہی کے فقرون کو آیت کہنے کی کیا وجہ ہے غرضکہ یہہ بات ہرگز ثابت نہین ہو سکتی کہ معنے پر دلالت کرنے کی وجہ سے الفاظ کو آیت کہتے ہین۔

رہا سید صاحب کا یہہ استدلال کہ تفسیر معالم التنزیل مین ہے ولقد انزلنا الیک آیات بینات کی تفسیر مین لکہا ہے واضحات مفصلات بالحلال والحرام والاحکام سو اس سے یہہ ثابت نہین ہو سکتا کہ انھون نے لفظ آیات کی تفسیر کی ہے بلکہ وہ بینات کی تفسیر ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ بعض آیات ایسی بھی ہین کہ اونمین مسائل حلال و حرام اور احکام بالتفصیل واضح طور پر بیان کئے گئے ہین۔ اسکا مطلب یہہ نہین کہ کل آیات مین حلال و حرام اور احکام مذکور ہین کیونکہ تمام قرآن شریف مین صرف تخمیناً پانسو آیات ہین جن مین احکام حلت و حرمت مذکور ہین باقی مین خداے تعالے کے صفات و افعال اور قصص و امثال اور جنت دوزخ کے احوال کا ذکر ہے۔

سید صاحب نے تفسیر مین یہہ بھی لکہا ہے اور جب فقرات قرآن پر اسلئے کہ وہ احکام پر دلالت کرتے ہین آیات کا اطلاق ہوتا ہے تو آیات سے خود احکام ہی جو اوس شخص کے وجود اور عظمت اور قدرت و سطوت و اختیار پر دلالت کرتے ہین جسنے وہ احکام صادر کئے ہین مراد لئے جا سکتے ہین"۔ اسکا مطلب یہہ ہوا کہ مثلاً یا ایہا الذین امنوا لا تاکلوا الربوا مین سود نہ کہانے کا جو حکم ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہہ حکم بہیجنے والا موجود یا عظمت و قدرت و سطوت ہے۔ معلوم نہین یہہ دلالت کس لفظ اور کس قرینہ سے ہوتی ہے۔ پھر اسی مقام مین آگے چل کر بڑے شد و مد سے دعوی کرتے ہین کہ معجزہ رسول کی رسالت پر دلالت نہین کر سکتا۔

دیکہئے معجزہ جسکے ظاہر کرنے پر کوئی دوسرا قادر نہین وہ تو رسالت پر دلالت نہ کرے اور صرف حکم ربوا خدا کی قدرت عظمت سطوت اور اختیار وغیرہ پر دلالت کرے عجیب قسم کی سخاوت اور بخل ہے۔

سب صاحب تفسیر مین لکہتے ہین گو مفسرین نے اکثر مقامات مین بلکہ قریبا کل مقامات مین لفظ آیات بینات سے معجزات ہی مراد لئے ہین مگر یہہ غلطی ہے ۔ معجزہ پر آیات کا اطلاق ہو نہین سکتا کیونکہ معجزہ امر مطلوب یعنے اثبات نبوت یا خدا کی طرف سے ہونے پر دلالت نہین کرتا صرف احکام ہی ہین جو بینات کی صفت سے موصوف ہو سکتے ہین " اس مقام مین یہہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ حق تعالے نے جن بندون کو نبوت اور رسالت کے لئے منتخب فرمایا اون مین پہلے ہی ایسے اوصاف حمیدہ رکہے جنکی وجہ سے وہ اپنی قوم مین معزز و محترم ہوا کرتے تھے اور یہہ کوئی خلاف قیاس بات بھی نہین ہے ۔

فن فرنالوجی مین ڈاکٹرون کی تحقیق سے ثابت ہے کہ جتنے صفات حمیدہ اور رذیلہ ہین اونکے مقامات دماغ مین علحدہ علحدہ ہین مثلا سخاوت کا مقام دماغ مین ممتاز ہے اگر وہ کشادہ ہو تو بلا تکلف صفت سخاوت ظہور مین آیگی اگر ایسا شخص بخل کرنا چاہئے بھی تو تکلف کی ضرورت ہوگی جیسے بخیل سے سخاوت ۔ اگر خدا ے تعالی کسی برگزیدہ بندہ کے مقامات صفات حمیدہ کشادہ رکہے تو کوئی خلاف عقل بات نہین چنانچہ حکما نے بھی تصریح کی ہے کہ بعض خاص خاص بندون کی مزاجین اعتدال حقیقی کے قریب ہوتی ہین ۔ غرضکہ صفات حمیدہ کے مقامات جب کشادہ ہون اور اونکی مزاجین معتدل بھی ہون تو ظاہر ہے کہ اونکے جملہ افعال نہایت پسندیدہ اور اعلی درجہ کے مہذب ہونگے اور ظاہر ہے کہ جس شخص مین کمال عقل سخاوت شجاعت عدالت اور خیر خواہی تمام ہو وہ قوم مین ممتاز اور سب کا محمود اور محبوب ہوگا اور بالطبع قوم اوس وجود کو اور اوسکی پیروی کو باعث سعادت دینوی سمجھیگی اس سے ظاہر ہے کہ انبیا اوائل مین معتمد علیہ ہوا کرتے ہے مگر جب وہ خدمت رسالت پر مامور ہوتے اور خدا کی طرف سے ایسے پیام پہونچاتے جو اونکے ابائی طریقہ کے برخلاف اور اونکے مالوفات کو چھوڑانے والے تھے تو از راہ عناد اکثر لوگ اونکے دشمن ہو جاتے اور اونکو عاجز کرنے کی غرض سے کہتے کہ اگر تم خدا کی طرف سے آئے ہو تو کوئی نشانی بھی اوسکی تمہارے پاس ہے یا یون ہی زبانی دعوی ہے اگر کوئی نشانی ہو تو پیش کرو جیسا کہ اس آیہ شریفہ سے ظاہر ہے فاتنا بایۃ ان کنت من الصدقین یعنے اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ یہہ متعصبون کو ایمان لانا تو مقصود ہی نہین تھا اسلئے کوئی نشانی

یا معجزہ دیکھتے تو کہتے کہ ایسے کام تو جادوگر بھی کیا کرتے ہین جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے فلما جاءتھم آیاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین چونکہ فطرت مین ایسے امور پر نشانی طلب کرنا داخل ہے اسلئے بسا اوقات پہلے ہی سے انبیا کو نشانی دی جاتی تھی جیسا کہ اس آیۂ شریفہ سے مستفاد ہے اذھب انت واخوک بآیاتی یعنے خدائے تعالے نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ تم اور تمہارے بھائی میری نشانیان لیکر فرعون کی طرف جاؤ چنانچہ اونھون نے جاتے ہی سوال سے پہلے کہدیا کہ ہم تیرے رب کی طرف سے نشانی لائے ہین کما قال اللہ تعالی قد جئناک بآیۃ من ربک اگر حسب مذاق سید صاحب اسکے معنے یہہ سمجھے جائین کہ موسی علیہ السلام نے جاتے ہی کہا کہ ہم تیرے رب کی طرف سے تہذیبی احکام لائے ہین تو وہ بھی جواب دیتا کہ احکام چہ معنی دارد حضرت پہلے آپ اپنی رسالت تو ثابت کیجئے سید صاحب نے اوس زمانہ کے لوگون کو اس زمانہ کے بعض اشخاص پر قیاس کیا ہوگا کہ احکام کے مان لینے مین یہہ تو ضروری نہین کہ اونپر عمل بھی کرین مثلاً اگر فرصت ہوئی اور نمازیون کا مجمع بھی ہے تو وضو بے وضو کسی طرح نماز پڑھ لی اور روزہ دن کے لئے تو اسکی بھی ضرورت نہین صرف یہہ خیال کافی ہے کہ عرب مین چونکہ تولید حرارت کثرت سے تھی اسلئے وہ وہان فرض تھے ۔ اسلئے انبیا کو اتنا ہی کہنا کافی ہوگیا کہ ہم احکام الٰہی لائے ہین اور قوم نے کہدیا خیر یہہ بھی سہی ہم نے یہی مان لیا اوس زمانہ مین ہرگز یہہ بات نتھی وہ سمجھتے تھے کہ ایمان لانا اپنے آپ کو نبی کے ہاتھہ بیچ ڈالنا ہے نہ اپنی ذات پر اپنا کوئی تصرف باقی رہتا ہے نہ اہل و عیال پر نہ مال و منال پر اگر نبی کہدین کہ کھانا پینا چھوڑ دو تو چھوڑنا پڑتا ہے اگر لڑائی مین دس شخصون کے مقابلہ مین ایک شخص کو حکم دین تو مجال سرتابی نہین ۔ وہ دیکھتے تھے کہ کسی جرم مین کسی پر کوڑے پڑ رہے ہین کسی کا ہاتھہ کٹ رہا ہے کسیکو رجم ہو رہا ہے غرضکہ اوسوقت ایمان لانا دنیوی سخت آفتون مین مبتلا ہونا تھا اسلئے کسی کا یہہ کہدینا کہ ہم خدا کی طرف سے تم پر حکم لائے ہین تم ہم پر ایمان لاؤ اور ہمارے غلام بن جاؤ کیا کافی ہوسکتا تھا ہرگز نہین جب تک دعوی رسالت پر وہ اطمینان بخش نشانیان نہین دیکھہ لیتے ہرگز اس غلامی کو قبول نہین کرتے تھے اور مقتضائے عقل بھی یہی تھا ۔

علاوہ اسکے کہ انبیا علیہم السلام کے صفات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کی وجہ سے مقبول اور معتمد علیہ ہوتے عبادت آلہی مین اونہون نے ایسی شاقہ محنتین اوٹہائین اور زہدہ اونکا اس درجہ پر تھا کہ قوم پر یہہ بات منکشف ہوگئی کہ اون حضرات کو دنیا سے کوئی تعلق نہین اور سوا ترقی مدارج اخروی کے کچہہ مقصود نہین اور اونکے صدق کا اثر دلون پر ایسا پڑتا کہ اپنے اور بیگانے اہل انصاف بے ساختہ گرویدہ ہوجاتے۔

نواب وزیر الدولہ بہادر وزیر اعظم ریاست پٹیالہ نے یورپ کے ایک محقق فاضل مسٹر طامس کارلایل صاحب کی تقریر جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکہی ہے اعجاز التنزیل مین نقل کیا ہے بمناسبت مقام بیان لکہی جاتی ہے۔

فاضل موصوف لکہتا ہے یہہ ژرف نگاہ شخص، یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جو جنگلی ملک مین پیدا ہوا تھا اپنے دلمین کھب جانے والی سیاہ آنکہون اور شگفتہ اور با اخلاق اور پرغور طبیعت کے ساتھہ بجائے جاہ طلبی کے کچہہ اور ہی خیالات رکہتا تھا۔ وہ ایک ذی سکینہ اور غیر معمولی طاقتون والی روح تھا اور اون لوگون مین سے تھا جو سوائے راست باز ہونے کے اور کچہہ ہو ہی نہین سکتے۔ اور جسکو خود قدرت نے سچا اور راست باز پیدا کیا تھا۔ جبکہ اور لوگ مقرر عقیدون اور روائتون پر چلتے اور اونہی پر قائم قائع تھے۔ یہہ شخص اون عقائد و روایات کے حجاب مین نہ رہ سکتا تھا اور اپنی روح اور حقایق اشیا کے معلوم کرنے مین اور ون سے مستثنی تھا اور جیسا مین نے بیان کیا ہے ہستی مطلق کا سر عظیم مع اپنے جمال و کمال کے اوسپر کہل گیا تھا اور بڑی روایتین اوس حقیقت پر جسکے بیان مین ناطقہ عاجز ہے اور جسنے اپنے تئین مین بیان ہون سے تعبیر کیا پردہ نہ ڈال سکین۔ ایسا صدق جسکا ہم نے کوئی اور بہتر لفظ نہ ملنے کیوجہ سے صدق ہی نام رکھا ہے فی الحقیقت منجملہ آثار آلہی ہے۔ ایسے شخص کا کلام ایک آواز ہے جو بلا واسطہ فطرت آلہیہ کے قلب سے نکلتی ہے جسے انسان سنتے ہین اور جسکے سننے مین اور چیزون کی بہ نسبت زیادہ توجہ چاہئے کیونکہ اوسکے مقابلہ مین اور جو کچہہ ہے وہ ہیچ ہے شروع ہی سے اوسکے دلمین حج کے موقعون اور روزمرہ کے دہراودہر چلنے پھرنے مین طرح طرح کے ہزارون خیالات پیدا ہوتے تھے مثلاً یہہ کہ مین کیا ہون؟ یہہ اتہاہ چیز جسکو لوگ دنیا کہتے ہین اور جسمین

ین کیون ہون کیا ہے زندگی کیا ہے۔ موت کیا ہے۔ مجھے کس بات کا یقین کرنا چاہئے۔ جنکا جبل
حرا اور کوہ سینا کے بڑے بڑے پتھرون کے ڈھیرون اور سخت سنسان بیابانون نے کچھ جواب
نہ دیا اور سر بجیب چاپ چکر کھانے والے آسمان نے بھی مع اپنے نیلگون نورانی والے ستارون
کے کچھ نہ بتایا۔ مگر بتایا تو صرف اوسی کی روح نے اور خدا کے الہام نے جو اسمین تھا۔
پھر ایک یورپین فاضل کی تقریر تھی جس سے باوجود بیگانگی کے بوی الانس آتی ہے اور ایک ہمارے
سید صاحب کی بھی تقریر ہے جسسے آپنے دیکھہ لیا کہ نبی ایک خاص قسم کا دیوانہ ہوتا ہے جو خیالی
باتین کیا کرتا ہے۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

الحاصل اوصاف مذکورہ اور راہ خدا مین اقسام کی مصیبتین جھیلنی اور فقر و فاقہ مین شکر الٰہی
بجالانا اور عبادت الٰہی مین ایسی مشقتین اٹھانی جو عموماً آدمیون کے امکان سے خارج ہین اور
اونکے سوا اور بہت سے امور قوم پر یہہ بات ثابت کردیتے تھے۔ کہ جسطرح وما اسالکم علیہ
من اجر یعنے اس رسالت اور رہنمائی سے ہمین یہہ مقصود نہین کہ کسی قسم کی اجرت تم سے
حاصل کرین۔ زبان سے کہتے ہین ایسا ہی عمل بھی ہے۔

غرضکہ انبیا علیہم السلام کی وہ دائمی للہی حالت اور صفات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ خصوصاً صدق
خیرخواہی خلق اللہ مین یکتائی اور دنیا سے بے تعلقی اور امتثال اوامر و نواہی خالق مین سرگرمی
اور عبادت الٰہی مین محنت شاقہ۔ اور فقر و فاقہ مین شکر گزاری وغیرہ امور اہل انصاف کے دلونپر
ایسا گہرا اثر ڈالتے تھے کہ کسی بات مین اونکے کذب و افترا کے احتمال کو بھی موقع نہین مل سکتا تھا
پھر جب ان امور کے ساتھہ نشانیان یعنے معجزات بھی دکھا کر کہتے کہ یہہ نشانیان خدا نے ہمین
دی ہین تو جو لوگ کہ تعصب کی راہ سے اونکی تکذیب کرتے تھے اونکے بھی دل بے اختیار
اس یقین پر مجبور ہوتے کہ بے شک یہہ نشانیان خدا ہی نے اونہین دی ہین جیسا کہ حق تعالے
فرماتا ہے فلما جاءتھم آیاتنا مبصرۃ قالوا ھذا سحر مبین وجحدوا بھا
واستیقنتھا انفسھم یعنے جب کھلی نشانیان کفار نے دیکھین تو جحود و انکار کی راہ سے
اونکو سحر تو کہا لیکن اونکے نفوس نے اس بات کا یقین کرلیا کہ بیشک وہ نشانیان خدا کیطرف
سے ہین۔ اسکا انکار نہین ہوسکتا کہ جو علم مختلف قرائن و ذرائع سے حاصل ہوتا ہے اوسمین

کمال درجہ کا یقین ہوتا ہے جن حضرات کی راست بازی صدق دیانت خیر خواہی خوف خدا جو عبادات شاقہ پر مجبور کرتا تھا۔ اور دنیا سے بے تعلقی وغیرہ امور قوم مین مسلم اور مشاہد ہون۔ وہ دعوی نبوت کر کے ایسی نشانیان دکھائین جو کسی دوسرے وہ وجوہ بھی نہ آسکین اور یہہ خبر دین کہ خدا نے ہمین یہہ نشانی دی ہے تو کیا ممکن ہے کہ اتنی قرائن کے دیکھنے کے بعد بھی کسی عاقل کو شبہہ رہے اس سے ظاہر ہے کہ سید صاحب جو لکھتے ہین کہ معجزے اثبات نبوت یا خدا کی طرف سے ہونے پر دلالت نہین کرتے اسلئے وہ آیات بینات ہو نہین سکتے۔ وہ درست نہین اسلئے کہ وہ اپنی ذاتی خبر دے رہے ہین اور انبیا کے زمانہ والون کو اپنے پر قیاس کرتے ہین جو قیاس الغایب علی الشاہد ہے اس قسم کے قیاسات عقلاً مفید مدعی ہو نہین سکتے۔

سید صاحب نے نہ کبھی نبی کو دیکھا نہ اونکے اوصاف اور معجزات کو پہر اونکو ان باتون کی تصدیق کیونکر ہو سکتی ہے جن لوگون کے پیش نظر کل واقعات مذکورہ تھے اگر بالفرض اون مین کوئی ایسا شخص ہو کہ باوجود ان تمام مشاہدات کے اوسکی کیفیت قلبیہ مین کوئی تغیر واقع نہوا ہو تو وہ خارج از بحث ہے اسلئے کہ جسکو کسی بات کا احساس ہی نہین وہ مرفوع القلم ہے جسکا شمار دیوانون مین ہوگا۔

سید صاحب تحریر مین لکھتے ہین کہ تمام صفات باری نامحدود اور مطلق عن القیود ہین۔ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید پس وہ وعدون کے کرنے کا مختار تھا جنکو اوسنے کیا اور اس قانون فطرت کے قایم کرنے کا بھی مختار تھا جسپر اوسنے کسی کائنات کو بنایا یا معین اس موجودہ کائنات کو بنایا ہے یا آیندہ اور کسی صورت مین بناوے مگر اوس وعدہ اور قانون فطرت مین جب تک کہ وہ قانون قایم ہے تخلف محال ہے اور اگر ہو تو ذات باری کی صفات کاملہ مین نقصان لازم آتا ہے اور اون وعدون کا کرنا اور قانون فطرت پر کائنات قایم کرنا اوسکی قدرت کاملہ کا ثبوت ہے اور اونکے ایفا سے جسکا خود اوسنے اپنے اختیار سے کیا ہے اوسکی قدرت کے مطلق عن القیود اور نامحدود ہونے کے معارض نہین ہو سکتا۔

سید صاحب نے یہہ اصل قرار دیا ہے کہ بمصداق یفعل اللہ ما یشاء کے خدا نے وعدہ کر لیا ہے کہ سب کام قانون فطرت پر چلائیگا اب اس اصول پر جتنے معجزات

اور خوارق عادات مین سب کو جہوٹ قرار دیکر قرآن مین تاویلات کرینگے ۔ مگر ہر شخص جس کو تھوڑا بہت
علم ہو جانتا ہے کہ اِنفراداً ما یفعل اللہ ما یشاء مین عام ہے جسکا مطلب یہی کہ خدا جو
چاہتا ہے کرتا ہے نہ کسی کی عقل کا پابند ہے نہ عادت کا اور سید صاحب اوسکی تخصیص کرکے
دیکہ یہ معنے لیتے ہین کہ خدا وہی کرتا ہے جو مطابق عادت ہو جب انہون نے اسکو تمام قرآن
مین تصرف کرنے کا اصول قرار دیا تھا تو اونکو ضرور تہا کہ اس آیت کی تخصیص کسی دوسری آیت
سے ثابت کرتے مگر نہ کرسکے اسلئے اس اصول پر جو کچہہ متفرع ہوگا وہ سب بناء الفاسد علی
الفاسد ہے قولہ اون وعدون کے کرکا مختار تھا حق تعالی نے جہان جہان وعدہ یا عہد کا ذکر کیا ہے
اوس سے یا ترغیب مقصود ہے یا ترہیب و تخویف چنانچہ خود سید صاحب نے اس مقام مین بہت
ذکر کی ہین جیسے وعد اللہ الذین امنوا یا وعد اللہ المنافقین ۔ وغیرہ سے
بات ہے کسی آیت مین خداے تعالے نے یہہ وعدہ نہین کیا کہ ہم قانون فطرت کے مطابق
کام چلاینگے اسیوجہ سے سید صاحب کو ایک نیا وعدہ عملی نکالنے کی ضرورت ہوئی
اگر تھوڑی دیر کے لئے وعدہ عملی مان بہی لیا جائے تو یہہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ وعدہ
کسکے ساتھہ ہوا مثلاً آفتاب ماہتاب کو ایک رٹ پر چلانے کا وعدہ انہی کے ساتھہ ہوا یا
انسانون کے ساتھہ اگر انسانون کے ساتھہ ہے تو اونکو اس وعدہ سے فائدہ ہی کیا اس سے تو
وعدہ خلافی بہتر تہی کہ موسم سرما مین آفتاب اور ایک آدہ چکر مغرب سے مشرق کی طرف لگاتا پہر اوس وعدہ
سے نہ اونکو کسی بات کی ترغیب ہوئی نہ تخویف ایسے بیکار وعدہ سے فائدہ ہی کیا ۔ اور اگر ہر چیز
سے وعدہ کرلیا ہے کہ قانون فطرت کے مطابق اوس سے کام لیگا تو یہہ بہی قرین قیاس نہین اسلئے
کہ جو کوئی گہر یا اور کوئی چیز کسی خاص وضع اور فطرت پر بناتا ہے تو نہ یہہ وعدہ کرتا ہے کہ اوس فطرت
اور وضع کے خلاف ہرگز نہ کرونگا اور نہ یہ سمجہا جاتا ہے کہ اوس فطرت و وضع مین ہرگز تصرف
نہ کریگا اسطرح کہ جو دالان یا کمرہ کسی کام کے لئے معین کیا ہے اوس سے دوسرا کام لے یا در وازہ
اور سٹریان وغیرہ جہان قایم کی ہین وہان سے ہٹاے یا صحن مین کوئی عمارت بنائے اور اگر ایسا
کرے تو وعدہ خلافی کا الزام اوسپر عاید ہو ۔ جب آدمی اپنے مصنوعات مین قانون فطرت کا پابند
نہین تو قادر مطلق کو اپنے مصنوعات مین پابندی کی کیا ضرورت ۔

قولہ اون وعدون کا کرنا اور قانون فطرت پر کائنات قایم کرنا اوسکی قدرت کاملہ کا ثبوت ہے
ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ پابند ہو جانا کمال قدرت ہے یا یہہ ثابت کرنا کہ ہم جس سے جو کام چاہین لے
سکتے ہین جیسا کہ ارشاد ہے یفعل اللہ ما یشاء اگر کوئی کہے کہ مین اپنے نوکر سے اوسکی ہوش کی
حالت مین معمولی کام لیتا ہون اوسکا اقتدار زیادہ سمجھا جائیگا یا اوس شخص کا جو بیہوش سے ایسے
کام لے جو کوئی ہوشیار بھی نہ کر سکے مثلاً اوسکے روبرو بیٹھے بیٹھے ہزارون کوس کی خبرین
فوراً پہونچا دے اور بغیر اسکے کہ علم طب سے واقف ہو بیماری کی تشخیص اور دوا کی تعین کر دے جیسا کہ
مسمریزم مین ہوا کرتا ہے۔ اگر کسی کی عقل حکم کرے کہ معمولی طور پر کام لینے مین زیادہ اقتدار ہے
تو ایسے شخص سے گفتگو کرنے کی ضرورت نہین سوا خاموشی کے کسی اور طریقہ سے اوسکا جواب
دینا عقلی اصول کے خلاف ہے

سید صاحب اس مقام مین بہت ساری آیتین نقل کی ہین جیسے وعد اللہ الذین آمنوا اور وعد اللہ
المنافقین وغیرہ اور اوسکے بعد لکھتے ہین کہ ان آیتون سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالی نے
وعدہ کیا ہے اور تخلف وعدہ کا نہین ہونے کا اور باوجود ان وعدون کے اور اونکے عدم
تخلف کے جابجا اپنے تئین قادر مطلق اور فعال لما یرید بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے
کہ وعدہ اور عدم تخلف وعدہ اوسکے قادر مطلق ہونے اور اوسکے صفات مطلق عن القیود ہونے
کی منافی نہین ہے " اس سے سید صاحب کوئی نفع نہین اٹھا سکتے اسلئے کہ پہلے وعدہ
ثابت ہو جائے تو عدم تخلف کی ضرورت اور فعال لما یرید کی تخصیص یا تعمیم کی حاجت ہو ثبت
العرش ثم انقش اور آپنے دیکھہ لیا کہ وعدہ عملی ایک اختراعی اور فرضی چیز ہے جسکا کوئی اصل
نہین۔

قولہ فی التحریر یہی حال قانون فطرت کا ہے جسپر یہہ کائنات بنائی گئی ہے پہلا قولی وعدہ ہے
اور قانون فطرت عملی وعدہ " اور اسی مین لکھا ہے کہ ورک آف گاڈ یعنے قانون قدرت ایک
عملی عہد خدا کا ہے اور وعدہ اور وعید قولی معاہدہ ہے اور اون دونون مین سے کوئی بھی خلاف
نہین ہو سکتا " انتہی

پہلے یہہ بات ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ قانون فطرت کن اصول پر مرتب ہوا ہے اور اوسکا مخترع

کونسی لائبریری اور کتبخانہ مین ہمدست ہو سکتا ہے اور اگر اسی عادت کا نام قانون قدرت رکہا گیا ہے تو چاہیے
کہ خلاف عادت مستمرہ کوئی کام نہو چنانچہ خود سید صاحب کہتے ہین کہ اس قانون سے کوئی
مستثنی نہین حالانکہ کتب تواریخ اور اخبار دیکہنے والون پر پوشیدہ نہین کہ ہر زمانہ مین خلاف
عادت امور ظاہر ہوتے رہتے ہین جنکو درج اخبار و کتب کرنیکی خاص غرض یہہ ہوتی ہے کہ لوگون
کو ان خوارق عادات سے تعجب ہو ۔ یہہ کسی اخبار مین نہو گا کہ فلان آدمی کے گہر ایسا لڑکا پیدا ہوا
کہ اوسکی شکل آدمی کی سی ہے بلکہ کوئی عجیب الخلقت لڑکا پیدا ہو جو خلاف عادت ہو تو اوسکی خبر دی
جاتی ہے اسکے سوا عجائب مسمریزم ابہی معلوم ہو کہ بیہوش شخص عامل کی ایسی بات سن لیتا ہے
جو دوسرا نہین سن سکتا اور اوسپر بیہوشی کی حالت مین عاقلانہ عمل کرتا ہے اور اوس حالت مین زہر
ہلاہل بہی اوسمین اثر نہین کرتا اور مقفل صندوق مین رکہے ہوئے خط کو وہ پڑہ لیتا ہے اور
ہر بیمار کی بیماری اور اوسکی دوا سے مطلع ہوتا ہے اور بغیر مدد حواس ہزارہا کوس پر سے صرف لوگون
ہی کو نہین دیکہتا بلکہ اونکے خیالات پر بہی مطلع ہوتا ہے ۔ اور ارواح آدمی کے جسم کو علاوہ
ایسے چہوڑاتے ہین کہ کسی کو خبر نہین ہوتی اور بعضے اپنے کسی جسم کو کامون کیلئے بہیجدیتے ہین
اور اوسکو دیوار وغیرہ کوئی چیز حایل نہین ہوتی انکے سوا بہت سارے امور ایسے ہین جنکا ظہور
اس زمانہ مین ہو رہا ہے کیا یہہ امور قانون فطرت اور عادت مستمرہ کے موافق ہین ؟ اگر موافق
ہین تو یہہ ثابت کرنیکی ضرورت ہے کہ اس صدی سے پہلے اس قسم کے کام ہوا کرتے تہے
ہم دعوی سے کہتے ہین کہ ان امور کو موافق فطرت وہ ہرگز ثابت نہین کر سکتے اور کیونکر ثابت
کر سکین گے فطرتی امور تو وہ ہوتے ہین کہ بغیر تعلیم کے وہ عمل مین لائے جائین چنانچہ خود سید
صاحب نے تفسیر مین اونکی کئی مثالین دی ہین جیسے بیا اور شہد کی مکہی کا گہر بنانا وغیرہ ۔۔
مسمریزم وغیرہ کے اعمال پر ہر شخص کا قادر ہونا تو کجا لاکہون آدمی اونکے اوسکے منکر ہین اور
یہی وجہ ہے کہ حکماے یورپ و امریکہ لکہتے ہین کہ جو پورانے خیال والے حضرات ان خوارق پر ایمان
نہین لاتے وہ آئین اور انکا مشاہدہ کر لین ۔
اب کہئے کہ یہہ خوارق عادات عملی وعدہ کے خلاف ہین یا نہین اور جبکہ تسلیم کر لیا گیا
ہے کہ خداے تعالی وعدہ خلافی نہین کرتا تو یہہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ خداے تعالی نے قانون

فطرت کے خلاف نہ کرنے کا وعدہ کیا ہی نہیں

اس تقریر سے سید صاحب کا وہ قول بھی باطل ہوگیا جو لکھتے ہیں کہ قانون قدرت جسقدر دریافت ہوا ہے وہ بلاشبہہ خدا کا عملی وعدہ ہے جس سے تخلف قولی وعدہ کے تخلف کے مساوی ہے جو کبھی نہیں ہوسکتا ؎

سید صاحب التحریر میں لکھتے ہیں خدا نے فرمایا ہے انا کل شیء خلقناہ بقدر یعنی جس اندازہ پر خدا نے چیزوں کو پیدا کیا ہے اوس سے تخلف نہیں ہو سکتا ؎ یہہ درست ہے چیز کو خدای تعالے نے پیدا کیا ہے اوسکی تقدیر کی ہے جسکے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتا مثلا ابو جہل کی تقدیر میں کفر تھا گو اوسنے صدہا معجزے دیکھے مگر ایمان نہ لا سکا علی ہذا القیاس ابراہیم علیہ السلام جس آگ میں ڈالے گئے تھے اوسکی تقدیر اس طور پر تھی کہ اونکو نہ جلائے اسلیئے جلا نہ سکی اسی طرح ہر ایک آدمی وغیرہ کے حالات ہر ایک آن کے مقدر ہیں اون سے تخلف نہیں ہوسکتا اسلیئے کہ کل شیء کے معنے ہر ایک چیز کے ہیں کیونکہ یہہ کل افرادی ہے مجموعی نہیں کما لا یخفی علی من لہ ادنی ممارسۃ فی العلوم

سید صاحب تحریر میں لکھتے ہیں پھر خدا فرماتا ہے ولکل امۃ اجل فاذا جاء اجلہم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون - پس ممکن نہیں ہے کہ جو وقت جس چیز کے لئے مقرر ہے وہ کسیطرح ٹل سکے ؎

یعنے ہر چیز اپنے وقت مقررہ تک ہی ہے اور اوسکے بعد فنا ہو جاتی ہے اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ عالم میں جتنی چیزیں ہیں خواہ وہ ذوات ہوں یا اوصاف اونکا وجود اسیوقت تک ہوگا جب تک علم الہی میں وہ مقرر ہے اوسکے بعد ممکن نہیں کہ اونکا وجود باقی رہے مثلا آگ کی حرارت صرف وقت مقررہ تک کام دیگی اسیوجہ سے ابراہیم علیہ السلام کو اوسنے نہیں جلایا ؎

اور اوسی میں لکھتے ہیں پھر خدا نے فرمایا ہے فاقم وجہک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنی جس فطرت پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے اوسکی تبدیل نہیں ہو سکتی - دوسری جگہ فرمایا ہے لا تبدیل لکلمات اللہ

ہمارے نزدیک کلمات اللہ اور خلق اللہ دو مرادف الفاظ ہین جسکا مطلب یہہ ہے کہ فطرت مین تبدیل نہین ہو سکتی ''

یہہ درست ہے کہ فطرت مین تبدیل نہین ہو سکتی مگر اسکا علم ہمین نہین ہو سکتا کہ کسکی فطرت کس طور پر واقع ہوئی چنانچہ خود سید صاحب تحریر مین لکھتے ہین اوس قانون فطرت مین سے بہت کچھہ خدا نے ہمکو بتایا ہے اور بہت کچھہ انسان نے دریافت کیا ہے گو کہ انسان کو ابھی بہت کچھہ دریافت ہونا ہوا اور کیا عجب ہے کہ بہت کچھہ دریافت ہو ''

یہہ بات نہایت درست اور صحیح ہے دیکھئے مادہ ترقی کی فطرت مین جو جو حیرت انگیز عجائب رکھے ہین ہزارون سال تک کسکو معلوم نہوئے اسیطرح عمل مسمریزم سے اب معلوم ہو رہا ہے کہ انسان کی فطرت مین کیسے کیسے عجائب و غرائب امور رکھے ہین اور کیا معلوم کہ انکے سوا اور کیا کیا عجائب و اسرار اوسمین مخزون و مکنون ہین۔ ایسی صورت مین معجزات کا انکار کرنا اس خیال سے کہ وہ خلاف فطرت ہین کیونکر صحیح ہو گا عقلا ایسے خیالات کو ہرگز پسند نہین کرتے چنانچہ ڈاکٹر کامیل فلامریون نے جو لکھا ہے ابھی معلوم ہوا کہ یورانے خیال والے کسی چیز کے سمجھہ مین نہ آنے کی وجہ سے جو اوسکا انکار کر جاتے ہین اوسکی مثال ایسی ہے جیسے دو چونٹیان تاریخ فرانس بیان کرین او رہم سے آفتاب تک جو فاصلہ ہے اوسمین گفت و گو کرین۔

غرضکہ اس آیہ شریفہ سے یہہ ہرگز ثابت نہین ہو سکتا کہ معجزات کا وقوع نہین ہوا

اوسی مین لکھتے ہین یہہ فرمایا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا یس جو طریق کہ خدا نے مقرر کیا ہے اوسمین تبدل نہین ہو سکتا ''

اس قسم کا مضمون قرآن شریف مین تو جگہ وارد ہے اکثر مقامون مین سنۃ اللہ کی تصریح ہے کہ وہ طریقہ یہہ ہے کہ جو خدا کی مخالفت کرے اوسپر عذاب ہو گا اور کسی جگہ دوسرے احکام بھی مراد ہین بہرحال قانون فطرت کا کہین ذکر نہین مگر جب سید صاحب اوس سے قانون فطرت ہی مراد لیتے ہین تو ہمارا بھی وہی جواب ہے کہ قانون فطرت معلوم نہین ہو سکتا

اسکے بعد چند آیتین جن مین انسان کی تخلیق کا حال لکھا ہے ذکر کر کے لکھتے ہین کہ علاوہ

انکے اور بہت سی آیتین اسی مضمون کی ہین جنمین ہمکو قانون فطرت یہہ بتایا ہے کہ جوڑے یعنے
زن و مرد سے اور نطفہ کے ایک مدت معین تک مقرر جگہ مین رہنے سے انسان پیدا ہوتا ہے
پس اس قانون فطرت کے برخلاف اسیطرح نہین ہوسکتا جس طرح کہ قولی وعدہ کے برخلاف
نہین ہوسکتا۔ ابھی معلوم ہوا کہ عملی وعدہ اور قانون فطرت کوئی چیز نہین ۔ پھر اگر
یہہ ضروری ہو کہ انسان صرف نطفہ ہی سے پیدا ہوسکتا ہے تو یہان یہہ سوال پیدا ہوگا
کہ آدم اور حوا علیہما السلام کس طرح پیدا ہوئے اور وہان کونسا جوڑا اور کس قسم کا نطفہ تھا
اصل یہہ ہے کہ ان آیتون سے مقصود صرف قدرت نمائی ہے کہ دیکہو انسان کو نطفہ سے
کچھہ بھی مناسبت ہے باوجود اوسکے ہمنے اوسے نطفہ سے پیدا کیا جس سے عقلا سمجھہ لین
کہ وہ قادر مطلق جو چاہتا ہے کرسکتا ہے اگر عیسی علیہ السلام کو بغیر نطفہ کے پیدا کرے تو
کوئی تعجب کی بات نہین ۔

اگر سید صاحب پوری آیت لکہہ دیتے تو لوگون معلوم ہوتا کہ یہان صرف قدرت نمائی مقصود ہے
اسلئے اونھون نے آیت کے سرے کو حذف کرکے فانا خلقناکم من تراب سے نقل کیا حالانکہ
ابتداے آیت یہہ ہے وان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفۃ الآیہ
یعنے اگر تمہین قیامت مین شک ہو تو دیکہہ لو کہ ہمنے تمہین مٹی سے پہر نطفہ اور علقہ وغیرہ سے
پیدا کیا جس سے معلوم ہو جائیگا کہ قیامت مین تمہین دوبارہ پیدا کرنا کوئی بڑی بات نہین
اگر یہان قانون فطرت کا حال بیان کرنا مقصود ہوتا تو ارشاد ہوتا کہ ہمنے تمہاری فطرت
کا یہہ قانون مرتب کیا ہے کہ نطفہ اور علقہ وغیرہ سے پیدا کیا کرتے ہین اگر کوئی تم سے کہدے
کہ قیامت ہوگی اور تم دوبارہ پیدا ہوگے تو اوسکی تصدیق مت کرو کیونکہ مردون کو دوبارہ
پیدا کرنے کے لئے قیامت کے دن نہ جوڑون کا وجود ہوگا نہ نطفہ کا ۔ اب غور کیجئے
کہ سید صاحب نے جو مضمون بیان کیا ہے اوسکو قرآن سے کیا تعلق ہے ۔

اسکے بعد وہ آیہ شریفہ وآیۃ لہم اللیل نسلخ منہ النہار فاذا ہم مظلمون والشمس تجری لمستقر لہا
ذلک تقدیر العزیز العلیم وغیرہ آیات متعلقہ شمس و قمر نقل کرکے لکہتے ہین پس یہہ نہین ہوسکتا
کہ سورج خلاف فطرت جسطرح کہ وہ چلتا ہوا دکہائی دیتا ہے کسی کے لئے چلنے سے

ٹھہر جاوے اور جبکہ یہہ ثابت ہو گیا کہ سورج کا چلنا زمین کی حرکت سے دکہائی دیتا ہے تو اسی آیت سے لازم آتا ہے کہ یہہ نہیں ہو سکتا کہ زمین حرکت کرنے سے کسی وقت کسی کے واسطے ٹھہر جاوے ایسا ہونا خلاف فطرت کے ہے اور وہ ایسا ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے برخلاف ہونا ناممکن ہے۔

ان آیتوں میں صرف اتنی خبر مقصود ہے کہ شمس و قمر کا چلنا تقدیر الٰہی سے ہے ممکن نہیں کہ اتنے بڑے اجسام خود بخود حرکت کریں۔ انمیں نہ یہہ بتایا گیا کہ وہ کسی کے لئے ٹھہر نہیں سکتے اور نہ یہہ کہ زمین حرکت سے ٹھہر نہیں سکتی یہہ سب فرضی باتیں خدائے تعالی کے کلام کو ان سے کوئی تعلق نہیں۔

سید صاحب پر حکمت جدیدہ کی تصدیق نے ایسا غلبہ کیا کہ قرآن کو ماننا تو درکنار جو جی چاہا خود مختاری سے اوسمیں بڑہا دیا اور اسکے کچہہ پروا نکی کہ حق تعالی فرماتا ہے فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ہذا من عند اللہ دیکہئے تجری لمستقر لہا کے معنے لکہتے ہیں کہ سورج چلتا دکہائی دیتا ہے حالانکہ حق تعالی صاف لفظوں میں فرماتا ہے کہ وہ جاری ہوتا ہے یعنے دوڑتا ہے پہر جب خدای تعالی کے کلام سے ثابت ہو گیا کہ سورج چلتا ہے تو زمین کی حرکت خود باطل ہو گئی۔ سید صاحب جو لکہتے ہیں کہ ثابت ہو گیا کہ سورج کا چلنا زمین کی حرکت سے دکہای دیتا ہے سو وہ بے اصل محض ہے اسلئے کہ دراصل نہ سورج کی حرکت محسوس ہے نہ زمین کی حرکت اگر محسوس ہے تو اوضاع کا بدلنا کہ طلوع استوا اور غروب اوقات میں سورج مختلف اوضاع پر دکہائی دیتا ہے۔ ان اوضاع کا بدلنا دو حال سے خالی نہیں یا یہہ سمجہا جائے کہ زمین کو حرکت ہے اور سورج اپنی جگہہ قائم یا سورج کو حرکت ہے اور زمین ساکن ہے دونوں صورتوں میں سورج کے اوضاع مختلف نظر آئینگے۔ اب اگر حکیموں کے قول پر ایمان لایا جائے تو زمین کی حرکت اور جریان ثابت ہوگا۔

سید صاحب حکیموں کی تصدیق کرکے آفتاب کے جریان و حرکت کو نہیں مانتے اور اہل ایمان قولہ تعالی والشمس تجری پر ایمان لاکے زمین کو ساکن کہتے ہیں اب ناظرین خود سمجہ

سکتے ہین کہ خدای تعالی کی تصدیق کرنا مسلمان کا کام ہے یا تکذیب کرکے لفظ تجری کہ ساتھہ اپنے دل سے کچھہ اور بڑہا دینا جیسے سید صاحب نے بڑہا دیا کہ زمین کی حرکت سے سورج چلتا ہوا دکہائی دیتا ہے حالانکہ سورج کا چلنا دکہائی دینا بھی غلط ہے اسلئے کہ محسوس صرف سورج کے مختلف اوضاع ہین جسکا سبب قرآن شریف سے معلوم ہوا کہ سورج خود متحرک ہے۔

سید صاحب اوسی مین لکھتے ہین کہ پھر خدانے ابراہیم کی زبان سے یہہ قانون قدرت بتلایا فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب فبہت الذی کفر یہہ بات غیر ممکن ہے کہ جب تک یہہ قانون فطرت قائم ہے سورج مغرب سے طلوع نکرسکے اور اوسی کے ساتھہ یہہ بھی ناممکن ہے کہ زمین مغرب سے مشرق کی طرف اپنے محور پر گردش نکرسکے اسکے برخلاف ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے برخلاف ہونا ناممکن ہے

اصل واقعہ یہہ ہے کہ نمرود خدائی کا دعوی کرتا تھا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ خدا مین ایسی قدرت چاہیے کہ جو چاہے کرسکے گو خلاف عادت ہو اگر تو خدا ہے تو آفتاب کو مغرب کی طرف طلوع کر یہہ سنکر وہ مبہوت ہوگیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خوارق عادات ظاہر کرنا خدا ہی کا کام ہے جیسے تمام انبیا معجزون کی نسبت کہا کرتے تھے۔ ہرچند ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود گلزار ہوجانا اونکا معجزہ تہا مگر اونہون نے کبھی دعوی نہین کیا کہ ہمنے اپنی ذاتی قدرت سے یہہ کام کیا اگر قانون قدرت کے خلاف خرق عادت ممکن نہوتی تو ابراہیم علیہ السلام مقابلہ کے وقت نہ خرق عادت طلب کرتے نہ آگ اونپر سرد ہوتی۔ سید صاحب کو اس معجزہ کے بھی قائل نہین مگر جب تواتر ہم تک پہونچا ہے اور کروڑہا مسلمان اوسکے قایل ہین اور کہلے لفظون مین قرآن شریف اوسپر شہادت دے رہا ہے تو ہمین سید صاحب کی بات ماننے کی کیا ضرورت۔

اور لکھتے ہین کہ ایک جگہ ابراہیم کے قصہ مین فرمایا ہے فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اقتلوہ او حرقوہ فانجاہ اللہ من النار۔ فانجاہ اللہ من النار سے ثابت ہوتا ہے کہ احراق خاصہ نار کا ہے۔

اور اوسی سے یہہ بھی ثابت ہوگیا کہ خدای تعالی نے اوسے اونکو نجات دی اس طرح کہ آگ سے
فرمادیا کہ اونپر سرد ہوجا کما قال اللہ تعالی قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم - اس سے
ثابت ہوگیا کہ آگ کے خاصہ کو اپنی قدرت سے باطل بھی کردیا -

سید صاحب نے تحریر میں عادی امور مثل احراق نار وغیرہ سے متعلق آیتون کو
پیش کرکے لکھا ہے کہ جو کچھہ کہ ہمنے قرآن مجید کی آیتون سے قانون فطرت بتایا ہے
اسپر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہہ قانون فطرت عام نہین بلکہ اوسمین مستثنیات بھی ہین لیکن
اوسکے ذمہ مستثنیات کا قرآن مجید سے ثابت کرنا لازم ہوگا مگر ہمارا دعوی یہہ ہے کہ قرآن
مجید سے اوس قانون فطرت مین مستثنی ہونا ثابت نہین ہوتا - انتہی

شرح مواقف وغیرہ کتب مین مصرح ہے کہ معجزات کا وجود خبر متواتر سے ثابت ہے اور
جو چیز تواتر سے ثابت ہوتی ہے اوسکا انکار نہین ہوسکتا انتہی -

مگر سید صاحب اس تواتر کو جو مسلمانون کی روایتون سے وہ ناواقف ہین غرض کوئی
مانے یا نہ مانے کل مسلمانون نے مان لیا ہے کہ معجزات قانون فطرت عادیہ سے
مستثنی ہین - پھر جو آیتین اہل اسلام کی طرف سے استدلال مین پیش ہوتی ہین سید صاحب
اون مین بے سروپا احتمالات قایم کرتے ہین مثلاً ابراہیم علیہ السلام کے قصہ مین مصرح ہے
قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم یعنے ہمنے آگ سے کہا کہ ابراہیم پر سرد ہوجا
یہان یہہ خدشہ پیدا کرتے ہین کہ ابراہیم کے قصہ مین کوئی نص صریح اس بات پر نہین کہ درحقیقت
اوسکو آگ مین ڈالدیا گیا تھا

اور یہہ خیال نہین کرتے کہ خدای تعالی نے پہلے خبر دیدی ہے کہ کفار کے مشورہ مین یہہ
بات طے ہوگئی تھی کہ وہ قتل کیے جائین یا آگ مین ڈالے جائین جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے
قالوا اقتلوه او حرقوه اوسکے بعد کے واقعہ کی خبر دی کہ ہمنے آگ کو حکم کیا کہ ابراہیم پر سرد
ہوجا کما قال اللہ تعالی قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم اور یہہ بھی فرمایا
فانجاه الله من النار یعنے ہمنے اونکو آگ سے نجات دی - کیا ان تصریحات کے بعد بھی
یہہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ وہ آگ مین نہین ڈالے گئے - اگر واقعہ بھی تھا تو اوسکی خبر یون

دیجاتی کہ وہ آگ مین نہین ڈالے گئے پھر اوس صورت مین آگ کو سرد کرنے کی کیا ضرورت تھی خدا ئی تعالی کی شان سے بعید ہے کہ ایسا فضول کام کرے اور اوسکی خبر قرآن مین دے اگر ایسے قوی قرائن کے بعد بھی کسی کی عقل ایک چھوٹی سے محذوف جملہ کی طرف توجہ نکرے تو اوس سے رموز و اسرار قرآنی سمجھنے کی کیا توقع۔ بہر حال قانون فطرت کے مستثنیات قرآن و حدیث اور تواتر سے بکثرت ثابت ہین۔

اگرچہ حکماے یورپ جنکی تقلید سید صاحب کرتے ہین اونہون نے یقین کر لیا تھا کہ خوارق عادات کا وجود ممکن نہین مگر حکمت جدیدہ مین جنکو مہارت تامہ حاصل ہے اور علمی و عملی روز افزون ترقیات کرتے جاتے ہین انہون نے اون حکما کے ہم خیال لوگون کو دقیانوسی پورانے خیال والے ثابت کر کے اپنے ذاتی تجربون سے مشاہدہ کرا دیا کہ صدہا ہزارہا ایسے امور وجود مین آتے جاتے ہین کہ وہ قانون فطرت سے مستثنی ہین۔ غرضکہ قانون فطرت کے مستثنیات عقلا اور نقلا ہر طرح سے ثابت ہین۔

سید صاحب تفسیر کی جلد سوم صفحہ ۳۸ مین لکھتے ہین ہماری سمجھہ مین کسی شخص مین معجزہ یا کرامت کے ہونے کا یقین کرنا ذات باری کی توحید فی الصفات پر ایمان کو ناقص اور ناکامل کر دیتا ہے اور اوسکا ثبوت پیر پرست اور گور پرست کے حالات سے جو اس وقت بھی موجود ہین اور صرف معجزہ و کرامت کے خیال نے اونکو پیر پرستی اور گور پرستی کی رغبت دیدی ہے اور خداے مطلق کے سوا دوسرے کی طرف اونکو رجوع کیا ہے اور منتین ماننا اور نذر و نیاز چڑہانا اور اونکے نام کے نشانات بنانا اور جانورون کی بھینٹ دینا سکھایا ہے بخوبی حاصل ہے

سید صاحب نے جو معجزہ اور کرامت کو شرک فی الصفات قرار دیا اوسکی یہہ صورت ہوگی کہ نبی خدا کی طرح معجزہ پر بالذات قادر مانے جائین مگر وہ محل نزاع نہین کیونکہ قائلین معجزات کا عقیدہ ہے کہ معجزہ خدا کی نشانی ہے جو نبی کی درخواست پر یا خود بخود حق تعالی ایسے امور کو پیدا کرتا ہے جسکا صدور دوسرون سے ممکن نہین نبی کو نہ وہ خالق سمجھتے ہین نہ قادر مطلق بلکہ اونکے عقیدہ مین معجزہ تو معجزہ معمولی افعال جو ہر شخص سے صادر ہوتے ہین۔

انکا بھی خالق خدای تعالیٰ مطلق ہی ہے گو مخلوق کے قصد وارادہ سے وہ صادر ہوتے ہون
سید صاحب جو خیال کرتے ہین کہ انبیا سے صدور خوارق ہو تو وہ خالق وقادر ہو جائینگے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی افعال کے فاعل کو وہ خالق سمجھتے ہین کیونکہ صدور فعل
مین دونون برابر ہین اگر نبی صدور فعل کے لحاظ سے خالق مانا جائے تو جس فاعل سے جو
فعل صادر ہو وہ بھی خالق ہوگا۔ حالانکہ جو چیز موجود ہوتی ہے وہ خدای تعالیٰ کے
ارادہ اور حکم سے وجود مین آتی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے انما قولنا لشئ اذا
اردناہ ان نقول لہ کن فیکون یعنے جس چیز کو ہم پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہین۔
خواہ ذوات ہون یا افعال تو لفظ کن یعنے ہو جا کہتے ہین جس سے وہ موجود ہو جاتی ہے
اب غور کیجئے کہ جنکے ہاتھہ پر معجزے صادر ہوتے تھے جب وہ باواز بلند خدا کا یہہ کلام
سناتے ہونگے اور یہہ کہتے ہونگے کہ ہم بھی تم جیسے بشر ہین لیکن خدا جسکو چاہتا ہے
اپنی رحمت کے ساتھہ مختص کرتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ واللہ یختص برحمتہ من یشاء تو
کیا شرک فی الصفات کا احتمال بھی ہوگا
سید صاحب سائنس کے ایسے دلدادہ ہین کہ اوسکے مقابلہ مین خدا کے کلام کو بھی نہین مانتے
اور کھینچ کھانچ کے سائنس کے مطابق بنا لیتے ہین اور سائنس کا حال مولوی مہدی علیخان محسن الملک
نے لکھا ہے جسکو سید صاحب نے تحریر مین نقل کیا ہے کہ ماڈرن سائنس (علوم جدیدہ)
نے فتوی دیدیا ہے کہ خدا وجود معطل ہے رزاقی اور الوہیت بیہودہ خیالات ہین دعا اور
عبادت وحشیون اور جاہلون کے ڈر اور خوف کا نتیجہ ہے نبوت دہوکے کی ٹٹی ہے وحی
افسانہ ہے الہام خواب ہے روح فانی ہے قیامت ڈھکوسلہ ہے عذاب ثواب انسانی
اوہام ہین دوزخ اور جنت الفاظ بے معنے ہین انسان صرف ایک ترقی یافتہ بندر ہے
مابعد الموت نہ سزا ہے نہ جزا ہے۔
سید صاحب اس قسم کی کوئی بات صاف صاف تو نہین کہہ سکتے اس وجہ سے کہ اگر علانیہ
ان امور کے قائل ہو جائین تو مسلمان دام مین نہ آئینگے۔ مگر ہر بات مین ایک نیا طریقہ
نکالتے ہین مثلاً نبی کو مانتے تو ہین مگر اوسکے ساتھ ہی یہہ بھی کہتے ہین کہ وہ ایک قسم کا دیوانہ

شخص ہوتا ہے جو مثل دیوانون کے بلا اصل چیزون کو دیکھتا اور سنتا ہے اب کہئے کہ کون
ایسا دیوانہ ہوگا جو کسی دیوانہ کی تصدیق کرے اور اوسکو اپنا مقتدا بنالے اسیطرح قرآن کو
کلام الٰہی مانتے ہین مگر کس طرح کہ نبی مذکور یعنے دیوانہ کے دل مین جو خدا کی طرف [illegible] ہوتا
ہے وہی قرآن ہے جسکو کہلے لفظون مین کہا جائے تو قرآن سوائے اسکے اور کچھ نہین
کہ ایک قسم کے دیوانہ کے پریشان خیالات کا مجموعہ ہے نعوذ باللہ من ذالک جبہی تو یہہ جرات
ہوی کہ جس طرح بن پڑے سائنس کے مطابق اوسکو بنالیتے ہین تاکہ عقلمند کا کلام بن جائے کہ
جو عادت جاری اور قانون فطرت ٹہیرا ہوا ہے اوسکے سوا کچھہ بھی نہین ہوتا دیکھئے خدا کی
قدرت مین سب کچھہ دیدیا مگر ہوگا وہی جو اسباب کے قبضہ مین ہے کسی کا شعر ہے —

از فرش خانہ تا بہ لب بام از آن من + وز بام خانہ تا ثریا از آن تو

سبحان اللہ معجزات و کرامات کے مسئلہ مین تو اسقدر احتیاط کہ اگر وہ مانے جائین تو شرک
فی الصفات ہوگا اور ثابت کیا جا رہا ہے کہ علل اسباب عالم کا کام چل رہا ہے —
خدائے تعالی نے اپنے خاص خاص بندون کو معجزات و کرامات جو دئے اس سے اسباب
پرستی بہت کم ہوگئی تھی اور لوگ مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتے تھے مگر سید صاحب کو وہ
ناگوار ہوا اور پھر اسباب پرستی پر لوگون کو لگادیا۔
شمس العلما صاحب نے الکلام مین لکھا ہے کہ اب فرض کرو کہ ایک مدعی نبوت کسی خرق عادت
کا اظہار کرتا ہے تو یہہ کیونکر اطمینان ہوسکتا ہے کہ در پردہ کسی جن کا فعل نہین ہے۔
انتہی اسمین شک نہین کہ جادو جو در پردہ شیاطین جن کے افعال ہین — اور معجزہ دونون
خرق عادت ہین اسیوجہ سے کفار معجزہ کو سحر ہی کہا کرتے تھے جیسا کہ قرآن شریف سے
ثابت ہے مگر عادت اللہ جاری ہے یا یون کہئے کہ فطرت انسانی مین داخل ہے کہ جب
آدمی معجزہ دیکھتا ہے تو وہ پہچان جاتا ہے کہ وہ معجزہ من جانب اللہ ہے اور جس سے وہ
صادر ہوا وہ خدا کا بھیجا ہوا رسول ہے اسکو یون سمجھنا چاہئے کہ بکری نے بھیڑئے
کو گو کبھی نہ دیکھا ہو مگر جب دیکھے گی اوسکو یقین ہوجائیگا کہ وہ اوسکا دشمن ہے کل فطرتی
امور کا یہی حال ہے جسکے صدہا بلکہ ہزارہا نظیرین انسان اور حیوانات مین موجود ہین

ہمارے اس دعوے کی دلیل یہ آیۂ شریفہ ہے فلما جاءتہم آیاتنا مبصرۃ قالوا ہذا سحر مبین و جحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم جسکا مطلب یہ ہے کہ انبیا کے معجزے دیکھتے ہی کفار کو یقین ہو جاتا تھا کہ وہ خدا کی طرف سے نبوت کی نشانیان ہین مگر ہٹ دھرمی سے انکار کرکے کہتے کہ وہ سحر ہے۔ دیکھئے جب خدا نے خبر دی کہ منکرون کو معجزات کا یقین ہو جاتا تھا اور ظاہرا انکو سحر کہا کرتے تھے تو یقینا ثابت ہوا کہ اندرونی فطرتی تعلیم تھی اسکے بعد اوسمین کلام کرنا ایسا ہے جیسے کہا جائے کہ کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے کہ بکری نے ابتدا دیکھتے ہی بھیڑے کو بھیڑیا اور اپنا دشمن سمجھا حالانکہ کتا بھی اوسکا مشابہ ہے۔

شمس العلما صاحب نے الکلام مین شرح مواقف کی یہہ عبارت نقل کی وہی عند الاشاعرۃ جرا اللہ عادتہ بخلق العلم بالصدق عقیبہ یعنے اشاعرہ کہتے ہین کہ عادت اللہ جاری ہے کہ معجزہ دیکھنے کے بعد علم ہو جاتا ہے۔ پھر اوسپر اعتراض کیا کہ یہہ دعوی بھی کلی طور پر نہین کیا جاتا ورنہ بداہت کی تکذیب لازم آئیگی علانیہ ثابت ہے کہ انبیا کے معجزات کے ظہور کے وقت ہزارون آدمی ایمان نہین لاتے تھے بلکہ نہ ایمان لانے والون کی تعداد ہمیشہ ایمان لانے والون سے زیادہ ہوتی تھی انتہی۔ اس اعتراض کا جواب تقریر بالا سے واضح ہے کہ ایمان لانا اور چیز ہے اور یقین ہو جانا اور ہے۔ سوفسطائی کو جلتے وقت آگ کے جلانے کا یقین ہو جاتا ہے مگر ہٹ دھرمی سے اوسکی واقعیت کا انکار ہی کئے جاتا ہے۔ چونکہ ایمان کے لئے علاوہ یقین کے یہہ بھی شرط ہے کہ جحود و انکار نہو جیسا ہمنے بحث ایمان مین اسکو ثابت کیا ہے اسلئے اہل جحود کافر ہی سمجھے جاتے تھے اور اوس یقین سے اونکو کچھہ فائدہ نہوا بلکہ اور زیادہ مستحق عقوبت ہوئے

غرضکہ کفار کو معجزہ دیکھکر نبوت کا یقین ہو جاتا تھا مگر ہٹ دھرمی سے انکار کرتے اور ایمان نہ لاتے کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے فلما جاءتہم آیاتنا مبصرۃ الایہ یعنے ہماری نشانیان دیکھکر اونھین یقین ہو گیا تھا۔ ان نشانیون کا ذکر کسیقدر تفصیل سے اس آیت مین ہے۔

وقالوا مہما تاتنا من آیۃ لتسحرنا بہا فما نحن لک بمومنین فارسلنا علیہم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم آیات مفصلات فاستکبروا وکانوا قوما مجرمین۔

یعنے اونہون نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ تم کتنی ہی نشانیان ہمارے پاس لاؤ تاکہ اون سے ہم پر جادو کرین مگر ہم تم پر ایمان نہ لاوینگے پس ہمنے بھیجا اونپر طوفان اور ٹڈیان اور جوئیں اور مینڈک اور خون کی نشانیان جدا جدا۔ پھر اونہون نے سرکشی کی اور وہ قوم تھی گناہگار انتہی بات سید صاحب اسکی تفسیر مین لکھتے ہین یہہ جو خون وغیرہ کا پیدا ہونا کوئی غیر معمولی اور مافوق الفطرت بات نتھی رہا خون سو وہ دراصل خون نتہا بلکہ نیل کے پانی کا رنگ طغیانی کیوجہہ سے سرخ ہوگیا تھا انتہی

یہہ سید صاحب کا خیال ہے مگر حق تعالی نے تو اونکو آیاتنا مبصرۃ فرمایا ہے یعنے اپنی قدرت کی روشن نشانیان۔ اگر وہ سب معمولی باتین ہوتین تو ہر شخص موسی علیہ السلام سے کہتا کہ حضرت یہہ کیا نشانیان آپنے لائین یہہ سب باتین تو ہمیشہ ہوا ہی کرتی ہین اگر اونہی چیزون کا نام نشانی ہے تو ہم بھی خدا کی نشانی ہین مگر آپکو اس سے کیا نفع۔

غرضکہ وہ معمولی باتین نتھین کیونکہ اونہون نے اونکو سحر کہا جو خلاف قیاس خارق عادت ہوا کرتا ہے اور خدای تعالی نے اپنی نشانیون کی نسبت فرمایا وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم یعنے اونہون نے انکار تو کیا مگر اونکو یقین ہوگیا تھا کہ وہ قدرت کی نشانیان ہین

سید صاحب نے تفسیر سورہ انعام مین لکھا ہے جو گروہ کسی شخص کو دین و شریعت کا ہادی سمجھتی ہے اوسکی بزرگی اور تقدس کا اعتقاد بھی اعلی درجہ پر رکھتی ہے جس کا نتیجہ موافق فطرت انسانی یہہ ہوتا ہے کہ انسانون سے اوسکو برتر درجہ دیا جاتا ہے اور کم سے کم یہہ ہے کہ اوسمین ایسے اوصاف اور کرامتین او معجزے تسلیم کیئے جاتے ہین جن سے نوع انسانی سے اوسکو برتری حاصل ہو معمولی واقعات اور حادثات کو جو قانون قدرت کے مطابق واقع ہوتے ہین جب اوسکی طرف منسوب ہوتے ہین تو اوسکی کرامتین اور معجزے قرار پاتے ہین انتہی۔

یہان یہہ دیکہنا چاہیئے کہ جب فطرت انسانی مین یہہ داخل ہے کہ دین و شریعت کے ہادی کو دوسرے انسانون سے برتر رتبہ دیا جائے تو کیا وجہہ ہے کہ اور مقتضیات کے اس فطرت کا مقتضی صحیح نہ سمجھا جائے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے فطرتی امور مین غلطی نہین ہوتی

دیکھیے بکری فطرتی طور پر بھیڑیے کو اپنا دشمن سمجھتی ہے اور فی الواقع دشمنی اوسمین موجود بھی ہوتی ہے اسیطرح فطرتی طور پر انسان انبیا مین خارق عادات کو تجویز کرتا ہے جسکی اصلی صحت بھی ضروری ہے ورنہ فطرتی امور مین غلطی لازم آئیگی جو خلاف واقع بلکہ خلاف بداہت ہے پھر اوسکی تصدیق بھی قرآن شریف سے ہو رہی ہے کہ ہر نبی کو نشانیان اور معجزات دیے گئے اسکے بعد یہہ خیال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ لوگ خوش اعتقادی سے معمولی کامون کو بھی معجزے سمجھ لیتے تھے ادنی تامل سے یہہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ خوش اعتقادی کیسی وہان تو لوگ انبیا کے جانی دشمن تھے جن امور کا معجزے ہونا قرآن سے ثابت ہے اونکو وہ سحر کہا کرتے تھے بھلا ایسے لوگون سے یہہ توقع ہو سکتی ہے کہ معمولی کامون کو معجزے کہین مگر حقانیت کیا بیکار جا سکتی ہے آخر معجزے اپنا پورا اثر قوم کے دلون مین کر ہی دیتے جس سے اہل حق کی جماعت ممتاز ہو جاتی تھی ایک جماعت باوجود یقین کے شومی قسمت سے انکار کر کے انبیا علیہم السلام کے فیوض سے محروم رہتی کما قال اللہ تعالی وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم۔

سید صاحب تفسیر سورہ انعام مین لکھتے ہین کہ معمولی اتفاقی واقعات جیسے بدو دعا سے بجلی گرتی تہی معجزے اور کرامات سمجھے جاتے ہین یا مجاہدون سے جو انسانی قوتین بڑھ جاتی ہین اونسے ایسے ایسے امور صادر ہوتے ہین جو عام لوگون سے نہین صادر ہوتے مقدس لوگون کی طرف منسوب ہونے سے معجزے سمجھے جاتے ہین اور بہت سے ایسی باتین بھی اونکی طرف منسوب ہو جاتی ہین جنکا اصل نہین ہوتا۔ انہی غلط خیالات کے سبب سے لوگون نے انبیا علیہم السلام سے انکار کیا ہے چنانچہ قوم نوح قوم عاد قوم ثمود نے انبیا سے انکار کرنے کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ ان انتم الا بشر مثلنا انتہی ملخصاً

اسکا مطلب یہہ ہوا کہ کافرون نے انبیا کی نبوت کا جو انکار کیا تھا اوسکی وجہ یہی تھی کہ لوگون کے غلط خیالات اونکی نسبت مشہور ہو گئے تھے کہ وہ معجزے دیکھاتے ہین یا اونہون نے اوسکا دعوی کیا تھا اس وجہ سے کفار نے کہا کہ تم بہی ہم جیسے بشر ہو۔

سید صاحب اگر پوری آیت پڑہتے تو کبہی یہہ بات نہ کہتے پوری آیت یہہ ہے

قالوا ان انتم الا بشر مثلنا تریدون ان تصدونا عما کان یعبد اباؤنا فاتونا بسلطن مبین یعنے کفار نے کہا تم بہی ہم جیسے بشر ہو چاہتے ہو کہ ہمارے باپ دادا جن چیزون کی پرستش کرتے تھے اونکی پرستش سے ہمین روک دو اگر کوئی بات تم مین ہم سے زیادہ ہے یعنے خدا کے رسول ہو تو کوئی کہلی دلیل اوسکی پیش کرو انتہی۔

اس سے ظاہر ہے کہ انبیا علیہم السلام نے جو اونہین بتون کی پرستش سے روکا تھا اوسپر برہم ہو کر بولے کہ تمہین روکنے کا کوئی حق نہین کیونکہ تم بہی ہم جیسے بشر ہو اگر خدا کی طرف سے یہہ حکم لائے ہو تو کوئی معجزہ دکہاؤ۔ اونکا معجزہ طلب کرنا بمقتضاے فطرت انسانی تھا اسیوجہ سے انبیا علیہم السلام نے معجزے دکہائے اور قوم مشرف باسلام ہوئی اور بعض بدقسمتی سے محروم رہے۔ دیکہئے ان انتم الا بشر مثلنا کس موقع مین کہا گیا تھا اور سید صاحب اوسکو کہان لے جاتے ہین رہا یہہ کہ بجلی گرنی مثلا ایک معمولی بات ہے مگر وہی معمولی بات کبہی کرامت کے رنگ مین ظہور کرتی ہے چنانچہ یہہ واقعہ مشہور ہے کہ جب بادشاہ وقت کسی مہم سے فارغ ہو کر دہلی پہونچا تو اکابر وعلما ومشائخین اوسکے استقبال کے لئے گئے مگر حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز تشریف نہین لے گئے حاسدون کو موقع ملا کہ بادشاہ کو انسے بدظن کردین بادشاہ نے حاکمانہ آپکو بلوایا جب بہی آپ نہ گئے اور فرمایا ہنوز دلی دور است ما چنانچہ یہی مقولہ اب تک زبان زد خلایق ہے۔

غرضکہ آپ کی دل شکنی کا یہہ اثر ہوا کہ بجلی گری اور بادشاہ کو جلا کر خاک سیاہ کردیا اوسوقت آپنے فرمایا۔ شعر

ای روبہک چرا ننشستی بجائے خویش + باشیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

کیا ان تمام قرائن کے بعد یہی خیال کیا جائے گا کہ وہ بجلی گرنا ایک معمولی بات تہی اس موقع مین بہی اگر معتقدون کو کرامت کا احساس ہو تو اونسے بڑہکر کوئی بدقسمت نہین شمس العلما صاحب الکلام مین لکہتے ہین اشاعرہ کی تشریح کی حقیقت یہین نہایت تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے وہ جب کسی خرق عادت کے ثبوت کا دعو

کرتے ہیں تو صرف یہہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ واقع نہیں ہوتے اور امکان کو اسقدر وسعت دیتے ہیں کہ ہر قسم کے مستبعدات کو وہ ازل سے آج تک کبھی وقوع میں نہ آئے ہوں اوس میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن دوسرے ہی طرف یہہ خیال نہیں کرتے کہ واقعہ کے لئے جس قسم کا امکان وہ ثابت کرتے ہیں اوس سے کہیں زیادہ راویوں کا غلطی کرنا ممکن ہے اس لئے اگر صرف امکان پیدا ہوگا تو ایک شخص وہ پہلو کیوں نہ اختیار کریگا جو زیادہ ممکن اور قریب الوقوع ہے انتہی"

بات یہہ ہے کہ اشاعرہ کو خدا کی قدرت پر پورا ایمان تھا۔ اونھیں اس امر کا یقین تھا کہ جب کسی چیز کو خدای تعالی موجود کرنا چاہتا ہے اوسکو لفظ کن سے موجود کر دیتا ہے کما قال اللہ تعالی انما قولنا لشیء اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون یعنے جب ہم کسی چیز کو موجود کرنا چاہتے ہیں تو اوسکے سوا کچھہ نہیں کرتے کہ اوسکو موجود ہو جا کہتے ہیں اور وہ موجود ہو جاتی ہے جس سے ظاہر ہے کہ علل و اسباب سب برائے نام ہیں اصل سبب تو وہی قول کن ہے مگر اوسکے سوا بھی اگر کسی سبب کی ضرورت ہو تو وہ خود ہی مسبب الاسباب۔ رہی عادت تو وہ نہ کسی چیز کی علت و سبب ہے نہ شرط وغیرہ۔

اب کہئے کہ اونکو اس ایمان کے بعد معجزات کی تصدیق کرنے میں کون چیز مانع ہے اونکے نزدیک شق قمر اور شق حجر کو خدا کی قدرت کے ساتھہ ایک قسم کی نسبت ہے اس وجہ سے جس طرح اونکو معمولی باتوں کی تصدیق ایک دو مستند راویوں کی خبر سے ہو جاتی ہے اسی طرح خوارق عادات کی تصدیق بھی ہو جاتی تھی بلکہ معمولی خبروں سے زیادہ اونکی تصدیق کی ضرورت سمجھتے تھے اسلئے کہ قرآن شریف میں جا بجا مذکور ہے کہ انبیا علیہم السلام کو معجزات دئے گئے تھے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو افضل الانبیا ہیں آپکی فضیلت معجزات کے اعتبار سے بھی ثابت ہونے کی ضرورت تھی اور یہہ اوسوقت تک نہیں ہو سکتی کہ آپ کے معجزات کثرت سے بھی ہوں اور اونکی کیفیات بھی ایسی انوکھی ہوں کہ جنکا کبھی وقوع نہوا ہو اور اگر کوئی ایسی نشانی اور معجزہ کہ ازل سے اوسوقت تک کبھی وقوع میں نہ آیا ہو تو اوسکا کیا کہنا وہ تو اعلی درجہ کا مفید مدعی تھا بہر حال

تکمیل ایمان کے ارادہ سے بھی اونکو سخت حیرت انگیز معجزون پر ایمان لانے کی ضرورت تھی بلکہ اونکی فطرت ایمانی اونکو ایمان پر مجبور کرتی تھی۔

غرضکہ ایمان دار وہ پہلو اختیار کرتے ہیں جو اشاعرہ نے اختیار کیا اور نیچری لوگ وہ پہلو اختیار کرتے ہیں جس سے کوئی معجزہ ثابت ہونے نہ پائے۔ اور قرآن کے تمام واقعات جو معجزات سے متعلق ہیں سب نعوذ باللہ لغو ٹھہر جائین اور اونکی اصلاح اور تاویل کی ضرورت ہو۔

سید صاحب تحریر میں لکھتے ہیں کہ جن آیتون سے معجزات مافوق الفطرت ثابت ہوتے ہیں اونکے کوئی اور معنے بھی ایسے ہیں جو موافق زبان وکلام کے اور موافق محاورات استعمالات اور استعارات قرآن مجید کے ہو سکتے ہیں اگر نہین ہو سکتے ہون تو ہم قبول کرینگے کہ ہمارا اصول غلط ہے اور اگر ہو سکتے ہوں تو ہم نہایت ادب سے عرض کرینگے کہ آپ اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے کہ قرآن مجید مین معجزات مافوق الفطرت موجود ہین اسلئے ہم استعارات ومحاورات وغیرہ لیکر اونکو فطرت کے موافق بنا دینگے

سید صاحب نے تو نہایت مسلمانون کی ہمدردی کر کے یہہ کام اپنے ذمہ لیا ہو کہ تمام آیتون کو فلسفہ کے مطابق بنا دینگے اسلئے کہ فلسفہ کا سیلاب آنیوالا ہے مگر اسکی مثال بعینہ ایسی ہی ہے کہ ایک عقلمند صاحب کدال پھاوڑا لیکر ایک شخص کے گھر پر جا پہونچے اور لگے اوسکو کھودنے صاحب مکان نے کہا حضرت خیر تو ہے کہا خیر یہی ہے قریب مین ایک ایسا سیلاب ہونے کو ہے کہ اس گھر کا پتا ہی نہ رہیگا کہا حضرت اسوقت دیکھا جاویگا ابھی سے آپ خانہ ویرانی کی فکر کیون فرماتے ہین۔ کہا مین چند دیواریں اور کمرے توڑ کر سیلاب نکل جانے کے رستے بنا دیتا ہون جس مین تمہاری سراسر خیر خواہی منظور ہے۔

غرضکہ وہ سادہ لوح چپ ہوا اور عقلمند صاحب نے ایسی ہمدردی کی کہ مکان کو مسمار اور اوس سادہ لوح کو خانہ بدوش اور آوارہ دشت ادبار کر دیا۔ اسیطرح سید صاحب نے بھی قرآن مین جو شکست وریخت کی قبل از وقت اور بے موقع تھی اسلئے کہ جس سیلاب کا

تھا انھون اہل حکمت جدیدہ نے اوسکو پھیر دیا۔ اب خوارق عادات کو نہ ماننے والے ذلیل و خوار
ہو رہے ہین کہین اونکو سہارا نہین ملتا اسی سیلاب نے اونکے تمام اندوختہ سرمایون اور دقیانوسی
خیالون پر پانی پھیر دیا اور اونکی اون بنیادون کو اکھاڑ پھینکا جنکو وہ مستحکم خیال کرتے
تھے جن مین وہ اصول تراشیدہ سید صاحب بھی دریا برد ہو گئے جو التحریر فی
اصول التفسیر مین تھے الحمد للہ علی ذلک۔ رسیدہ بود بلائی ولی بخیر گذشت۔ اب مدعی
سست گواہ چست کا مضمون صادق آتا ہے کہ حکماء تو کچھ کہہ نہین سکتے مگر
سید صاحب کے ہم خیال پیچھا نہین چھوڑتے اور اپنے تصنیفات کو چھاپ چھاپ
کر بطور اعلان شائع کرتے رہتے ہین کہ ہم مسلمانون کا قرآن جسکو ہم لوگ کتاب
آسمانی سمجھتے ہین اوسمین ایسی باتین ہین کہ تیرہ سو برس سے جو کرورہا مسلمان سمجھتے
اور درسگاہون مین تعلیم دیتے آئے وہ سب غلط ہین اسلئے اب ہم اوسکی اصلاح
کرتے ہین ہم نے مانا کہ اس اصلاح کے بعد اہل حکمت جدیدہ وہ بھی کونسے جو دقیانوسی
خیال والے سمجھے جاتے ہین قرآن کو اپنے خیالات کے مخالف نہ سمجھینگے مگر اوس
سے مسلمانون کو کیا نفع تمام حکماء اہل اسلام کی تضحیک کرینگے کہ ہم مین سے ایک
جماعت نے جسکے علوم درجہ اعتبار تک بھی نہین پہونچے تھے مسلمانون کو منوا کر
چھوڑا جس سے اونکو اپنے کتاب مین معنوی تحریف کرنے کی ضرورت ہوئی کیا مسلمانون کی
حمیت اوسکو جائز رکھ سکتی ہے کہ اپنے قرآن اور دین کو منسوخ اور حکمت جدیدہ کے
خیالات کو ناسخ قرار دین۔

سید صاحب نے قرآن کو تاویلین کر کے ایسا بنا دیا جیسے یوذاسف نے ابراہیم علیہ السلام
کے واقعہ کو بنایا تھا۔ ابو ریحان خوارزمی رح نے الآثار الباقیہ عن القرون الخالیہ مین لکھا ہے
کہ یوذاسف جو ملک طہمورث کیوقت مین ہندوستان مین آن کر نبوت کا دعویٰ کیا تھا
اور دراصل ستارہ پرست تھا اوس نے بیان کیا کہ ابراہیم علیہ السلام ستارہ پرست
تھے اتفاقاً اون کے قلفہ مین برص نمودار ہوا اوس زمانہ مین برص والے کو نجس سمجھکر
اوس سے مخالطت نہین کرتے تھے اسوجہ سے اونھون نے اپنے قلفہ کو قطع

کر ڈالا جسکو لوگ ختنہ سمجھتے ہین پھر جب کسی بت خانہ مین وہ حسب عادت گئے تو کسی بت سے آواز آئی کہ ای ابراہیم تم ایک عیب کی وجہ سے ہمارے پاس سے چلے گئے تھے اور اب عیب لیکر آئے سو چلو ہمارے پاس سے نکلو اور پھر یہان کبھی نہ آنا یہ سنکر اونکو غصہ آیا اور اس بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مذہب بھی چھوڑ دیا اسکے بعد انکو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور چاہا کہ اپنے بیٹے کو مشتری کیلئے ذبح کرین کیونکہ اوس زمانہ مین دستور تھا کہ ایسے مواقع مین اپنی اولاد کو ذبح کیا کرتے تھے جب مشتری کو اونکی سچی توبہ کی صداقت معلوم ہوگئی تو ایک دنبہ اونکے فرزند کے عوض مین دیدیا۔"

دیکھئے کتب آسمانی مین ابراہیم علیہ السلام کا بتون کو توڑنا اور فرزند کو ذبح کرنا اور ختنہ کرنا جو مذکور ہے جسکے قائل اکثر اہل ادیان ہین سب کو اونے بحال رکھا مگر تاویل اس قسم کی کی کہ بجائے نبوت کے بت پرست اور ستارہ پرست بنا دیا۔

سید صاحب کی تفسیر بھی اگر دیکھی جائے تو اسی قسم کے تاویلات سے مالا مال ہے بطور نمونہ ہم ایک آیت کی تفسیر نقل کرتے ہین۔ حق تعالی فرماتا ہے۔ واذ قال ربك للملئكة انی جاعل فی الارض خليفه قالوا اتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك قال انی اعلم ما لا تعلمون وعلم ادم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملئكة فقال انبؤنی باسماء هولاء ان كنتم صدقين قالوا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم قال يا ادم انبئهم باسمائهم فلما انباهم باسمائهم قال الم اقل لكم انی اعلم غيب السموات والارض واعلم ما تبدون وما كنتم تكتمون واذ قلنا للملئكة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابليس ابی واستكبر وكان من الكافرين ترجمہ ذکر کر وجب کہا تمہارے رب نے فرشتون کو کہ مجھکو بنانا ہے زمین مین ایک نائب بولے کیا تو پیدا کرتا ہے اوسمین ایسے شخص کو جو فساد کرے اوسمین اور خونریزی کرے اور ہم پڑھتے ہین تیری خوبیان اور یاد کرتے ہین تیری پاک ذات کو فرمایا مجھکو معلوم ہے جو تم نہین جانتے اور سکھائے آدم کو نام سارے پھر وہ دکھائے فرشتون کو کہا بتاؤ مجھکو معلوم ہے انکے اگر ہو تم سچے بولے تو سب سے نرالا ہے

ہمکو وہی معلوم ہے جتنا تو نے سکھایا تو ہی ہے اصل دانا حکمت والا کہا ای آدم بتا دے انکو نام اونکے پھر جب اونھون نے بتا دئے نام اونکے کہا میں نے نہ کہا تھا تمکو کہ ہمکو معلوم ہین آسمانون اور زمین کی پوشیدہ چیزین اور معلوم ہے جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو اور جب ہمنے کہا فرشتون کو کہ آدم کو سجدہ کرو تو گر پڑے وہ سجدہ مین مگر ابلیس نے قبول نہ کیا اور تکبر کیا اور وہ تھا منکرون مین انتہی ۔ جو شخص عربی سمجھتا ہے اس آیت کا مطلب بھی سمجھیگا کہ خدا تعالی نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرتے وقت بطور امتحان فرشتون سے پوچھا کہ ہم انکو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہین فرشتون نے بلحاظ قرائن آثار اپنا استحقاق بیان کیا مگر خدای تعالی نے آدم علیہ السلام کی توسیع علم دکھا کر اونکی فضیلت علمی اور استحقاق خلافت ثابت فرمایا جسکو فرشتون نے بھی مان لیا ۔

مگر سید صاحب پر چونکہ حکمت جدیدہ کا افسون چل چکا تھا اور وہ زمانہ اس حکمت کے لڑکپن کا تھا اور قاعدہ ہے کہ اوائل مین عقل اتنی تیز اور بالغ النظر نہین ہوتی کہ محسوسات سے آگے بڑھکر دوسرے عالم مین کچھ کام کر سکے اسلئے حکما کی دوڑ دھوپ صرف مادیات ہی تک محدود تھی سید صاحب نے بھی اوسی بنا پر مسلمانون کو دلدادۂ فلسفہ قرار دیکر ملائکہ اور جنات وغیرہ اشیاے غیر محسوسہ کا انکار ہی کر دیا حالانکہ خدائے تعالی نے کلام مجید مین ملائکہ وغیرہ کی خبر دی ہے سوا اوسمین تاویلین کر ڈالین چنانچہ اس آیت کی تفسیر مین یہ لکھتے ہین ۔

تمام مفسرین اسکو ایک واقعی جھگڑا سمجھتے ہین جو خدا اور فرشتون مین ہوا تعالی شانہ عما یقولون عام مسلمانون کا یہی عقیدہ ہے کہ فرشتون کو ہوا کے مانند لطیف اجسام سمجھتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ وہ آسمانو نپر رہتے ہین اور پردار ہین کہ اڑ کر زمین پر اترتے ہین اور چیلون کی طرح آسمان اور زمین کے بیچ مین منڈلاتے ہین ۔ مین کہتا ہون ۔ مین کہتا ہون کہ اس بات کا ثبوت کہ ایسی مخلوقات ہے نہین جن فرشتون کا قرآن مین ذکر ہے اونکا کوئی اصلی وجود نہین ہو سکتا بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتون کے ظہور کو اور اونکے قوی کو ملک یا ملائکہ سے تعبیر کیا ہے جیسے ایک

شیطان یا ابلیس بھی ہے پہاڑون کی صلابت پانی کی رقت درختون کی قوت نمو چیزون کی
قوت جذب و دفع ـ

غرضکہ تمام قوی جن سے مخلوقات موجود ہین وہی ملائکہ ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے
انسان مجموعہ قوای ملکوتی اور قوای بہیمی ہے اور ان دونون قوتون کی بے انتہا ذریات
ہین جو ہر ایک [illegible] ہین اور وہی انسان کے فرشتے اور اونکی ذریات اور قوی
انسان کے شیاطین ہین اور اونکے ذریات ہین امام محی الدین بن عربی نے فصوص الحکم
مین بھی یہ مسلک اختیار کیا ہے اور شیخ موید الدین جندی نے شرح فصوص مین
فرشتون کی بابت بہت بڑی بحث لکھی ہے شیخ رحمۃ اللہ اپنی اصطلاح مین تمام عالم
مجموع من حیث المجموع کو انسان کبیر کہتے ہین اور انسان انسان صغیر مقصود اونکا اس
اصطلاح سے یہ ہے کہ انسان عالم کی ایک فرد ہے اور جسقدر قوی انسان مین ہین وہ
جزئیات ہین اور جو اونکی کلیات ہین وہ انسان کبیر ہے اور فرماتے ہین کہ اس عالم یعنے انسان
کبیر کے جو قوی ہین انہی مین بعض کا نام ملائک ہے شیخ رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہین کہ وہ
جن کو ملائکہ کہتے ہین انسان کبیر یعنے عالم کے لئے ایسے ہین جیسے انسان کیلئے
قوی ہین ـ اصل یہہ ہے کہ ان آیتون مین خدائے تعالی انسان کی فطرت کو اور
اوسکے جذبات کو بتلاتا ہے اور جو قوی کہ ہمیشہ اوس مین ہین اونکی برائی یا اونکی دشمنی
سے اوسکو آگاہ کرتا ہے مگر یہہ نہایت دقیق راز تھا اسلئے خدا نے انسانی فطرت
کی زبان حال سے آدم و شیطان کے یا خدا اور فرشتون کے مباحثہ کے طور پر
اس فطرت کو بیان کیا ہے آدم کے لفظ سے وہ ذات خاص مراد نہین جسکو عوام الناس
اور مسجد کے ملا بابا آدم کہتے ہین بلکہ اوس سے نوع انسانی مراد ہے ـ اسما کے
معنے اکثر مفسرین نے وہ سمجھے ہین جنکو ہم نام کہتے ہین جیسے گھوڑا گدہا کلو تھو بلکہ جو قوی
اوسمین پیدا کئے ہین اور جنکے سبب سے اوسکا ذہن نشان یا دلیل سے دوسری طرف
منتقل ہوتا ہے اور نتیجہ پیدا کرتا ہے اوسکو اسما کے لفظ سے بیان کیا ہے اور چونکہ
یہہ قوی ایسے تھے جن سے انسان تمام چیزون محسوسات و معقولات کو جان سکتا ہے

اسلئے کلہا کے لفظ سے اوسکی تائید کی ہے عرضہم کی ضمیر مفسرین نے اسماء کے لحاظ سے
جو مسمیات سمجہے مین آتے ہین اوس طرف کو راجع کیا ہے مگر میرے نزدیک ہم کی ضمیر
انسانون کیطرف راجع ہے گویا خدا تعالی نے تمام چیزون کو جاننے کی قوت
انسان مین ودیعت کرکے پھر فرشتون سے کہا کہ تم سب باتین تو کیا بتاؤ گے انسان مین
جو کچہہ ودیعت کیا گیا ہے اوسی کو بتلاؤ جب وہ عاجز آگئے تو خدا نے انسان سے کہا
کہ تو اون حقایق و معارف کو جو فرشتون مین ہے بتلا دے انتہی
ملائکہ سے متعلق مباحث تو انشاء اللہ تعالی کسی موقع مین لکھے جائینگے یہان صرف
سید صاحب کی تحقیق کے مطابق مسلسل تفسیر لکھی جاتی ہے تعمق نظر اور غور سے دیکھنے
کے قابل ہے واذ قال ربك للملئكة انی جاعل فی الارض خلیفة فطرت انسانی
کی زبان حال سے خدا نے قوت جاذبہ دافعہ ماسکہ ہاضمہ غاذیہ نامیہ اور بہوک پیاس
اور سامعہ - باصرہ - حافظہ - متخیلہ - اور ہڈیون کی سختی اور گوشت اور چربی کی نرمی اور
خون و بلغم کی سیلانی وغیرہ جو کل ملائکہ ہین اون سے کہا کہ مین زمین مین خلیفہ بنانے
والا ہون قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفك الدماء کہا اونہون نے
کیا تو فسادی اور خونریز کو خلیفہ بناتا ہے"
اسکا جواب بہت آسان تھا وہ یہ کہدیا جاتا کہ انسان بیچارہ تو نہ فساد کرسکتا ہے نہ
خونریزی وہ سب تمہی فرشتون یعنے قوای شہویہ اور غضبیہ کے کرتوت ہین قولہ تعالے
ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك حالانکہ ہم تیری تسبیح اور تقدیس کرتے ہین"
اگر اس دعوی مین بہیمیہ بہی شریک نہین تو کہا جاتا کہ تمہاری بہی عجیب حالت ہے ادہر تسبیح و
تقدیس بہی ہو رہی ہے اور ادہر فساد و خونریزی بہی جاری ہے پہر ایسون سے خلافت
کی کیا توقع اور اگر صرف قوای ملکیہ ہی کا یہہ دعوی ہے جس سے استحقاق خلافت جتایا جاتا
تو کہدیا جاتا کہ اچہا تم ہی خلیفہ سہی اوسوقت معلوم ہوجاتا کہ انسان سے علحدہ ہوکر
کس طرح خلافت کرتی ہین باوجود ایسا مسکت جواب موجود ہونے کے علمی امتحان کا قرار
دینا کسقدر شان کبریائی سے بعید ہے قولہ تعالی قال انی اعلم ما لا تعلمون وعلم

آدم الاسماء کلہا اللہ نے کہا مین جانتا ہون جو تم نہین جانتے اور پیدا کردین آدم مین وہ قوتین
جن سے تمام نتایج نکالتا ہے اور کلہا کا مطلب یہ ہے کہ یہہ تمام قوی ایسے ہین جن سے انسان
تمام چیزون محسوسات و معقولات کو جان سکتا ہے - تعلیم کے معنے قوتون کو پیدا کرنا اور
کلہا سے تقسیم محسوسات و معقولات یہہ سید صاحب ہی کی تفسیر کے ساتہہ مختص ہے
اس فیصلہ مین بہی ملائکہ ہی کی جیت رہی اسلئے کہ انہون نے صاف کہا کہ یہہ قوتین بہی
تو ملائکہ ہی ہین پہر انسان کی فضیلت ہی کیا ہوئی اور کیون مستحق خلافت ٹہیرا قولہ تعالیٰ
ثم عرضهم علی الملٰئکۃ فقال انبؤنی باسماء ھؤلاء ان کنتم صدقین پہر آدمیون
کو اون فرشتون یعنے قوتون کے سامنے کرکے کہا کہ تم اور تو کیا بتاؤ گے انسان ہی مین
جو کچہہ ودیعت رکہا گیا ہے اوسیکو بتاؤ اگر سچے ہو تو ۔
ھؤلاء کا اشارہ اسماء کیطرف ہے اور اسماء سے قوتین مراد لین تو اسماء ھؤلاء کے معنے قوتون کی
قوتین ہوئے اب اگر یہہ سمجہا جاوے کہ قوتون کے لئے قوتین ہین تو تسلسل ہوگا اور اگر نہین
ہین تو اسما کے معنے نامون کے لینا پڑیگا جس سے سید صاحب راضی نہین قولہ تعالیٰ
قالوا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم وہ فرشتے یعنے
قوتین عاجز ہوگئین اونکے کہنے کہ خبر نہین -
سید صاحب نے غور سے سنا نہین اون قوتون نے جواب دیا کہ جو جو قوتین انسان مین
ودیعت رکہی گئین جنکی وجہ سے اوسکی فضیلت ثابت ہو رہی ہے وہ بہی تو آخر ہماری
ہی جنس کے فرشتے ہین اونکی وجہ سے انسان کی فضیلت ہم پر کیونکر ثابت ہو سکتی ہے وہ تو
صرف مضغہ گوشت ہے جسمین نہ نری شریک ہے نہ اور کسی قسم کی قوت بغیر ہماری دستگیری
کے نہ وہ اپنی جگہہ سے ہل سکتا ہے نہ دیکہہ سکتا ہے نہ بات کرسکتا ہے پہر ایسے اندہے
بہرے اپاہج اور بیوقوف کو خلیفہ اور ہمارا مخدوم بنانا کیونکر صحیح ہوگا قولہ تعالیٰ قال
یا آدم انبئهم باسمائهم خدائے تعالیٰ نے انسان سے کہا کہ تو ان حقایق و معارف
کو جو فرشتون مین ہے بتلادے قولہ تعالیٰ فلما انبأهم باسمائهم قال الم اقل لكم
اني اعلم غيب السموات والارض واعلم ما تبدون وما كنتم تكتمون

یعنے جب انسان نے اونکے حقایق و معارف کی خبر دی تو اللہ نے کہا کیا مین تم سے نہین کہا تھا
کہ مین ظاہر و مخفی سب جانتا ہون الخ مگر اوسکے ساتھہ ہی فرشتون نے بھی یہی کہدیا کہ بے شک
تو سب کچھہ جانتا ہے مگر یہ مضغہ گوشت انسان تو کچھہ بھی نہین جانتا حقایق و معا[illegible]
مین اور صفت مین خلافت کا وہ مستحق ہو رہا ہے اسپر فرشتے جو داد فریاد اور غل [illegible]
معلوم نہین سید صاحب نے کیون نہین سنا اور انصاف سے دیکھا جائے تو حق بجانب [illegible]
کے ہے اسلئے کہ ان فرشتون کے مقابلہ مین انسان گویا اتنی محض ہے ایک بات [illegible]
کر سکتا کیونکہ بات کرنے مین بھی ایک فرشتہ یعنے قوت ناطقہ کا محتاج ہے پہر اوسکو کیا ضرورت
کہ اپنے جنس کے مقابلہ مین انسان کی دلیل بیان کرے بہرحال سید صاحب کی تفسیر کا
ماحصل انصاف سے کہا جائے کہ یہہ قرآن کی تفسیر ہوئی یا توہین و تضحیک

اصل واقعہ یہہ ہے کہ حق تعالی کو منظور تھا کہ اس عالم کا آخری دور اوس خاتمہ نہایت
شان و شوکت کے ساتھہ ہو کہ ایک خلیفہ بہیجا جائے جسکی شرافت تمام عالم مین مسلم ہو اور
ہر قسم کے کامون مین ممتاز اور سرآمد روزگار بنا ہے ۔ اس کام کے لئے علم ازلی مین آدم
علیہ السلام اور اونکے اولاد کا انتخاب ہو چکا تھا مگر ظاہر فرشتون کی قدامت خدمت اور تقرب
و تقدس اسکے مقتضی تھے کہ وہ اس خدمت کے لئے اپنا استحقاق پیش کرین اسلئے حق
تعالی نے تذکرۃً اونسے فرمایا کہ مین ایک خلیفہ زمین پر مقرر کرنا چاہتا ہون ۔ فرشتون نے
کہا اعلی درجہ کی صفت یعنے تسبیح و تقدیس تو ہم مین موجود ہے پھر اگر ہم نہ مقرر کئے جائین تو
کیا کوئی ایسا شخص مقرر کیا جائیگا جو فساد اور خونریزی کرے حق تعالی نے اتمام حجت کیلئے
امتحان مقرر فرمایا چنانچہ آدم علیہ السلام اوسمین کامیاب ہوئے اور فرشتے بھی قائل ہو گئے
اور اس خلیفہ اللہ کو سجدہ کیا ۔ اب کہئے کہ کیا یہہ کوئی خلاف عقل بات تھی جسکا انکار کر کے
سید صاحب نے قرآن مجید مین بدنما تاویلین کین اور مضمون کو ایسا خبط کر دیا کہ جو مضمون
سید صاحب قرآن سے نکالتے ہین اگر کسی گنوار سے کہا جائے تو وہ بھی ایسے الفاظ مین
اوس مضمون کو ادا کریگا کہ قرآن سے زیادہ واضح الدلالہ ہونگے ۔ اگر قرآن کا یہی مطلب قرار دیا
جائے جو سید صاحب کہہ رہے ہین تو مخالفین کو یہہ کہنے کا بڑا موقع مل جائیگا کہ خدا

اپنا مقصود بھی صحیح طور پر بیان نہیں کرسکتا نعوذ باللہ من ذلک
اسمین کلام نہیں کہ لفظ کے معنے مجازی بھی لئے جاتے ہین مگر یہہ نہیں ہوسکتا کہ جہان جی
چاہا مجازی معنے لے لئے۔ فن معانی و بیان مین مصرح اور نیز عقل کی رو سے ثابت ہے کہ
کسی لفظ مین کسی معنی پر دلالت کرنے کی ذاتی صلاحیت نہین جب تک کسی معنی کیلئے
اوسکی وضع اور تخصیص نہو پھر اوس کے بعد دوسرے معنی پر دلالت کرنے کی کوئی وجہ نہین جب
تک کوئی قرینہ صارفہ نہو مثلاً اگر کہا جائے کہ زید نے دیکھا اور کہا تو ہر شخص اوس سے یہی
سمجھیگا کہ آنکھون سے دیکھا اور زبان سے کہا پھر اگر یہہ بات معلوم ہو جائے کہ زید اندھا ہے
اور گونگا ہے تو اوسوقت بقرینہ محال ضرورۃً حقیقی معنی چھوڑ کے مجازی معنے لے جائینگے
اور یہہ سمجھا جائیگا کہ اوسنے شمول کے معلوم کیا اور زبان حال یا اشارہ سے کہا۔
اس صورت مین آیۂ شریفہ واذ قال ربک للملئکۃ کے حقیقی معنے ترک کردینا نہ عقلاً جائز
ہوسکتا نہ نقلاً جب تک یہہ ثابت نہ کیا جائے کہ ملائکہ کا مستقل وجود ممکن نہیں اور
سید صاحب جو اونکے وجود کا انکار کرتے ہین اوسکی وجہ بھی بتاتے ہین کہ اس بات کا
ثبوت نہین کہ کوئی ایسی خلقت ہے انصاف سے کہئے کہ اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہوسکتا
ہے کہ خود خدای تعالی نے اونکے وجود کی خبر دی ہے چند آدمی کسی چیز کے وجود کی خبر دیتے
ہین تو تواتر کی وجہ سے اوسکا یقین ہو جاتا ہے پھر ایسا کون شخص ہوگا جسکو خدا کی خبر کا یقین نہو
ہان یہہ بات دوسری ہے کہ خدا ہی پر اوسکو ایمان نہو یا قرآن کو کلام الٰہی نہ سمجھتا ہو
اگر سید صاحب ملائکہ کے وجود کو بدلایل محال ثابت کر دیتے تو قرآن مین تاویل کرنا چندان
بدنما نہوتا اور بغیر اسکے صرف اس لحاظ سے تاویل کرنا کہ کسی اور ذریعہ سے ملائکہ کا ثبوت نہین
ملتا اہل ایمان کی شان سے نہایت بعید ہے اور اونکو کوئی حق نہین کہ جو بات صراحۃً قرآن
سے ثابت ہو رہی ہے باوجود دعوی ایمان کے اوسمین تاویل کرین اور مرتکب مجاز ہون
پھر طرفہ یہہ کہ سید صاحب تحریر مین لکھتے ہین کہ قرآن مجید مین تاویل کو مطابق اوسکے مفہوم
عام کے کفر سمجھتا ہون غور کیجئے کہ آیت شریفہ کے معنے جو صراحۃً الفاظ سے معلوم ہوتے
ہین وہ کیا ہے اور سید صاحب نے اوسکو کیا بنا دیا۔ اس سے بڑھکر اور کیا تاویل ہوگی

سید صاحب کے نزدیک تاویل کے کچھہ اور معنے ہونگے مگر وہ ایسے ہونگے کہ اونکا مصداق
کبھی نہ ملیگا جسطرح اونکے نزدیک کفر کے معنے بھی ایسے ہی ہین چنانچہ تہذیب الاخلاق مین وہ
لکھتے ہین کہ جن لوگون کی نسبت کہا جاتا ہے کہ خدا کے وجود کے بھی قایل نہین ہین
تو اونکو بھی مسلمان جانتا ہون انتہی

یہان سید صاحب نے لکھا تھا کہ تاویل کو مین کفر سمجھتا ہون اور جس سے اونکی کمال درجہ کی احتیاط
ثابت ہوتی ہے جس سے ہر شخص سمجھہ گیا ہوگا کہ سید صاحب تو متکلمین سے بھی زیادہ
محتاط ہین کیونکہ آخر انہون نے ضرورۃً کہین کہین تاویلین کین ہین مگر سید صاحب
اوسکو بھی کفر سمجھتے ہین۔ لیکن اونکی مراد اس تحریر سے معلوم ہوگئی کہ آیتون مین تاویل کرنا
یا اونکا انکار کرنا تو کوئی ایسی بڑی بات نہین اگر خدا کے وجود کا بھی انکار کیا جائے تو بھی
دین مین کوئی نقصان لازم نہین آتا۔ اب اسکے بعد سید صاحب اگر معجزات اور آیات قرآنیہ
کے مضامین کا انکار کرین تو کوئی قابل مواخذہ بات نہین اسلئے کہ کسی دہریہ سے مثلاً کہا جائے
کہ نماز کو خدا نے فرض کیا ہے تو وہ بھی جواب دیگا کہ فرض جو معنی وارد پہلے خدا کا وجود ثابت
کیا جائے۔ غرضکہ نماز نہ پڑھے گا۔ مواخذہ اوس سے اس عالم مین نہین ہوسکتا۔

اب سید صاحب جو اپنے آپ کو اہل اسلام مین شریک فرماتے ہین کمال تبرع ہے جسکا
شکریہ ادا کرنا چاہیے مگر اوسی حد تک کہ مسلمانون کی مردم شماری کی تعداد اونکے اور اونکے
اتباع کے نفوس سے زیادہ ہورہی ہے۔ لیکن اسلام کے اندرونی مسائل مین وہ یا اونکے
ہم خیال کوئی محققانہ بحث کرین تو اوسکی وقعت کسی فیلسوف یا دہریہ کے قول سے زیادہ
نہو۔ اس سے یہہ بھی معلوم ہوگیا کہ سید صاحب نے قرآن کی جو تفسیر لکھی ہے اوس سے
اونکا مقصود قرآن کا رد کرنا ہے۔

سید صاحب معجزات کے وجود کا انکار کرتے ہین اور حکمائی سابق نے بدلایل
عقلیہ اونکو ثابت کیا ہے چنانچہ شیخ نے اشارات کے نمط تاسع مین لکھا ہے والنبی متمیز
باستحقاق الطاعة لاختصاصه بالایات تدل علی انها من عند ربه یعنے کمالات
ذاتیہ کی وجہ سے نبی کو استحقاق حاصل ہوتا ہے کہ لوگ اوسکی اطاعت کرین جسکی وجہ سے

تمام عالم مین ممتاز ہوتا ہے لہذا جو نشانیان اُسے دی جاتی ہین وہ یقیناً دلالت کرتی ہین
کہ اللہ کی طرف سے ہین اور وہ نشانیان اوسی کے ساتھہ خصوصیت رکھتی ہین کوئی دوسرا وہ
نشانیان نہین دکھلا سکتا انتہی ۔

اور نیز شیخ نے اشارات کے نمط عاشر مین لکھا ہے ولا یستبعد ان یکون لبعض النفوس ملکۃ
یتعدی تاثیرھا بدنھا او تکون لقوتھا کانھا نفس ما للعالم یعنے عقل کی رو سے یہہ بعید
نہین کہ بعض نفوس کو ایسا ملکہ او قوت حاصل ہو کہ بدن انسانی سے متجاوز ہو کر دوسرے اشیا پر
اونکا اثر پہونچے یا وہ نفوس کمال قوت کیوجہ سے یہہ درجہ رکھتے ہون کہ گویا تمام عالم کے نفس
ناطقہ ہین اور اوسمین تصرف کرتے ہین جیسے دوسرے نفوس اپنے ابدان متعلقہ مین تصرف کرتے
ہین اونکو حکما کہتے ہین کہ واقعات کا انکار نہ کرکے اونکے علل و اسباب قایم کرتے ہین نہ یہہ کہ
جو بات سمجھہ مین نہ آئے اوسکا انکار کر دیا یہہ طریقہ تو نہایت اسان ہے اسکو حکمت کی کیا ضرورت
ہر جاہل بھی کام کرتا ہے

علی احمد جرجاوی مصری ایڈیٹر اخبار الارشاد نے سفرنامہ جاپان مین لکھا ہے کہ میکاڈو شاہ جاپان
نے تحقیق مذہب حق کے لئے تمام دول یورپ سے درخواست کی کہ اپنے اپنے مذہب کے علما
کو روانہ کرین چنانچہ فرانس ۔ انگلستان ۔ اٹلی ۔ امریکہ ۔ جرمن ۔ اور ترکی کے ڈیلیگیٹ
جمع ہوئے اور ماہ مارچ ۱۹۰۶ئہ مین کانفرنس کا جلسہ منعقد ہوا جسکے پریسیڈنٹ (صدر انجمن) خود
شاہ میکاڈو تھے ۔ دولت عثمانیہ کا ایک ڈیلیگیٹ کھڑا ہوا اور منجملہ اور تقریرون کے ان
معجزات کو بیان کیا جو قرآن مین مذکور ہین اور جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع مین
آئے ۔ امریکن ڈیلیگیٹ نے معجزات کو تسلیم نہ کرکے اونمین تاویلین کین مگر عثمانی ڈیلیگیٹ
اوسکے جوابات اس عمدگی سے دئے کہ اہل جاپان محظوظ ہوے چنانچہ اسلامی ڈیلیگیٹ
کے قابل قدر لکچر کی عام و خاص ہر ایک سوسائٹی مین دہوم اور اونکی تقریر کا عام چرچا تھا لکھا ہے
کہ اس جلسکی تقریر کا یہہ اثر ہوا کہ پانچ ماہ بھی نہین گزرنے پائے کہ اون لوگون کے ہاتھہ پر
قریب بارہ ہزار جاپانیون کے شرف باسلام ہوے اور اوسکے نصف سے زیادہ
یعنے چھہ ہزار ہم لوگون کے ہاتھون تئیس دن کے اندر داخل اسلام ہوے ۔

الغرض معجزات کو ماننے کی صلاحیت عقل مین نہوتی تو عقلائے جاپان ان امور کے سننے پر دین اسلام کو ہرگز قبول نکرتے۔ غیرت کا مقام ہے کہ اسلام سے بیگانے تو معجزات کو سنکر ایمان لائین اور اس زمانہ موروثی مسلمان معجزات کا انکار کرکے مسلمانون سے علحدہ ہوجا

حالات مدرسہ نظامیہ

چونکہ مدرسہ نظامیہ دینی۔ اسلامی اور قومی مدرسہ ہے۔ جسکی ترقی و فلاح اور مساعی کو ہر وہ شخص جسمین تہوڑا بہت بہی اسلامی اور دینی احساس ہو۔ ضرور بضرور مسرت و خوشی کے نگاہون سے دیکہیگا۔ خیرخواہان اسلام اسکی بہبودی و اصلاح اور کوششون کی خبرون کو وقعت اور دلچسپی کے کانون سے سماعت فرماینگے۔

اسی خیال سے ہمنے اس کتاب کے ساتھہ (جو مدرسہ نظامیہ کے جانب سے شائع ہوتی ہے) اس مدرسہ کے مختصر حالات کو ناظرین رسالہ ہذا کے ملاحظہ مین پیش کرنے کا التزام کر لیا ہے۔ یہہ بات ظاہر و باہر ہے کہ قرآن شریف اور احادیث نبوی علیہ و علی آلہ و اصحابہ افضل الصلوات والتحیات سے جس علم کے سیکہنے اور سکہانے کے متعلق فضائل اور احکام وارد ہین وہ محض علم دینی ہے۔ چنانچہ صرف اسی غرض کی تکمیل کے لئے یہہ مدرسہ سالہا سال سے قایم ہے اسکا فرض منصب ہے کہ بمجواے قولہ تعالے فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون یعنے پس ایسا کیون نہ کیا کہ انکی ہر ایک جماعت مین سے کچہہ لوگ (اپنے گہرون سے) نکلے ہوتے کہ دین کی سمجہہ پیدا کرتے اور جب (سیکہہ سمجہکر) اپنی قوم مین واپس جاتے تو انکو (نافرمانی خدا سے) ڈراتے تاکہ وہ لوگ بہی برے کامون سے)۔ بچین انہی مسلمانون کو انکے آبائی اور برحق دین سے واقفیت دلائے جو آیندہ چل کر قوم کی رہنمای اور ہدایت اور مخالفین کی اعتراضات کی

تردید اور مناظرین کا مقابلہ کریں۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں کوشاں رہیں اسلئے اس مدرسہ کا نصاب تعلیم (سلسلہ نظامیہ) مقرر کیا گیا ہے جسکو مستند علماء متقدمین نے نہایت غور وفکر اور بعد تجربہ کے بعد مرتب کیا تھا صدیوں تک ہندوستان تو کیا بلکہ دوسرے اقالیم کے مدارس اسلامیہ میں رائج رہا۔ جس سے ہزاروں افراد مستفید ہو کر جلیل القدر عالم وفاضل مستند مقتدائے قوم ہونے کا افتخار حاصل کرتے رہے جو ذیل میں درج ہے

تختہ نصاب تعلیم مدرسہ نظامیہ

سال	سلسلہ اولیٰ		سلسلہ ثانیہ		سلسلہ ثالثہ		سلسلہ رابعہ		[illegible]
	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
سال اول	میزان منشعب پنج گنج صرف میر	۳ ماہ ۳ ماہ ۵ ماہ ۱ ماہ	صورت اعداد جمع اعداد تدریب الطلاب درایۃ الادب	۳ ماہ ۳ ماہ ۴ ماہ ۲ ماہ	. . املا نویسی تقرا عربی	. . ۳ ماہ ۳ ماہ	. . . تفریق و ضرب	. . . ۶ ماہ	
سال دوم	تتمہ صرف میر نحو میر شرح مائۃ عامل	۳ ماہ ۵ ماہ ۴ ماہ	تتمہ درایۃ الادب کورس عربی .	۱۰ ماہ ۲ ماہ .	ایضاً مشق نویسی .	۱ ماہ ۱۱ ماہ .	تقسیم و کسور . .	۱۲ ماہ . .	
سال سوم	تتمہ شرح مائۃ	۱ ماہ	تتمہ کورس	۸ ماہ	صغریٰ	۲ ماہ	اربعہ متناسبہ	۱۲ ماہ	

سال	کتاب	مدت	کتاب	مدت	کتاب	مدت	کتاب	مدت
ایضاً	ہدایت النحو کافیہ	۶ ماہ ۵ ماہ	دیوان ابی العتاہیہ	۴ ماہ	کبریٰ ایساغوجی میزان منطق	۴½ ماہ ۴½ ماہ ۳ ماہ	مسودہ نویسی	۴½ ماہ
سال چہارم	تتمہ کافیہ فصول اکبری قدوری	۱ ماہ ۵ ماہ ۶ ماہ	تتمہ دیوان ابی العتاہیہ قصیدہ بردہ و تتمہ قصیدہ بانت سعاد تاریخ الخلفاء کامل	۲ ماہ ۴ ماہ ۶ ماہ	تہذیب شرح تہذیب	۳ ماہ ۹ ماہ	مسودہ نویسی	۱۲ ماہ
سال پنجم	تتمہ قدوری شرح جامی	۶ ماہ ۱ ماہ	تتمہ تاریخ الخلفاء شافیہ	۶ ماہ ۶ ماہ	قطبی	۱۲ ماہ	ایضاً	۱۲ ماہ
سال ششم	کنز الدقائق تا کتاب البیوع اصول الشاشی	۶ ماہ ۶ ماہ	تتمہ شافیہ جلالین شریف	۲ ماہ ۱۰ ماہ	تتمہ قطبی میر ملا حسن	۹ ماہ ۳ ماہ	مشکوٰۃ شریف تا کتاب الطہارت و کتاب الآداب موطا	۶ ماہ ۶ ماہ
سال ہفتم	شرح وقایہ جلد اول شرح وقایہ جلد ثانی	۶ ماہ ۶ ماہ	تتمہ جلالین شریف سراجی رشیدیہ شرح نخبۃ الفکر	۲ ماہ ۵ ماہ ۳ ماہ ۲ ماہ	تتمہ ملا حسن میبذی	۳ ماہ ۹ ماہ	مختصر معانی کامل ہدایہ آخرین	۱۰ ماہ ۲ ماہ
سال ہشتم	نور الانوار تا قیاس شرح عقائد نسفی مع خیالی	۲ ماہ ۱۰ ماہ	تتمہ نخبۃ الفکر اقلیدس تصریح	۲ ماہ ۵ ماہ ۶ ماہ	تتمہ میبذی	۱ ماہ	تتمہ ہدایہ آخرین	۱۲ ماہ

سال	کتاب	مدت	کتاب	مدت	کتاب	مدت	کتاب	مدت	
سال نہم	توضیح تلویح مع مقدمات اربعہ ·	۱۲ ماہ ·	مطول مقامات حمیدی	۸ ماہ ۴ ماہ	میر زاہد ملا جلال میر زاہد غلام یحیی	۸ ماہ ۴ ماہ	ابن ماجہ شریف ·	۱۲ ماہ ·	
سال دہم	ترمذی شریف · ·	۱۲ ماہ · ·	تتمہ مقامات حریری دیوان متنبی دیوان حماسہ	۵ ماہ ۶ ماہ ۱ ماہ	تتمہ میر زاہد غلام یحیی حمد اللہ قاضی مبارک کامل	۳ ماہ ۴ ماہ ۴ ماہ	نسائی شریف · ·	۱۲ ماہ · ·	 ·
سال یازدہم	مسلم شریف · ·	۱۲ ماہ · ·	تتمہ حماسہ مع سبعہ معلقہ مسلم الثبوت میر زاہد امور عامہ	۶ ماہ ۵ ماہ ۲ ماہ	تتمہ قاضی مبارک صدرا ·	۶ ماہ ۶ ماہ ·	ابوداود شریف · ·	۱۲ ماہ · ·	
سال دوازدہم	بیضاوی شریف ·	۱۲ ماہ ·	تتمہ امور عامہ شرح چغمینی	۴ ماہ ۸ ماہ	تتمہ صدرا شمس بازغہ	۴ ماہ ۸ ماہ	بخاری شریف ·	۱۲ ماہ ·	
سال سیزدہم	چہار باب اسطرلاب اقسرائی سدیدی		بست باب اسطرلاب نفیسی شرح اسباب		جزری حمیات قانون		شاطبی کلیات قانون		

جو شخص پوری نصاب کو ختم کرتا ہے اوسکو علمار حاضرین جلسہ دستار بندی کی دستخط سے ایک سند عطا ہوتی ہے۔

اگرچہ تیرہ سال اس نصاب کی تکمیل کے لئے مقرر کئے گئے ہیں مگر اکثر دیکھا جاتا ہے کہ شوقی اور ذکی طلبہ سات آٹھ سال ہی میں فارغ ہو جاتے ہیں۔

اس وقت قریب بیس طلبہ کے فارغ التحصیل ہونے اور نصاب ضروری کو ختم کرنے

والے ہین جنکو انشاء اللہ تعالیٰ اسسال یا دو سال مین دستار فضیلت سے اعزاز اور اسانید مدرسہ سے امتیاز حاصل ہوگا۔

جو طلبہ متوسط درجہ تک پڑھکر ملازمتون پر یا اپنے اپنے وطنون کو چلے گئے ہین انکا شمار تخمیناً دو تین سو کے قریب ہے۔

مدرسہ مین اسوقت ستائیس مدرسین ہین جنکی ماہوارین پانچ سے لیکر ساٹھ روپیہ تک ہین۔ جن مین سوائے اساتذہ کے طلبہ بھی شریک ہین جن کو ترغیبی ماہوار دیجاتی ہے مدرسہ مین اسوقت ایکسو پچانوے ۱۹۵ طلبہ علاوہ ریاست حیدرآباد کے مختلف ملکون مثل بخارا۔ بغداد شریف۔ یمن پنجاب۔ افغانستان ہندوستان کابل۔ بنگالہ۔ برہما۔ مدراس وغیرہ تک مقیم ہین جنکی تعلیم خوراک لباس کتب ضروری وغیرہ جملہ حوائج کا حتی الامکان مدرسہ ہی متکفل ہے اور (۲۱۰) طلبہ باشندگان بلدہ بیرونی طور پر آکر تعلیم پاتے ہین۔ جن سے کسی قسم کی فیس نہین لی جاتی۔

جیسے کہ گذشتہ حصہ مین لکھا گیا ہے کہ طلبا رے مدرسہ کو تقریر کرنے کی بھی مشق کرائی جاتی ہے۔ جسکے لئے ہفتہ مین دو روز (دوشنبہ و پنجشنبہ) مقرر ہین پہلے سے مختلف مضامین معین کرکے بذریعہ اشتہار طلبہ کو اطلاع دیجاتی ہے اسکی انتظام و اصلاح کے لئے ایک مدرس صاحب مقرر ہین جنکو اس خدمت کے صلہ مین کچھ ماہوار مقرر ہے۔ ان دنون ذیل کتب زیر تدریس ہین۔

(تفسیر و حدیث) بیضاوی شریف ۲ جگہ ۔ جلالین شریف ۳ جگہ ۔ بخاری شریف ۱ جگہ

ابو داود شریف ۱ جگہ ۔ ترمذی شریف ۳ جگہ ۔ نسائی شریف ۱ جگہ ۔ ابن ماجہ شریف ۱ جگہ۔

مشکوٰۃ شریف ۱ جگہ ۔ موطا شریف امام محمد رح ۲ جگہ ۔ مسلم شریف ۲ جگہ

(فقه و فرائض) ہدایہ اخرین - شرح وقایہ اولین - کنز الدقائق - قدوری
۱ جگہ ۲ جگہ ۲ جگہ ۲ جگہ

مالا بد منہ - سراجی -
۱ جگہ ۲ جگہ

(اصول حدیث و فقه) شرح نخبۃ الفکر - توضیح تلویح - مسلم الثبوت -
۱ جگہ ۲ جگہ ۱ جگہ

نور الانوار - اصول شاشی -
۲ جگہ ۳ جگہ

(مناظرہ و کلام) رشیدیہ - میرزاہد امور عامہ - شرح عقاید مع خیالی
۲ جگہ ۲ جگہ ۲ جگہ

(نحو و صرف) شرح ملا جامی - کافیہ - ہدایۃ النحو - شرح مائۃ عامل -
۳ جگہ ۴ جگہ ۲ جگہ ۲ جگہ

نحو میر - شافیہ - فصول اکبری - صرف میر - پنج گنج - منشعب و میزان
۱ جگہ ۳ جگہ ۲ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ

(معانی و عروض) مطول - مختصر معانی - محیط الدائرہ - کافی فی العروض والقوافی
۱ جگہ ۴ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ

(تاریخ و ادب) تاریخ الخلفاء - دیوان متنبی - دیوان حماسہ - مقامات حریری
۱ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ

مقامات زمخشری - بی اے کورس - ابو العتاہیہ - انٹرمیڈیٹ کورس - اخوان الصفا
۱ جگہ ۱ جگہ ۳ جگہ ۱ جگہ

(منطق و فلسفہ) قاضی مبارک - حمد اللہ - میرزاہد غلام یحیی - میرزاہد ملا جلال
۲ جگہ ۱ جگہ ۱ جگہ

ملا حسن ۲ جگہ - میر مع تصورات قطبی ۲ جگہ - تصدیقات قطبی ۲ جگہ

شرح تہذیب - تہذیب - میزان منطق - ایساغوجی - کبری - شمس بازغہ
۲ جگہ ۱ جگہ ۳ جگہ ۱ جگہ ۲ جگہ ۱ جگہ

صدرا - شرح چغمنی - تصریح - میبذی - اقلیدس - سلم العلوم
۲ جگہ ۲ جگہ ۳ جگہ ۴ جگہ ۲ جگہ ۱ جگہ

(نظم و نثر فارسی) ابوالفضل - سکندرنامہ - انوار سہیلی - اخلاق محسنی
۱ جگہ ۲ جگہ ۲ جگہ ۲ جگہ

بوستان - گلستان - فارسی کی پہلی - فارسی کی دوسری - آمدن نامہ
۳ جگہ ۴ جگہ ۳ جگہ ۳ جگہ ۳ جگہ

وغیرہ و دیگر کتب تحتانی -

سال گذشتہ کی ششماہی آخر کار آمد و خرچ تخمیناً (صلالہ ولالعہ کے) قریب قریب رہا۔ لیکن مدرسہ جن دینی خدمات کو انجام دینا چاہتا ہے۔ اگر اُن کی اہمیت اور وقعت پر نظر ڈالی جائے تو ہنوز وہ قومی امداد کا بہت کچھہ محتاج نظر آئیگا۔ اگر قوم اس مدرسہ کی تائید کے طرف جو دینی خدمت ہے توجہ کرے تو بجائے (ایکسو پچانوے) طلبہ کے اور زیادہ فیضیاب ہو سکتے ہیں -

ع برکریمان کارہا دشوار نیست - گوشوارہ آمد و خرچ بابتہ ۱۳۱۸ھ ف ناظرین کے ملاحظہ کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے -

از مہتمم مقاصد الاسلام

تخمینه آمدنی ششماهی بابت [illegible]

ماهها	[illegible]	[illegible]	چنده		قسطه		صدقه و زکوة		[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	جمله
			[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]						
خورداد	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]
تیر	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	.	[illegible]
امرداد	.	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شهریور	.	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
مهر	.	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]		[illegible]
آبان	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	.	[illegible]	.	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]
میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

تخمینه مصارف ششماهی بابت [illegible]

ماهها	[illegible]	تقسیم تنخواه [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	جمله
خورداد	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]
تیر	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
امرداد	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شهریور	[illegible]	[illegible]	.	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
مهر	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
آبان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

براہ کرم کتاب کو پہلے صحیح کرکے مطالعہ فرماویں۔

غلط نامہ مقاصد الاسلام حصہ دوم

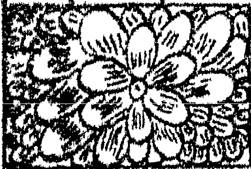
غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
تقیبہ	تنبیہ	۴	۸	الّا	آلا	۱۶	۲	الکتب	الکتاب	۲۵	۳
ہو	ہوں	〃	۹	یغفر	یغفر	〃	〃	لانا	لایا	۲۶	۱۴
تدبیر	تدبر	〃	۱۴	یعذبہم	یعذبکم	〃	۱۰	اور پھر شکوہ حسب عادت	اور پھر حسب عادت شکوہ	〃	۱۴
اہل سنت	معرفت	〃	۱۸	بھی	یہی	〃	۱۳	ویار اور	×	〃	۱۵
جنیس	جینس	۲	۱۲	قتلو	قتلو	۱۷	۱	ادہر	ادہر	〃	〃
تلذذات	تلذذ	۷	۴	بیرہ	بیر	〃	〃	اینبیون	اینبیون	〃	۲۰
تیفکرون	وتیفکرون	۸	۱۴	الّا	الا	〃	۱۷	چلہتے	چاہئے	〃	۲۱
آیات	آیاتٌ	۹	۷	تطمئن	تطمئنّ	〃	۱۸	آخدا تعالے	خدا تعالے	۲۷	۲
جواہر	جوہر	۱۰	۵	فاثبتوا	فاثبتوا	۲۱	۱۲	اقرار	اقرار سے	〃	〃
جب چوہد	چیساکہ	۱۱	۱۵	ارگون پڑی	رنگون پر پڑی	۲۲	۸	اذکر	اذکروا	〃	۳
بڑا	بیرا	۱۲	۶	لبیل	بالبیل	〃	۱۰	فائز	فائز	۲۸	۱
×	چاہیں	〃	۷	گی	لی	〃	۱۳	قوکہ	قولہ	〃	۳
×	سبے	〃	۱۶	ٹیرہیون	ٹیرہیون	〃	۱۶	پیم زن	برہم زن	〃	۲۱
اس سے	سے	۱۳	۸	بیلون	بابیلون	〃	۱۹	اور ان امور	ان امور	۲۹	۲۰
دنیوالا	دینے والا	〃	۱۷	پٹر	پبر	〃	۲۱	لیجاتے	لیجاتے	۳۰	۳
〃	〃	۱۴	۱۲	×	سے	۲۳	۵	اوسکی	اوسکی حقیقت بیان کیا	〃	۴
تصیر	تصیر	〃	۱۹	معطلے	معطے من	۲۴	۸	ہونی	ہوئی	〃	۱۹
الامر	الامرم	〃	۲۰	عمو	عمل	〃	۱۵			〃	
اوعونی	ادعونی	۱۵	۵	ثم کہلے	تدلیے	〃	۱۷	رشیدہ	رشیدہ	۳۱	۶

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
نیوہٹن	نیوٹن	۴۱	۸	لہا	بھا	۴۸	۸	تیجنرنا	تیجنرنا	۵۸	۹
دانندے	درندے	″	۱۴	بنھا	بنھا	″	۱۳	زہوگی	ہوگئے	″	۱۳
المرکزہے	المرکزسے	۴۲	۵	کی ہو لغزہ	کر ہو لغزہ	″	۱۹	کر	کی تو	″	۱۸
آننا	اپنا	″	۱۵	عبیوبیت	بیسوبیت	″	۳۰	تو	توری	″	″
اپنے زور کوشش سے	۰	″	″	مقصر لیونیا	مقصر لیونیا	۴۹	۱	تغیر	بتغیر	۶۰	۱۵
انترنی اتی	انترانی	۴۳	۳	یمن	یکھر	″	۸	بچھنے	بلنے	۶۱	۴
اب بھے	اب جیکہ	۴۴	۱۵	لوبچیا	بچیا	۴۹	۱۰	لکھنے	لکھو	″	۵
اوس قسم	اس قسم	″	۱۷	جیب کے	جیب کہ	″	۲۱	نہیں	نہیں	″	۶
اس	اگر اس	″	۱۸	کمرہ نہ ہونا	کمرہ نہ ہونا	۵۰	۹	شعلوں	شعلوت	۶۱	۱۲
اختیار	اخبار	۴۷	۱۰	ایا	آیا	″	۱۲	سماگے	سمائی	″	″
چیزن	چیزوں	″	۱۲	مواقع	موقع	″	۱۹	متعارض	نشعار	″	۱۸
تحافت	بخلاف	۴۸	۱۲	کرتے	کرے	۵۱	۱۵	لی گئی	لے گئی	۶۲	۱۰
تبدلیل	تبدیل	۴۱	۱	نترمفید	مفید	۵۳	۱۷	باطن	باطنی	″	۱۷
چھوتی	جھوٹی	۴۲	۱۷	ہستم	ہستم	۵۳	۸	تشلازم	تشلازم	″	″
جملہ کیا	حملہ کیا	۴۳	۲	تواتر	تواتر	″	۱۹	تنا تا	تنانا	۶۳	۱۹
بسے چلا آتا	بہی چلاتا	۴۵	۵	جس میں	مکیر نفس متعجب بیٹھی	۵۴	۲	مرقہ	مرقہ	۶۴	۳
ہو	ہوا	″	۷	تشاہدہ	مشاہدہ	۵۵	۱	تقاسد	مقاسد	″	۱۰
پاس	نزدیک	″	″	انکار	انکفا	۵۶	۹	قیدش	قیدسے	″	۱۱
سہیہ	حال جیسے	۴۶	۲	سہیہ تو تعجب	تعجب تو سہیہ	۵۷	۵	جاویدانی	جاودانی	۶۵	۴
کسن	کسی	″	۳	قراٰن تو	قراٰن	″	۸	فوٹو	فوتو	۶۶	۴
گورنر	گورنر	″	۶	بابک	ایک	″	۲۰	″	″	″	۵
بھی	بھی	″	۱۳	لکھے	لکھتے	۵۷	۲۲	جھانرون	جھاڑون	″	۸

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
سونگھا	سونگھایا	٦٦	٢٠	تحقیق	جو تحقیق	٧٥	٢٠	فرنیاجی	فرنیالوجی	٩٢	٨
نواتیع	سوانح	٦٧	٨	[illegible]	[illegible]	״	٢١	[illegible]	[illegible]	״	١٦
نزاع	نزع	״	١٦	مشاہد	شاہد	״	٢٣	اذنکے	اون لوگو	״	١٨
سینیرہیم	سنیرسیم	٦٨	٧	آخر	آخری	٧٨	١١	بھی	بھی	٩٣	٩
وہ	وہاں	״	٢١	قالوا	فاذ تونا	٨١	١٤	چونکی	چونکہ	״	١٣
[illegible]	[illegible]	٧٠	١	لسلطان	بسلطان	״	١٥	بتسلا	مبتلا	״	٢٠
[illegible]	[illegible]	״	١	عبادہ	من عبادہ	״	١٦	کے صفا	صفات	٩٤	١
[illegible]	[illegible]	״	٢	نا تیکلم	نا تیکلم	״	״	جلیبے	جیسے	״	٢٠
[illegible]	[illegible]	٧٢	٣	احتبیاہو	اجتبیناہم	٨٢	٨	سیچ	پیچ	״	٢١
[illegible]	[illegible]	[illegible]	١	دکھائے	[illegible]	״	١٣	بیابیونا	بیابانیوں	٩٥	٢
[illegible]	[illegible]	״	٣	اذکی تعلیم	اونکو تعلیم	״	١٩	٥-٦-٧ سطروں پر خط غلط ہے۔			
اجان	انمبانہ	״	٨	بلواه	پلوه	١٣		[illegible]	نبی	٩٦	٩
بیعے سکا	اسکا	״	١٥	پیرافراز	سے احتراز	٨٥			کرنیکا	٩٧	٧
سینیرہیم	[illegible]	״	١٧	بڑا	برا	״				״	٢٠
سنبھلہ	[illegible]	״	١٨	اسباب	باسباب	״				٦	٩
آفتاب	اور آفتاب	٧٤	٧	ماہ مہاں	ماہ مبین	٨٦					١٣
فوٹوگراف	فوٹوگراف	״	١٠	جلاتا	جلاتی						
لغوش	لغزش	״	١٢	یقین	تعین						
وکیل پٹر	وکیل پس	״	١٣	پٹھا	بیٹھا	״					
فوٹو	فوٹو	״	١٥	کسی سے	کسی کے	״	٢١	ترقی	برقی		
پہنیاں	پہنیاں	״	١٩	تنگ	کشادہ	٨٨	١٠	مکتوں	مکنون		
مشاہدات	و مشاہدات	٧٥	٨	اور	اورنہ	٨٩	٢	لوگوں	لوگونکو		

غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر
باہین	بانہین ہین	۱۰۳	۷	ہونے	آنے	۱۱۴	۱۷	نہین	تہین	۱۱۹	۱۸
غروب	غروب کے	؍؍	۱۷	بست	بت	۱۱۶	۱	ہون	ہوی	۱۲۰	۶
پڑنا	بڑہا	۱۰۴	۲	وہ	دو	؍؍	۲	کین	لین	؍؍	۱۰
نکرے	کرے	؍؍	۸	معلوم ہے	نام	؍؍	۲۳	اونکے	لگے	؍؍	۱۴
خدانے	خدا کے	۱۰۶	۱۶	فلن	فیشن	۱۱۷	۱۴	خیر	خبر	؍؍	؍؍
ہو	ہوا	۱۰۸	۱۴	دیگیر	دیکر	؍؍	؍؍	تبنا ہے	تبناتے	۱۲۱	۳
کے	کی طرح	۱۱۰	۲۲	ہین کہتا ہون	×	؍؍	۲۱	چیز	خبر	۱۲۲	۱۵
دیکہاتے	دکہانے	۱۱۱	۲۱	ہین	ہین	۱۱۸	۶	بہی	بھی	۱۲۳	۱۲
گرنگی	گریگی	۱۱۲	۲۲	بڑائی	برائی	؍؍	۱۵	وجود	وجود تو	؍؍	؍؍
دوسرے ہی	دوسری	۱۱۳	۳	سمجھتے	سمجھے	؍؍	[illegible]	پڑہتے	پڑہتے تا	؍؍	۱۲
نہون	نہو	۱۱۴	۹	جاوید	جاں دبہ	۱۱۹	۱۰	یتعدی	یتعدی	۱۲۴	۵
تہی	ہے	؍؍	۱۵	کرے	×	؍؍	۱۳	اونکو	انکو	؍؍	۹





...ز رسالہ ہے جب جب مضامین فراہم ہون شائع ہوا کریگا اسکے

...اہل اسلام کو اصول اسلامیہ سے آگاہ کرنا ہے اسکے

...در کلام وغیرہ ہوا کرینگے جو حضرات مفید مضامین ارسال

...(بزبین) ... جرہ مسطوری مجلس طبع ہوا کرینگے -

مہتمم رسالہ مقاصد الاسلام

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ

از تازہ افادات حقیقت آگاہ معارف دستگاہ
عارف باللہ حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ صاحب فضیلت

مسمی بہ

مقاصد الاسلام

حصہ سیوم

باہتمام احقر العباد ابو تراب سید محمود یافع نظامی مدرس
مدرسہ نظامیہ و مہتمم مقاصد الاسلام لا زالت انوارہا
مستنیر علی الانام

در مطبع سبحانی واقع حیدرآباد دکن طبع شد

۱۰۰۰ جلد　　سنہ ۱۳۲۸ ہجری　　فی جلد ۸؎

الانسان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلواۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

امابعد یہہ امر پوشیدہ نہین کہ آدمی کو جب تک کسی چیز کے حالات پورے طور پر معلوم نہون وہ کیسی ہی اعلی درجہ کی بیش بہا کیون نہو اوس کی کچہہ قدر نہین ہوتی کسی جاہل ناقدرشناس کو لعل والماس مل جائین تو اس سے زیادہ اونکی قدر نکریگا جو کانچ کی کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر آدمی اپنی قدر نہین جانتے اور یہی سمجہہ لیتے ہین کہ ہم بہی ایک جانور ہین حالانکہ حق تعالے نے آدمی کو اشرف المخلوقات اور نسخۂ جامعہ بنایا ہے اور جتنی چیزین عالم مین پیدا کین اُن سب کے نمونے اوس مین رکہے تاکہ ایک ایک چیز مین غور وفکر کرکے اپنی اور اپنے خالق کی قدر کرے۔

اگر انسان کے تمام حالات اور جو جو عجائب وغرائب اس مین ودیعت ہین لکہے جائین تو عمر کفایت نکرے دیکہئے ہزارہا سال سے حکما اس نسخۂ جامعہ مین غور وتدبر

کر رہے ہین اور اپنے نئے نئے معلومات کو وقتاً فوقتاً قلمبند کرتے جاتے ہین۔ جن سے متعدد علوم مدون ہوچکے اور ہوتے جاتے ہین مگر ابتک کسی نے یہ دعویٰ نہین کیا کہ اب اونکا انحصار ہوگیا بلکہ جس قدر غور و تامل بڑھتا جاتا ہے نئے نئے عجائب و غرائب پیش نظر ہوتے جاتے ہین جیسا کہ علوم قدیمہ و جدیدہ کی کتابون سے ظاہر ہے اس صورت مین ممکن نہین کہ انسان کے کل حالات احاطۂ بیان مین آسکین مگر بمصداق مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے تھوڑا سا حال لکھا جاتا ہے۔ ہر چند مقصود بالذات اس رسالہ مین بیان احوال انسان ہے مگر بمناسبت مقام اکثر امور ایسے پیش ہو جاتے ہین جس مین بحث کرنا مقصود اصلی کی خلاف ہے لیکن موقع آنے پر اونسے اغماض کر جانا بھی طبیعت پر شاق ہوتا ہے اس لئے اکثر مباحث اس رسالہ مین ایسے ہونگے جنکو مقصود سے چندان تعلق نہوگا چونکہ مین اپنی طبیعت سے مجبور ہون اس لئے ناظرین سے امید کرتا ہون کہ اس بات مین مجھے معاف فرماوین گے وما توفیقی الا باللہ۔

اللھم ان قلوبنا و نواصینا و جوارحنا بیدک لم تملکنا منہا شیئاً فاذا فعلت ذلک بنا فکن انت ولینا و اھدنا الی سواء السبیل۔

یہہ بات قابل تسلیم ہے کہ انسان دو چیزون کے مجموعہ کا نام ہے ایک جسم دوسرے جان جسکو نفس ناطقہ بھی کہتے ہین اس ترکیب کو تسلیم کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ اگر جان نہو تو آدمی نہ کچھہ کام کر سکتا ہے نہ اوسکو آدمی کہتے ہین بلکہ جان نکلتے ہی اُسے مردہ اور اس کے جسم کو لاشہ کہتے ہین حالانکہ اب بھی وہی جسم موجود اور محسوس ہے جسکو زندگی کی حالت مین دیکھتے تھے نہ کوئی عضو کم ہوا

نہ کسی جسمانی حالت مین تغیر آیا ان آثار کے دیکھنے سے عقل کو غیر محسوس جان کا
یقین ہوتا ہے اور یہ جزماً کہتی ہے کہ جسم جو روح نکلنے کے بعد لاشہ کہا جاتا ہے
اوسکو حرکت دینے والا اور تمام کام اس سے لینے والا اور اس کی بقا کی تدبیرین کرنیوالا
کوئی دوسرا تھا جو اس سے علیحدہ ہوگیا جس کا نام جان یا نفس ناطقہ مشہور ہے
پھر جب اس نفس ناطقہ مین عقل غور کرتی ہے جو اس لاشہ پر اوس کی زندگی مین مسلط
تھا تو سمجھتی ہے کہ وہ مردہ اور معدوم نتھا کیونکہ جو خود مردہ ہو وہ دوسرے کو
زندہ نہین رکھ سکتا اس لئے اس پر بھی ایمان لاتی ہے کہ نفس ناطقہ موجود اور حی
ہے اور یہ بھی حکم کرتی ہے کہ وہ جسم اور مادی نہین کیونکہ مشاہدہ سے ثابت ہے
کہ عامل مسمریزم جب معمول کو کسی شہر کی خبرین لانے پر مامور کرتا ہے تو اوس کا
نفس ناطقہ فوراً اس کی تعمیل کرتا ہے اور یہ بھی تصریح کردیتا ہے کہ مین اوس شہر کو
گیا حالانکہ جاتے وقت کوئی جسم اوس کے اندر سے نکلتا ہوا نہین نظر آتا پھر اوسکے
سیر کی یہ حالت کہ دم بھر مین ہزارون کوس کی خبر لاتا ہے اس کے سوا حکماء سابقین
نے بھی نفس کے تجرد کو بدلائل عقلیہ ثابت کیا ہے جنکا ذکر موجب تطویل ہے
اور امام غزالی رح بھی اسی کے قائل ہین چنانچہ ایک دلیل انھون نے یہ قائم کی
ہے کہ اگر نفس ناطقہ جسم ہو تو منقسم ہوگا اور اوس کے ایک جزو مین مثلاً زید کا علم
ہوگا اور دوسرے جزو مین اوسکا جہل جس سے لازم آتا ہے کہ ایک ہی حالت
مین وہ جانتا بھی ہے اور نہین بھی جانتا۔ جیسا کہ حقیقت روح انسانی ترجمہ اجوبۂ المضنون بہ
مین لکھا ہے۔ اور یہ بھی حکم کرتی ہے کہ نفس عالم بھی ہے اس لئے کہ جسم کو عوارض
اندرونی اور بیرونی سے خطرناک حالتونکا ہر وقت سامنا ہے حرارت اسکو وقتاً فوقتاً

تحلیل کرتی رہتی ہے آب وہوا کے اختلاف سے مزاج مین تغیر ہوتا ہے جس سے
اقسام کے امراض لاحق ہوتے ہین ایک طرف اوس کے دشمن منہہ کھولے بیٹھے
ہین پھر علاوہ زمینی آفتون کے آسمانی آفتون کا ہجوم ہے کہ موسمی گرمی - سردی
اور طپش آفتاب اور بارش وغیرہ سے سر چھپانا مشکل ہے ان تمام آفتون سے
بچانا اور کھانا پانی وقت پر بہم پہنچانا اور بقدر ضرورت راحت و آسایش کے سامان
فراہم کرنا اور اندرونی اور بیرونی عوارض کو سمجھکر وقتاً فوقتاً مضر چیزون کو دفع اور مفید
چیزون کو خاص خاص مقامون مین حسب ضرورت پہنچانا اوسی نفس ناطقہ کا کام ہے
اگر ان تمام ضروریات اور اون کے تدابیر کا علم اوسکو نہو تو وہ ہرگز مدبر بدن
نہین ہوسکتا اور اوس کی مثال اس حاکم کی سی ہوگی جس نے کہا تھا - پشم ہی بایستے
کاشت تا تلف نشدے -

اگر کہا جائے کہ یہہ سب کام اُس سے باقتضاے طبع وجود مین آتے ہین تو
یہ صحیح نہین اس لئے کہ مقتضاے طبع مین سمجھ کی ضرورت نہین ہوتی مثلاً آگ ہمیشہ
جلائیگی یا روشنی دیگی مگر اس سے یہ نہوسکے گا کہ بقدر ضرورت کام کرے بخلاف
اس کے نفس ناطقہ کی ماتحتی مین جب آگ پانی وغیرہ کام کرتے ہین تو ان اشیاء کو
وہ بقدر ضرورت استعمال کرتا ہے دیکھئے جب آگ کی ضرورت ہوتی ہے تو گرم
اشیاء کو جو آتشی ہین جسم مین پہونچاتا ہے جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے جیسے
طبیعت جو حاکم مقامی ہے بذریعہ تشنگی مطلع کرتی ہے تو پانی کا سیلاب بہا کر سیراب
کر دیتا ہے علی ہذا القیاس طبیعت جن جن امور کو طلب کرتی ہے اونکو مہیا کر دینا اسکا
کام ہے - غرضکہ اعضا جو بمنزلہ رعایا مملکت جسم مین ہین ان پر مطلع ہوکر اونکو

فراہم کر کے ہر ایک کی حاجت روائی کرنے کا نام بھی اقتضائے طبع رکھا جائے تو یہہ
کہنا پڑیگا کہ دنیا مین کوئی مدبر نہین سب اپنے اقتضائے طبع ہی سے کام کرتے ہین
اور جتنے کارخانے اور کلین ہین سب کے موجد اور مہتمم اقتضائے طبع سے کام کرتے
ہین اور کوئی اونکی تدابیر سے واقف نہین حالانکہ یہہ امر صریح البطلان ہے الحاصل نفس ناطقہ
کو ہر ایک تدبیر مین یہہ علم ضرور ہے کہ فلان چیز مضر ہے اوس سے جسم کو بچانا اور فلان
چیز مفید ہے اس سے جسم کو مدد دینا چاہئے۔ اس سے ثابت ہے کہ نفس عالم بھی ہے
پھر عقل یہہ بھی حکم کرتی ہے کہ نفس ناطقہ مین صفت ارادہ بھی ہے کیونکہ اگر ہم فرض کرین
کہ اوس مین ارادہ نہین سب کام اوس کے اضطراری ہین تو لازم آئیگا کہ اسکو تدابیر کا
علم نہین حالانکہ ابھی اُسکا علم ثابت ہوا اور اس کے اختیار پر یہہ دلیل ہے کہ بہت
سے کام وہ ایسے کرتا ہے جن مین جسم کی کوئی مصلحت نہین یہانتک کہ خودکشی بھی
کر لیتا ہے جو سراسر مخالف اصلاح بدن ہے اس سے اسکی مشیئت بھی ثابت
ہوئی کہ جب تک چاہتا ہے جسم کی اصلاح کرتا ہے اور جب چاہتا ہے اوسکو
خراب کر دیتا ہے۔

پھر عقل یہہ بھی یقین کرتی ہے کہ نفس ناطقہ مین قدرت بھی ہے کیونکہ اگر قدرت
نہو تو اوسکی کل تدبیرین بیکار ٹھیرینگی اس لئے کہ جب اوسے کسی تدبیر کے نافذ
کرنیکا اقتدار ہی نہین تو تدابیر سوچنے سے فائدہ ہی کیا۔

اور یہہ بھی یقین کرتی ہے کہ نفس کو سماعت و بصارت وغیرہ حواس بھی ہین ورنہ
ممکن نہین کہ تمام مضرتون سے جسم کو بچائے اور اوس کی منفعتون کی تدبیر کرے
اسیطرح اوس کے صفت کلام کا بھی یقین کرتی ہے جبکے ذریعہ سے اپنا مافی الضمیر

اور ونکو معلوم کرلے اور فوائد حاصل کرے۔

اور یہہ بھی یقین کرتی ہے کہ وہ نہ جسم سے پیدا ہوا نہ اوس سے جسم پیدا ہوا اس لیے کہ ابھی معلوم ہوا کہ وہ جسم دار نہین اور جب جسم دار نہین تو نہ اوسکو حیز ہوگا نہ مکان نہ وہ جسم مین حال ہوگا نہ اوس کا محل اور نہ وہ بدن کے ساتھ متصل ہوگا نہ منفصل اس لئے کہ اتصال وانفصال جسمیت کے عوارض ہین اور نفس جسمیت سے منزہ ہے جس سے ظاہر ہے کہ جسم اوسکا نہ ہمجنس ہے نہ کفو۔

پھر جب باوجود اسقدر مباینت اور بیگانگی کے جسم کا یہ حال ہے کہ اگر دم بھر وہ اوس سے علیحدہ ہو جائے تو موت ہے اس سے ثابت ہے کہ دونون مین کوئی ایسا تعلق ہے کہ کسی دو چیزون مین نہین اور چونکہ نفس بہ نسبت جسم کے اعلی درجہ کا منزہ اور لطیف ہے اور جسم پرلے درجہ کا کثیف اس لئے وہ تعلق مجہول الکنہہ ہوگا۔

اور یہ بھی سمجھتی ہے کہ اگر دو نفس ناطقہ جسم مین ہون تو مملکت جسمانی کا کام تباہ ہو جائیگا اس لئے کہ دونون مین اختیار اور وہ قدرت موثرہ وغیرہ صفات کامل ہونگے اور مقتضاے اختیار یہی ہے کہ چاہے اصلاح کرے چاہے خراب کرے پھر اصلاح و تخریب مین ہر ایک کے اغراض و مصالح جدا جدا ہوتے ہین دیکھئے ڈاڑھی وغیرہ کو بعض لوگ مونڈا ہی ڈالتے ہین اور اسی کو اصلاح سمجھتے ہین بلکہ بعض تو اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے ہی مین مصلحت سمجھتے ہین۔ پھر اگر ایک نفس اپنے اختیار سے کسی عضو مین خاص قسم کا تصرف کرنا چاہے اور دوسرا اس کے خلاف مین ہوا اور دونون اپنی قدرتین صرف کرین تو ممکن نہین کہ ایک کی قدرت دوسرے کی قدرت پر غالب آئے اس لئے کہ مغلوب قدرت پر قدرت موثرہ کا اطلاق ہی فضول

...ہے کیونکہ جب اوس نے تاثیر ہی نہ کی تو قدرت موثرہ ہی نہ رہی حالانکہ ہر ایک کی قدرت
کامل فرض کیگئی ہے اور کامل قدرت وہی ہے کہ اپنا پورا تصرف کرے اور اگر دونون قدرتین برابر برابر ہین تو
بمصداق اذا تعارضا تساقطا کے دونون بیکار ہوین حالانکہ بیکار قدرت قدرت ہی نہین پھر اس جنگ وجدال
و مخالفت باہمی کا لازمی نتیجہ یہہ ہوگا کہ جسم کے تمام کاروبار معطل اور تدبیرین مختل ہو جائینگی
اس صورت مین وہ دونون نفس مدبر بدن نہوے - اور اگر دونون اتفاق سے
کام کرین اور ہر ایک کی پوری قدرت سے کام وجود مین آئے تو وہ تحصیل حاصل
ہے اس لئے کہ ہر ایک قدرت کافی فرض کی گئی ہے جب ایک قدرت کافی تھی
تو دوسری قدرت فضول ٹھیری - اور اگر ہر ایک کی آدھی آدھی قدرت نے ایک
کام کو وجود مین لایا تو یہہ کہنا پڑیگا کہ ایک نے مثلاً آدھا دیکھا اور دوسری نے آدھا
حالانکہ وہ ممکن نہین اس لئے کہ نفس رویت کی تجزی نہین ہوسکتی ہان قوت وضعف
ممکن ہے مگر ضعف پر جزئیت کا اطلاق نہین ہوسکتا - دیکھئے کتنا ہی ضعیف آدمی
ہو اوس کو یہہ نہین کہہ سکتے کہ وہ آدھا یا پاؤ آدمی ہے اسلیے کہ ماہیت انسان کی
اوسپر پوری صادق آتی ہے اسی طرح بصارت اور رویت کتنی ہی ضعیف ہو اوسپر
بصارت اور رویت کی پوری تعریف صادق آئیگی - اور اگر دونون اتفاق کرکے
ایک ہی کو ذمہ دار کردین تو دوسرا معطل الوجود اور بے ضرورت ثابت ہوگا - اور
اگر نوبت بنوبت کام کرین تو جب بھی یہی ثابت ہوگا کہ ہر کام مین ایک کافی اور
دوسرا فضول ہے اور جب تک دلائل عقلیہ سے دوسرے کی ضرورت ثابت نہو
اوس کے ماننے کی کوئی ضرورت نہین پھر جو مدعی دو کا ہو اوس کو بھی ایک پر
اتفاق ہے کیونکہ دو مین ایک شامل ہی رہا دوسرا سو وہ زیر بحث ہے اور جب ایک

اپنے صفات مین کامل مان لیا گیا تو دوسرے کی ضرورت عقلاً ہرگز ثابت نہین ہوسکتی
اب دیکھیے کہ نفس ناطقہ باوجودیکہ غیر محسوس ہے اور کسی آنکھ مین صلاحیت نہین
کہ اسکو دیکھ سکے مگر جسکو عقل ہے وہ قرائن دیکھ کر یقین کر لیتا ہے کہ ہم مین وہ موجود
ہے اور اوس کی کنہہ ذات کو ہم ہرگز ادراک نہین کر سکتے بلکہ صرف یہ سمجھتے ہین کہ وہ
موجود اور تمام عوارض جسمانیہ سے منزہ ہے نہ جسم ہے نہ عرض نہ والد ہے نہ مولود
نہ وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ جسم مین وہ داخل ہے نہ خارج نہ متصل نہ منفصل باوجود
اس کے جسم سے اُسکو ایک ایسا تعلق ہے کہ اوسکی حقیقت نہین معلوم ہوسکتی اور
جسم انسانی کی وسیع مملکت اس کے تصرف مین ہے جس مین کوئی اُسکا شریک نہین
وہ دیکھتا ہے سنتا ہے اوسکا تصرف اس درجہ نافذ ہے کہ ایک بال بھی بغیر اوسکی
مشئیت اور ارادہ اور قدرت کے نہین ہل سکتا اس ملک کے رہنے والون کو جو جو
حاجتین پیش آتی ہین سب کو وہ جانتا ہے اور بحسب اقتضائے مصلحت جس کی
حاجت کو پوری کرنا چاہتا ہے اپنے اختیار سے پوری کرتا ہے۔
اب غور کیجیے کہ ایک چھوٹے سے جسم انسانی مین فکر کرنے سے عقل کو بغیر دیکھے
ایک ایسے مدبر کا یقین کرنے کی ضرورت ہوی جس مین صفات مذکورہ بالا ہون اور
بغیر اوس کے کام نہین چل سکتا تو ممکن ہے کہ اتنے بڑے عالم کا کام بغیر ایسے
مدبر کے جس مین اعلیٰ درجہ کے صفات کاملہ ہون چل سکے اگر انصاف سے دیکھا
جائے تو جسکو تھوڑی بھی عقل ہو اوس کو خالق اور مدبر عالم کے وجود مین کلام
کرنے کی گنجایش نہوگی بشرطیکہ عقل سے کام لے اور جو شخص پیٹ وغیرہ ہی کے
دھندون مین عقل کو صرف کر دے اور مبدا اور معاد کی طرف توجہ کرنے کی نوبت

ہی نہ آئے تو ممکن نہین کہ عقل اوسکی رہبری کرسکے۔

اگر یہان کہا جائے کہ تم نے نفس کے ایسے صفات بیان کئے کہ اوسکو خدائے تعالیٰ کے مثل بنادیا
تو اس کا جواب یہہ ہے کہ معاذ اللہ کجا ذات الہی اور کجا نفس چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ وہ
قیوم ہے یعنے اپنی ذات سے قایم اور کل عالم اوسکی ذات سے موجود اور قایم ہے۔ اگر کوئی صفت
الہی عارضی طور پر کسی چیز مین پائی جائے تو وہ مثل نہین ہوسکتی دیکھئے خدائے تعالیٰ بھی موجود ہے
اور عالم بھی موجود ہے مگر اسکے وجود کو وجود باری سے کیا نسبت اسی طرح اگر نفس کو منزہ کہا تو
وہ تنزیہ صرف عوارض جسمانیہ سے ہوگی اور حق تعالیٰ تمامی نقائص سے منزہ ہے علی ہذا القیاس
جتنے صفات کمالیہ الہیہ ہین سب ازلی اور ذاتی ہین اور نفس کے صفات حادث اور عطائی
باب الفتوح لمعرفۃ احوال الروح مین صدر الدین شیرازی کا قول نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے
نفس انسانیہ کو اپنی ذات وصفات اور افعال کی معرفت کے لئے اپنی مثال پیدا فرمایا مثال
ممتنع نہین البتہ اوسکا مثل ممتنع ہے۔

اصل یہہ ہے کہ عالم کے ایجاد سے معرفت الہی مقصود ہے جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر
ہے جو اولیاء اللہ کی کتابون مین مشہور و معروف ہے۔ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف
فخلقت الخلق اس لئے ضرور تھا کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اوس مین ایسے صفات ہون کہ
اونکے علم سے صفات الہیہ کا علم حاصل ہو کیونکہ ذات الہی کا ادراک تو ممکن ہی نہین پھر اگر
یہہ صفات بھی معلوم نہون تو معرفت الہی کا وجود ہی نہوگا اس لئے کہ آدمی جو بات اپنے مین
نہین پاتا اوسکا ادراک نہین کرسکتا دیکھئے مادرزاد اندھا جانتا ہی نہین کہ بصارت کیا چیز ہے
اور دیکھنا کسے کہتے ہین اب اگر اوس سے کہا جائے کہ حق تعالیٰ بصیر ہے تو وہ کیا سمجھے گا اس باب
مین اوسکا ادراک یہی ہوگا کہ نعوذ باللہ خدائے تعالیٰ کہین بیٹھے ہوے ٹٹول ٹٹول کر علم حاصل

کیا کرتا ہے اسیطرح مادرزاد بہرا سمیع کے معنی معلوم نہین کیا سمجھتا ہوگا۔
غرضکہ مقتضائے حکمت یہی تہا کہ نفس مین ایسے صفات ودیعت رکہے جائین کہ صفات الہیہ
الہیہ کے نمونے ہون مثلاً وجود۔ تجرد۔ سمیع۔ بصر۔ تثلیث۔ ارادہ۔ قدرت۔ کلام۔ اور باوجود داخل و
خارج نہونے کے تعلق خاص جو مجہول الکیف ہو۔ وغیرہ امور۔ دیکھئے ان تمام مضامین کو نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے کس وضاحت سے ایک مختصر سے جملہ مین بیان فرمایا۔ (من عرف نفسہ
فقد عرف ربہ) یعنے جس نے اپنے نفس کو پہچانا اوس نے اپنے رب کو پہچانا جس سے صاف
ظاہر ہے کہ معرفت کنہ ذات الہی ممکن نہین جیسے معرفت ذات نفس ناطقہ ممکن نہین اور نفس کے
صفات کی معرفت ضروری ہے جس سے صفات الہیہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو مقصود
ایجاد عالم ہے۔ الحاصل جو صفات نفس کے ہم نے بیان کئے جس سے اعتراض پیدا ہوا تہا
اونکے بیان کی ضرورت تہی بلکہ جن حضرات کو معرفت الہی کامل ہوتی ہے اون کے پیش نظر
نفس کے اور بہی صفات رہتے ہین جنکا بیان باعث مزلت اقدام عوام ہے جن حضرات کو
نفس ناطقہ یعنے روح انسانی اور اسکے صفات کا پورا پورا علم ہے انکو اس صحیح حدیث شریف پر
ایمان لانے مین ذرا بہی تامل نہین ہوتا۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اور انکو تاویلات کی کوئی
ضرورت نہین جیسے بعضے علماء نے لکہا ہے کہ صورتہ کی ضمیر آدم کے طرف ہے یعنی حق تعالی نے
آدم علیہ السلام کو انہی کی صورت پر پیدا کیا وہ جانتے ہین کہ آدمی کی خصوصیات نہ ملائک مین
ہین نہ اور مخلوقات مین۔ عالم مین یہی ایک نسخہ جامعہ اس انداز پر پیدا کیا گیا ہے کہ اوسکا کوئی
مثل اور نظیر نہین اسی وجہ سے بعض محققین نے لکہا ہے کہ آیہ شریفہ لیس کمثلہ شیٔ سے
جسطرح تنزیہ ثابت ہوتی ہے اس سے تشبیہ بہی اشارۃً معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ اگر کاف زائد
لیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ خدائے تعالی کا کوئی مثل نہین جو ذات وصفات مین اس کے

نہ بالغیر اور مستقل بالذات ہو اور اگر کاف کے معنی لئے جائین تواس آیہ شریفہ کے یہہ معنی ہونے کہ اسکے مثل لیعنے انسان کے جیسا کوئی نہین جسکو اپنے صورت پر پیدا کیا باب الفتوح مین واسطی رح کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہین ارواح کو حق تعالی نے تجلی جمال وبہا سے پیدا کیا اگر اونکو اجساد سے نہ ڈہانپتا تو کافر اون کو سجدہ کرتے۔

بات یہہ ہے کہ عطائے الٰہی مین چون وچرا کی گنجایش نہین کسی کو کثیف پیدا کیا کسیکو لطیف کسیکو ایک صفت دی جیسے وجود۔ اور کسیکو بعض خاص خاص صفتین جیسے سمع۔ بصر۔ قدرت ارادہ وغیرہ جو حیوانات مین ہین پہر اگر انسان کو انسے بہی زیادہ صفات مختصہ عنایت فرمائے توکس کی مجال ہے کہ خالق پر اعتراض کرسکے۔ دیکہئے ملایک نے اتنا ہی کہا تہا کہ انسان مین خلافت کی صلاحیت نہین اور چونکہ ہم ہمیشہ تسبیح وتقدیس کرتے ہین اسلئے اس خدمت جلیلہ کے مستحق ہم ہین۔ تو اون پر کیسا عتاب ہوا یہانتک تو نوبت پہونچی کہ ابو البشر علیہ الصلواۃ والسلام کے آگے اونکو سر جہکانا اور سجدہ کرنا پڑا اور وہ سب پچہلے خیالات اونکے جاتے رہے اور نہایت خوشی سے تسلیم کرلیا کہ بیشک انکا مثل کوئی نہین۔ دیکہئے اگر مثلیت کا دعوی کسی کو ہوتا تو ملائکہ اسکے مستحق تہے مگر جب انہون نے آدم علیہ السلام کے روبرو سر جہکا دیا تو اب کون مثلیت کا دعوا کرسکے؟

باب الفتوح مین لکہا ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے خلق اللہ آدم علی صورتہ کے معنے پوچہا فرمایا صورت اسم مشترک ہے کبہی اسکا اطلاق ترتیب اشکال اور اوضاع اور انکی تراکیب کے اختلاف پر ہوتا ہے اور اوسکو صورت محسوسہ کہتے ہین اور کبہی ترتیب معانی غیر محسوسہ پر ہوتا ہے جس مین ترتیب اور ترکیب اور تناسب بہی داخل ہے اسکو بہی صورت کہتے ہین جیسے صورت مسئلہ اور صورت واقعہ وغیرہ کہا جاتا ہے اس حدیث شریف مین صورت

سے مراد صورت معنویہ ہے اور اس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ انسان کو ذات وصفات
وافعال مین خالق کے ساتھہ مشابہت ہے اس لئے کہ روح انسانی قائم بذاتہ ہے نہ وہ عرض
ہے نہ جسم نہ متحیز ہے نہ کسی مکان وجہت مین نہ وہ بدن اور عالم کے ساتھہ متصل ہے نہ
منفصل بھی صفات ذات باری تعالی کے بھی ہین اور روح کے صفتین یہہ بھی ہین کہ وہ
زندہ عالم قادر مرید سمیع وبصیر اور متکلم ہے اور اللہ تعالی بھی ایسا ہی ہے اور اس کے افعال
کی یہہ کیفیت ہے کہ ابتدائی فعل ارادہ ہے جس کا اثر دل مین ظاہر ہوتا ہے پھر بواسطہ
روح حیوانی کے جو بخار لطیف تجویف قلب مین ہے اس کا اثر دماغ کی طرف چڑھتا ہے پھر
اعصاب پر پڑتا ہے پھر اوتار اور رباطات مین جو عضلات سے متعلق ہین سرایت کرتا ہے
جس سے اوتار کھنچکر متحرک ہوتے ہین اور انگلیان حرکت مین آتی ہین اور اس سے مثلاً
قلم کو حرکت ہوتی ہے اور اس سے روشنائی کو اسکے بعد کاغذ پر وہ صورت پیدا ہوتی ہے
جسکو لکھنے کا ارادہ کیا اور جسکا تصور خیال مین آیا تہا کیونکہ جب تک خیال مین صورت نہ آئے اسکے
مطابق کاغذ پر وجود مین نہین آسکتی اگر آدمی افعال الٰہی مین غور کرے کہ نباتات حیوانات
وغیرہ کو کسطرح زمین پر حادث کرتا ہے تو اسکی بھی یہی کیفیت پیش نظر ہوگی کہ پہلے فرشتے آسمانون
اور کواکب کو حرکت دیتے ہین پہر ان حرکتون کا اثر عالم سفلی مین ہوتا ہے اس سے ظاہر ہے
کہ روح کے تصرف جو عالم اصغر یعنے بدن مین ہوتے ہین وہ مشابہ ہین حق تعالی کے ان
تصرفات سے جو عالم اکبر مین ہوتے ہین اور اوس سے یہہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ قلب بمنزلہ
عرش کے ہے اور دماغ بمنزلہ کرسی کے اور حواس بمنزلہ ملائکہ ہین جو بالطبع اطاعت کرتے
ہین یعنے مخالفت کا انمین مادہ ہی نہین اور اعصاب مثل آسمانون کے اور ہاتھہ مین جو قوت
ہے مثل طبیعت کے ہے جو مسخر اور اجساد مین مرکوز ہے اور روشنائی بمنزلہ عناصر کے ہے

جوهر کیات کے امہات اور جمع و ترکیب و تفرقہ کو قبول کرتے ہین اور مرآۃ تخیل بمنزلہ لوح محفوظ
ہے جو شخص اس موازنہ پر اچھی طرح سے واقف ہوا سکو ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اور من
عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے معنے معلوم ہو سکتے ہین اگر یہہ مشابہت نہوتی تو انسان اپنے
نفس کی معرفت سے حق تعالی کی معرفت کی طرف ہرگز ترقی نہ کر سکتا اور اگر حق تعالی انسان
کو عالم کا ایک مختصر نسخہ جامعہ نہ بناتا اور روح کا تصرف اُس مین نہوتا تو یہہ نہ معلوم ہو سکتا کہ
عالم کا ایک رب ہے جو اوسمین متصرف اور علم و قدرت وغیرہ صفات کے ساتھہ متصف ہے انتہی
یہان یہہ بات بھی معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ جس طرح ہم نے عقل سے معلوم کیا ہے
کہ ہم مین ایک نفس ناطقہ ہے جو مادہ سے مجرد ہے اسیطرح عقل ہی سے ثابت ہوتا ہے
کہ وہ مثل اور اشیا کے حادث بھی ہے یعنے عدم سے وجود مین آیا اور جب عدم مین تھا
اوس مین یہہ قدرت نہ تھی کہ اپنے آپ کو پیدا کر سکے اسلئے اوسکا کوئی پیدا کرنے والا ضرور
ہے جو جنس عالم سے نہین اس لئے کہ ہم عالم مین دیکھتے ہین کہ باوجودیکہ ہزارہا صنعتین ایجاد
ہوتی جاتی ہین اور نئی نئی چیزین بنائی جاتی ہین مگر کسی نے اب تک نہ جان بنائی نہ جاندار چیز
رہا مادہ سو اوس سے اگر کوئی چیز بنتی بھی ہے تو وہ مادی اور جسم ہوتی ہے اور نفس ناطقہ چونکہ
نہ جسم ہے نہ مادی اسلئے اوس کے تکون اور وجود مین مادہ کو کوئی دخل نہین اس سے ظاہر
ہے کہ خالق ہمارا اس عالم کی جنس سے نہین ہے بلکہ اوس سے منزہ ہے۔

پھر عقل یہہ بھی رہبری کرتی ہے کہ جو چیز کوئی بناتا ہے اوس سے کچھ نہ کچھ دوسرا مقصود ہوتا ہے
صرف اوسکا بنا دینا مقصود نہین ہوتا دیکھئے گھر بناتے ہین تو اوس مین رہنا مقصود ہوتا ہے
اسیطرح اگر کوئی غلام خریدتا ہے اور اوسکو اپنا بندہ بناتا ہے تو اوس سے یہہ مقصود نہین ہوتا
کہ وہ اپنی آپ خدمت کر لے اور دن رات اپنے ہی دھندون مین لگا رہے بلکہ اوس سے اپنی

خدمت لینا مقصود ہوتا ہے اسیوجہ سے اگر کوئی بندہ اپنے ذاتی کامون مین لگکر اپنے مالک کی خدمت نہ کرے تو عقل کی روسے وہ مستحق سزا سمجھا جاتا ہے جب مالک مجازی کی خدمت عقلاً ضروری ٹہری تو ہر شخص کی عقل یہہ ضرور گواہی دیگی کہ مالک حقیقی جسنے ہمین پیدا کیا اور جسکے ہم حقیقی بندے ہین اوسکی بندگی ہم پر فرض ہے اور ہمارا مالک حقیقی جل جلالہ بہی یہی فرماتا ہے. وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنے جن وانس کو ہم نے صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے. جب بمقتضائے عقل وارشاد باری ثابت ہوگیا کہ بندون پر بندگی اور عبادت الہی فرض ہے تو عقل ہی کی روسے یہہ بہی ماننا پڑیگا کہ جو کوئی عبادت اور طاعت الہی مین قصور کریگا وہ مستحق سزا ہوگا اور یہہ خیال نہ کیا جائیگا کہ وہ اشرف المخلوقات تہا اسلئے کہ شرافت توجب ہوتی کہ اپنے مالک کو جانتا اور اوسکی صنعتون کو دیکہکر اوسکی قدر کرتا اور اوسکے حقوق اور طاعت بجالاتا ہم دیکہتے ہین کہ بعض جانور جیسے کتے گہوڑے وغیرہ اپنے مالک کو پہچانتے ہین اور اوسکی اطاعت کرتے ہین تو انسان باوجود کمال عقل کے اس باب مین اون سے بہی پیچہے رہے تو اوسکو انسان کہنے ہی مین تامل ہے اسیوجہ سے حق تعالی فرماتا ہے. لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل یعنے کفار کو دل ہین مگر اون سے سمجہہ کا کام نہین لیتے اور اونکو آنکہین ہین مگر خدائے تعالی کی صنعتون کو نہین دیکہتے اور اونکو کان ہین مگر خدا کی باتون کو نہین سنتے ایسے لوگ مثل جانورون کے ہین بلکہ اون سے بہی بدتر۔

الحاصل جو لوگ صرف اپنی ذاتی کامون مین لگے رہتے ہین اور خدائے تعالی کی معرفت سے اونہین کام ہے نہ طاعت سے غرض ایسے لوگ دنیوی امور مین کیسے ہی ہوشیار

کیون نہون اون انسانون کے زمرے مین شریک ہو نہین سکتے جن کو تمام مخلوقات پر شرف حاصل ہے ایسے لوگون کو بحسب مسئلہ ارتقا جو آجکل مشہور ہو رہا ہے معنوی طور پر بندر کی نسل کہین تو بنا بر حکمت جدیدہ بیمحل وقعہ نہوگا اور اون کا غور و تدبیر اشیاء مین اپنے منافع کی غرض سے کسی حدتک پہونچ جائے حیوانی نظر سے ہوگا اسلئے کہ جانور بھی بقدر ضرورت غور کر کے اشیائ سے اپنے منافع حاصل کرتے ہین الغرض جو کوئی اشرف المخلوقات مین شامل ہونا چاہئے اوسکو اپنے خالق کے مصنوعات مین غور و فکر کی ضرورت ہے جس سے معرفت الہی ترقی پذیر ہو اور اوسکی وجہ سے طاعت الہی کی مشقتین نفس گوارا کر لے۔ تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ رہبری عقل سے ہم نے نفس ناطقہ یعنے روح انسانی کا اور اوسکے صفات کا پتہ لگا لیا کیونکہ اوسکے آثار ظاہر ہین اب ہم یہہ معلوم کرنا چاہتے ہین کہ وہ حادث ہے یا قدیم۔ چونکہ کوئی فرد بشر اوسکو بنتے ہوے دیکھا نہین اور نہ اوسکی قدامت محسوس ہو سکتی ہے اسلئے عقل کی راہ سے اسکا معلوم کرنا ممکن نہین گو حکما نے اوس مین بھی رائین لگائین مگر قابل اطمینان کوئی بات ثابت نہ ہوئی اسی وجہ سے اونمین اختلاف پڑا ہوا ہے کوئی کہتا ہے اوسکا وجود ہی نہین کوئی کہتا ہے وہ جسم کے بعد حادث ہوا کوئی کہتا ہے قدیم ہے پھر عقل ہی کی رہبری سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ واقعی علم اسکا بغیر اسکے کہ اوسکا خالق بیان کرے ہو نہین سکتا اسلئے جو قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے ہم یہان لکھتے ہین حق تعالی فرماتا ہے۔ ولقد خلقناکم ثم صورناکم ثم قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس یعنے ہم نے پہلے تمہارا اندازہ کیا کہ کس صورت پر بنائین پھر ایک زمانہ کے بعد تمہاری صورت بنائی پھر ایک زمانہ کے بعد ملائکہ کو ہم نے حکم کیا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نکیا انتھے۔

اس آیہ شریفہ مین حق تعالی نے انسان کی تین حالتین بیان کین ایک تخلیق جسکے معنی لغت

مین اندازہ کرنے کے ہین جیساکہ منتہی الارب مین لکھا ہے خلق النطع والادیم خلقا وخلقتہ یعنے اندازہ کرد دوخت آنرا یا اندازہ کرو پیش از بریدن دوسری حالت اوسکی تصویر یعنے صورت بنائی اُسکے بعد آدم علیہ السلام کو مسجود بنانا یہہ بات ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ ثم ترتیب اور تراخی کیلئے ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہہ تینون کام اُسی ترتیب سے ظہور مین آئے جو آیت شریفہ مین مصرح ہے اور ہر ایک کام سے دوسرے کام تک ایک مدت دراز کا فاصلہ ہوتا گیا اب اگر صورنا کم سے ہماری جسمانی شکل مراد لیجائے تو خلاف واقعہ ہوگا کیونکہ ہماری صورت جسمانی تو آدم علیہ السلام کی مسجودیت سے ایک زمانہ دراز کے بعد ظہور مین آئی اس لئے یہہ کہنا پڑیگا کہ ہماری صورت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے بن چکی تھی اور ہم دراصل آدم علیہ السلام کے پیشتر پیدا ہو چکے تھے کیونکہ حق تعالیٰ ہم سب کو مخاطب کرکے فرماتا ہے ثم صورناکم ثم قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم اسکی وجہ یہی ہے کہ ہم مین قابل خطاب روح ہے کیونکہ جسم بلا روح کو کسی قسم کا ادراک نہین اس لئے صورناکم فرما کر معلوم کردیا کہ صورت روحانی ہماری آدم علیہ السلام سے پیشتر بن چکی اور ہمارا تعلق جو آدم علیہ السلام کی جزئیت کا ہے وہ جسمانی ہے کیونکہ اولاد کو باپ سے جو علاقہ جزئیت ہے وہ اجزائے منویہ کے لحاظ سے ہے جو باپ سے جدا ہو کر مان کے رحم مین نشو ونما پاتے ہین اور اولاد کا جسم بنتے ہین یہہ کسیطرح ثابت نہین ہو سکیگا کہ باپ کی روح سے اولاد کی روحین بنتی ہین غرض کہ اس سے ثابت ہے کہ ہماری روحین مستقل طور پر آدم علیہ السلام سے پیشتر پیدا ہو چکی تھین چنانچہ حدیث شریف مین اُسکی مدت بھی مصرح ہے۔ کتاب الروح مین ابن قیم رحمہ نے یہہ حدیث نقل کی ہے۔ عن عمرو بن عبسۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ خلق ارواح العباد قبل العباد بالفی عام فما تعارف منہا

ائتلف وما تناکر منہا اختلف یعنے حق تعالی نے اجساد سے دو ہزار سال پیشتر انکی روحین پیدا کین جن
سے انکو وہان شناخت تہی یہان الفت ہوی اور جو نا آشنا تہے اُن مین اختلاف ہوا اس حدیث
سے تصدیق ہوگئی کہ تم صور نا کم سے مراد روحانی صورتین ہین اور یہہ بہی معلوم ہو گیا کہ روحونکو
اس جسم سے کوئی ذاتی تعلق نہین اور ہزار ہا سال کے بعد جو تعلق دیا گیا وہ عارضی ہے اور یہہ
بہی معلوم ہوا کہ ہماری اصلی صورت وہی ہے جو روحانی ہے اُسکے بعد یہہ جسمانی صورت اس
عالم مین وجود مین آئی مقاصد حسنہ مین امام سخاوی رح نے اس حدیث کو صحیح مسلم اور امام بخاری کی
الادب المفرد سے نقل کیا ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الارواح جنود مجندۃ فما تعارف
منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف یعنے ارواح لشکر کے لشکر ہین جنکی وہان آپس مین شناسائی
تہی یہان باہم اُن مین الفت ہوی اور جو نا آشنا تہے اُن مین اختلاف ہوا تہے اس سے بہی
ثابت ہے کہ ہر روح وہان متشخص اور ممتاز ہے اور اُن سب کا مجمع کسی دوسرے عالم مین
ہے اور وہ وقتاً فوقتاً حسب مشیت ایزدی عالم جسمانی سے متعلق ہوتی رہتی ہین اور
قیامت تک یہی سلسلہ جاری رہیگا پہر جب کل اس عالم سے متعلق ہو جاینگی اسوقت
قیامت قایم ہو جائیگی اور ایک دوسرے عالم کی بنیاد پڑجائیگی چونکہ اس عالم جسمانی کے
ساتہہ اُنکا تعلق آدم علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا اور اُنکی اولاد کے ساتہہ انکا تعلق
ہونے والا تہا اسلئے آدم علیہ السلام جب زمین پر اوتارے گئے اسوقت حق تعالے
نے اُن سب کو ایک خاص قسم کا جسمانی تعلق دیکر وقت واحد مین اس عالم مین موجود فرمایا

الست بربکم کا بیان

جیساکہ اس آیہ شریفہ مین ارشاد ہے قولہ تعالی واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم
واشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلی شہدنا ان تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ہذا غافلین
او تقولوا انما اشرک آباؤنا من قبل وکنا ذریۃ من بعدہم افتہلکنا بما فعل المبطلون یعنے یاد ولاؤ

جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنے اونکی پیٹھون سے انکے نسلون کو باہر نکالا اور انکے مقابلہ مین انہین کو گواہ بنایا اور پوچھا کہ کیا مین تمہارا پروردگار نہین ہون سب بولے کیون نہین سب اسبات کے گواہ ہین اور یہہ اس غرض سے کیا کہ کہین ایسا نہو کہ قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہم اس بات سے بیخبر تھے یا یہہ کہنے لگو کہ شرک اسنے بہین تو ہمارے بڑون نے کیا اور ہم انکی اولاد تھے یعنے بڑون کی طریقہ پر چلے گیا تو ہم لوگون کو انکی غلطی پر ہلاک کئے دیتا ہے جنہون نے پہلے غلطی کی انتہی۔

اس آیہ شریفہ کی تفسیر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اوتارے گئے حق تعالی نے اونکی پیٹھ سے اونکی ذریت کو مثل ذرات کے نکالا اور اون سب سے فرمایا کیا مین تمہارا رب نہین ہون سب بولے ہان تو ہمارا رب ہے تفسیر روح المعانی مین لکھا ہے کہ کل محدثین وصوفیہ کا اتفاق ہے کہ روز میثاق کل ارواح سے اقرار لیا گیا جسطرح احادیث مین وارد ہے مگر معتزلہ چونکہ ہر بات مین فلسفی طریقہ اختیار کرتے ہین وہ اس میثاق کے قائل نہین اور اس آیت مین تاویل کرتے ہین اور جو حدیثین اس باب مین وارد ہین اونکو سرے سے مانتے ہی نہین۔

یہان بڑا اعتراض یہہ کیا جاتا ہے کہ تمام ذریت کو آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکالنا قرین قیاس نہین۔

فی الواقع طاقت بشری سے یہہ کام ممکن نہین مگر چونکہ خدا تعالی کو ہم قادر سمجھتے ہین اس لئے اوسکی تصدیق ہم پر مشکل نہین ہوتی۔ طالبین حق کیلئے ہم طبعیات کا ایک مسئلہ پیش کرتے ہین اگر اوس مین غور کیا جائے تو تعجب نہین کہ طبع سلیم پر اوسکی تصدیق آسان ہوجائے دیکھئے حیوانات ونباتات پر جب ہم نظر ڈالتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ توالد وتناسل مین ہر نوع کی

صورت نوعیہ محفوظ رہتی ہے باغ مین جب ہم جہاڑ لگاتے ہین اور یہہ منظور ہوتا ہے کہ ہر قسم
کے جہاڑون کے تختے جدا جدا ہون تو ایک ایک قسم کے تخم جدا جدا زمین مین بوکر پانی دئے
جاتے ہین چندروز مین مرضی کے موافق ہر تختہ جدا جدا قایم ہوجاتا ہے یہان دیکھنا یہہ ہے
کہ اُن اصناف کو جدا کرنے والی کون چیز ہے آیا مادۂ خارجی یعنے مٹی کی اجزا ہین جو پانی
کے ساتھہ چڑہکر جہاڑ کی غذا بنتے ہین یا تخم کے اجزا کیونکہ ان دونون کے سوا کوئی تیسری
چیز وہان نہین ہم یقین کرتے ہین کہ مادہ خارجیہ کو کسی جہاڑ کی صورت نوعیہ سے کچہہ سروکار
نہین اسلئے کہ اگر انگور کی بیل کی جگہ نیم کا جہاڑ بویا جائے تو کڑوا ہی ہوگا حالانکہ اوسکی جگہ انگور
نہایت شیرین ہوتے تھے اور اگر یہہ بہی تسلیم کرلیا جائے کہ انگور کی بیل زمین کے شیرین
اجزا کو کہینچتی ہے اور نیم اوسکے کڑوے اجزا کو تو بہی اوس سے یہہ ثابت نہین ہوسکتا کہ مادہ
خارجیہ سے صورت نوعیہ بنی اسلئے کہ صورت نوعیہ فقط کیفیت ذائقہ کا نام نہین اوس مین
شکل و شمائل اور خاصیت وغیرہ اشیاء بہی داخل ہین۔ غرض کہ اُس زمین کے اجزا نے
دونون کی صورت نوعیہ کو برابر قبول کیا اس صورت مین بہی کہنا پڑیگا کہ جو مادہ کہ تخم مین ہے
اوسی سے صورت نوعیہ کی حفاظت متعلق ہے۔

اب یہہ دیکہنا چاہئے کہ جو اجزا کہ تخم مین ہین مادہ خارجیہ کے آنے سے متلاشی ہوکر کیا
بالکل فنا ہوجاتے ہین اور اونکی جگہ خارجی مادہ کے اجزا قایم ہوتے ہین یا اون اجزا مین
اجزاء خارجیہ شریک ہوکر اونکو بڑہاتے رہتے ہین اگر ہم اجزاء داخلیہ کے فنا ہونے کے
قائل ہوجائین تو یہہ لازم آئیگا کہ اجزاء خارجیہ ہی صورت نوعیہ کو باقی رکہتے ہین حالانکہ ابہی
معلوم ہوا کہ انکو صورت نوعیہ سے کوئی تعلق نہین اس سے ثابت ہے کہ اجزاء داخلیہ فنا
نہین ہوتے بلکہ مادہ خارجیہ اونکو اقطار ثلاثہ مین بڑہاتا جاتا ہے اور وہی بڑہکے جڑ پیڑ والی

پتے پہل پہول۔ اور تخم وغیرہ بنتے جاتے ہین۔
اب ہم دیکھتے ہین کہ جہاڑ مین یہہ سب چیزین مختلفۃ الحقایق ہین کیونکہ نہ پتے اور لکڑی کی
حقیقت ایک ہوسکتی نہ پہول اور پہل وغیرہ کی اور چونکہ یہہ سب اجزاء داخلیہ کی صلاحیتون
اور استعداد کے آثار ہین اس سے ہمین یقین ہوتا ہے کہ اُس تخم مین جو اجزا ہین باہم ممتاز
ہین بعض وہ ہین جو بڑہکر لکڑی بنتے ہین اور بعضے پتے وغیرہ پہر وہ اجزا جو لکڑی بننے والے ہین
جب بڑہکر ایک حد معین تک پہونچ جاتے ہین تو وہ اجزا جو پتے بننے والے ہین بڑہنا شروع
کرتے ہین علی ہذا القیاس پہول و پہل وغیرہ بننے والے اجزا کا بہی یہی حال ہے یہانتک
کہ جن اجزا مین تخم بننے کی صلاحیت و استعداد ہے وہ بڑہکر تخم بنجاتے ہین ہر چند چہوٹے
سے تخم مین بظاہر اتنے اجزائے مختلفۃ الحقائق کا موجود ہونا قرین قیاس نہین اسلئے کہ مثلاً
برگد کے تخم مین جو نہایت چہوٹا ہوتا ہے اتنے اجزا جنکو غیر متناہی کہنا چاہئے کیونکر موجود
ہوسکتے ہین مگر ہماری عقل گواہی دیتی ہے کہ جب آثار مختلف ہون تو انکا تعلق مختلف
چیزون سے ہوگا مثلاً کہین دہوپ اور بخارات اٹھتے ہوے نظر آئین اور وہان عفونت
یا خوشبو بہی ہو تو عقل یہی گواہی دیگی کہ دہوپ آفتاب کی وجہہ سے ہے اور بخارات پانی
کی وجہہ سے اور بو کسی بدبودار یا خوشبودار چیز سے ہے یہہ ہرگز نہین کہہ سکتے کہ دہوپ
بخارات اور بو فقط آفتاب یا پانی کی وجہہ سے ہے اسیطرح جب ہم دیکہتے ہین کہ لکڑی پتے
پہل پہول وغیرہ مختلفۃ الحقایق آثار وقتاً فوقتاً جہاڑ مین نمودار ہوتے ہین تو یہہ ہرگز نہین کہہ
سکتے کہ وہ کل آثار ایک قسم کے چیز کے ہین یہہ عقلی قاعدہ اس بات پر مجبور کر رہا ہے
کہ ان مختلف صورتون کے مادے بہی مختلف ہین تارہ منڈل وغیرہ آتش بازیون مین
جو مختلف رنگون کے پہول دکہائی دیتے ہین یہہ سمجہا جاتا ہے کہ بارود مین مختلف اجزاء

موجود ہین جوان رنگارنگ صورتون کے مادی ہین گو بظاہر وہ ممتاز نہین اسی طرح تخم کے اجزا گو بظاہر ممتاز نہون مگر ہم یقیناً کہہ سکتے ہین کہ واقع مین وہ مختلف اجزا اُس مین ضرور موجود ہین جو مختلف صورتون مین نمودار ہوتے ہین ہرچند عقل نے سرسری نظر سے یہہ تو مان لیا کہ مختلف لوازم و آثار کی ملزومات مختلف ہوتے ہین اسلئے گویا غیر متناہی اجزا اوس چہوٹے سے بیج مین موجود ہونگے مگر ابتک یہہ اوسکا الجہن دور نہین ہوتا کہ بڑ کا جہاڑ مثلاً کسقدر بڑا ہوتا ہے کہ اسکے پتون اور تخم وغیرہ شمار کئے جائین تو ہزارونکی نوبت آجائے پہر عمر بہی اوسکی سیکڑون سال کی ہوتی ہے اور ہر سال پتے وغیرہ نئے نئے اوس مین اوگتے رہتے ہین اگر یہہ خیال کیا جائے کہ ہر پتے اور تخم وغیرہ کی صورتون کو قبول کرنے والے اجزا اسمین موجود ہین تو یہہ سمجہہ مین نہین آتا کہ اوسکے تخم مین جو رائی کے برابر ہوتا ہے اتنے غیر متناہی اجزا اوسی ایک چہوٹے سے دانہ مین کیونکر سما سکتے ہین غرض کہ عقل یہان سخت پریشان ہے مگر ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس پریشانی کی وجہ صرف یہی ہے کہ اوس نے خدائتعالے کے کارخانہ قدرت کو مخلوقات کی قدرت پر قیاس کر لیا ہے اگر یہہ خیال کرلے کہ خدا کی قدرت ایسی ہی چاہئے جو اوس کے شان کے لائق ہے تو یہہ پریشانی خود بخود دفع ہوجائے۔

دیکہئے حکمت جدیدہ نے کلان بینون کے مشاہدات سے ثابت کردیا ہے جسکا حال اسی رسالہ مین معلوم ہوگا کہ کلان بینون اور مکروسکوپ سے دریافت ہوا ہے کہ پانی کے ایک چہوٹے سے قطرہ مین اتنے حیوانات ہوتے ہین کہ تمام روئے زمین پر اوتنے آدمی نہین اون مین توالد وتناسل برابر جاری ہے اور نادر یہہ ہے کہ باوجود اس کثرت کے نہ انکا اژدہام معلوم ہوتا ہے اور نہ ایک دوسرے سے ٹکر کہاتے ہین یہہ وہ حیوان ہین جو موجودہ کلان بینون

سے نظر آتے ہین اگر ان کلا ہینون سے زیادہ قوت والی کلان ہین ہو تو معلوم نہین اور کتنے محسوس ہونگے۔

دیکھیے پانی شفاف ہے اور اوس مین کے حیوانات کتنے ہی چہوٹے ہون اُنکا جسم کثیف ہے اور ظاہر ہے کہ جب کثیف جسم پانی مین شامل ہوتا ہے تو اوسکو میلا اور گدلا بنا دیتا ہے مگر اُن کرو‌ڑون حیوانات نے اوسکی شفافیت مین ذرا بھی فرق نہ لایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن تمام کا جسم اوس قطرہ کے جسم کے مقابلہ مین عشر عشیر بلکہ ہزاروان حصہ بھی نہین اب کہئے کہ جب اُن کروڑون حیوانون کا مجموعہ اس شفاف قطرہ مین غیر محسوس ہے تو ایک ایک کا ادراک سوائے اوس خالق عزوجل کے جس نے اُنہین پیدا کیا کون کرسکتا ہے۔ جب حکمت جدیدہ نے ایسے باریک حیوانون کا مشاہدہ کرا دیا اور حکما نے یہہ اعتراف بھی کیا کہ اُن حیوانون سے باریک تر بھی اوس پانی مین موجود ہین مگر افسوس ہے کہ اُنکو کہانے والی کلان مین اب تک نہ بن سکی تو اب کہئے کہ تخم مین لکہوکہا بلکہ کروڑہا متمائز اجزا موجود ہون تو خدائے تعالی کی قدرت سے کیا بعید ہے۔ قابل افسوس یہہ بات ہے کہ اس زمانہ مین جسقدر خدائے تعالی کی قدرت کا ظہور زیادہ ہوتا جاتا ہے عقلون پر اور زیادہ پردے پڑتے جاتے ہین یہانتک تو نوبت پہونچ گئی ہے کہ خدا کی قدرت کا نام لینے والے بیوقوف اور پاگل سمجھے جاتے ہین اہل ایمان کو اس زمانہ مین شکر کرنا چاہئے کہ حق تعالی ہمارے ضعف ایمان پر رحم فرما کر اپنی قدرت کاملہ کی ایسی نشانیان ظاہر فرما رہا ہے کہ اُون مین غور کرنے سے ایمان قوی ہو جائے اور وسوسہ اندازون کے مقابلہ مین ثابت قدم رہین۔

اہل انصاف اپنے وجدان سے دریافت کرین کہ جو امور غریبہ حکمت جدیدہ کے آلات وادوات سے ہمارے زمانہ مین محسوس ہو گئے ہین اگر انکا ذکر قرآن شریف مین ہوتا تو کیا معتزلہ اور

اون کے ہم خیال ان چیزون کی تصدیق کرتے میرے والست مین ہرگز نہ کرتے اگر پانی کے
حیوانات کا ذکر قرآن شریف مین ہوتا تو وہ اوس مین یہہ تاویل ضرور کرتے کہ ان حیوانات
سے مراد اوسکے کڑوڑہا اجزائی لایتجزیٰ ہین اور اونپر حیوان کا اطلاق اس وجہ سے ہوا ہے کہ وہ
باعث حیات ہین اور معلوم نہین کہ اسکے سوا اور کیا کیا نزاکتین نکالتے مگر اسکے کبھی قایل نہ ہوتے
کہ پانی کے ایک قطرہ مین اتنے حیوانات بستے ہین کیونکہ اُنہون نے ٹھرا رکھا ہے کہ خدا کی قدرت
بھی ہو تو اسی قدر ہو جس سے ہماری عقل بلکہ حواس متعلق ہوں حالانکہ عقل دائرہ محسوسات
سے قدم باہر نہین رکھہ سکتی جسکو ہم نے کتاب العقل مین ثابت کیا ہے۔ ایسے لوگ اگر
خدا اور رسول کے کلام کو نہ مانین اور اسپر ایمان نہ لائین کہ خدا تعالیٰ نے روز میثاق آدم علیہ السلام
کی پشت سے اُونکی ذریات کو نکالا تو کوئی تعجب کی بات نہین مگر اہل ایمان کو چاہیے کہ خدا تعالےٰ
کی قدرت کو پیش نظر رکھکر اوس کو مان لین اور یہہ سمجھہ لین کہ جس نے ایک لفظ کن سے تمام
عالم کو پیدا کیا اوسکے نزدیک آدم علیہ السلام کی ذریت کو وقت واحد مین موجود کرنا کوئی
بڑی بات نہین۔

یہان ایک اعتراض یہہ وارد ہوتا ہے کہ تمام ذریات کو اونکے پیٹھون سے نکالنے کا یہہ
مطلب ہوا کہ سب آدم علیہ السلام کی پیٹھہ سے نکالے گئے تو یہہ کہنا پڑیگا کہ وہ سب
اونکی پیٹھہ مین جمع تھے حالانکہ یہہ صریح البطلان ہے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ فی الواقع جو
بات کبھی دیکھی نہ گئی ہو وہ سمجھہ مین نہین آتی مگر اوس کو باطل کہنا عقلا کی شان سے بعید ہے
عقلا تو ادنیٰ ادنیٰ مشابہت سے بڑی بڑی محال باتین ثابت کیا کرتے ہین دیکھیے اہل حکمت
جدیدہ نے صرف یہہ دیکھا کہ مقناطیس لوہے کو کہینچ لیتا ہے تو اوسپر قیاس کرکے کہا کہ آفتاب
زمین کو اور زمین آفتاب کو کہینچتی ہے پھر کسی تدبیر سے آفتاب کے گرد اوسے گہما دیا اور گوپن

دماغ مین ہزارون صورتون کا منطبع ہونا

کے تتھے پر قیاس کرکے قوت تارک المرکز نکالا تاکہ آفتاب سے علٰحدہ رہکر اوسکے گرد چکر لگاتی
رہے اور اون کی اس خبر پر کل نئی روشنی والونکا ایمان ہے غرضکہ عقلا کو عقل سے ثابت
کرنے کیلئے صرف مثال ملجانا کافی ہے۔ سو اس مسئلہ مین یہہ بھی ایک مثال پیش کئے
دیتے ہین دیکھئے جو چیز ہم دیکھتے یا سنتے ہین بلکہ وہ کل اشیاء جن سے ہمارے حواس خمسہ
متعلق ہوتے ہین اونکی صورتین ہمارے دماغ مین منطبع ہوتی ہین اور شدہ شدہ یہانتک
نوبت پہونچتی ہے کہ ہزارون صورتین دماغ مین جمع ہوجاتی ہین بعض علمانے اپنے حافظہ
کا حال بیان کیا ہے کہ جو صورت اوس مین منطبع ہوی پہر کبہی نہ نکلی جس سے انکا دماغ
گویا ایک کتب خانہ بن گیا ہے پہر وقتاً فوقتاً حواس کے ذریعہ سے جو صورتین دماغ مین جاتی
ہین وہ اونکے علاوہ ہین غرضکہ بے شمار امور دماغون مین موجود رہتے ہین اور جس صورت کو وہ
خیال کرتے ہین فوراً پیش نظر ہوجاتی ہے اگر عادت سے قطع نظر کرکے دیکہا جائے تو یہہ
بات بہی سمجھہ مین نہ آئیگی کہ اتنے نقش دماغ مین ایک پر ایک کیونکر منتقش ہوتے ہین اگر وہ
مثل لوح کے ہے تو لوح پر دوسرا نقش پہلے کو خراب کردیتا ہے بلکہ دونون نقش مہمل اور بیکار
ہوجاتے ہین اور اگر آئینہ کی طرح اوسپر انعکاس ہوتا ہے تو اوس مین بھی صورتین ممتاز نہین
رہتین بخلاف اوسکے دماغ مین لاکہون صورتین اور مضامین ممتاز رہتے ہین اور امتیاز بہی اس
بلا کا کہ اگر دس بیس برس کے پیشتر والی صورت کی طرف توجہ کیجائے تو فوراً پیش نظر ہوجاتی
ہے اگر یہہ ہمارا مشاہدہ نہوتا تو ہم اسکی بھی تصدیق نکرسکتے۔ بہرحال اگر خدا تعالی کی بات ماننی ہو تو
یہی ایک مثال اسکے استبعاد کو دور کرنیکے لئے کافی ہے ورنہ مشاہدہ بھی مفید نہین ہوسکتا
دیکھئے سوفسطائیہ تمام چیزون کو معہ آثار و لوازم و تاثیرات دیکہا کئے مگر اسی پر اڑے رہے کہ سارا
عالم خیال ہی خیال ہے۔

شاید یہان یہہ کہاجائیگا کہ دماغی صورتین اعراض ہین اور ذریات جواہر تھے جیسا کہ حدیث شریف مین ذرات کے ساتھہ انکی تشبیہ وارد ہے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ حق تعالی کی قدرت اسکی شان کے مطابق مان لیجائے تو اس قسم کے خدشات سب دفع ہو جاتے ہین اور اگر استبعاد دفع کرنے کیلئے مثال ہی درکار ہو تو وہ بھی مل سکتی ہے دیکھئے حکمت جدیدہ مین ثابت کیا گیا ہے کہ نور جسم دار چیز ہے اور یہہ بھی اکثر حکما کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ جس چیز کی بو آتی ہے اسکا سبب یہہ ہے کہ اسکے لطیف اجزا علحدہ ہو کر ہوا مین پھیل جاتے ہین اور اسپر ایک قرینہ بھی ہے کہ حرارت کے وقت ہر چیز کی بو زیادہ ہوتی ہے اسلئے لطیف اجزا کو وہ علحدہ کردیتی ہے جیسا کہ بخارات مین محسوس ہے۔ اور آواز بھی جوہر ہے اسلئے کہ فونوگراف کی تختی مین وہ قید کی جاتی ہے۔ یہان یہہ نہین کہہ سکتے کہ خطوط مین ہوا مقید ہے اس لئے کہ ان باریک خطوط مین جو برابر محسوس بھی نہین اتنی ہوا نہین رہ سکتی کہ باریک سوی کی حرکت سے اتنا تموج اسمین ہو کہ سینکڑون قدم تک طوفان برپا کردے۔ اور حکمت جدیدہ مین ثابت ہے کہ تمام عالم مین مادہ اثیر بھرا ہوا ہے۔ اب دیکھئے کہ کسی میدان مین چاندنی بھی پڑی ہوا ور ہزار پانسو لیمپ بھی روشن ہوا ور سو پچاس خوشبودار چیزین بھی وہان رکھی ہون اور پانچ چار ہزار آدمیون کا شور وغل بھی ہو تو اس میدان کی ہوا مین کتنے جواہر موجود ہونگے ہوا جوہر۔ چاندنی جوہر۔ لیمپون کی روشنی جوہر۔ ہر خوشبودار چیز کے لطیف اجزا جوہر ہزارون آدمیون کی آواز جوہر اثیر جوہر۔ اتنے جوہر سب اس میدان کے فضا مین متداخل ہین۔ اسکے سوا حکمت جدیدہ سے ثابت ہے کہ آدمی اپنے اندر سے ایک شخص اپنا شبیہہ نکال کر کسی کام پر مامور کرسکتا ہے اور اسکو در و دیوار وغیرہ اجسام آنے جانے سے نہین روک سکتے جسکا تجربہ اہل یورپ نے کر دکھایا ہے یہہ جسم جو اندر سے نکلتا ہے اسکے نکلنے سے آدمی کے

جسم مین کوئی گڑھا نہین پڑتا غرضکہ جواہر و اجسام کا تداخل ان مشاہدون سے ثابت ہے
اب حکیمون کی ان باتون پر ایمان لانا جو مقناطیس اور گوپچ وکہلا کر زمین و آسمان کے قلابے
ملاتے ہین اور ایسی کھلی مثالون اور قدرتی اعجازون کے دیکھنے پر بھی خدا و رسول کے کلام
کو نہ ماننا کسقدر ظلم ہے جب خدا تعالی پوچھے گا کہ تم نے حکیمون کی تخمینی بے سر و پا باتون کی
جسقدر وقعت کی اتنی بھی ہمارے کلام کی وقعت نہ کی اس کی کیا وجہ تو اسکا کیا جواب دیا
جائیگا خدا تعالی ہم سب مسلمانون کو توفیق عطا فرمائے کہ جسطرح ہم ایمان کا دعوی کرتے
ہین اسکے ذات و صفات و کلام پر بھی پورا ایمان لائین اور روز محشر خدا و رسول کے روبرو
تمام خلائق کے مجمع مین بے ایمان نہ کہلائین۔
الحاصل ارواح بنی نوع انسان جو آدم علیہ السلام سے پیشتر پیدا ہو چکے تھے جب اس عالم جسمانی
مین انکے ظہور کا وقت آگیا تو بعد اسکے کہ آدم علیہ السلام اپنی دار الخلافت مین تشریف
لائین ان سب کو ظاہر فرمایا اسطور پر کہ جتنی اولاد انکی قیامت تک ہونی والی تھی سبکا
مادہ اُن کی پشت مین رکھا جسطرح تخم مین دوسرے تخم کا مادہ ہوا کرتا ہے اور چونکہ وہ سب
علم الہی مین ممتاز تھے ادنی تحریک سے انکو ایسی صورتون مین ظاہر فرمایا جسکی حقیقت
وہی جانتا ہے۔ پہر ہر ایک کی روح کو اسکے ساتھہ متعلق فرمایا جس طرح ہمارے جسم کے
ساتھہ وہ اسوقت متعلق ہین اور اُنسے سوال الست بربکم ہوا چونکہ ابتک وہ مشاہدہ
ذات الٰہی مین مستغرق تہین اور جسمانی تعلق اسقدر نہ تہا جو اب ہے اسوقت نہ پیٹ
کا دہندا تہا نہ شہوتون کی لذت نہ کسی چیز کا غم فورًا وہ سب نہایت جوش و خروش سے
کہہ اٹھین کہ بیشک تو ہی ہمارا رب ہے اور ہم سب اسکی گواہی دیتے ہین اس میثاق
سے یہہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ صرف تعلق جسمانی منافی مشاہدہ نہین ہے البتہ لذائذ

جسمانیہ مین انہماک روح کو خاک مین ملا دیتا ہے جس سے وہ ادہر ہی کی ہوجاتی ہے
اور سوال بھی یہی ہوگا کہ بالکل دنیا ہی کے کیون ہوگئے تھے اگر دنیا کے کاروبار کے
ساتہہ توجہہ الی اللہ بھی ہو تو اسکا کوئی مواخذہ نہین بلکہ اس سے قابل تحسین اور مورد
آفرین بنین گے

یہان یہہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے ذریت کا نکالا جانا اس
آیت مین مذکور نہین بلکہ بنی آدم کے پشتون سے نکالے جانیکا ذکر ہے جس سے ظاہر
ہے کہ ہر شخص کی اولاد اُسکے پشت سے نکالی گئی یعنے اس عالم مین جب وہ پیدا ہوے
تو ان سے اقرار لیا گیا۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ اس عالم مین موجود ہونیکے بعد سب سے
اقرار نہین لیا گیا بلکہ انبیا جب کفار سے توحید کے لئے کہتے اور وعدہ لینا چاہتے
تو اسکا انکار ہی کیا کرتے تھے۔ منکرین میثاق روحانی اسکے جواب مین کہتے ہین کہ انکو
جو عقل دی گئی اس سے غرض یہی ہے کہ آثار قدرت دیکہہ لین اور یہی میثاق ہے بطور ذکر
سبب ارادہ سبب۔

ہم کہینگے کہ مجاز لینے کی اسوقت ضرورت ہوتی ہے جہان اصلی معنے نہ بن سکتے ہون اور
میثاق روحانی مین حقیقی معنی بن جاتے ہین کہ ہر ایک کی روح نے ربوبیت کا اقرار کر لیا
رہا یہہ کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام ذریات کا نکالنا اس مین مصرح نہین سو اسکا
جواب یہہ کہ حق تعالی نے واذ اخذ ربک من بنی آدم فرمایا یعنے ذکر کر و اسوقت کو جب
لیا رب نے ذریت کو اس سے ظاہر ہے کہ یہان واقعہ گذشتہ بیان کرنا منظور ہے
اگر یہہ منظور ہوتا کہ ہم ہر وقت پیدا کر کے اقرار لیتے ہین تو مضارع کا صیغہ مذکور ہوتا
پہر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معنی ظاہر لفظ سے معین ہوتے ہین اُسکو

فناء اکمل (؟) اعتراض اور اسکا جواب

صحابہ نے کہا اور فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے اُنکی ذریت کو نکالا تو اب ہمین کوئی ضرورت نہین کہ اُسکی مخالفت کرکے اپنی رائے کے معنی کو ترجیح دین پھر احادیث جو اس باب مین وارد ہین وہ ایک دو نہین صرف ایک کتاب تفسیر در منثور مین تخمیناً پچاس حدیثین وارد ہین اور ابن قیم رحمتہ اللہ علیہ نے اسحق بن راہویہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس معنی پر اجماع ہوگیا ہے اب کہئے کہ جو معنی ظاہر آیت سے معلوم ہوتے ہین اُنکو چھوڑکر احادیث سے منہہ موڑکر اجماع کو توڑکر مجازی معنی کے مرتکب ہونے کی کیا ضرورت؟

[illegible] شبہہ اور اسکا جواب

مخالفین یہان ایک شبہہ یہہ بھی پیش کرتے ہین کہ میثاق کی غرض اس آیت مین یہہ بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے روز وہ کہین یہہ عذر پیش نہ کرین کہ ہم ربوبیت سے غافل تھے یا یہہ کہ ہمارے آباؤاجداد مشرک تھے ہم اُنکے پیرو رہے مقصود الٰہی یہہ کہ اس میثاق اور معاہدہ سے اُن پر حجت قایم ہوجائے حالانکہ یہہ میثاق روحانی اس غرض کو پوری نہین کرسکتا اس لئے کہ کیسکو وہ میثاق دنیا مین یاد ہی نہ رہا اگر اس عہد کی مخالفت پر مواخذہ کیا جاوے تو وہ صاف کہدینگے کہ ہم نے اقرار کیا ہی نہین اگر کرتے تو کسی کو تو یاد رہتا پھر ایسے میثاق سے فائدہ ہی کیا؟ اسکا جواب یہہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ارواح بشریہ کو تمام مخلوقات مین ممتاز اور اکرم و اشرف پیدا کیا مگر اسکے ساتھہ ہی یہہ شرط بھی لگادی کہ یہہ شرافت اُسیوقت قایم رہیگی کہ امتحان مین کامل ثابت ہون پھر اس دارالامتحان مین جب انہین موجود فرمایا تو اُن کے ساتھہ ایک جسد لگادیا جس مین ایک ایسا کارخانہ قایم ہے کہ وہ تمام عالم کا ایک نسخہ جامعہ ٹھہرا اور ایک پوری سلطنت اُس مین قایم کردی پھر اس وسیع سلطنت مین اس روح کو اپنا خلیفہ قائم فرمایا جیسا کہ اس آیہ شریفہ سے مستفاد ہے وجعلناکم خلائف فی الارض کیونکہ کل بنی آدم کو زمین کے خلیفے نہین کہہ سکتے البتہ اپنی

اپنی سلطنت جسد مین ہر ایک خلیفہ ضرور ہے پہر اس سلطنت مین جب جسمانی ذائقے
آنے لگے اور ابتداے پیدایش سے اُنکی توجہ انھی مین مبذول ہوی تو وہ عہد و میثاق
بہول گئی اور یہی باعث مواخذہ ہوا دیکھئے اگر کوئی بادشاہ کسی سے اقرار لیکر کسی ملک کی
حکومت پر روانہ کرے اور وہان وہ جاکر عیش و عشرت ہی مین مشغول ہوجاے اور باغیانہ
خیال پیدا کرے تو کیا عقل کی رو سے وہ قابل مواخذہ نہوگا ضرور ہوگا برخلاف اسکے
جو حاکم عیش و عشرت بقدر ضرورت کرکے اطاعت شاہی مین مشغول ہو وہ قابل تحسین و
انعام ہوگا اب رہی یہہ بات کہ اس عالم مین آنے کے بعد سن رشد و بلوغ تک نئے نئے
اور تازہ وارد جسمانی تعلقات روح کو متحیر کردیتے ہین اور لذائذ جسمانی نادیدون کی طرح
اسکو اپنے والہ و شیدا بنالیتے ہین جس سے وہ اپنے کل گذشتہ ذاتی لذتون اور قول و
قرار کو بہول جاتی ہے تو اُسکے لئے یہہ تدبیر کی گئی کہ اُسکی ذات مین قوت فکر رکھی گئی
تاکہ آثار و لوازم کو دیکھکر توحید پر استدلال کرے اور اُسی پر کفایت نہین بلکہ انبیا بھی بھیجے
گئے جنہون نے معجزے دکھلاکر اُسکی قوت فکریہ کو اپنی تصدیق پر مجبور کیا اُسکے بعد عہد
و مواثیق یاد دلائے اور ایسے طریقے بتائے کہ پہر اپنی حالت اصلیہ پر آنا چاہے تو انپر چلنے سے
آسکے اور وہ وعدے خود یاد آجاوین چنانچہ جن حضرات نے تصفیہ باطن کیا عہد و میثاق اُنکو
یاد بھی آگیا جیسا کہ تفسیر روح المعانی مین لکہا ہے کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے
پوچہا کہ عہد و میثاق آپکو یاد ہے کہا وہ مجھے ایسا یاد ہے کہ گویا اب میرے کان مین اُسکی
آواز موجود ہے۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ وہ مجھے یاد ہے کہ گویا کل ہی گذرا ہے انتھے
اور حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی قسم کی بات مروی ہے غرض کہ
بہولنے کے اسباب کو علحدہ کرنے کے بعد روحانیت کے لوازم و خصوصیات اور انکشافات

پھر عود کرتے جاتے ہین جسکا حال انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ عقلی طور پر بھی ثابت ہوجائیگا اگر باوجود
اسکے کوئی شخص نہ اپنی فکر سے کام لے اور نہ انبیا کی مانے اور نہ رفع موانع کی کوشش کرے تو اس
جرم مین ضرور ماخوذ ہوگا کہ فکر سے کیون کام نہ لیا؟ اور انبیا کی بات کیون نہ مانی؟ اور یہہ عذر ہرگز
قابل پذیرائی نہوگا کہ ہم اس وعدے کو بھول گئے تھے اس لئے کہ انبیا تو اوسی وعدہ کو یاد دلا
نے آئے تھے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ارشاد ہوا کیا کہ (فذکر) پھر جن لوگون نے
حضرت کی بات مان لی انکی روحون نے کل امور کو تسلیم کرلیا اور فائز المرام ہوے اسی وجہ سے
قیامت مین انسے اوس میثاق روحانی کے سوال کی نوبت ہی نہ آئیگی۔ چونکہ اس میثاق کو
بھلانے والے جسمانی تعلق تھے جیساکہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ آدمی جب ایسے کام مین مشغول
ہوتا ہے جس سے اسکو کمال درجہ کا التذاذ ہو تو کوئی بات اسکو یاد نہین آتی اور قیامت کے روز تو
کل لذائذ اور تعلقات جسمانی منقطع ہوجائنگے اس لئے کہ اوس پچاس ہزار برس کے دن مین نہ
کہانا ہوگا نہ پانی نہ نفس ناطقہ کو بدل ما تحلل پہونچانے کی فکر اس وجہ سے اسکی عقل ٹھکانے
لگے گی اور وہ سب مواثیق وعہود اور عمر بھر کے سارے کرتوت پیش نظر ہوجائنگے اور روحین
جو دار الامتحان مین لذتون مین مشغول ہوکر عہد و پیمان بھول گئی تہین اونپر حجت الٰہی قایم
ہوجائیگی اور اس انکشاف کے بعد اوس میثاق روحانی کا نتیجہ یہہ ظاہر ہوگا کہ اونکو انا کنا
عن ہذا غافلین کہنے کا موقع ہی نہ ملیگا اس لئے کہ میثاق کے وقت تو مشاہدہ ہی مشاہدہ تہا
غفلت مطلقا نہ تھی دار الامتحان کی غفلت سو وہ عارضی تھی اور اوسکے دفع کرنے کیلئے دلائل
ربوبیت و توحید اظہر من الشمس ہین انکو مشاہدہ کرنے کے لئے فکر بھی دیگئی ہے جس سے
حق و باطل کا ادراک و امتیاز متعلق ہے پھر انبیا نے بھی غفلت ہی کو دفع کرنے کے طریقے
بتلادئے۔ باوجود اسکے کہ غفلت کو دفع کرنے والے متعدد اسباب قایم کئے گئے اگر جزا و سزا

کے وقت غفلت کا حیلہ پیش کیا جائے تو نہ عقلاً وہ قابل سماعت ہوسکتا ہے نہ قانوناً۔
الحاصل اصل مدرک روح ہے اور راحت والم کا احساس اوسی کو ہے جب سے وہ پیدا ہوئی
ہے اُسکی صورتین ہر موطن مین مختلف رہین قبل میثاق خدا جانے اُسکی کیا صورت تھی کیونکہ
ہمارا ادراک انھی صورتون سے متعلق ہوتا ہے جن کو اس عالم مین ہم دیکھتے ہین دوسرے
عالم کی صورتین اور لوازم اور آثار کا ادراک کرنا ہماری حالت موجودہ کے لحاظ سے ممکن نہین
البتہ ہم ایمانی طریقہ سے یہہ ضرور کہین گے کہ روحون کی صورتین مختلف اور باہم ممتاز ہین
جیساکہ حدیث شریف الارواح جنود مجندۃ سے معلوم ہوتا ہے پہر روز میثاق اون کو جسم دیا
گیا جس کی تعبیر بطریق تشبیہ ذرون سے کی گئی اسکی بھی حقیقت ہم نہین معلوم کرسکتے اسکے
بعد جب اس عالم مین وہ لائی گئین ایک خاص جسم کے ساتہہ متعلق کی گئین جس کو ہم دیکھتے
ہین اور باوجود اسکے اب بھی روح کی صورت معین نہین کرسکتے کیونکہ وہ ہمارے حس سے
غائب ہے پہر اس عالم سے جب وہ منتقل ہوگی خدا جانے وہان کے جسم کی کیا کیفیت اور
کیا حالت ہوگی مگر خواب سے کسیقدر پتہ چلتا ہے کہ کبھی ہم مشرق مین ہوتے ہین اور کبھی مغرب
مین اور حالات بھی کچھ ایسے نادر نادر دیکھتے ہین کہ اس عالم مین اُن کا ظہور ممکن نہین مگر اوس
عالم مین مشاہدہ کے وقت معمولی سے معلوم ہوتے ہین غرض اس عالم خواب پر قیاس کرکے
کہہ سکتے ہین کہ عالم برزخ مین بہ نسبت اس عالم کے لطافت بڑہی ہوئی ہوگی اوسکے بعد
قیامت کے روز اوس کو پہر ایک خاص قسم کا جسم دیا جائیگا جسکے آثار و لوازم اس عالم کے
جسمانیت کے ساتہہ کچھ مناسبت نہین رکھتے بہرحال ان مواطن و مقامات مین گو صورتین اور
اجسام متعلقہ بدلتے جائین مگر روح وہی ایک چیز ہے جو ہر حالت مین منتقل ہوتی ہوئی آئی
اور ابدالآباد باقی رہیگی غرض جتنی حالتین ان مواطن مین اس پر گذری ہین قیامت مین سب اوسکے

پیش نظر رہین گے جس طرح کوئی بوڑہا اپنے لڑکپن جوانی کہولت وغیرہ کے حالات کو یاد کرتا
ہے تو وہ اوس کے پیش نظر ہوجاتے ہین حالانکہ ان عمرون کے بہی لوازم وآثار مختلف
ہوتے ہین غرضکہ اوسوقت اوسکو تسلیم کرنا پڑیگا کہ روز میثاق ربوبیت کا اقرار کرلیا تہا اور دار
الامتحان مین بجائے اسکے کہ ربوبیت مطلقہ کا اقرار کرکے حد خلافت سے قدم باہر نہ رکہتی خود
سری سے انا ولا غیری کے مقام مین اطاعت الٰہی سے منحرف ہوگئی جسکی سزا دوزخ مین اوسے
بہگتنی پڑیگی اور نہ غفلت کا عذر قابل قبول ہوگا نہ آباؤ اجداد کی تقلید کا بلکہ جب ربوبیت
مطلقہ کا ذاتی مشاہدہ اور اس کا اقرار پیش نظر ہوجائیگا تو ان اعذار باردہ کو پیش کرنا ہی فضول
سمجہا جائیگا اور حجت الٰہی قایم ہوجائیگی کما قال اللہ تعالیٰ فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ۔

ذریات علم الٰہی مین ممتاز ہین

اب رہی یہہ بات کہ ذریات جب سب معدوم تہے تو اون کا عدم مین ممتاز ہونا کیسا۔ اسکو
یون سمجہہ سکتے ہین کہ جسطرح رائی برابر تخم مین لکہوکہا اجزا ممتاز ہین اوسی طرح یہہ بہی ممتاز ہوسکتے
ہین اور جس طرح ایک قطرہ مین کروڑہا حیوان ممتاز ہین اگر ان کا امتیاز خدائے تعالیٰ کے
نزدیک ہو تو علم الٰہی سے کیا بعید ہے اور جب خالق عالم نے یہہ خبر دی ہے۔ وَخَلَقَ
کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تو اس سے انکار کی کوئی وجہ نہین۔

معدومات کیطرف خطاب

اگر کہا جائے کہ کُلّ شَیْءٍ سے مراد اشیاء موجودہ ہین۔ تو ہم کہینگے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے
اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنَاہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ یعنے جب ہم کسی چیز کو پیدا کرنے کا
ارادہ کرتے ہین تو صرف اس سے کن کہدیتے ہین جس سے وہ موجود ہوجاتی ہے انتہے
غور کیجئے کہ کن کا خطاب موجود چیز سے ہوسکتا ہے یا معدوم سے اگر موجود سے ہو تو
تحصیل حاصل ہے اس صورت مین بہی کہنا پڑیگا کہ وجود سے پہلے اوس چیز سے خطاب
ہوتا ہے جسکو وجود عطا کرنا منظور ہوتا ہے اگر اس حالت مین خطاب کی صلاحیت اسمین

نہوتی تو یہہ خطاب اور حکم کیونکر صحیح ہوتا پھر اس خطاب سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالے
کے نزدیک اُنکی سماعت بھی ثابت ہے اور سمجھہ بھی کیونکہ جسکو سماعت اور سمجھہ نہو اس سے
خطاب کرنا عقلاً درست نہین پہر جو حکم کیا جاتا ہے اسکی تعمیل بھی وہ کرتی ہے اور اس معدوم
کا جواب دینا بھی ثابت ہے کما قال تعالیٰ ثم استوی الی السماء وہی دخان فقال لہا وللارض
ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعین یعنے خدائے تعالیٰ پہر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے
اور زمین سے کہا کہ طوعاً و کرہاً جسطرح ہو وجود مین آؤ اُن دونون نے کہا ہم خوشی سے آتے
ہین دیکہئے اس عالم عدم مین آسمان و زمین نے کیسی سمجھہ کی بات کہی کہ حکم خالق پر ناخوشی کا
کیا ذکر ہم خوشی سے آتے ہین یہہ سوال و جواب کس حالت مین ہو رہا ہے؟ اُس حالت مین
کہ اُن دونون کے وجود کا کہین پتہ بھی نہ تہا کیونکہ اُسکے بعد ارشاد ہے فقضٰہن سبع سمٰوات
یعنے اس گفت و شنید کے بعد بنا دیا اُنکو سات آسمان۔ اس سے ظاہر ہے کہ معدومات
نہانخانہ عدم مین اپنے مالک اور خالق کی بات سنتے اور سمجھتے ہین اور مودبانہ گفتگو کر کر اس پر
عمل بھی کرتے ہین البتہ نہ کسی دوسرے پر اونکی نظر پڑتی ہے نہ اُنکو کوئی دیکہہ سکتا ہے کیونکہ
ان چیزون کا مدار وجود پر ہے اگر خالق و مخلوق مین اتنی بھی خصوصیت نہو تو خالقیت ہی کیا ہوئی
مگر اس کا سمجھنا ہر کس و ناکس کا کام نہین اسکے لئے وہی لوگ مخصوص ہین جنکو کلام الٰہی پر پورا
پورا ایمان ہوتا ہے اور افعال الٰہیہ کو اپنے کامون پر قیاس نہین کرتے۔

اب بمناسبت مقام ہم تخلیق سے متعلق بطور تمثیل تہوڑی سی تقریر کرنا چاہتے ہین۔ ناظرین
سے توقع ہے کہ غور و تامل سے ملاحظہ فرماوین جس سے ممکن ہے کہ بشرط انصاف فہم حقیقت
کا راستہ مل جائے۔

آدمی مین یہہ قدرت تو نہین ہے کہ کسی چیز کو وجود بخشے مگر موجودہ چیزون کو ترکیب دیکر ایک

ایسی چیز بنالیتا ہے جو پہلے نہ تھی مثلاً گھر اگرچہ پتھر وغیرہ موجودہ اشیاء سے بنایا جاتا ہے مگر اتنا تو
سمجھا جائیگا کہ وہ پہلے معدوم تھا اب وجود مین آیا گو کسی جز کی ایجاد مین آدمی کو دخل نہین اب
غور کیجئے کہ اس وجود مصنوعی کا کیا طریقہ ہے۔ جب ہم کسی معین مقام مین گھر بنانا چاہتے ہین تو
اس زمین پر دالان پیش دالان حجرے اور صحن وغیرہ کا اندازہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہان مثلاً
بیس گز کا دالان ہوگا اور اتنے گز کے حجرے وغیرہ جب یہہ اندازہ کر لیتے ہین تو اوس گھر کی
ہر چیز ذہن مین ممتاز ہوجاتی ہے اور یون کہنے لگتے ہین کہ یہہ دالان ہے یہہ حجرہ وغیرہ ہے
حالانکہ نہ وہان دالان ہوتا ہے نہ حجرہ اور اسی پر آثار خارجی بھی کسیقدر مرتب ہوجاتے ہین مثلاً
ہمسایہ والا جب دیکھتا ہے کہ اوسکے پرنالے اور بدررو اپنے گھر مین سے ہوگی تو آمادہ فساد
ہوجاتا ہے اور لوگ جب اوسکی تقسیم اور باٹنی کی تعریف کرتے ہین اور وہ اپنے کل مقاصد اس
مین پورے ہونے کا خیال کرتا ہے تو ویسی تقریباً اتنی خوشی ہوتی ہے جو اوسکے تیار ہونے
کے بعد ہونی چاہئے۔ الحاصل وہ گھر اگرچہ ہنوز عدم مین ہے مگر معدومات محضہ مین اسکو شریک
نہین کر سکتے اور یہہ نہین کہہ سکتے کہ یہہ گھر اور وہ (جو بازو کی زمین مین بطریق امکان خیال کیا جائے
جس کا نہ ذہنی وجود ہے نہ بنانے کا خیال) دونون ایک قسم کے عدم مین شریک ہین کیونکہ
اس گھر پر آثار مرتب ہوگئے اور بازو کے فرضی گھر پر کسی قسم کا اثر مرتب نہین ہوا بلکہ لفظ مکان
کہنے سے صرف اسکے معنی کا تصور کیا جسکا مصداق نہ ذہن مین ہے نہ خارج مین اس لئے
کہ اس مکان کے تصور مین نہ دالان معین ہے نہ حجرہ وغیرہ جیسے ہزار سر کا آدمی اور شریک الباری
اور اجتماع نقیضین وغیرہ اشیاء کے الفاظ کہنے سننے سے کچھہ نہ کچھہ تصور ہوجاتا ہے مگر جب اسکے
مصداق پر نظر ڈالی جاتی ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وجود نفس الامری سے اوسکو کچھہ تعلق
نہین بخلاف اس مکان کے کہ گو اسکو خارجی وجود نہین مگر نفس الامری وجود ضرور ہے

جس پر آثار مرتب ہو رہے ہین چونکہ وجود خارجی کا درجہ اُسکو حاصل نہین اور نہ وہ عدم محض ہے اس لئے اس درجہ کو ثبوت سے تعبیر کرتے اور یون کہتے ہین کہ وہ مکان ثبوت کے درجہ مین ہے یعنے جب اُسکو وجود خارجی مین لایا جائیگا تو اوسکی وضع ترکیب وہی ہوگی جو ثبوت کے درجہ مین تھی۔ پہر جب وجود خارجی مین اُسکو لانے کا ارادہ ہوتا ہے تو بمجرد ارادہ کے قدرت اوسکے ساتھہ متعلق ہوجاتی ہے اور اگر وہ ایسا ہو کہ بنانے والے کی قدرت کام نہ کرسکے مثلاً غریب شخص ایوان شاہی بنانا چاہے تو اُسکو خارجی وجود نصیب نہوگا اسی وجہ سے ہر شخص ایسے ہی مکان کا اندازہ کرتا ہے جو اُس سے ممکن ہو یعنے اپنی قدرت مین اُسکا بنانا ہو اس سے ظاہر ہے کہ امکان کا درجہ تعلق قدرت سے پیشتر ہے پہر قدرت متعلق ہونے سے پیشتر تعلق ارادہ ہے کیونکہ جب تک ارادہ نہو اسکا وجود ممکن نہین اور ارادہ سے پہلے علم کی ضرورت ہے اس لئے کہ جب تک علم نہو اُسکے بنانے کا ارادہ ہی نہین ہوسکتا اور علم وہی معتبر ہے جو مطابق معلوم ہو کیونکہ جو علم خلاف معلوم ہو وہ اس شے کا علم نہین ہوسکتا اسکو اُسکا جہل کہنا چاہئے اس سے ظاہر ہے کہ وہ مکان جو ثبوت کے درجہ مین تہا وجود خارجی سے بہت پیشتر ہے اس لئے کہ ثبوت درجہ علم پر بھی مقدم ہے اسی وجہ سے علم کو تابع معلوم کہتے ہین اور علم مشیت اور ارادہ پر مقدم ہے اور ارادہ تعلق قدرت وجود پر غرض کہ اس سلسلہ مین ثبوت نفس الامری سب پر مقدم ہے البتہ تقدیر و اندازہ کا درجہ اس پر بھی مقدم ہے کیونکہ جب تک اس کا اندازہ اور تقدیر نہین کی گئی وہ مکان عدم محض مین تہا جسکو کسی قسم کا ثبوت نہین یہہ ہمارے موجود کرنے کا حال تہا۔

اس مین شبہہ نہین کہ ہمارے اور خالق عزوجل کے موجود کرنے مین زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ کچہ مناسبت ہی نہین کیونکہ حقیقی وجود دینا خالق ہی کا کام ہے مگر چونکہ حق تعالیٰ کی معرفت

کا مدار ہماری ذات وصفات وافعال پر ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون
اس وجہ سے خالقیت ومخلوقیت کے خصوصیات سے قطع نظر کیجائے تو ایجاد سے متعلق
سب مدارج وہی ہونگے جو ند کور ہوے البتہ انسان مین کل ناقص ہین اور خالق عزوجل مین
اتم واکمل جس سے بے اختیار آدمی کہہ اوٹھے گا فتبارک اللہ احسن الخالقین یعنے برکت والا
ہے اللہ تعالے جو سب خالق سے اچھا ہے۔ دیکھئے جس طرح ہم کسی چیز کے بنانے کا ارادہ
کرتے ہین تو پہلے اُسکا انداز ہ کر لیتے ہین حق تعالی نے بھی تمام عالم کے اشیاء کا اندازہ کر لیا جیسا
کہ اس آیت شریفہ سے ظاہر ہے وکل شئ عندہ بمقدار یعنے ہر چیز اس کے نزدیک ایک مقدار
پر ہے کل شئ کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ ذوات ہون یا اجسام یا اعراض وغیرہ کل اشیائ
کی مقدار پہلے سے مقرر ہے مثلاً جسطرح ہر ایک آسمان کی مقدار مقرر ہوی اُسکے حرکات کی بھی
مقدار معین ہوی کہ روزانہ ایسی ہو اور کل حرکات اتنے ہون اسیطرح زید کا علم وجہل وغیرہ
اس مقدار پر ہو اور عمرو وغیرہ کا اس مقدار پر غرض کہ کوئی چیز عالم مین ایسی نہین جس کی مقدار
معین نہو پھر یہہ مقدار اُن اشیاء کی ذاتی صفت نہین بلکہ تقدیر الٰہی نے اسکو معین کیا
جیسا کہ ارشاد ہے۔ فقدرنا فنعم القادرون یعنے پھر ہم نے اندازہ ٹھیرایا تو ہم اچھے اندازہ ٹھیرانے
والے ہین۔ قولہ تعالے انا کل شئ خلقناہ بقدر یعنے ہم نے تمام چیزون کو ایک اندازہ کے
ساتھہ پیدا کیا انتہے۔ اس تقدیر کے ساتھہ ہی جو ممکنات ابد تک وجود مین آنے والے تھے معین
ہوگئے اور انکو ثبوت نفس الامری حاصل ہوگیا اسکے بعد اگر کروڑہا سال بھی وہ وجود خارجی مین
نہ آئین تو وہ ثبوت نفس الامری اُن سے زائل نہین ہوسکتا اور ابد الاباد علم الٰہی مین محفوظ ہین
پھر جب کبھی اُن کا وجود خارج مین ہوتا ہے تو اسی مقدار اور کیفیت پر ہوتا ہے جسکی تقدیر
ازل مین ہوچکی تھی کما قال اللہ تعالے ما یبدل القول لدیّ یعنے ہماری بات نہین بدلتی۔

تعجب نہین کہ خلق کا لفظ جو پیدا اور موجود کرنے مین مستعمل ہے اس مین بھی سہر ہوا اس لئے کہ خلق کے معنی لغت مین اندازہ کرنے کے ہین مگر چونکہ ازلی تخلیق و تقدیر کے مطابق ہر چیز پیدا کیجاتی ہے تو گویا تخلیق و ایجاد دونون متحد ہو گئے۔

اشیا بعد وجود کو اس ثبوت نفس الامری سے یہہ بات حاصل ہے کہ خداے تعالے کے نزدیک وہ قابل خطاب ہین گو اس عالم سے وہ غائب ہون۔ جیسا کہ آیات موصوفہ سے ابھی معلوم ہوا کہ خداے تعالی اونکو حکم کرتا ہی اور وہ سنتے ہین اور جواب طلب کوئی بات ہو تو اوسکا جواب دیتے ہین اور امتثال امر کرکے موجود ہوجاتے ہین۔ کیا ممکن ہے کہ بغیر ثبوت نفس الامری کے وہ قابل خطاب ہون؟ غرض کہ ان اعیان ثابتہ کو مثل انیاب اغوال یا شریک الباری اور اجتماع النقیضین کے بے اصل و فرضی نہین کہہ سکتے بھی اعیان ثابتہ ہین کہ انکو معلومات الہی ہونے کا درجہ حاصل ہے اگر بحسب قاعدہ مسلمہ کہ علم تابع معلوم ہوا کرتا ہے کہا جاوے کہ وہ اصل ہین اور علم الہی اُنکا تابع تو بے موقع نہوگا اس لئے کہ یہہ تقدیر الٰہی کے تابع ہین یعنے جن چیزون کو تقدیر الہی نے قایم کیا تہا اُنھی کے ساتہہ علم الٰہی بھی متعلق ہوا۔ یہہ نہین کہ وہ کوئی شی تھی جنکے تقرر مین نعوذ باللہ خدا کو دخل نہین۔

یہان شاید یہہ خیال پیدا ہوگا کہ اس تقریر سے خداے تعالی کے علم کا حدوث لازم آتا ہے۔ مگر اسکو یون دفع کرنا چاہئے کہ خداے تعالی کا اندازہ کرنا ایسا نہین ہے جیسے ہم اپنے مکان کا نقشہ بناتے ہین کہ کچہ تو اپنے ذہن سے مدد لیتے ہین اور کچہہ تجربہ کار دوستون اور مستریون سے پہر اس مین بھی اقسام کی رکاوٹین کبھی جاے کی تنگی کبھی ہمسایہ کے تعرض کا خیال کبھی اغراض متضادہ کے پورا کرنے کی دشواریان غرض کہ کئی روز صرف نقشہ جمانے کا دہندا لگا رہتا ہے اپنے کامون پر خداے تعالی کے کامون کا قیاس

کسی طرح درست نہین ہم جسطرح اپنی ذات مین محتاج ہین بخلاف خدائے تعالی کے کہ وہ اپنے ذات مین کسی کا محتاج ہے نہ صفات و افعال مین اس لئے اُسکو فکر و تدبیر کی کوئی احتیاج نہین اسی طرف اس آیۂ شریفہ مین اشارہ بلکہ تصریح ہے. قولہ تعالے کل شیٔ خلقناہ بقدر وما امرنا الا واحدة کلمح بالبصر ہم نے تمام چیزون کو ایک اندازہ کے ساتھہ پیدا کیا ہے ہمارا کام توبس ایک بات ہوتی ہے جیسے آنکھہ کا جھپکانا تھے۔ جب ہر چیز کے اندازہ کرنے کا ذکر اس آیۂ شریفہ مین ہوا تو لوگون کو ضرور یہہ خیال آیا ہوگا کہ عالم جو ایک مدت سے پیدا ہوا اور ابد الآباد جاری رہیگا جس ہین بے انتہا اشیا ہین ان تمام کی تقدیر کیلئے ایک مدت دراز صرف ہوی ہوگی گویا اسی خیال کو دفع کرنے کے لئے ارشاد ہوا کہ ہمارا کام ایسا فوری ہے کہ ایک پلک مارنے کے عرصہ مین سب کچہ ہوگیا اور دوسری آیتہ مین ہے کلمح البصر او ہو اقرب. یعنے پلک مارنے سے بھی کم مدت مین غرض کہ تقدیر ازلی فوری تھی جس سے تمام ممکنات نفس الامری مین ثابت ہوگئے اور فورًا اسکا علم ہوگیا اور تقدیر اور علم مین کچہ فاصلہ زمانی نہوا اس لئے دونون کے قدم مین کوئی کلام نہین ہوسکتا اور تقدم اور تاخر جو خیال کیا جاتا ہے وہ ذاتی ہے جس طرح ہاتہہ اور کونجی کی حرکت مین ہوتا ہے۔

فرق درمیان علم و تقدیر

اب یہان تقدیر و علم مین فرق معلوم کرنے کی ضرورت ہے حکما صفت ارادۂ الٰہی کی نفی کرکے کہتے ہین کہ وہ علم ہی کا نام ہے کما فی المواقف ارادتہ نفس علمہ بوجہ النظام الاکمل ویسمونہ عنایتہ اور اس علم کو وہ علم فعلی کہتے ہین اگرچہ علم ایک ایسی وسیع صفت ہے کہ اکثر صفتون مین اُسکا لگاؤ ہے چنانچہ جب آدمی کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو جب تک اس کام کا علم نہو ارادہ نہین کرسکتا مگر آثار و نتائج سے اقتیاز ہوجاتا ہے جب ہم کہتے ہین کہ ہمین فلان چیز کا علم ہے تو اُسکا مطلب یہی سمجھا جاتا ہے کہ ہمارے ذہن مین اس چیز کی ایسی صورت ہے کہ اُسکے مطابق ہے اور اگر یہہ ثابت ہوجائے کہ وہ اسکے مطابق نہین تو وہ جہل مرکب ہوگا چنانچہ شرح مواقف مین لکھا ہے

العلم بوقوع شیٔ فی وقت معین تابع لکونہ بحیث یقع لانہ ظلہ وحکایۃ عنہ۔
اور ارادہ اُسکو کہتے ہین کہ وہ چیزین جو اپنی قدرت مین ہون اُن مین ایک کی تخصیص کر دی جائے
مثلاً کسی مقام مین جانا یا نہ جانا دونون ہماری قدرت مین ہون تو اُن مین سے ایک کی تخصیص کر دینا
ارادہ کا کام ہے اسی وجہ سے کہا جائیگا کہ ہم نے جانے کا ارادہ کر لیا یا نہ جانے کا اس سے
ظاہر ہے کہ علم مین مطابقت اور تبعیت معلوم کی ہوا کرتی ہے اور ارادہ مین تخصیص
احد المقدورین کی۔ اب اگر حکما نے علم کو ارادہ کے قائم مقام اس غرض سے کر دیا ہے کہ ہر
چیز کسطرح ہونی چاہیے اُسکا فقط جان لینا ہی کافی ہے علیحدہ ارادہ کی کوئی ضرورت نہین تو تقدیر
اور تخلیق ازلی اسی پر صادق آجائیگی چنانچہ شیخ کے اس قول سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے
جسکو شرح مواقف مین نقل کیا ہے قال ابن سینا العنایۃ ہی احاطۃ علم الاول تعالے بالکل
وبما یجب ان یکون علیہ الکل حتے یکون علی احسن النظام دیکھئے کل اشیاء عالم کا علم اس طور پر قرار
دیا ہے کہ اُن مین ہر ایک چیز کے لئے کیا کیا واجب ہے اور یہہ اُسوقت فرض کیا جا رہا ہے
کہ عالم کا وجود نہین تہا کیونکہ اگر بعد وجود عالم یہہ علم فرض کیا جائے تو انفعالی ہوگا جس کے
حکما قائل نہین اور اُسپر لفظ عنایت بھی صادق نہین آسکتا اور اس علم کی جو غرض ہے کہ کل عالم
احسن نظام پر ہو جائے وہ بھی صادق نہ آئیگی۔ اس علم کا نام تقدیر نہ رکھکر علم رکہنا صرف ایک
اصطلاحی بات ہوگی ورنہ تقدیر کے پورے پورے معنی اس پر صادق آتے ہین کیونکہ اس سے
مقصود یہہ ہے کہ تمام اشیاء عالم جو ابد تک ہونے والے ہین ممتاز ہو جائین اور ہر ایک
مین کیا بات ہونی چاہئے مثلاً لوازم کیسے ہون اور آثار کس قسم کے معین ہو جائین اور تقدیر
سے بھی یہی غرض ہے اس کے بعد علم انفعالی کا درجہ ہوگا خواہ حکما اسکے قائل ہون یا نہون
اس لئے کہ ہر ایک چیز جب اس علم کی وجہ سے ممتاز ہوگی اور اسکے لوازم اور واجبات مقرر

ہوگئے تو کیا ممکن ہے کہ حق تعالے کو ان امور کا علم نہو گا ہرگز نہین اپنی مقرر کی ہوی چیزون

کو نہ جاننا شان ایزدی سے بعید ہے۔ فنظر الحق تبارک وتعالے فی الازل الی نوع

الانسان والی استعداد ہ الذی یتوارثہ ابناء النوع ونظر الی قوتہ الملکیتہ وتدبرہ الذی یصلحہ من

العلوم المشروحتہ حسب استعدادہ فتمثلت تلک العلوم کلہا فی غیب الغیب محدودۃ ومحصات۔

رہی یہہ بات کہ علم فعلی زائل نہو گا تو ہم بھی اُسکے قائل ہین مگر اس کے ساتھہ یہہ علم بھی ضرور

ہو گا کہ یہہ کل اشیاء ہمارے مقرر کئے ہوے ہین سکو ہم علم انفعالی کہتے ہین جس مین

مطابقت معلوم ملحوظ ہے۔

یہان تک وہ مدارج تھے جو ازلی ہین اب یہان سے ایجاد و احداث شروع ہوتا ہے ازل

مین جس چیز کے وجود خارجی کے لئے جو وقت مقرر کیا گیا تہا جب وہ وقت آجاتا ہے تو مشیت

اور ارادہ الٰہی اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ نہانخانہ عدم سے اسکو نکال کر جلوہ گاہ شہود مین لائے

اسکی تدبیر یہہ ہوتی ہے کہ اس سے خطاب ہوتا ہے کہ موجود ہو جا بمجرد اس خطاب کے وہ موجود ہو

جاتی ہے کما قال تعالیٰ انما قولنا لشئ اذ ارد ناہ ان نقول لہ کن فیکون۔

بات یہہ ہے کہ حق تعالے قادر مطلق ہے چنانچہ بکرات ومرات فرمایا ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر

جس کام کا جو طریقہ مقرر فرماتا ہے اس طریقہ سے اسکا وقوع ہوتا ہے دیکھئے آدمی کے اعضاء

کو حرکت دینے کا یہہ طریقہ مقرر فرمایا کہ رباطات وغیرہ کہنچے جائین پہر باوجودیکہ کسیکو اپنے ذاتی علم

سے یہہ معلوم نہین کہ جسم مین کتنے رباطات وغیرہ ہین اور جس عضو کو ہم حرکت دینا چاہتے ہین انسے

انکا کیسا تعلق ہے مگر جب کسی ایک اُنگلی کو مثلاً حرکت دینا منظور ہوتا ہے تو ادہر ارادہ ہوا

اودہر حرکت ہوگئی حالانکہ عقل کی روسے یہہ بات سمجہہ مین نہین آتی کہ کسی مقصود کے حاصل

کرنے کا سبب عمر بہر شخص نہوا اور اس سے ہمیشہ مقصود حاصل کیا کرین اس قسم کے

ایجاد و احداث

ہزاروں طریقے مقرر ہیں جنسے عالم کے کام چلتے ہیں غرضکہ ایجاد اشیاء کا یہہ طریقہ مقرر کیا گیا کہ کن کے خطاب سے معدوم موجود ہیں آجاتے اور یہی تعلق قدرت ہے۔ اس خطاب کن سے قدرت نمائی مقصود ہے کہ تمام عالم کو ہم نے ایک کلمہ کن سے پیدا کیا اور پیدا کرتے جاتے ہیں۔
الحاصل ازل ہی جو تخلیق اور تقدیر ہوئی تھی اسیکے مطابق اعیان ثابتہ کا علم ازلی ہے اور اسی کے مطابق بحسب ارادہ اوقات معینہ پر وہ وجود ہیں آتے رہتے ہیں جس سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایجاد خارجی گویا بعینہ وہی تخلیق ازلی ہے کیونکہ تخلیق لغت ہیں بمعنی اندازہ کردن ہے اور آیہ شریفہ فتبارک اللہ احسن الخالقین سے بھی یہی ثابت ہے کیونکہ اگر یہان خلق بمعنی ایجاد لی جائے تو یہہ لازم آئیگا کہ بندے بھی کسی چیز کو حقیقی وجود دیسکتے ہین حالانکہ وہ ممکن نہین اس سے ظاہر ہے کہ دراصل تخلیق تقدیر ہی کے معنی ہین ہے نئی روشنی کے لوگ تقدیر الٰہی کے بالکل قائل نہین اس لئے اسی روشنی کا ایک لیمپ ہم پیش کئے دیتے ہین اگر یہہ حضرات عادہ سے نظر بڑہائین تو امید ہے کہ اونپر بھی یہہ مسئلہ منکشف ہوجائے۔
مقاصد الاسلام کے حصۂ دوم مین علامۂ فرید وجدی کے رسالہ الحیات سے نقل کیا گیا ہے کہ اوستاد جوزفین نے ایک لڑکی پر عمل مسمیریزم کیا جسکی عمر اٹھارہ سال کی تھی اور اوس سے وہ واقعات دریافت کئے جو اوسکی ذات سے آیندہ وقوع مین آنے والے تھے اوس نے پہلے وہ واقعات بیان کئے جو پچیس اور تیس اور چالیس اور پینتالیس سال کی عمر مین پیش آنے والے تھے اور اوسکے بعد موت اور اوسکے بعد کے واقعات بیان کئے اور ہر واقعہ بیان کرنے کے وقت اوسکے آثار چہرہ سے نمایان ہوتے تھے۔ اور نیز کتب مسمیریزم مین مصرح ہے کہ شخص معمول مرے ہوؤن اور اونکے زمانہ کے واقعات اور آیندہ موجود ہونے والون کے حالات اسطرح بیان کرتا ہے جیسے کوئی دیکھ رہا ہے۔

مسئلہ تقدیر کا ثبوت مسمیریزم سے

اب اونکے تفصیلی حالات پر غور کیجئے جنکی وہ خبر دیتا ہے یہہ تو ظاہر ہے کہ آدمی جب سے رحم مادر مین آتا ہے آناً فاناً اوسکی حالتین بدلتی رہتی ہین کیونکہ جسمانی انقلابات تدریجی ہوتے ہین یہہ نہین ہوتا کہ نطفہ دفعۃً مضغہ اور مضغہ دفعۃً لڑکا اور لڑکا دفعۃً جوان ہوجائے بلکہ ایک حالت سے دوسرے حالت تک ایسے تغیرات ہوتے جاتے ہین کہ اونکو حس ممتاز نہین کرسکتی دیکھہ لیجئے لڑکا مثلاً جب غذا کہاتا ہے تو وہ آناً فاناً ہضم ہوکر ایک خاص طور پر بڑہاتی جاتی ہے یہانتک کہ وہ شباب کو پہونچتا ہے یہہ ممکن نہین کہ وہ آنی انقلابات جس سے معلوم ہوسکین البتہ عقل اجمالاً یہہ حکم کرتی ہے کہ جسقدر غذا کہائی گئی اوسمین سے کچہ تو تحلیل ہوگئی اور کچہ فضلہ بنکر نکل گئی اور کچہ بدل ما یتحلل ہوی اور ایک حصہ ایسا بھی ہے جس نے نمو بخشا یہانتک کہ اوس نمو کی غیر محسوس زیادتیان اوسکو ایک حد تک پہونچا دین اس سے ظاہر ہے کہ ہر آن مین وہ ایک ایسی حالت مین ہے کہ نہ آن سابق مین اوس حالت پر تہا اور نہ آن لاحق مین ہونیوالا ہے جسکا مطلب یہہ ہوا کہ ہر آن کا تشخص جدا ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جسکا تشخص جدا ہو وہ شخص ہی جدا ہوگا اس صورت مین جسکو ہم ایک شخص سمجھتے ہین وہ واقع مین صدہا بلکہ ہزارہا اشخاص بن چکے ہین یہہ جسمانی حالت تھی اب اندرونی حالتون کو بھی دیکھہ لیجئے کہ اون مین کسقدر تغیرات ہوتے ہین خوشی۔ غم۔ رنج۔ راحت۔ بھوک پیاس۔ صحت بیماری حرص حسد وغیرہ مختلف صفات جنکا ظہور مختلف طور پر ہوتا ہے جو حد شمار سے باہر ہین غرضکہ جب شخص معمول مسمریزم گذشتہ اور آیندہ آنے والے اشخاص کی تفصیلی حالتین بتلا سکتا ہے تو یہہ تو ممکن نہین کہ اوسکے فوٹو کہین رکہے ہون جنکو روحانی آنکہون سے دیکہکر خبر دیتا ہو اس صورت مین اگر اعیان ثابتہ جنمین وہ تمام احوال جنکو حق تعالی نے مقدر کیا ہے مندرج ومنمج

ہیں) اونپر اوسکی نظر نہو تو ممکن نہیں کہ ان معدومات کا علم حاصل ہو سکے اسلئے کہ مادہ
کے جو اشکال بدلتے جاتے ہیں اور اون سے صورتیں پیدا ہوتی ہیں وہ اوسی وقت
محسوس ہو سکتی ہیں جب تک اوسمیں وہ اشکال موجود ہوں۔ اور جن شکلوں کو اوس
نے چھوڑ دیا یا آئندہ اون کو قبول کرنے والا ہے کسی طرح محسوس نہیں ہو سکتیں غرضکہ
جب تک محققین کا مذہب نہ لیا جائے اس مسئلہ میں تسکین نہیں ہو سکتی محققین کے
قول کا ماحصل یہہ ہے کہ حق تعالی نے جن چیزوں کو وجود میں لانا چاہا ازل میں اونکے
اعیان کی تقدیر فرمایا اور ہر ایک کے کل اطوار و حالات جو اوسمیں ابد تک موجود ہونے
والے ہیں سبکو اونمیں مندرج و مندمج کردیا جسطرح درخت کے کل اوضاع و اطوار
بیج میں مندرج ہیں پھر جب حق تعالی کو منظور ہوتا ہے کہ اوس عین ثابت کا ظہور
ہو تو وجود کا پرتو اوس پر ڈالدیتا ہے جس سے وہ شئے ظہور میں آتی ہے اور جبتک
منظور ہوتا ہے اوسپر خاص قسم کے وجود کا پرتو باقی رکھتا ہے جس سے اوسکے اطوار
و حالات ظہور میں آتے رہتے ہیں پھر جب اوس سے وجود کا پرتو علیحدہ کرلیا جاتا ہے
تو وہ شئے اپنی حالت پر آجاتی ہے مطلب یہہ کہ وہ عین ثابت ازل سے ابد تک عدم
میں ہے لیکن اوسکو ثبوت کا درجہ حاصل ہے اور وجود کے زمانہ میں صرف یہی ہوتا
ہے کہ وہ مع لوازم ظہور میں آتی ہے اسیوجہ سے جنکو روحانی انکشاف کسی طریقہ سے
حاصل ہو جائے اونکی روحانی نظر اوسپر پڑتی ہے جس سے اوسکے خاص خاص حالات
جنکو معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ نظر آجاتے ہیں خواہ وہ عین ہنوز موجود نہوئی ہو یا پرتو وجود
میں ہو اگر پھر اوسپر عدم طاری ہوگیا ہو روحانی نظر بشرط صلاحیت ہر وقت
اوسپر پڑسکتی ہے اسیوجہ سے اہل کشف گذشتہ اور آئندہ کے واقعات

کی خبرین دیتے ہین اور جنکو کشف نہین وہ اوس عین ثابت کے آثار کو صرف اوسوقت تک دیکھہ سکتے ہین کہ اوسپر وجود کا پرتو رہے جسطرح چراغ کے پرتو سے تاریکی کی چیزین اوسوقت تک نظر آتی ہین کہ چراغ کا پرتو اون پر رہے حاصل یہہ کہ جب تک تقدیر الٰہی کا اعتراف نکیاجائے معمول مسمریزم کا خبر دینا صحیح نہین ہوسکتا اور جب تجربہ سے اوسکا خبر دینا صحیح مان لیاگیا تو تقدیر الٰہی کا ثبوت عقلی طور پر ہوگیا۔ دیکھئے خدائے تعالیٰ نے کیسی کھلی دلیل مسئلہ تقدیر کی اونہین لوگون پر منکشف کردیا جو اوسکے قائل نہین ہین اگر اب بھی قائل نہون تو شوخی قسمت اور نارسائی تقدیر کہنا چاہئے۔ روزی ہر مرغکہ انجیر نیست۔

باوجود تقدیر کے آدمی مجبور نہین

اب یہان یہہ بات بھی معلوم کرنے کے قابل ہے کہ حق تعالیٰ نے ازل مین ہر چیز کا جو اندازہ فرمایا تہا اوسمین اس چیز کے کل لوازم و آثار مثلاً آگ کی تخلیق مین اسکی حرارت یبوست جلانا وغیرہ داخل ہین اسیطرح انسان کی تخلیق مین کہانا پینا اور اپنے ارادہ اور اختیار سے اپنے نفع اور ضرر کا کام کرنا وغیرہ سب امور داخل ہین جیسا کہ تنقیح کی تقریر سے بھی اسکا حال معلوم ہوا جس سے ثابت ہے کہ کوئی انسان مجبور نہین کیونکہ ہر شخص کی تخلیق مین اسکے کل کام داخل ہین کہ فلان کام اپنے اختیار سے کریگا اور اس سے اسکو نفع یا ضرر ہوگا مثلاً اپنے اختیار سے جائیگا اور فلان کنوئین مین گریگا علیٰ ہذا القیاس کل کام جنکا ظہور ہوتا جاتا ہے اسی تقدیر کے مطابق ہوتے ہین اسی اختیار تقدیری کی وجہ سے آدمی کل نفع و ضرر کو اپنے افعال اختیاری کا نتیجہ سمجھتا ہے چنانچہ نفع ہو تو اپنے اختیاری فعل پر ناز کرتا ہے اور ضرر ہو تو نادم ہوکر اپنے غلطی کا قائل ہوتا ہے چنانچہ مولانائے روم رح فرماتے ہین۔

زاری باشد دلیل اضطرار	خجلت باشد دلیل اختیار
گر نبودے اختیار این شرم چیست	وین دریغ و حسرت و آزرم چیست

غرض کہ جس طرح آدمی دنیوی نقصانات مین اپنے اختیار سے کرنے پر نادم ہوتا ہے اسیطرح ناشایستہ حرکات سے جب قعر دوزخ مین گریگا اس کو اپنی اختیاری غلطی پر نادم ہونا پڑیگا کیونکہ دلائل قدرت و توحید عالم مین قائم کر دیئے گئے اور اون کے ادراک کیلئے فکر دی گئی اور انبیا نے اپنی حقانیت پر دلائل و معجزات دکھلا کر احکام الٰہی پہونچادیئے اور جنت و دوزخ مین جانے کے اسباب معلوم کرادیئے جس سے ہر طرح حجت الٰہی قایم ہوگئی اب بغیر ندامت کے اور کیا ہو سکے چنانچہ خدائے تعالےٰ نے اُنکے حال کی خبر دی ہے فاعترفنا بذنوبنا فهل الى خروج من سبيل یعنی دوزخ مین وہ اپنے گناہون کا اقرار کر کے کہینگے کہ اب اُس سے نکلنے کا کوئی طریقہ بھی ہے ؟

رہا یہہ کہ وہ تقدیر کا عذر پیش کرین تو وہ قابل سماعت نہین اس لئے کہ حق تعالیٰ نے جو یہہ فرمایا ہے ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس. سو اُسکو وہ مانتے ہی نہ تھے اور جس چیز کو آدمی خود نہین مانتا اُسکو استدلال مین پیش نہین کر سکتا دیکھئے جو شخص سحر کے حق ہونے کا قائل نہو اور اُسپر سحر ہو جائے تو وہ ساحر پر سحر کا دعوے نہین کر سکتا اور اگر کرے تو سمجھا جائیگا کہ وہ اُسکا قائل ہو گیا مگر قیامت کے روز اُن کا قائل ہونا قابل توجہ نہوگا اس لئے کہ اُنسے صاف کہدیا گیا تہا کہ سزا و جزا کے پیشتر اگر تم ان امور پر ایمان لاؤ گے تو مفید ہے اور عین وقت جزا مین قائل ہونا کچھ فایدہ نہ دیگا کما قال تعالےٰ فلم يك ينفعهم ايمانهم لما رأوا بأسنا یعنے نہین نفع دیا اونکو ایمان نے جب دیکھہ لیا اونہون نے ہمارا عذاب ۔

اب رہا یہہ کہ دوزخ کے لئے انہین کیون پیدا کیا سو بندہ کا یہہ منہ نہین کہ خالق سے کچہ پوچہہ سکے کما قال تعالے ولا یسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ اور کیونکر پوچہہ سکتا خدائے تعالی نے کسی بندے کو یہہ تو معلوم کرایا ہی نہین کہ اُسکو دوزخ کے لئے پیدا کیا جس سے وہ پوچہہ سکتا تہا کہ میرا کیا قصور بلکہ برخلاف اسکے تمام عالم مین دلائل وحدانیت قائم کردیے اور سعادت وشقاوت کی راہین بتلا دین کما قال تعالے وہدیناہ النجدین اور اختیار بھی دیدیا کہ جس راہ کو چاہو اختیار کرلو کما قال تعالے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین نارا یعنے جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہئے کافر ہو جائے ہم نے ظالمون کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے اسکے بعد بھی اگر تقدیر کا عذر پیش کرین جسکو وہ خود اس عالم تکلیف مین مانتے نتھے تو کیونکر قابل سماعت ہو بلکہ اگر اس قسم کا عذر پیش کرین تو وہ زیادہ مستحق عذاب ہونگے اسلئے کہ دنیا مین اس قسم کے امور کی تکذیب بلکہ تضحیک کرتے تھے جیسا کہ اس آیہ شریفہ سے ظاہر ہے قولہ تعالے سیقول الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا آباؤنا یعنے قریب ہے کہ مشرک یہہ کہینگے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے آباؤ اجداد وقولہ تعالے۔ وقال الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما عبدنا من دونہ من شئ یعنے مشرکون نے کہا اگر اللہ چاہتا تو ہم اسکے سوا اور کسی چیز کی عبادت ہی نہ کرتے اسکا جواب خدائے تعالی نے کچہ ندیا اور یہی فرمایا کذلک کذب الذین من قبلہم یعنے انہی کی طرح پہلے والون نے بھی تکذیب کی تھی اُسکے بعد ارشاد ہوا قولہ تعالے فلو شاء لہدیکم اجمعین یعنے بات یہی ہے کہ بے شک اگر خدا چاہتا تو تم سبکو ہدایت کرتا۔

دیکہئے جو بات خدائے تعالی نے کہی وہی کفار بھی کہتے تھے مگر اُنکا کہنا ایمان کی راہ سے نتہا بلکہ بے ایمانی سے استہزا و مسخری کے طور پر کہتے تھے اسیوجہ سے خدائے تعالی نے

اُن پر الزام تکذیب قایم فرمایا جیسا کہ کذلک کذب الذین من قبلہم سے ظاہر ہے اور یہہ نہین فرمایا کہ وہ جہوٹ کہتے ہین اب کہئے کہ جس بات پر وہ استہزا کرتے اور نبی کی تکذیب مین اُسکو پیش کرتے تہے تو سزا و جزا کے وقت اُسکو استدلال مین کیون کر پیش کرسکینگے اسیوجہ سے خود اُنکی طبیعت فیصلہ کردیگی کہ بے شک ہم گناہگار ہین کما قال تعالیٰ وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ماکنا فی اصحاب السعیر فاعترفوا بذنبہم یعنے کفار کہینگے کہ اگر ہم سنتے اور سمجہتے تو دوزخیون مین نہ ہوتے غرض کہ اُسوقت اپنے گناہون کا اقرار کرلینگے اب جو مسلمان عبادت الٰہی مین تصور کرتے ہین اور جب اُن سے کہا جاتا ہے تو مسئلہ تقدیر پیش کرتے ہین تو اُن کو اس موقع مین خوف کرنا چاہئے کہ کہین ایسا نہو کہ جو الزام مشرکین پر عاید ہوا وہی ان پر بہی عاید ہوجائے۔ مولانا روم رح اس موقع مین فرماتے ہین۔

گر ز جبر بشنو انکی زاریت کو	بینش زنجیر جباریت کو
بستہ در زنجیر چون شادی کند	کے اسیر حبس آزادی کند
در تو می بینی کہ پایت بستہ اند	بر تو سرہنگان شہ بنشستہ اند
پس تو سرہنگی مکن با عاجزان	زانکہ نبود طبع و خوئے عاجزان
چون تو جبر او نمی بینی مگو	ور ہمی بینی نشان دید کو
در ہر آن کارے کہ میل استت بدان	قدرت خود را ہمی بینی عیان
در ہر آن کارے کہ میلت نیست و خواست	خویش را جبری کنی کین از خداست
انبیا در کار دنیا جبریند	کافران در کار عقبیٰ جبریند
انبیا را کار عقبیٰ اختیار	جاہلان را کار دنیا اختیار
زانکہ ہر مرغے بسوی جنس خویش	می پرد او در پس و جان پیش پیش

کافران چون جنس سجین آمدند	سجن دنیا را خوش آئین آمدند
انبیا چون جنس علیین بدند	سوئے علیین بجان و دل شدند

اگر کہا جائے کہ تقریر بالا سے ثابت ہے کہ معدوم بھی شے ہے حالانکہ اہلسنت وجماعت اسکو شئ نہین کہتے البتہ معتزلہ اسکو شے کہتے ہین اسیوجہ سے کہ حق تعالے اس آیت شریفہ مین فرماتا ہے انما قولنا لشئی اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون مگر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے انکے قول کا جواب دیا ہے کہ اسکے شے ہونے کیلئے اذا اردناہ کی قید لگی ہوی ہے یعنے وہ اسیوقت شئی ہوگی کہ جب ارادہ الٰہی اس سے متعلق ہو۔ اسکا جواب یہ ہے کہ متکلمین کو اس تاویل و توجیہ کی ضرورت ہونیکی وجہ یہہ معلوم ہوتی ہے کہ معتزلہ اکثر حکما کے پیرو رہتے ہین اور حکما نے اس آیت شریفہ سے قدم عالم پر استدلال کیا ہے چنانچہ امام رازی رح نے اُن کا یہہ استدلال بیان کیا ہے کہ ارادہ الٰہی متصل بامر کن ہے اور کن سے مکونات کا وجود متصل ہے اور چونکہ ارادہ الٰہی صفت قدیمہ ہے اس سے ثابت ہے کہ مکونات بھی قدیم ہین انتھے۔

ادنی تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُن کا یہہ استدلال صحیح نہین اس لئے کہ جب وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہین تو انکو یہہ بھی ماننا پڑیگا کہ ہر چیز کا خالق خدائے تعالی ہے کیونکہ خدائے تعالی نے کسی چیز کی تخصیص تو کی ہی نہین کہ صرف فلان چیز کو ہم نے اپنے ارادہ سے ازل مین کن کہا تہا اور وہ موجود ہوگئی بلکہ عام طور پر ارشاد ہے کہ جس چیز کو ہم پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہین اُس کو کن کہدیتے ہین اگر اُن کے قول کے مطابق تخلیق عالم ارادہ ازلی کا اثر سمجھا جائے تو خلاف بداہت ہے اس لئے کہ ارادہ تو رہا ازل مین پھر ہر روز بے انتہا چیزین عدم سے وجود مین کیونکر

معدوم کو شے کہنے مین اختلاف

قدم عالم پر فلاسفہ کا استدلال اور اسکا جواب

آتی ہین اس صورت مین یا تو یہہ کہنا پڑیگا کہ ارادہ ازلی کو ان اشیاء کی تخلیق مین کچھ دخل ہی نہین یا یہہ ماننا پڑیگا کہ اصل ارادہ تو صفت قدیمہ ہے مگر اسکا تعلق حادث ہوتا جاتا ہے جیسا کہ اہل سنت وجماعت کہتے ہین بہرحال فلاسفہ اس آیت سے نفع نہین اٹھا سکتے۔

معتزلہ چونکہ فلاسفہ کے کاسہ لیس ہین اس مسئلہ مین انہون نے خیال کیا کہ اگر ہم معدوم کو شی کہدین تو تمام اشیاء معدومہ کا قدم ثابت ہوجائیگا اور گو فلاسفہ جس معنی سے قدم عالم کے قائل ہین وہ نہ سہی مگر کسیطرح ان کے ہم زبان تو ہوجائینگے کہ عالم قدیم ہے۔

متکلمین نے دیکھا کہ یہہ بنیاد بُری ہے عوام الناس اس دہوکہ مین ضرور آجائینگے کہ فلاسفہ کی بات سچ نہ ہوتی تو مسلمانون کا ایک فرقہ اس کا قائل نہوتا اس لئے انہون نے بطور سد ذرائع معدوم کو شئے کہنے سے انکار ہی کردیا جس طرح ہیولی کے مقابلہ مین جزءلایتجزی کے قائل ہوگئے کیونکہ اُس مین بھی اقسام کے مفاسد پیدا ہوتے تھے۔

مگر محققین نے دیکھا کہ خدائے تعالی کا خطاب معدومات کے ساتھہ اور اونکا جواب نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس ضرورت سے انہون نے شئے کے دو قسم کئے ایک موجود خارجی دوسرے شئے ثبوتی جو خارج مین معدوم اور علم الٰہی مین ثابت ہے اور اعیان ثابتہ معدومہ کے قائل ہوگئے چنانچہ شیخ اکبرؒ فتوحات مکیہ کے باب ثامن وخمسون وثلاث مائہ مین لکھتے ہین۔ واعلم ان اللہ تعالی لم یزل ناظرا الی اعیان الاشیاء الممکنۃ فی حال عدمہا۔ اور متکلمین کی تقریرون سے بھی اعیان ثابتہ کے ماننے کی ضرورت ثابت ہوتی ہے چنانچہ جہان وہ علم وارادہ مین مغایرت بیان کرتے ہین لکھتے ہین لابد تخصیص الشئ بالوقوع دون ضدہ وتخصیص وقوعہ بوقتہ المعین دون سائر الاوقات من

ثبوت مخصص لیقتضیہ ولیس ذالک المخصص العلم لانہ تبع للوقوع ای العلم بوقوع شئ فی وقت معین تابع لکونہ بحیث یقع فیہ لانہ ظلہ وحکایۃ عنہ فلا یکون الوقوع تبعا لہ والا لزم الدور کذا فی شرح المواقف

دیکھئے علم وقوع معدوم کا جو مخصص نہیں ہو سکتا اوسکی وجہ یہی بتلائی گئی کہ علم تابع معلوم ہے اب اگر اوس معلوم سے مراد وہ معلوم ہو جو موجود ہو چکا ہوا اور علم سے وہ علم جو اوسکے بعد ہو تو علم قدیم کی نفی ہو جاتی ہے اسلئے کہ اوسوقت تو معلوم کا وجود ہوا ہی نہین اس صورت مین بھی کہنا پڑے گا کہ علم ازلی اوس معلوم کا تابع ہے جو ہنوز عدم مین ہے لیکن اوسکو ثبوت کا درجہ حاصل ہے اور نیز شرح مواقف مین لکھا ہے ان الموجب للعلم ذاتہ تعالے والمقتضی للمعلومیۃ ذوات المعلومات ومفہوماتہا ونسبۃ الذات الی الکل سواء فاذا کان عالما ببعضہا کان عالما بکلہا۔ دیکھئے علم الٰہی کے قدیم ہونے مین شک نہین کیونکہ وہ مقتضائے ذات الٰہی ہے اور ظاہر ہے کہ علم بغیر معلوم کے ہو نہین سکتا اور یہہ بھی اظہر ہے کہ علم بغیر معلوم کے ہو نہین سکتا اور یہہ بھی اظہر ہے کہ علم حادث ہے یعنے کل معلومات الٰہی ازل مین معدوم تھے جنکے ساتھہ علم الٰہی متعلق تہا اور انھی معلومات کی ذات کا مقتضا معلومیت تھی تو اب اگر کہین کہ وہ معدومات ممتاز نہ تھے تو اونکا علم ہی کیا ہوا حالانکہ حق تعالی کے علم مین ہر چیز ازل سے لیکر ابد تک ممتاز تھی اور ہے اور رہیگی۔ اب کہئے کہ جو چیزین ممتاز ہون کیا ممکن ہے کہ اونکو ثبوت بھی نہو غرضکہ کل معدومات ممکنہ کے ثبوت نفس الامری مین کلام نہین ہو سکتا۔

شرح مواقف مین لکھا ہے کہ حنفیہ سوائے قدرت کے ایک صفت تکوین بھی حق تعالے مین ثابت کرتے ہین اور یہہ دلیل پیش کرتے ہین کہ قدرت کا اثر صحت ہے جس سے نقص باقی نہے ہے اور وہ مستلزم کون نہین بلکہ مستلزم کون تکوین ہے جو کلمہ کن سے

متعلق ہے۔ پھر لکھا کہ الجواب ان الصحۃ ہی الامکان وانہ للممکن ذاتی فلا یصلح اثر اللقدرۃ لان ما بالذات لا یعلل بالغیر بل ہر اے بامکان الشئ فی نفسہ تعلل المقدوریۃ فیقال مقدور لانہ ممکن و ذالک غیر مقدور لانہ واجب او ممتنع فاذن اثر القدرۃ ہو الکون اے کون المقدور موجودا والصحتہ وامکانہ۔ مقصود یہہ کہ قبل ایجاد اشیاء مین صفت امکان ہوا کرتی ہے اور وہ صفت اسدرجہ معتبر ہے کہ مقدوریت کی علت بن رہی ہے یعنے اگر یہہ صفت اوس شے مین نہو تو خدائے تعالیٰ کی قدرت ہی اوس سے متعلق نہو گی اور اسی صفت مین صحت ممکن بھی داخل ہے۔ دیکھئے جو صفت مقدوریت کی علت بن رہی ہے اوسکا کسقدر اثر ہوا پھر ایسی صفت جب معدوم مین ثابت ہو تو کیا اوسکے موصوف کو معدوم محض کہہ سکتے ہین مصحح مقدوریت جب امکان ہے تو مصحح عروض امکان معدوم اوسکا ثبوت نفس الامری ضرور ہوگا کیونکہ جسکو نفس الامری ثبوت نہو وہ نفی محض ہے جس مین کوئی امتیاز نہین شرح مواقف کے مقصد رابع مین لکھا ہے کہ جو چیزین ہونے والی ہین خدائتعالے اونھی کا ارادہ کرتا ہے اور جنکا وجود نہین ہوتا اونکا ارادہ بھی نہین کرتا اور شق ثانی کے اثبات مین لکھا ہے۔ (واما انہ غیر مرید لما لا یکون فلانہ تعالے علم من الکافر انہ لا یومن فکان الایمان منہ محالا) لامتناع ان ینقلب العلم جہلا (واللہ تعالے عالم باستحالۃ الشئ لا یریدہ) بالضرورۃ (ولانہ لا یتصور منہ) اے من العالم باستحالۃ الشئ (صفۃ مرجحۃ لاحد طرفیہ) لان احدہما مستحیل والاخر واجب فلا وجہ لترجیح الصفۃ۔ دیکھئے کسقدر وضاحت سے ثابت ہے کہ علم تابع معلوم ہوا کرتا ہے اسلئے کہ ازل مین خدائے تعالیٰ ہر ایک کافر ازلی کو جانتا تھا کہ اوسکا ایمان لانا محال ہے اسیوجہ سے ارادہ اوسکے ساتھہ متعلق نہین ہو سکتا اب کہئے کہ جس معدوم کی صفت واجب ہو گیا وہ معدوم محض ہو سکتا ہے اور کیا

اوسکو شئی ثبوتی کہنا بے موقع ہوگا۔ ہرگز نہین۔ دراصل شئے اسم ہے اور شیئۃ مصدر شئے
اسوجہ سے کہتے ہین کہ مشیت الٰہی اوس سے متعلق ہوتی ہے چنانچہ لسان العرب مین لکہا
ہے قالوا کل شیئ بمشیئۃ اللہ بکسر الشین مثل شیعۃ اے بمشیئۃ اور اوسی مین لکہا ہے
کہ سیبویہ نے اس بات پر کہ مذکر اصل مونث ہے یہہ استدلال کیا ہے کہ الاتری ان
الشیٔ مذکر وہو یقع علی کل ما اخبر عنہ مقصود یہہ کہ شئے کا درجہ مقدم ہے اسلئے کہ جس مین
صلاحیت اس امر کی ہو کہ اوسکی خبر دیجائے اوسکو شئے کہتے ہین اور وہ مذکر ہے اسلئے ا
سکا تقدم اس سے ظاہر ہے کہ مخبر عنہ کے لئے یہہ ضرور نہین کہ اوسکو خارج مین وجود ہو
دیکہئے خدائے تعالیٰ نے کتنے چیزون کی خبر دی ہے جنکا وجود ہنوز خارج مین نہین
مثلاً قیامت وغیرہ واقعات عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت
چہ سو برس پیشتر دی کما قال اللہ تعالیٰ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد
اس سے ظاہر ہے کہ شئے کے اطلاق کیلئے وجود خارجی شرط نہین صرف ثبوت نفس الامری
کافی ہے۔

الحاصل محققین معدوم کو شئے قرار دیکر اعیان ثابتہ کے جو قائل ہوگئے اوسکا منشاء یہہ تہا
کہ تکوین اور ایجاد کی خبر جو حق تعالیٰ نے دی ہے اوسمین مصرح ہے کہ کن کا خطاب معدومات
کو ہوتا ہے اسلئے ضرورت ہوی کہ اوسکا ثبوت نفس الامری ثابت کرین اور مسئلہ تخلیق
عالم مین جو عقلی اشکالات پیش ہوتے تھے وہ رفع ہوجائین۔

مولوی شبلی صاحب نے جو بلحاظ ضرورت زمانہ عقاید کی جو ایک کتاب لکہی ہے
جسکا نام ہی ،، الکلام ،، ہے ضرور تہا کہ اوس مین کیفیت تخلیق الٰہی بیان کرتے اور
ایسے دلائل قایم کرتے کہ ملاحدہ جو منکرین خالقیت ہین اونکے حوصلے پست ہوجاتے

مولوی شبلی صاحب کے الکلام کا حال معلوم ہوتا ہے

مگر برخلاف اسکے اس کتاب سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اونہون نے سرے سے خالقیت ہی
کو اڑا دی۔ خدا کرے کہ ہم نے جو اونکے کلام سے سمجھا ہے وہ غلط ثابت ہو اور جس طرح
اونکی نسبت ہمارا حسن ظن ہے کہ وہ مسلمان ہین عالم ہین اور خدا کو خالق سمجھتے ہین وہی
صحیح ہو بہرحال اونہون نے جو اس کتاب مین مبسوط تقریر کی ہے اوسکے اکثر فقرات
بالفاظہا لکھے جاتے ہین تاکہ ناظرین بھی اونپر غور کرین۔

مولوی صاحب نے پہلے یہہ عنوان قایم کیا (ملاحدہ یعنے منکرین خدا کے اعتراضات) اور
اوس مین یہہ بات بتائی کہ خدا کا انکار کوئی جدید خیال نہین، پہر لکہا کہ "ملاحدہ کے اعتراضات
نہایت قوی اور پرزور ہین" پہر ایک اعتراض نقل کیا کہ "ایک واقعہ جو آج پیش آیا اوسکی
علت قدیم ہوگی یا حادث اگر قدیم ہو تو لازم آئیگا کہ یہہ واقعہ بھی قدیم ازلی ہے اگر حادث
ہو تو اوسکی علتون کا سلسلہ اگر ایک علت پر ختم ہوگا تو وہ کل قدیم ہوگئے اور اگر ختم نہو تو خدا
کہان باقی رہا" پہر لکہتے ہین "خدا کے ثبوت پر جسقدر دلائل ہین سب مین قدر مشترک یہہ
ہے کہ اگر خدا کا وجود نہو تو سلسلہ غیر متناہی لازم آئیگا لیکن غیر متناہی کے محال ہونے پر کوئی
دلیل نہین۔ خدا کو جسطرح قدیم اور ازلی مانا جاتا ہے وہ بھی غیر متناہی کی ایک دوسری صورت
ہے اور جسکی کوئی انتہا نہین کیا ایک سلسلہ غیر متناہی کے تسلیم کرنے سے کچھ کم عجب ہے"
پہر لکہتے ہین کہ "خدا کے ثبوت مین یہہ مقدمہ بڑی آب و تاب سے پیش کیا جاتا ہے کہ جو
چیز پیدا ہوتی ہے اوسکی کوئی علت ہوتی ہے لیکن یہہ غلط ہے کسلئے کہ مادہ کو پیدا ہوتے
ہمنے نہین دیکہا اور جنکو دیکہا وہ صورتین ہین اسلئے یہہ دعوی صحیح نہین کہ عالم کی کوئی علت
ضرور ہے کیونکہ عالم مادہ کا نام ہے اور مادہ حادث اور مخلوق ہونا ثابت نہین رہا یہہ
کہ صورتون کی علت ہو سو وہ بھی نہین اسلئے کہ وہ حادث ہوتی جاتی ہین اور اونکی

علتین حادث ہین۔
اور لکہتے ہین کہ عالم کی ترکیبی صورت سے پہلے اجزاے دیمقراطیسی تہے اور اونکو حرکت لازم ہے اور وہ بہی قدیم ہے اور قوت بہی قدیم ہے اس بنا پر اون اجزا کا باہم مل جانا جس سے صورتون کا وجود ہو کوئی استبعاد کی بات نہین۔ قولہ صفحہ ہم دیکہتے ہین کہ کائنات کی خلقت اور اوسکے بقا کے باب مین اہل مذہب کے دو گروہ ہین ایک وہ کہ خدا بغیر اسباب وعلل کے بلاواسطہ پیدا کرتا ہے دوسرا وہ کہ خدا نے اشیا مین خواص وتاثیرات رکہے ہین جو قوانین قدرت ہین اون خاصیتون کو پیدا کرنے کے بعد خدا کو بار بار ہمیشہ دست اندازی کرنیکی ضرورت نہین پڑتی محققین اہل مذہب کا عموماً یہی مذہب ہے اور خود مسلمانون مین اشاعرہ کے سوا باقی تمام فرقون کی یہی راے ہے۔
قولہ صفحہ جب یہہ مسلم ہوگیا کہ عالم کا سلسلہ چند قوانین قدرت پر قایم ہے تو بحث صرف یہہ رہ جاتی ہے کہ قوانین قدرت خود بخود بنے ہین یا خدا نے بنائے اگر پہلا احتمال فرض کیا جائے تو خدا کی مطلق ضرورت نہین رہتی۔ قولہ صفحہ مادہ کی نسبت ثابت ہو چکا ہے کہ وہ قدیم ہے اور اوسکی حرکت بہی قدیم ہے جس سے مختلف اجسام بنتے ہین تو اس بات کی کوئی ضرورت باقی نہین رہتی کہ قوانین قدرت کیلئے ایک صانع یعنے خدا تسلیم کرلیا جائے قولہ صفحہ فلسفہ قدیمہ مین طے ہو چکا ہے کہ ذاتیات اور لوازم مجعول نہین جیسے سرجہاڑ کے پتے پہل پہول وغیرہ۔
پہر شاہ ولی اللہ صاحب کے اقوال صورت نوعیہ سے متعلق نقل کرکے لکہا ہے کہ مظاہر قدرت کا بڑا حصہ صور نوعیہ کا نتیجہ ہے یعنے اونکو بالذات خدا نے نہین پیدا کیا۔ اوسکے بعد صفحہ لکہتے ہین کہ اب یہہ بحث باقی رہ گئی کہ صور نوعیہ کا خالق کون ہے حکماے

قدیم کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ صور نوعیہ قدیم اور ازلی ہین تو اب صرف یہہ بحث
رہ جاتی ہے کہ صور نوعیہ خود بخود پیدا ہوگئین یا خدا نے پیدا کین۔ اہل مذہب اس
بات پر کوئی دلیل نہین قایم کر سکتے کہ صور نوعیہ خدا نے پیدا کین بلکہ یہہ احتمال زیادہ قرین
قیاس ہے کہ خود بخود پیدا ہوگئین۔ غرضکہ اجزاے دیمقراطیسی قدیم ہین اور اونکی حرکت
بھی قدیم ہے۔ حرکت سے امتزاج پیدا ہوا۔ امتزاج نے مختلف صور نوعیہ پیدا کین۔
باقی تمام مظاہر کائنات اون صور نوعیہ کے نتائج لازمی ہین جیسا کہ خود اہل مذہب کو تسلیم ہے
اسکے بعد صفحہ ۱۵ لکھتے ہین کہ ”یہہ اون ملاحدہ کا حال ہے جو کہتے ہین کہ خدا کے وجود پر
ہمین کوئی دلیل نہین ملتی اور بعضے تو علانیہ کہتے ہین کہ خدا کا وجود ہو ہی نہین سکتا۔
اسکے بعد یہہ عنوان قایم کیا (ملاحدہ کے اعتراضات کا جواب) اسمین صفحہ ۱۶ لکھتے ہین۔
ہمکو اس سے انکار نہین کہ عالم اجزاے دیمقراطیسی سے بنا ہے ہمکو یہہ بھی تسلیم ہے کہ
عالم قدیم ہے ہم یہہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ مادہ کے اجزا متحرک ہین اور حرکت مادہ کی
ذاتیات مین سے ہے قوانین قدرت سے اجزا باہم ملتے ہین لیکن کائنات کا عقدہ
ان باتون سے حل نہین ہوسکتا کل قوانین قدرت باہم ملکر کام کرتے ہین اگر اونمین سے
ایک بھی باہمی توافق سے ہٹ جاے تو نظام عالم برہم ہوجاے لاکھون قوانین قدرت
مین جو توافق تناسب اور اتحاد پیدا ہوتا ہے اون قوانین کی ذاتی خاصیت نہین بلکہ
بالاتر قدرت ہے جو تمام قوانین قدرت پر حاکم ہے اور جس نے ان تمام قوانین مین ربط
واتحاد قائم کیا ہے۔ ”خدا“ ہے اور یہی معنے۔ ولہ اسلم من فی السموات والارض
کے ہین۔ انتھے

یہان کئی امور بحث طلب ہین۔

مولوی صاحب نے ملاحدہ کے اعتراضون کی آڑ مین اپنا عقیدہ

(۱۹) ملاحدہ کے اعتراضات کا سلسلہ جو قایم کیا گیا ہے صحیح وہ ملاحدہ کے اعتراض
ہین یا مولوی صاحب نے اپنا عقیدہ اور تحقیق مذہبی ظاہر کی۔ اس مین شک نہین
کہ ملاحدہ نے اس قسم کے اعتراض کئے ہین اور کرنا بھی چاہئے کیونکہ اونکو دین سے
کوئی تعلق نہین مگر تعجب مولوی صاحب سے ہے کہ مسلمانون کے مقتدا بلکہ شمس العلما
کہلا کر ملاحدہ کو وہ دلائل سکھاتے ہین جو اونکے حاشیۂ خیال مین بھی نہین۔ اسی کو
دیکھ لیجئے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے یہہ بات ثابت کی کہ عالم کے ایک
بڑے حصہ کو خدا نے نہین پیدا کیا بلکہ وہ خود بخود پیدا ہو گیا کیا مولوی صاحب کسی
ملحد کا قول دکھا سکتے ہین کہ اوس نے شاہ صاحب کے قول سے یہہ استدلال کیا ہو
میری راے مین ملحد کو اسکی ضرورت ہی نہین کہ شاہ صاحب کے قول کا وہ محتاج
ہو البتہ مولوی صاحب کو ضرورت تھی کہ مسلمانون کے مقابلہ مین ایک مستند عالم کا
قول پیش کر کے اونپر حجت قایم کرین چنانچہ ،، الکلام ،، مین پہلے یہہ دعوی کیا کہ پتہ
شاخین پھل پھول اور رنگ مختلف ہوتا ہے لیکن یہہ چیزین خدا نے بالذات پیدا
نہین کین۔ آپ ہی پیدا ہو گئین۔ اور اوسپر شاہ صاحب کا قول حجۃ اللہ البالغہ سے
نقل کیا جسکا ترجمہ یہہ ہے۔ خدا نے ہر قسم کے درخت کیلئے جداگانہ شکل کے پتے
جداگانہ رنگ کے پھول جداگانہ مزے کے پھل بنائے ہے جنکے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہہ خاص درخت فلان درخت کے افراد مین داخل ہے اور سب خاصیتین صورت
نوعیہ کے تابع ہین اور اوسی مین لپٹی ہوی ہین پھر آگے چل کر شاہ صاحب لکھتے ہین
اور تم یہہ پوچھہ نہین سکتے کہ خرما کا پھل اس صفت کا کیون ہوتا ہے کیونکہ ایسا سوال
کرنا لغو ہے۔ اسوجہ سے کہ ماہیت کے جو لوازم ہین اوسکے ساتھہ ہی پیدا ہوتے ہین

اور اون کی نسبت یہہ سوال نہین ہوسکتا کہ کیون ہوے انتھے اس کے بعد مولوی صاحب لکھتے ہین اس امر کی تسلیم کرنے کے بعد کہ مظاہر قدرت کا بڑا حصہ خود اشیار کی صورت نوعیہ کا نتیجہ ہے یعنے اون کو بالذات خدا نے نہین پیدا کیا بلکہ وہ صورت نوعیہ کا لازمی نتیجہ ہے جو خودبخود اون کے ساتھہ پیدا ہوگئے یہہ بحث باقی رہجاتی ہے کہ صور نوعیہ کا خالق کون ہے۔

دیکھنے والا اس تقریر سے یہی سمجھے گا کہ شاہ صاحب اسی کے قائل تھے کہ خدائی تعالی عالم کے ایک بڑے حصہ کا خالق نہین ہے اور مولوی صاحب نے جو دعوی کیا تھا شاہ صاحب کے قول سے مدلل ہوگیا حالانکہ شاہ صاحب ہرگز اسکے قائل نہین بلکہ وہ صاف لکھتے ہین کہ صور نوعیہ اور اوس کے لوازم پھل پھول وغیرہ سبکو قضائے الہی نے معین کردیا اور اون سب کو خدائے تعالی موجود کرتا ہے مگر مولوی صاحب نے جتنی عبارت کو مفید مطلب سمجھا نقل کرکے اگلی پچھلی عبارتون کو حذف کر دیا پوری عبارت حجۃ اللہ البالغہ کی صفحہ ۱۶ یہہ ہے

اعلم ان اللہ ایات فی خلقہ یہتدی فیہا الی ان اللہ لہ الحجۃ البالغۃ فی تکلیفہ لعبادہ بالشرائع فانظر الی الاشجار واوراقہا وازہارہا وثمارہا وما فی کل ذالک من الکیفیات المبصرۃ والمذوقہ وغیرہا فانہ جعل لکل نوع اوراقا بشکل خاص وازہارا بلون خاص وثمارا مختصۃ بطعوم وتلک الامور یعرف ان ہذا الفرد من نوع کذا وکذا ہذہ کلہا تابعۃ للصورۃ النوعیۃ ملتویۃ معہا مجئی من حیث جاءت الصورۃ النوعیۃ وقضاء اللہ تعالے بان یکون ہذہ المادۃ نخلۃ مثلا متشبک مع قضائہ التفصیلی بان یکون ثمرتہا کذا وخواصہا کذا انتہے۔

دیکھئے اس مین شاہ صاحب نے تصریح کر دی کہ ہرچند جہاڑ پھل پھول صورت نوعیہ کے تابع ہین مگر وہ سب خدائے تعالے کے قضائے سے مقرر کئے ہوے ہین کہ فلان جہاڑ مثلاً

اس وضع پر ہوا اور اوسکے پتے وغیرہ اس وضع پر ہون اور جہان سے صور نوعیہ آتی ہین یعنے
بایجاد خالق وہ لوازم بھی وہین سے آتے ہین یعنے لوازم ہونیکی وجہ سے یہہ نہین
ہوسکتا کہ وہ خود پیدا ہوجائین اور جس قضاے الٰہی نے معین کیا کہ یہہ خاص مادہ
مثلاً کھجور کا جھاڑ بنے اوسی قضا مین یہہ بھی شامل ہے کہ اوسکے پتے ایسے ہون اور پہول
ایسے اور انہین چیزون کی نسبت شاہ صاحب نے تصریح کردی کہ یہہ سب خدا کے پیدا کئے
ہوے چیزین ہین جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے " اعلم ان للہ آیات فی خلقہ
یہتدی الناظر فیہا " اگر شاہ صاحب کو منظور ہوتا کہ لوازم مین خدا کی تخلیق کو کوئی دخل
نہین تو ایک ایک معین درخت اور اوسکے لوازم کو قضاء الٰہی مین کیون داخل کرتے
جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے " وقضاء اللہ تعالےٰ بان یکون ہذہ المادۃ نخلۃ مثلاً منتبک
مع قضائہ التفصیلی بان یکون ثمرہا کذا وخواصہا کذا "

مولوی صاحب کو صرف یہان اسیقدر موقعہ ملگیا کہ شاہ صاحب نے " وہذہ کلہا تابعۃ
للصور النوعیۃ ملتویۃ معہا " لکہا ہے بس اسی کو نقل کر کے سیاق وسباق کو نظرانداز کردیا جب
شاہ صاحب کے نزدیک صور نوعیہ کا خالق خداے تعالی ہے تو اوس مین ضمنی چیزین
ہین اور جو کچھ اوسکے توابع ہین سبکا خالق وہی ہوا کیونکہ صورت نوعیہ کا وجود افراد
واشخاص کے ضمن مین ہوتا ہے یہہ ممکن نہین کہ اونسے علحدہ ہوکر موجود ہو سکے
اب غور کیجئے کہ مولوی صاحب کو ملحدون کی طرفداری مین کسقدر دقتین اٹہانی
پڑین حجۃ اللہ البالغہ کی عبارت مین تصرف اور تحریف کی ضرورت ہوئی توجیہ الکلام بما لا
یرضی بہ قائلہ کے مرتکب ہوے غلط بیانی کا الزام اپنے ذمہ لیا اب کہئے کہ ان تمام
کارروائیون سے مولوی صاحب کو نقل اعتراض بلا صدہ مقصود تہا یا اپنی ذاتی عقیدہ

کا اظہار اور مسلمانون کو یہہ بات باور کرائی کہ مسلمانون کے نزدیک بھی خدائے تعالیٰ خالق نہین۔

(۲) شاہ صاحب کے قول سے لازم صور نوعیہ کو اپنی دانست مین غیر مخلوق ثابت کر کے لکھتے ہین کہ "اسکو تسلیم کرنے کے بعد یہہ بحث باقی رہجاتی ہے کہ صور نوعیہ کا خالق کون ہے اسقدر حکمائے قدیم کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ صور نوعیہ قدیم اور ازلی ہین نشر الطوالع مین ہے ارسطو ابو نصر فارابی اور بو علی سینا کا خیال ہے کہ افلاک کا مادہ اور اشکال قدیم ہین صرف اونکی حرکت قدیم نہین ہے اور عناصر کا مادہ اور اون کی صور جسمیہ کے انواع اور صور نوعیہ کی جنس قدیم ہے صور نوعیہ کا قدیم ہونا جب خود اہل مذہب تسلیم کرتے ہین تو اب صرف یہہ بحث رہجاتی ہے کہ صور نوعیہ خود بخود پیدا ہوگئین یا خدا نے پیدا کین۔ انتہے

مطلب یہہ کہ ارسطو وغیرہ۔ صور نوعیہ کے قدیم ہونے کے قائل ہین تو یہہ بات مسلم ہوگئی کہ اہل مذہب اسکے قائل ہین یعنے مسلمانون پر حجت قایم ہوگئی کہ خدائے تعالے جب سے موجود ہے صور نوعیہ بھی موجود ہین۔ معلوم نہین ان لوگون کے قائل ہونے سے مولوی صاحب کا مقصود کیونکر حاصل ہوگیا۔ مسلمان تو صاف جواب دیدینگے کہ ارسطو اور اوس کے اتباع کو ہمارے دین سے کوئی تعلق نہین خواہ فارابی ہو یا بو علی سینا۔ اگر فارابی اور بو علی سینا سے پوچھا جاتا کہ تم باوجود مسلمان ہونے کے صور نوعیہ کے قدم کے جو قائل ہو اوس پر کوئی آیت یا حدیث تمہاری دلیل ہے یا حکما کے اقوال تو وہ بھی کہتے کہ نہ قرآن وحدیث ہماری دلیل ہے نہ اسلامی حیثیت سے وہ ہمارا عقیدہ ہے بلکہ ہمارا اسلامی عقیدہ وہی ہے

جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے کیونکہ مسلمان وہی ہے جسکا عقیدہ قرآن و حدیث کے موافق ہو بوعلی سینا کا اعتقاد ابھی معلوم ہوا کہ وہ تقدیر الٰہی کے قائل ہین اور انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ اس قسم کے اور ابھی اسلامی عقاید اون کے معلوم ہون گے پھر اگر وہ خدا کی خالقیت ہی کے قائل نہین تو تقدیر الٰہی کیسی؟ کسی فن کی مناسبت سے کوئی بات لکھدی جائے تو اوس سے عقیدہ معلوم نہین ہو سکتا ابن رشد نے امام غزالی رحمۃ پر اعتراض کیا ہے کہ وہ متکلمین مین متکلم اور صوفیون مین صوفی ہین اسکی وجہ یہی ہے کہ بمناسبت فن اقوال مین اختلاف ہوجاتا ہے مگر ہمارے مولوی صاحب لکھتے تو ہین مسلمانون کے عقاید اور ثابت کرتے ہین ملاحدہ کے عقاید اور پھر یہی تصریح کرتے ہین کہ ہم جو جدید علم کلام لکھتے ہین اوس کا مایہ ضمیر وہی قدیم علم کلام ہے صرف تدوین اور ترتیب مین فرق ہے۔

غرضکہ مسلمانون کے مقابلہ مین حکیمون کے قول سے استدلال کرکے لکھتے ہین کہ صور نوعیہ کا قدیم ہونا جو خود اہل مذہب تسلیم کرتے ہین تو اب صرف یہہ بحث باقی رہ گئی کہ صور نوعیہ خود بخود پیدا ہوگئین یا خدا نے پیدا کین انتھےٰ کس صفائی اور جرات سے فرماتے ہین کہ اس کو اہل مذہب نے تسلیم کرلیا اور یہہ مسئلہ طے ہوگیا دو شخص وہ بھی ایسے کہ کوئی اون کو حکیم کہتا ہے اور کوئی اون کی تکفیر کرتا ہے اونکا قول وہ بھی ایسا کہ اونھون نے حکیمانہ طور سے لکھا اور یہہ نہین کہا کہ مسلمانون کا بھی یہی عقیدہ ہے یا ہمارا اسلامی عقیدہ وہی ہے اس محدوش اور متزلزل بنا پر مولوی صاحب نے فیصلہ کردیا کہ صور نوعیہ کے قدم کو اہل مذہب تسلیم کرتے ہین افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے ذرا بھی سوچا نہین کہ ایسے مشکل مسائل مین

جو صدہا سال سے معرکۃ الارا رہ چکے ہین اس قسم کے بے اصل تحریرات کئے جائین جنکا مبنی فاسد ہو تو اسکا کیسا برا اثر پڑیگا کہ کوئی بات قابل اعتبار نہ سمجھی جائیگی۔

اب اہل انصاف غور کر سکتے ہین کہ مولوی صاحب کے مذہبی تحقیقات کس درجہ پایہ اعتبار سے ساقط ہین اس سے بڑھکر کیا ہو کہ عبارتون مین بھی تحریف ثابت ہو گئی۔

(۳) مولوی صاحب حکمت قدیمہ کے مسایل کو ہمیشہ بری نظرون سے دیکھتے ہین اور حکمت جدیدہ پر آپ کا دار و مدار ہے اور حکمت جدیدہ مین صور نوعیہ کا حدوث ثابت ہے جیسا کہ رسالہ حمیدیہ صفحہ ۱۱۵ مین اہل حکمت جدیدہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب اجزا دیمقراطیسی نے زمین بنالیا اور وہ اپنے محور پر حرکت کرنے لگے تو ایک مدت کی حرکت کے بعد اسکا پوست ٹھنڈا ہوا اور اسکے طبقات بنے اور معدنین اور حیوانات او رنباتات پیدا ہوے کیونکہ علم طبقات الارض کی تحقیقات سے ان چیزون کا حدوث ثابت ہے انتہی اس سے ظاہر ہے کہ اجزا دیمقراطیسی مدتون بغیر صور نوعیہ کے حرکت کرتے رہے اور کل صور نوعیہ حادث ہین مگر مولوی صاحب نے یہان اپنا بھی مسلک چھوڑا اور حکمت جدیدہ کی بھی پروا نہ کی اور حکمت قدیمہ کا مذہب اختیار کر کے صور نوعیہ کے قدم کے قائل ہو گئے اور یہہ دلیل قایم کی کہ جب وہ قدیم ہین تو خدا کے مخلوق نہوے حالانکہ حکماے قدیم سے چند لوگ گو ان کے قدم کے قائل ہین مگر ان کے مخلوق ہونے مین انکو بھی کلام نہین بلکہ انکو خدا کے مخلوق کے مخلوق کہتے ہین یعنے عقل عاشر کو اُن کا خالق قرار دیتے ہین۔

اب غور کیجئے کہ حکمت جدیدہ مین صور نوعیہ حادث ہین اور جن حکما کے نزدیک وہ قدیم ہین وہ بھی ان کے مخلوق ہونے کے قائل ہین تو مولوی صاحب کا استدلال

ان کے غیر مخلوق ہونے پر کیونکر صحیح ہوگا اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کو
نہ حکمت جدیدہ سے کام ہے نہ قدیمہ سے مطلب مقصود صرف اسیقدر ہے کہ
خدائے تعالیٰ کی خالقیت ثابت نہونے پائے۔

(۴) قولہ اہل مذہب اس پر کوئی دلیل نہین قایم کرسکتے کہ صور نوعیہ خدا نے پیدا کین
بلکہ یہہ احتمال زیادہ قرین قیاس ہے کہ خود بخود پیدا ہوگئین کیونکہ جب وہ قدیم
اور ازلی ہین تو اون کو بغیر کسی قوی دلیل کے معلول کہنا بالکل خلاف عقل ہے حاصل
یہہ کہ اجزاء دیمقراطیسی قدیم ہین اونکے ساتھہ حرکت بھی قدیم ہے حرکت سے امتزاج
پیدا ہوا امتزاج سے مختلف صور نوعیہ پیدا کین باقی تمام مظاہر کائنات انہی صور نوعیہ
کے نتائج لازمی ہین جیسا کہ خود اہل مذہب کو تسلیم ہے انتہی۔

مولوی صاحب کی تقریر سے ظاہر ہے کہ اجزاء دیمقراطیسی کے قائلین کے نزدیک
صور نوعیہ قدیم ہین حالانکہ ابھی معلوم ہوا کہ اونکے نزدیک ثابت ہی کہ وہ ذرات مدتون
حرکت کرتے رہے اور بعد کشاکشی کے ایک ایک کرہ عالم مین حادث ہوتا گیا چنانچہ علامہ
حسین آفندی نے الرسالۃ الحمیدیہ مین جو اپنا مناظرہ حکما کے ساتھہ نقل کیا ہے اوس
مین یہہ سوال پیش کیا کہ تم لوگ مادہ اور حرکت کو تو قدیم کہتے ہوا ور اوس کو علت
بھی کہتے ہوا ور تنوعات کونیہ کو حادث کہتے ہوا ور حکما نے اوسکا انکار نہین کیا اس سے
ظاہر ہے کہ صور نوعیہ کا قدم حکمت جدیدہ سے ثابت نہین مگر مولوی صاحب نے
اپنے مسلک کو اس خیال سے چھوڑ دیا کہ اگر اون کو حادث کہدین تو کہین یہ خیال
نہ پیدا ہو کہ خدا اون کا خالق ہے اور لکھتے ہین کہ جسطرح اجزاے دیمقراطیسی اور انکی
حرکت قدیم ہے صور نوعیہ عالم بھی قدیم ہین گے یہان مدعی سست گواہ چست کا مضمون صادق آتا

جو لوگ قدم اجزا کے قایل ہین وہ خود نہین کہتے کہ صور بھی قدیم ہین۔ اب اگر اسی غلط
بحث کا نام تحقیق مذہب ہے تو حکمت قدیمہ و جدیدہ کو پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی
صرف بھی فرما دیتے (کہ اہل مذہب کچھ ہی کہا کرین قرآن و حدیث مین کچھ ہی ہوا کرے
مگر ہم تو خدا کو کبھی نہ مانینگے)۔ تو یہہ جھگڑا نہایت آسانی سے طی ہو جاتا ہے اور دس پانچ
ورق سیاہ کرنیکی زحمت بھی نہوتی۔

(۵) ملاحدہ کے جوابات مین جو مولوی صاحب لکھتے ہین کہ ہم کو اس سے انکار نہین کہ
عالم اجزاء دیمقراطیسی سے بنا ہے ہمکو یہہ بھی تسلیم ہے کہ عالم قدیم ہے ہم یہہ بھی
تسلیم کرتے ہین کہ مادہ کے اجزا متحرک ہین اور حرکت مادہ کی ذاتیات مین سے ہے
قوانین قدرت سے اجزا باہم ملتے ہین انتہے

اس مین ہمین کلام ہے اسلئے کہ اگر مولوی صاحب کے اس تسلیم کرنے کا اثر اونہین کی
ذات تک محدود رہتا تو مضائقہ نہتا مگر چونکہ اسکا اثر مسلمانون پر پڑتا ہے اس لئے کہ
اونہون نے یہہ کتاب مسلمانون کے عقائد مین لکھی ہے اسلئے ہمین اسمین بحث
کرنیکی ضرورت ہے الکلام کی ابتدا اونہون نے جس انداز سے کی ہے اوس سے
ثابت ہے کہ وہ جدید علم کلام مرتب کرتے ہین اور اوسمین وہ باتین لکھینگے جو قدیم
علم کلام کے راز سربستہ ہین چنانچہ ماحصل اونکی تقریر کا یہہ (صفحہ ۲) ہے کہ جدید علم کلام کا
مایہ خمیر وہی علم کلام قدیم ہے ہم اوسکی تدوین اور ترتیب جس حیثیت سے ہونی چاہئے
اس لحاظ سے اوسکو جدید بھی کہہ سکتے ہین اس اجمال کی تفصیل یہہ ہے کہ امام غزالی رح
نے مختلف کتابون مین تصریح کی ہے کہ اپنی تصنیفات مین جو باتین مذکور ہین وہ
اصلی حقائق نہین ہین بلکہ عوام کے عقائد محفوظ رکھنے کیلئے ہین جیسا کہ جو القرآن مین

اونہون نے لکہا ہے کہ اس علم مین حقائق ظاہر نہین کیے جاتے امام غزالی کی کتابین
شہادت دے رہی ہین کہ وہی عقاید جنکو کتب کلامیہ مین بڑے زور شور سے ثابت
کرتے ہین دوسری تصنیفات مین اون کی نسبت لکہدیتے ہین کہ ان عقاید کی اصلی
حقیقت کچہ اور ہے خدا کی ذات وصفات افعال اور قیامت کے متعلق عقاید کو
اونہون نے نہایت تفصیل سے لکہا ہے لیکن جواہر القرآن مین لکہتے ہین کہ اصلی حقائق
لوگون کے سامنے بیان کئے جائین تو اون کی سمجہہ مین نہ آئین اور اون کو نقصان
پہونچائین اسی پر شاید کسی کو خیال ہوتا کہ یہہ تو عوام کی حالت ہے علما کے سامنے
اظہار حقایق مین کیا تامل ہوسکتا اسلئے جتادیا کہ آج کل جو علما ہین وہ عوام ہی کے ہم پایہ
ہین مخاطب صحیح کے لئے بڑی قید یہہ لگاتے ہین کہ دنیا سے اوس کو کسی قسم کی
غرض نہو اس سے صاف ظاہر ہے کہ حقائق اصلی کے ظاہر کرنے پر عوام برہم ہوتے
ہین اس لئے اس منصب کا وہ مستحق ہے جسکو عوام کی کچہ پروا نہو اب جدید علم کلام
مرتب کرنے والے کا یہہ کام ہے کہ ان بزرگوارون نے جن خزانون کو سر
بمہر رکہا تہا اون کو وقف عام کر دے انتہی۔

لیجئے مولوی صاحب نے اون خزانون مین سے ایک خزانہ تو کہولدیا کہ خدا ہو بہی تو
برائے نام ہے کسی چیز کو اوس نے نہین پیدا کیا بزرگان دین اسی بات کو عوام الناس
سے ڈر کے چہپاتے تہے جسکو مولوی صاحب نے بخوف وخطر وقف عام کردیا۔
کیا کسی مسلمان کا یہہ عقیدہ ہوسکتا ہے کہ ایسے جلیل القدر بزرگان دین نعوذ باللہ
ملحد تہے اور جن اسرار وحقائق کو وہ چہپاتے تہے وہ یہی الحادی مسائل تہے۔ اس مین
شک نہین کہ بعضے مسایل ایسے بہی ہین کہ عوام الناس کی عقلین اون کے سمجہنے سے

بزرگان دین [illegible]

قاصر ہین اسیوجہ سے اس قسم کے مسائل کے لئے ایک علم ہی جدا مقرر کیا گیا جسکو علم حقائق
کہتے ہین اس فن کی جو کتابین ہین جیسے فصوص الحکم فتوحات مکیہ وغیرہ جنکے دیکھنے
سے واضح ہے کہ ہر عامی تو کیا اکثر علما بھی اسکو نہین سمجہہ سکتے اسیوجہ سے بعضے علماء
نے شیخ محی الدین عربی رح وغیرہ کی تکفیر کی ہے اور بمصداق الانسان عدو ما جہل کے
اونکے دشمن ہوگئے اور خود وہ حضرات بھی یہی کہتے ہین نحن رجال لا یحل النظر فی کتبنا
یعنے ہم لوگون کی کتابین دیکھنا ہر کسی کو جائز نہین چنانچہ امام غزالی رح نے بھی یہی بات
لکھی ہے اصل اصول اس علم کا یہہ ہے کہ جو آیات واحادیث متشابہات سے ہین
اونمین تاویل نکی جائے اور چونکہ متشابہات ہر کسی کے سمجہہ مین نہین آتے اس لئے
متکلمین نے عام فہم کرنے کی غرض سے اون مین تاویلین کین چنانچہ امام غزالی رح
نے بھی جو کتابین علم کلام مین لکہین اونکو متکلمین کی طرز پر لکہا اور یہہ عذر کر دیا
کہ اونکے حقائق ہم یہان نہین لکہہ سکتے اسکا محل دوسرا علم ہے جسکے سمجھنے کے
لئے کئی شروط ہین اور اعلی درجہ کی قابلیت درکار ہے چنانچہ جواہر القرآن مین جو امام رح
نے لکہا ہے الکلام مین اوسکی عبارت نقل کرکے مولوی صاحب اوسکا ترجمہ
لکہتے ہین کہ یہہ چارون علم یعنے علم ذات وصفات وعلم افعال و معاد اونکے ابتدائی
اور جامع اصول جہانتک مجھکو معلوم ہو سکے ہین مین نے بعضے تصانیف مین درج کئے باوجود
اسکے کہ فرصت کم اور آفتین بہت تہین اور دوست و مددگار کمیاب تھے لیکن اون
تصنیفات کو مین نے ظاہر نہین کیا کیونکہ اکثر لوگ اونکو سمجہہ نہین سکتے اور اون سے
اون لوگون کو نقصان پہونچتا ہے اور مدعیان علم اکثر اسی قسم کے ہین ان تصنیفات کو صرف
اون لوگون کے سامنے ظاہر کرنا چاہئے جنکو علم ظاہر مین کمال حاصل ہو چکا ہو اور

صفات مذمومہ کے دور کرنے مین اسقدر کوشش کر چکے ہون کہ اونکا نفس رام ہوگیا اور دنیا کی خواہش بالکل باقی نرہی ہو اور طلب حق کے سوا اونکی اور کچھ غرض نہو ان سب باتون کے ساتھہ ذکی الطبع خوش فہم حدید الذہن اور سلیم الطبع ہون جنکے ہاتھہ مین یہہ تصنیف پڑہ جائے اوسپر حرام ہے کہ کسی شخص کے سامنے اوسکو ظاہر کرے بجز ایسے شخص کے جس مین یہہ تمام صفات جمع ہون کے انتھے۔
امام صاحب رح نے جو فن حقائق کے مطالعہ کی اتنی شرطین لگائین اوسکی وجہ ہر معمولی آدمی نہین جان سکتا اسکے لئے بھی اعلی درجہ کی طبیعت اور علم درکار ہے بو علی سینا جیسا نازک طبع حکیم ہو تو اوسکا ادراک کر سکے دیکھئے اشارات مین انہون نے اسی سے متعلق کئی جزء مین بحث کی ہے اور بدلائل عقلیہ ثابت کیا کہ ان امور کے ادراک کے لئے زہد ریاضت طبع سلیم اور حدت ذہن وغیرہ شروط ہین انشاء اللہ تعالے اوسکا ترجمہ آیندہ کسی موقعہ مین ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا۔
مولوی صاحب نے امام غزالی رح کی تقریر سے یہہ مطلب نکالا کہ اس قسم کے مسائل کہ خدا کسی چیز کا خالق نہین اور خلاف عادت کوئی چیز خواہ معجزہ ہو یا کرامت کسی نبی یا ولی کے ہاتھہ پر ظاہر نہین کر سکتا وغیرہ وغیرہ مسلمانون کے سمجھہ مین نہین آسکتے اسلئے اونکو چھپانے کی ضرورت تھی مگر مولوی صاحب نے اسپر غور نہین کیا کہ امام رح نے حقائق سمجھنے کے لئے شرط لگائی ہے کہ علم ظاہری مین کمال ہو۔ مولوی صاحب جو اون بیہودہ مسائل کو بیان کر رہے ہین اونکے لئے تو جاہل محض ہونا شرط ہے جس مین دلیل طلب کرنے کی بھی صلاحیت نہو جیسا کہ مولوی صاحب لکھتے ہین کہ کے مادہ کی نسبت یہہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ قدیم ہے علوم جدیدہ نے یہہ بھی ثابت کردیا ہے کہ مادہ

کے ساتھہ حرکت بھی قدیم ہے تو کہئے ایسا کون عالم ہوگا کہ صرف اس قول پر کہ علوم جدیدہ مین مادہ کی قدامت ثابت ہوگئی ہے اپنے خدا کو چھوڑ بیٹھے اور دین کو رخصت کر دے اور یہہ بھی نہ پوچھے کہ کس دلیل سے ثابت ہوا ایسی تصدیق کے لئے تو اعلی درجہ کا جہل ہونا چاہئے۔

امام صاحب نے جو شرط لگائی ہے کہ صفات مذمومہ کے دور کرنے مین اتنی کوشش کرے کہ نفس رام ہو جائے۔ مولوی صاحب کے مسلک پر اسکی کیا ضرورت مولویصاحب جو حقائق بیان کرتے ہین اوسکے لئے تو یہہ شرط مناسب ہے کہ صفات مذمومہ کے حاصل کرنے مین کوشش کرے اور یہہ ملکہ پیدا کرے کہ جس کلام کو چاہے کم وزائد کرکے اوس سے ایسی بات بنائے کہ اوسکے قائل کے حاشیہ خیال مین بھی نہو اور جہانتک ہوسکے حیا سے تعلق کم ہونا چاہئے تاکہ سمجھنے والون کے مقابلہ مین آنکھہ بھی نہ جھپکے۔

اور امام صاحب نے جو یہہ شرط لگائی ہے کہ دنیا کی بالکل خواہش باقی نرہے اوسکی کیا ضرورت مولوی صاحب جو حقائق بیان کر رہے ہین وہ تو دنیا حاصل کرنے کے اعلی درجہ کے ذریعہ ہین کیونکہ جب خدا خالق ہی نہین تو پہر اوسکا کسی پر حق ہی کیا۔ جو ربوا وغیرہ اسباب ترقی دنیوی اور عیش وعشرت سے منع کرے اور عبادت سے محنت شاقہ کا حکم فرمائے اتنی آسانی کرنے والے مقتدا جب کسی قوم کے ہاتھہ آجائین تو کیا ممکن ہے کہ وہ اونکا احسان نمانے اور کچھہ اونکے بہیٹ نچڑہائین۔

پہر امام صاحب نے جو کتابین حقائق مین لکھی ہین اونکو بھی دیکھہ لیتے کہ کہان

خالقیت وغیرہ کا اونہون نے انکار کیا ہے آخر امام صاحب کے اکثر تصانیف رائج ہین اگر اون کی یہہ مراد ہوتی تو کسی کتاب مین تو ان آزادیون کی طرف اشارہ ہوتا فی الواقع مولوی صاحب نے نہایت جدت طبع سے کام لیا کہ جس بات سے اہل اسلام امام کے تقدس اور خداشناسی پر استدلال کرتے تھے اوسی کو اونہون نے الحاد کا قرینہ بنادیا۔

ابوریحان خوارزمی رح نے آلاثار الباقیہ عن القرون الخالیہ مین لکھا ہے کہ یوذاسف جو ملک طہمورث کی وقت مین ہندوستان مین آکر نبوت کا دعوی کیا تہا اور دراصل وہ ستارہ پرست تہا اوس نے ابراہیم علیہ السلام کی نسبت یہہ تہمت لگائی کہ وہ ستارہ پرست تھے اور یہہ قرینہ قایم کیا کہ اتفاقاً اونکے قلفہ مین برص نمود ہوا چونکہ اوس زمانہ مین برص والے کو نجس سمجھکر اوس سے مخالطت نہین کرتے تھے اسلئے اونہون نے اپنے قلفہ کو قطع کر ڈالا یعنے اپنی ختنہ کی پہر جب کسی بتخانہ مین حسب عادت گئے تو بڑے بت سے آواز آئی کہ اے ابراہیم تم ایک عیب کی وجہ سے ہمارے پاس سے چلے گئے تھے اب وہ عیب لیکر آئے ہو چلو ہمارے پاس سے نکلو پہر یہان کبھی نہ آنا یہہ سنکر اونکو غصہ آیا اور اوس بت کو ٹکرے ٹکرے کر دیا اور مذہب بھی چہوڑ دیا اوسکے بعد اونکو اپنے فعل پر ندامت ہوی اور چاہا کہ اپنے بیٹے کو مشتری کے لئے ذبح کرین کیونکہ اوس زمانہ مین دستور تہا کہ ایسے موقع مین اپنی اولاد کو ذبح کرتے تھے جب مشتری کو اونکی سچی توبہ کی صداقت معلوم ہوگئی تو ایک دنبہ اونکے فرزند کے عوض مین دیدیا انتہے

مسئلہ ختنہ اور بت شکنی اور ذبح فرزند جو کتب سماویہ سے ثابت ہے سب بجائے خود نکال رکہا گیا

صرف پیرایہ بدلکر ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ہم خیال ستارہ پرست قرار دیدیا اسیطرح مولوی صاحب نے بھی امام غزالی وغیرہ کو اپنے ہم خیال بنالیا اور اونپر اپنی فضیلت بھی ثابت کردی کہ وہ لوگ عوام سے ڈر کے الحادیہ عقائد چھپاتے تھے ہم نے اونکی کچھہ پرواہ نکی۔

(۶) مولوی صاحب اکثر لفظ قانون قدرت کا استعمال کرتے ہین جس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا جلانا مثلاً قانون قدرت ہے جس سے دل خوش ہوجاتا ہے کہ مولوی صاحب بھی خدا کی قدرت کے قائل ہین مگر دراصل اوس لفظ سے قانون فطرت اونکی مراد ہوتی ہے جس کے حکماء قائل ہین چنانچہ وہ لکھتے ہین پروفیسر لیٹر یا کہتا ہے کہ جن اسباب نے کائنات کو پیدا کیا ہے وہ خود کائنات مین موجود ہین اور اون سے الگ نہین اور انہین اسباب کو ہم قوانین فطرت سے تعبیر کرتے ہین ایک اور مشہور پروفیسر کہتا ہے کہ قوانین فطرت اور خدا ان دونون مین سے ہم کو صرف ایک کی ضرورت ہے انتہٰے۔

مولوی صاحب کی تحقیق سے جب یہہ بات ثابت ہوگئی کہ اون کے نزدیک خدا تعالے نہ مادہ کا خالق ہے نہ صور نوعیہ کا نہ اون کے لوازم کا تو اب خدا کی قدرت کی ضرورت ہی کیا رہی البتہ ان کو اس تقدیر پر قوانین فطرت کہہ سکتے ہین جن کے قائل حکما ہین مگر مولوی صاحب نے دیکھا کہ یہہ ایک خوش کن لفظ ہے اس لئے مصلحۃً اسکا استعمال کرتے ہین۔

(۷) مولوی صاحب کسی مصلحت کے لحاظ سے بڑی ہمت کرکے اس مقام مین مسلمانون کی طرف سے حکمت جدیدہ کے مقابلہ مین کھڑے ہوگئے چنانچہ لکھتے

ہین ”میٹرلسٹ کہہ سکتا ہے کہ مادہ خود بخود پیدا ہوا مادہ کے ساتھہ حرکت پیدا ہوئی حرکت نے امتزاج پیدا کیا اور پھر رفتہ رفتہ بہت سے قوانین قدرت پیدا ہو گئے لیکن وہ اس بات کی وجہہ نہین بتا سکتا کہ ان سینکڑون ہزارون بلکہ لاکھون قوانین قدرت مین یہہ توافق تناسب اور اتحاد کہان سے آیا۔ توافق اور اتحاد پیدا ہونا خود اون قوانین کی ذاتی خاصیت نہین ہے اور اگر کوئی ایسا دعوے کرے تو محض ایک فرضی احتمال ہوگا جسکی کوئی نظیر نہین پیش کی جاسکتی یہی بالاتر قوت جو تمام قوانین قدرت پر حاکم ہے اور جس نے اون تمام قوانین مین ربط اور اتحاد قایم کیا ہے ”خدا ہے یہی معنے ہین قرآن مجید کی اس آیت کے ”ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعًا وکرہًا“ انتھے

حاصل یہہ کہ مادہ خود بخود پیدا ہو گیا اوسکی حرکت خود بخود پیدا ہو گئی امتزاج خود بخود پیدا ہو گیا صور نوعیہ خود بخود پیدا ہو گئین اور قوانین فطرت یعنے اونکی خاصیتین خود بخود پیدا ہو گئین اب اللہ صاحب کا یہی بالائی کام رہگیا کہ توافق و تناسب کی نگرانی کرین کفار نے فرشتون کو خدا کی بیٹیان قرار دیکر اپنے لئے بیٹے پسند کئے تھے اوس پر خدائے تعالی نے فرمایا تلک اذا قسمة ضیزیٰ“ جسکا ترجمہ لکھا ہے کہ ”یہہ بھونڈا بانٹا ہے“ یہان تو مولوی صاحب نے خدائے تعالے کا حصہ عالم بالا ہی پر رکھدیا اور اس طرح تقسیم کی کہ **شعر** از فرش خانہ تا لب بام ازان من

وز بام خانہ تا ثریا ازان تو

یہہ بات سمجھہ مین نہین آتی کہ توافق تناسب اور اتحاد کے پیدا کرنے مین خدا کی ضرورت کیون ہوئی بقول پروفیسر مذکور قوانین فطرت سب کام خود چلا لیتے ہین پھر خدا صاحب

کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت اور مولوی صاحب کی یہہ دلیل بھی اسی کی موید ہے
جو لکھتے ہین ،، کہ اس مین شبہہ نہین کہ عالم کا تمام کام قوانین قدرت یا لاآف نیچر پر قائم
ہے لیکن یہہ قوانین الگ الگ مستقل بالذات اور ایک دوسرے سے بے تعلق نہین
بلکہ یہہ سب ایک دوسرے کے موافق مناسب اور معین ہے اور اون مین باہم اسقدر
تناسب اور ربط ہے کہ ایک چھوٹی سی چیز کے پیدا کرنے مین کل قوانین قدرت
باہم ملکر کام کرتے ہین ایک کمزور سے کمزور گھانس اوسوقت پیدا ہو سکتی ہے
جب خاک ہوا پانی وغیرہ سے لیکر بڑے بڑے اجرام فلکی مثل آفتاب و مہتاب وغیرہ
کے افعال و خواص اوسکے پیدا کرنے مین مشارکت اور توافق کو عمل مین لائین۔ انتہی
اس سے خود ظاہر ہے کہ سب قوانین فطرت ملکر کام چلا لیتے ہین پانی کی فطرت مین
داخل ہے کہ خاک کے اجزاء کے ساتھہ ملکر غذا پہونچائے آفتاب رطوبات کو خشک
کرے چاند رطوبت پیدا کرے علی ہذا القیاس ہر ایک اپنا اپنا کام بحسب فطرت کرے گا
اب جو مولوی صاحب پوچھتے ہین کہ اون قوانین قدرت مین اتحاد۔ توافق اور تناسب
کہان سے آیا سو اوسکا جواب میٹرلسٹ آسانی سے دیگا کہ جہان سے مادہ اور اوسکی
حرکت آئی تھی یہہ اتحاد بھی وہین سے آگیا۔ ایک محل مثلاً گھاس مین جب ہر ایک قوت
اپنا عمل کریگی تو اوسکا روکنے والا کون ہے بالضرور اونکے آثار اوس محل مین موجود
ہو جائینگے اور اوسی کا نام اتحاد وغیرہ ہوگا علیحدہ اتحاد وغیرہ پیدا کرنا فضول ہے۔
اور یہہ جو لکھتے ہین کہ توافق و اتحاد پیدا ہونا اون قوانین کی خاصیت نہین اگر اسکا
مطلب یہہ ہے کہ خدا نے اونکو پیدا کیا تو میٹرلسٹ یہہ پوچھیگا کہ اگر اتحاد وغیرہ پیدا
نکرتا تو کیا اوس سے گھاس مین مثلاً پانی خاک ہوا وغیرہ کی تاثیرات عمل نکرتے۔ اگر

مولوی صاحب اسکے قائل ہوجائین تو میٹرلسٹ کہیگا کیا خدا صاحب کی بھی اتنی قدرت ہوی کہ قوانین فطرت کو روک سکین؟ حالانکہ یہہ بات مسلم ہوچکی ہے کہ قوانین فطرت کسی کے روکے نہین رک سکتے۔ ادنیٰ تامل سے یہہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اتحاد توافق وغیرہ اس موقع مین فرضی چیزین ہین اس لئے کہ جب ہر چیز اپنا پورا پورا عمل کرے تو اوس سے ان امور کا انتزاع خود بخود ہوجائیگا مثلاً مٹی جب گہاس کی غذا بن جائے تو یہہ خیال کیا جائیگا کہ اون دونون مین خود اتحاد ہوگیا یہہ نہین کہہ سکتے کہ ادن دونون مین پہلے خدا نے اتحاد پیدا کیا اسی طرح پانی نے مٹی کو جب رقیق بنایا تو یہہ کہا جائیگا کہ پانی معین اور موافق ہوا اور یہہ سب قوانین فطرت ہین۔ پھر خدا صاحب کے فعل کو اس مین دخل ہی کیا۔

پہر بڑے آب وتاب سے مولوی صاحب نے ثابت کیا تو یہہ کیا کہ خدا ایک قوت کا نام ہے میٹرلسٹ کہیگا کہ ایسے خدا تو بہت سارے ہین جیسی قوت برقی مقناطیسی اور کشش وغیرہ جو تمام عالم مین پہیلی ہوی ہین مقصود اصلی اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جب میٹرلسٹ قہقہہ لگاکر آسانی سے اسکا جواب دیدیگا تو مولوی صاحب مسلمانون سے صاف کہدینگے کہ بہائیو ہم نے تو ایک فرضی خدا ٹھہرایا تہا اور اوسکے لئے ایک کام بھی تجویز کیا تہا مگر کیا کرین کہ میٹرلسٹ اوسکو بھی نہین مانتا تعجب نہین کہ ایسے جواب کی پہلے سے تمہید کی ہو جو لکھتے ہین ''ان دلائل مین (جو متکلمین نے خدا تعالیٰ کے اثبات وجود پر قایم کئے ہین ایک بڑا نقص یہہ ہے کہ اون سے اگر خدا کا وجود ثابت بھی ہوتا ہے تو اوسکا فاعل بااختیار ہونا ثابت نہین ہوتا ان دلائل سے صرف ایک علت العلل کا وجود ثابت ہوتا ہے لیکن علت کے لئے یہہ ضرور نہین

تنبیہ بر مولوی صاحب

کہ اوس سے معلول بارادہ اور باختیار صادر ہو آفتاب روشنی کی علت ہے لیکن آفتاب کو نہ علم ہے نہ ارادہ ہے بلکہ روشنی اوس سے خود بخود بلا علم وارادہ صادر ہوتی ہے انتھے

مادیین کا بھی مقصود یہی ہے کہ علت العلل مادہ ہے جسکو نہ علم ہے نہ ارادہ اور مولوی صاحب بھی خدا کے وجود کے قائل ہوے تو اسی شرط پر کہ نہ اوسکو ارادہ ہو نہ اختیار بلکہ جسطرح آفتاب سے روشنی بغیر علم وارادہ کے صادر ہوتی ہے اوس خدائے جعلی سے بھی معلول صادر ہو جسکا مطلب کھلے لفظون مین یہہ ہوا کہ خدا وہی مادہ ہے جسکے حکماء قائل ہین۔

مولوی صاحب اسی بحث سے پہلے لکھہ چکے ہین کہ تمام دنیا مین ایک غل مچگیا ہے کہ علوم جدیدہ اور فلسفۂ جدیدہ نے مذہب کی بنیاد متزلزل کردی ہے فلسفہ اور مذہب کے معرکہ مین ہمیشہ اس قسم کی صدائین بلند ہوتی رہتی ہین اور اس لحاظ سے یہہ کوئی نیا واقعہ نہین لیکن آج یہہ دعوے کیا جاتا ہے کہ فلسفۂ قدیمہ قیاسات اور ظنیات پر مبنی تھا اسلئے وہ مذہب کا استیصال نکر سکا بخلاف اسکے فلسفۂ جدیدہ تمام تر تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے اسلئے مذہب کسی طرح اوسکے مقابلہ مین جانبر نہین ہوسکتا انتھے۔

اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مولوی صاحب نے دیکھا کہ آخر مذہب کا استیصال ہونے ہی والا ہے اوسکی ابتدا کردی جائے تو باعث نیک نامی ہے اور اس کتاب کو سنگ بنیاد قایم کردیا ہر چند آگے چلکر فلسفۂ جدیدہ مین بھی کچھ کلام کیا مگر وہ بھی ایسا ہی ہے جیسے خدا کے قائل ہو کر اوسکے ذمہ فضول کام لگادے جن سے

سمجھنے والے خود سمجھہ جائین کہ ایسے کامون کے لئے خدا کی کچہ ضرورت نہین۔
اب اہل اسلام سمجھہ سکتے ہین کہ مسلمانون کا مرنا جینا حق تعالے کی خالقیت اور توحید
پر تہا مولوی صاحب نے بسم اللہ کے ساتہہ ہی اوسکا تو خاتمہ کر ڈالا اب رہے مسایل
نبوت وغیرہ سو اسی پر قیاس کرکے خیال کر سکتے ہین کہ اون کا کیا حشر ہوگا۔ سالے
کہ نکوست از بہارش پیداست۔ چونکہ مولوی صاحب شمس العلما ہین اور یہہ کتاب
یعنے الکلام مسلمانون کے عقائد مین لکہی ہے اوس مین نبوت قیامت جنت دوزخ
کے نام ضرور لینگے کیونکہ مسلمانون کی بول چال مین یہہ الفاظ مستعمل ہین مگر اونکی
حقیقت اوسی قسم کی ہوگی جیسے یوذاسف نے ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی
اور ذبح فرزند اور ختنہ وغیرہ کی حقیقت بیان کرکے حمقا کی نظرون مین اونکو بت پرست
اور ستارہ پرست ثابت کر دیا تہا۔ ہم نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا اس پر بھی اہل اسلام
الکلام کو اسلامی کتاب سمجہین تو مختار ہین وما علینا الا البلاغ۔

(۸) مولوی صاحب لکہتے ہین کہ خدا کے ثبوت کے جسقدر دلائل ہین سب مین قدر
مشترک یہہ ہے کہ خدا کا وجود نہو تو سلسلہ غیر متناہی کا وجود لازم آئیگا لیکن غیر متناہی کے
محال ہونے پر کوئی دلیل نہین۔ انتہی۔

حکما اور متکلمین نے ابطال عدم تناہی پر بہت سے دلائل قایم کئے ہین جنکا ذکر موجب
تطویل ہے بمناسبت مقام ایک دلیل یہان لکہی جاتی ہے۔

عدم تناہی کا ابطال

لفظ ،، غیر متناہی ،، عموماً زبان خاص و عام پر جاری ہے جسکو موقعہ بے موقعہ لوگ استعمال
کیا کرتے ہین اگر گہری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اوسکا مصداق خارج مین پایا جانا
محال ہے بلکہ اوسکا تصور بھی ممکن نہین دیکہئے ہندی مین مراتب اعداد زیادہ سے
زیادہ وہ سنکہہ مشہور ہین اگر اجمالی نظر سے وہ سنکہہ خیال کئے جائین تو وہ بھی
متناہی ہوے غیر متناہی کے لئے اوس سلسلہ کو بڑہانے کی ضرورت ہوگی پہر اگر

کروڑوہ سنکھ کہین توبہی وہ متناہی ہین اوسکے بعد بھی سلسلہ عدد باقی ہے۔ غرضکہ کروڑ ہا سال بھی نظر اجمالی سے کروڑ ہا عدد خیال مین زیادہ کرتے جائین جب بھی وہ سلسلہ ختم نہوگا اس سے یہہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ غیر متناہی کا واقعی تصور ہو ہی نہین سکتا۔ اب علل و معلولات کے سلسلہ مین غور کیجئے کہ وہ غیر متناہی ہو سکتا ہے یا نہین پہلے علت و معلول کے معنے معلوم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مضمون سمجھنے مین آسانی ہو علت وہ ہے کہ جسکے وجود کے ساتھہ ہی دوسری شے (یعنے اوسکے معلول) کا وجود ضروری ہو مثلاً آگ کپڑے کو لگ جانا علت ہے اور کپڑے کا جلنا معلول اس سے آپ سمجھہ گئے ہونگے کہ آگ کپڑے کے جلنے کی علت نہین کیونکہ آگ مدتون چولہے مین رہتی ہے اور کپڑا نہین جلتا اسلئے ہم آگ کو علت نہین کہتے بلکہ اوسکا کپڑے کو لگ جانا علت ہے اور کپڑے کا جلنا معلول اس سے ظاہر ہے کہ معلول موقوف اور علت موقوف علیہ ہے یعنے جب تک علت کا وجود نہو معلول کا وجود محال ہے اب مثال کے طور پر ہم ایک سلسلہ فرض کرتے ہین۔ آ۔ ب۔ ج۔ د۔ ہ۔ و۔ آ ہمین آ علت ہے اور ب۔ معلول اور وہی ب علت ہے اور ج معلول پہر ج۔ اور د معلول علیٰ ہذا القیاس۔ ہ۔ و۔ اس سلسلہ مین دو لحاظ ہو سکتے ہین (ایک) آ سے و تک (دوسرا) و سے آ تک پہلا سلسلہ علتون کا ہے دوسرا معلولون کا چونکہ علت و معلول مین تضاد ہے کہ جس حیثیت سے کوئی چیز علت ہو اوس حیثیت کے لحاظ سے معلول نہین ہو سکتی مثلاً جس اعتبار سے معلول ہے اوسی اعتبار سے علت نہین ہو سکتی۔ اس لئے اون دونون سلسلون مین ہر ایک سلسلہ مستقل سمجھا جائیگا۔ ہر چند۔ ب۔ ج۔ د۔ ہ۔ مین ایک پر علت بھی صادق آتی ہے اور معلول بھی مگر جس سلسلہ مین علتین ہین معلولیت کا لحاظ نہین اور نہ جس حیثیت سے وہ علتین ہین معلول ہو سکتے ہین۔ غرضکہ علتون کا سلسلہ۔ آ سے شروع ہو کر ہ پر

ختم ہوتا ہے کیونکہ و کسی کی علت نہین فرض کیا گیا اور معلولون کا سلسلہ و سے شروع ہو کر ب پر ختم ہو گیا اسلئے کہ معلول اول وہی ہے اور آ کسی کا معلول نہین۔ حاصل یہہ کہ اس مثال مین آ فقط علت ہے معلول نہین اور و صرف معلول ہے علت نہین اب غور کیجئے کہ یہہ سلسلہ اگر مستقبل (یعنے ابد) کی جانب لیا جائے تو غیر متناہی کے معنے یہہ ہونگے کہ جو معلول ہوگا وہ صرف معلول ہی نہوگا بلکہ کسی کی علت بھی ہوگا جس سے سلسلہ متناہی نہوگا کیونکہ علت کے ساتھہ معلول کا وجود ضروری ہے یہہ گفتگو ابد کی جانب تھی اس مین کوئی محال لازم نہین آتا۔ اب ماضی یعنے ازل کے جانب یہہ سلسلہ غیر متناہی فرض کیجئے تو اوسکا مطلب یہہ ہوگا کہ جو علت ہوگی وہ کسی دوسرے کی معلول بھی ہوگی یعنے علت محضہ نہوگی کیونکہ اگر علت محضہ ہو اور معلول نہو تو سلسلہ وہین ختم ہو جائیگا اور غیر متناہی نہ ہوگا یہان ہر علت کا معلول ہونا اسوجہ سے فرض کیا جا رہا ہے کہ اس سلسلہ مین ہم معلول سے علت کی جانب ازل کے طرف جا رہے ہین جسطرح سلسلہ سابقہ مین ابد کی جانب علت سے معلول کی جانب جا رہے تھے۔ غرضکہ عدم تناہی ابد کی جانب لین تو ہر معلول کو علت فرض کرنا لازم ہے اور ازل کی جانب فرض کرین تو ہر علت کا معلول ہونا ضروری ہوگا۔

معلول کا حال ابھی معلوم ہوا کہ اوسکا وجود بغیر اوس کی علت کے وجود کے محال ہوتا ہے تو اب اس ازلی سلسلہ پر عقلی نظر ڈالئے تو یہہ معلوم ہوگا کہ ہر ایک پر یہہ بات صادق آتی ہے کہ اوسکا وجود محال ہے جب تک اوسکی علت کا وجود نہو پھر جب اوس سلسلہ ازلی کے آخر مین کوئی موجود ایسا نہو جو علت محضہ ہے تو معلولونکا

پورا سلسلہ محالون کا مجموعہ ہوگا اسلئے کہ جس درجہ مین کوئی معلول فرض کیا جائے اوسپر
یہہ صادق آتا ہے کہ وہ بغیر علت کے محال ہے اس نظر عقلی سے صاف ظاہر ہے
کہ بغیر علت محضہ کے جو کسی کی معلول نہو اس ازلی سلسلہ کا وجود ممکن نہین بخلاف
اسکے اس سلسلہ مین انتہائی علت جو علت محضہ ہوگی بالذات موجود ہو تو وہ تمام
سلسلہ واجب بالغیر ہو جائیگا کیونکہ ہر علت علت تامہ فرض کی جا رہی ہے جسکے
وجود کے بعد معلول کا وجود ضروری اور واجب ہے. اب دیکھئے کہ آخری علت
یعنے علت محضہ جسکو علت العلل کہتے ہین اگر ثابت نہ کی جائے تو تمام سلسلہ عالم محال
ہو جاتا ہے. حالانکہ اوسکا وجود بدیہی ہے اب کہئے کہ اس سے بڑہکر غیر متناہی کے
ابطال پر اور کیا دلیل چاہئے۔

اس تقریر سے مولوی صاحب کے اوس اعتراض کا جواب بھی ہوگیا جو متکلمین کی
دلیل حدوث عالم مین کلام کر کے لکھتے ہین (صفحہ ۳۲) ”کہ جب زمانہ غیر متناہی ہے تو سلسلہ کا
قدیم ہونا بھی ممکن ہے“ کیونکہ سلسلہ غیر متناہی بالذات محال ہے اوسکو زمانہ سے
کوئی تعلق نہین۔

متکلمین نے حدوث عالم پر جو دلیل قائم کی ہے اوسکو مولوی صاحب نقل کر کے
لکھتے ہین ”کہ متکلمین نے اور بھی بہت سی دلیلین قائم کی ہین مگر سب کی صحت
اس بات پر موقوف ہے کہ سلسلہ غیر متناہی کا محال ہونا ثابت کیا جائے“ انتہے
الحمد للہ کہ حسب مراد مولوی صاحب ثابت ہوگیا اور متکلمین کی کل دلیلین صحیح
اور مسلم ہو گئین۔ مولوی صاحب لکھتے ہین (صفحہ ۳۴) ”غیر متناہی کے محال ہونے پر حکما اور
متکلمین نے بہت سے دلائل قائم کئے ہین لیکن وہ تمام اوس صورت مین جاری

ہوتے ہین جب یہہ مانا جائے کہ سلسلہ مرتب موجود ہے لیکن منکرین خدا علل کا سلسلہ اسطرح مانتے ہین کہ ہر علت فنا ہوکر اوسکے بجائے دوسری آجاتی ہے۔ انتھی اس دلیل سے یہہ ثابت ہوگا کہ ابدی سلسلہ غیر تنناہی ممکن ہے جیسا کہ مثال مذکور سے بھی واضح ہے کہ آ علت ب ہے اور ب علت ج تو ج کے وجود مین آ کو کوئی دخل نہین۔ اسلئے کہ اوسکی علت ب ہے تو ج کے حق مین آ کا حکم بالکل منفی ہے اور ابد کے جانب غیر تنناہی ہونا ہمارا عین مدعا ہے مگر اس سے منکرین خدا کچھہ فائدہ نہین اوٹھا سکتے اسلئے کہ ہر علت فنا تو جب ہوگی کہ موجود بھی ہو سکے اور ابھی معلوم ہوا کہ ازل کی جانب سلسلہ غیر تنناہی فرض کیا جائے تو اوسکا وجود ہی محال ہے۔

(۹) مولوی صاحب نے مسلمانون کا دل خوش کرنے کے لئے کسی دوسرے مقام صفحہ ۳ مین ایک دلیل خدا کی خالقیت پر قائم کی ہے کہ عالم کامل مرتب اور مستحکم النظام ہے اور جو چیز ایسی ہوگی وہ خود بخود پیدا نہین ہوگئی ہوگی بلکہ کسی صاحب قدرت اور صاحب اختیار نے اوسکو پیدا کیا ہوگا انتھے دراصل ایزک نیوٹن صاحب کی تقریر نے مولوی صاحب کو اس تحریر پر جرأت دلائی چنانچہ اونکا قول نقل کرتے صفحہ ۳ ہین کہ کائنات کے اجزا مین باوجود ہزارون انقلابات زمان و مکان کے جو ترتیب اور تناسب ہے وہ ممکن نہین کہ بغیر کسی ایک ذات کے پایا جاسکے جو سب سے اول ہے اور صاحب علم و صاحب اختیار ہے انتھے۔ مولوی صاحب نے دیکھا کہ جب خود نیوٹن صاحب ایک ذات کے ماننے کی اجازت دے رہے ہین اور یہہ بھی کہہ رہے ہین کہ وہ صاحب علم و صاحب اختیار ہے تو اب اوسکے ماننے مین چندان مضائقہ نہین مگر اس سے مسلمان خوش نہین ہوسکتے جب تک مولوی صاحب یہہ نفرمائین کہ خدائے تعالے نے مادہ اور صورت اور روح اونکے

کل لوازم و عوارض کو اپنی قدرت اور اختیار سے پیدا کیا۔ اسلئے کہ قدرت و اختیار اور
پیدا کرنے کے معنے مین بہت کچھ گنجایش ہے نیوٹن صاحب ترتیب و
تناسب اجزاء عالم کی تعریف کرکے اوسکے لئے خدا کی ضرورت اور اوسکی قدرت
و اختیار ثابت کرتے ہین اوس سے مطلب وہی ہے جسکے مولوی صاحب
قایل ہین کہ قدرت و اختیار صرف تناسب و اتحاد اور توافق مین ہے کسی چیز کے
پیدا کرنے مین اوسکو کوئی دخل نہین۔ البتہ نیوٹن صاحب ایک بات مین مسلمانون
کے موافق ہوگئے کہ خدائے تعالی کی اولیت کو مان لیا۔ اور تصریح کی کہ وہ سب سے
اول ہے مگر مولوی صاحب پر مٹیرلسٹ کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہے کہ اس باب
مین نیوٹن صاحب کی بات بھی نہین مانتے۔ چنانچہ صاف لکھتے ہین کہ ہمکو اس سے
انکار نہین کہ عالم اجزاء دیمقراطیسی سے بنا ہے ہم یہہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ عالم
قدیم ہے انتہے۔
عالم اور اجزاء دیمقراطیسی کے قدیم ہونے کا مطلب ظاہر ہے کہ خدا جب سے
ہے یہہ اجزا بھی موجود ہین یعنے خدا کا وجود اون سے پہلے نہین۔
الحاصل بعضے حکما نے جو صرف اپنی رائے اور تخمین سے کہدیا کہ اجزائے دیمقراطیسی
قدیم ہین اور انہی نے عالم کو پیدا کیا مولوی صاحب کو اوسکا ایسا یقین ہوگیا جیسے
کسی سچے مسلمان کو خدائے تعالی کی ذات اور اوسکے کلام کا یقین ہوتا ہے اور دلیل تک
نہین پوچھی کہ اونکو کس نے دیکھا ہے اور اونکے قدیم ہونے کی حالت کیونکر
معلوم ہوئی حکمت جدیدہ کا تو دعوی ہے کہ جو چیز محسوس نہو اگر خدا بھی ہو تو نہ ماننا
چاہئے ایک خدا جسکے وجود ادر قدم پر تقریبا ہر ملت و قوم گواہی دے رہی ہے اور
اور خود حکما نے بھی دلائل قائم کئے ہین اوسکے ماننے مین تو یہہ دشواریان ہو رہی
ہین کہ کیسی ہی دلیل پیش ہو مولوی صاحب کچھ نہ کچھ احتمال اوس مین قائم کردیتے ہیں

ہین پہر اتنے قدیم اجزاے دیمقراطیسی جن کا حد شمار نہین اونکے وجود اور خالق ہونے پر ایسی کون سی دلیل قایم ہوگئی جس مین چون وچرا کی بھی گنجایش ہولوی صاحب کو نہ ملی کاش وہ دلیل بیان فرمادیتے تاکہ مسلمانون کو اوس مین غور و فکر کرنے کا موقع ملتا۔ اور اس عبارت سے (کہ حکمت جدیدہ مین اجزاء دیمقراطیسی کا قدم ثابت ہوچکا ہے) رہی مسلمانون پر جو ہیبت طاری ہوگئی ہونے نہ پاتی بہرحال اجزاے مذکورہ مین غور و تامل کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا اون سے عالم پیدا ہوسکتا ہے یا نہین؟

قبل اسکے کہ اوس مین بحث کی جاوے یہہ بات معلوم کرنے کے قابل ہے کہ ان اجزاء کی طرف توجہہ کیونکر ہوی حالانکہ اونکو نہ کسی نے دیکہا نہ دیکہہ سکتا ہے باوجودیکہ اس زمانہ مین اُس قوت کی کلان بنین طیار ہوی ہین کہ پانی کے ایک ایک قطرہ مین کئی کروڑہا جانور دکہائی دیتے ہین مگر حکماے اقرار کرلیا ہے کہ ہنوز اوس مین ایسے جانور بھی موجود ہین جنکے دکہانے کی صلاحیت موجودہ کلان بینون مین نہین۔ اب غور کیجئے کہ وہ جانور آخر جانور ہی ہین۔ دل دماغ جگر وغیرہ کل اعضاء حیوانات کے اون مین موجود ہونگے اور اون اعضاء کی ترکیب اونہین اجزاء دیمقراطیسی سے ہوگی پہر یہہ بھی نہوگا کہ ہر عضو بسیط ہو یعنے ایک ہی ایک جزء دیمقراطیسی ہو کیونکہ ہر جزء کی خاصتین اور وضع و ترکیب جدا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر عضو متعدد اجزاء سے مرکب ہے اب کہئے کہ ان موجودہ کلان بینون سے جب وہ جانور ہی نظر نہین آتے تو اونکے اعضاء کہان۔ پہر اون اعضا کی ترکیب جس اجزاء سے ہے اون کو دیکہنے کی کیا صورت۔ جب ان آلات

اجزاے دیمقراطیسی کی طرف توجہ کیونکر ہوئی

و ادوات سے اجزا دیمقراطیسی کا دیکھنا اس زمانہ مین محال ہو تو بیچارہ دیمقراطیس جسکے
حاشیہ خیال مین بھی نہ تھا کہ ایک پانی کے قطرہ مین کروڑہا جانورون کا وجود ہی تو پھر اون
اجزا کو کیونکر دیکھہ سکتا تھا جن سے اون جانورون کے اعضا مرکب ہوے ہین
غرضکہ یہہ تو ممکن ہی نہین کہ اون اجزا کو کسی نے دیکھا ہو پھر کیونکر ذہن اون کے
طرف منتقل ہوا ؟

بات یہہ ہے کہ آدمی اپنے معلومات مین قیاس سے کام لینا رہتا ہے چنانچہ بعضے
حکما نے جب دیکھا کہ ہمیشہ موجودات وجود مین آتے رہتے ہین تو اس پر قیاس
کرکے بلا دلیل کہدیا کہ اسی قسم کا حال گذشتہ زمانون مین رہا جس سے کوئی زمانہ
خالی نہین اسوجہ سے عالم قدیم ہے اسیطرح جب دیکھا کہ جو چیز ہم بناتے ہین اوسکے
لئے مادہ فراہم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً ہانڈی بنائی جائے تو اوس کے
لئے کیچڑ کی ضرورت ہوتی ہے جو اوسکا مادہ ہے بس اسی پر قیاس کرکے کہدیا
کہ عالم کے لئے بھی مادہ کی ضرورت ہے مگر ہر قیاس صحیح نہین ہوا کرتا اس لئے کہ
ہم دیکھتے ہین کہ ایک جنس ایک نوع ایک صنف کے افراد مین اتنا تفاوت اور
اختلاف ہوتا ہے کہ گویا ایک فرد کو دوسرے سے کچھ تعلق ہی نہین۔ ایک شخص
کثیر الاولاد ہوتا ہے دوسرا عقیم ایک نہایت تیز نظر ہوتا ہے دوسرا مادرزاد نابینا
ایک مجموعہ کمالات ہوتا ہے دوسرا سراپا نقص ایام طفولیت کے لوازم و آثار وہ ہوتے
ہین جو جوانی اور بڑھاپے مین نہین غصہ کی حالت کے جو کیفیات ہین وہ رضا کی حالت
مین نہین ایک ملک مین اقسام کے معدنیات. نباتات اور حیوانات ہوتے ہین
جو دوسرے ملک مین نہین ہوتے ہر ایک فصل کے لوازم و آثار وہ ہین جو دوسرے

مین نہین پائے جاتے۔ غرضکہ مکان وزمان اور امزجہ وغیرہ کے اختلاف سے جوجو جدا
گانہ آثار۔ حالات اور اشیا پیدا ہوتے ہین وہ کسی پر پوشیدہ نہین اب اگر پوچھا جائے
کہ ایک شخص اور ایک ملک اور ایک موسم مین جو خاص خاص امور موجود ہوتے ہین
وہ دوسرون مین کیون نہین ہوتے تو اوسکا جواب یہی ہوگا کہ ہر چیز کے لئے شرائط
وموانع ہوا کرتے ہین پھر جب تمامی شرائط اوس کے موجود ہون اور موانع رفع
ہوجائین تو اوسکا ظہور ہوگا ورنہ ممکن نہین تو اب کہئے کہ جو بات آج ہے اوس کو
دیکھکر یہہ کہنا کہ لاکھہ برس پہلے بھی وہی بات تھی کیونکر صحیح ہوگا اور کیونکر ثابت کیا
جائیگا کہ اوسوقت تمام شرائط موجود تھے اور کوئی مانع نہ تھا کیا ممکن ہے کہ اس قیاس
پر کوئی قطعی دلیل قائم ہوسکے۔ ہرگز نہین عقلا نے فیصلہ کردیا ہے کہ قیاس الغائب
علی الشاہد صحیح نہین اس لئے کہ ممکن ہے کہ غائب مین کچھہ ایسے اسباب وموانع
ہون جنکا وجود واقع نہوا ہو۔ اگر کہا جائے کہ ہم کتب تواریخ سے ثابت کرینگے کہ کارخانہ
عالم اسیطرح چل رہا ہے تو ہم کہینگے کہ ایک کتاب بھی ایسی نہین مل سکتی جس مین لاکھہ
دو لاکھہ برس کا حال معلوم ہو پھر ازل کا حال کیونکر معلوم ہوسکے۔ اب کہئے کہ ازل کے
باتون مین رائے لگانا اور اون کو محسوسات پر قیاس کرنا کیا مفید ہوسکتا ہے اور کیا
اس سے ایسے نتائج نکل سکتے ہین جن پر قطعیت کا حکم لگایا جائے۔ اور بفرض محال کوئی
رائے قائم بھی ہوجائے تو اوس سے ہمارے امور معاش ومعاد مین نفع ہی کیا ہوگا
مقاصد الاسلام کے حصہ دوم مین ہم لکھہ آئے ہین کہ مادہ مین حکما کے مختلف اقوال
ہین کوئی کہتا ہے وہ پانی ہے کوئی کہتا ہے آگ ہے کسی کے نزدیک خاک ہے
تو کسی کے نزدیک ہوا کوئی لمون دربروز کا قائل ہوکر خلیط کو مادہ قرار دیتا ہے تو کوئی ہیولی کو

جو ایک جوہر ہے نہ منفصل ہے نہ متصل کسی کا قول ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے اجزاء ہین اشراقیین نے دیکھا کہ یہہ سب خرافات اور اٹکل کی باتین ہین جن پر کوئی دلیل نہین مل سکتی ہے اسلئے اونہون نے صاف کہدیا کہ مادہ کوئی چیز نہین جسم طبعی فقط ایک بسیط چیز ہے غرضکہ مادہ کے قائل ہونے سے اصل مقاصد حکمیہ مین کسی چیز کی نہ زیادتی ہوی نہ قائل نہونے سے کچھہ کام رکا پہر اس فضول بحث سے فائدہ ہی کیا۔

بات یہ ہے کہ نفس ناطقہ بیکار نہین رہتا کوئی نہ کوئی شغل اوسکو چاہئے خصوصاً فضول باتون مین اوس کو نہایت دلچسپی ہوتی ہے جسکا نام عموماً تفریح طبع رکہا جاتا ہے اسیوجہ سے صدہا بلکہ ہزارہا مین معدودے چند باکمال ہوتے ہین جو اپنے وقت عزیز کو مفید کامون مین صرف کرکے کمال حاصل کرتے ہین چونکہ حکیمون کا نفس بھی آخر نفس ہی ہے اس قسم کے مسائل کی بحث اور تفتیش کو اوس نے اپنی دل لگی کا ذریعہ بنالیا جس سے نہ دین کا فائدہ ہوا نہ دنیا کا چنانچہ میزان الجواہر مین شیخ طنطاوی جوہری نے لکھا ہے کہ فنائے عالم سے متعلق ہرفن کے علما کی رائے جدا جدا ہے اہل ہیئت کی رائے ہے کہ دائرۂ منطقۃ البروج دائرہ معدل النہار کے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور جو زاویہ تیئس ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ کا تہا اب کچھ کم ہوگیا اور جب چھوٹا ہوتے ہوتے یہان تک پہونچ جائیگا کہ ایک دائرہ دوسرے دائرہ پر منطبق ہوجائے تو فصول معدوم ہوجائینگے اور نظام عالم فاسد ہوجائیگا۔ اور بعضون نے یہہ رائے قایم کی کہ کوئی ستارہ زمین پر گرے گا جس سے زمین کو سخت زلزلہ ہوگا اور کل رہنے والے اوس سے ہلاک ہوجائینگے۔ اور علمائے طبیعت نے کہا کہ آفتاب کی حرارت روز بروز کم ہوتی جائی

ہے جب بالکل کم ہوجائیگی تو تمام روئے زمین پر سردی چھاجائیگی اور سب ٹھنڈی ہوجائینگے غرضکہ جسکو جس بات کا مشغلہ زیادہ رہتا ہے اوسکو اوسی قسم کی باتین سوجھتی رہتی ہین اور اپنی خیالی باتون کو ایسی وقعت دینا چاہتا ہے کہ سارا عالم اپنا ہم خیال ہوجائے۔ میزان الجواہر مین یہہ بھی لکھا ہے کہ (لاپلاس) نے ایجاد عالم کی یہہ تدبیر سوچی کہ فضائے غیر متناہی مین گیاس بھرا ہوا تھا جو ہمیشہ حرکت کرتا تھا اوس کی حرارت اوسکو متفرق کرنے لگی جب دورا زیادہ ہوا اور حرارت پھیلی تو اجزا باہم ملتے گئے چنانچہ بہت سارے آفتاب اون اجزا سے بنے اور وہ بھی لگے چکر کہانے جب اونہون نے اپنے اپنے دائرون مین خوب چکر لگائے تو اون سے چند ٹکڑے جدا ہوے جو سیارے اور توابع اور مدار ستارے ہین اور یہہ جو ہماری زمین ہے اس ہمارے آفتاب کا ایک ٹکڑا ہے جو اوس سے علیحدہ ہوکر اوسکے اطراف گہومنے لگا پہر ایک مدت گہومنے کے بعد زمین سے بھی ایک ٹکڑا جدا ہوا جو چاند بنکر اوس کے اطراف گہومنے لگا۔ اور چونکہ اوسکا حجم چھوٹا تھا اس لئے وہ پہلے ہی ٹہنڈا ہوگیا۔ اسکے بعد زمین ٹھنڈی اور جامد ہوی۔ اور پانی وغیرہ اشیاء پیدا ہوے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جسقدر جسم بڑا ہوگا دیر سے متفرق ہوگا اور جس قدر چھوٹا ہوگا جلد متفرق ہوگا۔ اسیوجہ سے چاند کے عمارات اب خراب ہوگئے آفتاب وغیرہ کے ٹکڑے جدا ہوکر اوسکے اطراف جو گہومتے ہین اوسکی دلیل یہہ ہے کہ کسی برتن مین تیل ڈالئے اور اوس مین ایک باریک سوراخ والی نلی لگاکر اوسکو چکر دیجئے تو چھوٹے چھوٹے تیل کے (یعنے قطرے) اوس سے جدا ہونگے اوس کے اطراف گہومین گے یہہ ابتدائے خلقت عالم کی حقیقت ہے۔ لکھا ہے کہ یہہ (لاپلاس) کی رائے اسقدر باوقعت ہوگئی ہے کہ کل اہل یورپ اسکے قائل ہوگئے اور یہی اونکا

ایجاد عالم

مذہب بنگیا۔ انتہیٰ

ہمارے معاصرین اسلام کے مقابلہ مین جب کہڑے ہوتے ہین تو کمال افتخار سے کہتے ہین کہ دیکہو حکمت جدیدہ جو دعوی کرتی ہے اوس کو مشاہدہ کرا دیتی ہے اور بیچارے بہولے بہالے مسلمان تار وغیرہ کو دیکہکر چپ بہی ہوجاتے ہین مگر انصاف سے دیکہا جائے تو معلوم ہو کہ اجزاء دیمقراطیسی سے بہت سارے آفتاب بن جانا اور اون کا چکر کہانا اور پہر اون سے ٹکڑے ٹوٹ کر ستارے زمین وغیرہ بننا پہر اون کے ٹکڑے چاند بننا اور اوس کے آس پاس گہومنا اور زمین ایک مدت تک حرکت سریعہ کرکے ٹہنڈی ہونا باوجود اسکے کہ حرکت سے حرارت پیدا ہونا لازم ہے اور زمین جو روشن آفتاب کا ٹکڑا ہے وہ تیرہ و تار بننا وغیرہ امور کس قسم کے مشاہدات پر مبنی ہین کیا حکمت جدیدہ ان امور کا مشاہدہ کرا سکتی ہے۔ یہہ واقعات کس اطمینان سے بیان کئے جاتے ہین کہ آفتاب لوٹتا اور زمین کا ٹکڑا گرا اور یہہ ہوا اور وہ ہوا گویا ابہی دیکہکر چلے آرہے ہین اسی پر ہمارے مولوی صاحب فرماتے ہین "کہ حکمت جدیدہ مین یہہ امور ثابت ہوچکے ہین" اگر ہم سے کوئی پوچہے کہ اس رائے مین اور اوس رائے مین جو کسی کی ہے دہر مہینے چاند بنایا جاتا ہے اور پرانے چاند کو توڑکر اوس کے ٹکڑے بکہیر دیئے جاتے ہین اور اوس کی دلیل یہہ ہے کہ بے انتہا ستارے نظر آتے ہین) کیا فرق ہے تو ہم سے اوس کا جواب نہو سکیگا۔ غرض کہ یہہ سب اٹکل کی باتین ہین نہ ان سے کوئی دنیا کا فائدہ ہے نہ دین کا اور نہ کسی مسئلہ کی تحقیق جس سے سننے والے کو سکوت حاصل ہوسکے بات وہی ہے کہ نفس ناطقہ کا خاصہ ہے جب اوسکو موقع ملتا ہے تو کسی نہ کسی کام مین لگا دیتا ہے جیسا کہ نفس نے دیکہا کہ ہم جو چیز بناتے ہین تو اوس کے لئے کچہ نہ کچہ

مادہ ہوتا ہے اس پر حکم لگایا گیا کہ عالم کا بھی کچھہ مادہ ہوگا اب لگے تلاش کرنے اور یہہ تو ممکن
ہی نہ تہا کہ اوس ازلی چیز کا واقعی علم ہو اس لئے جس کے جی مین جو کچھہ آیا کہدیا اور دلائل
قائم کرنے سکے لئے تضیع اوقات کا موقعہ ملگیا۔ اگر کوئی عقلمند نفس کی فضول گوئیون کا
قصہ کوتاہ کرنا چاہئے تو اوس سے یہہ پوچھے کہ اس مسئلہ کی ابتدا مثلاً گہڑے سے یا ہانڈی
سے ہوئی تھی اور یہہ خیال کیا گیا تہا کہ ہر چیز کا مادہ ضرور ہوگا آخر مادہ بھی ایک چیز ہے
اوس کے لئے بھی مادہ کی ضرورت ہوگی اگر وہ کہے کہ اس کے لئے مادہ کی ضرورت
اس وجہ سے نہین کہ مادہ کے لئے مادہ ہو تو تسلسل لازم آتا ہے تو کہا جائے کہ جب
سلسلہ ختم ہی کرنا ہے تو خالق عالم کے ارادہ پر کیون ختم نہ کیا جائے کہ جس طرح چاہا اوس
نے بنایا کیونکہ وہ قادر مختار ہے ہم دیکھتے ہین کہ آدمی اپنے قدرت کے مطابق کام کرتا
ہے کوئی کیچڑ کی دیوار بناتا ہے کوئی چونا پتھر وغیرہ کی پہر اگر خدائے تعالی نے اپنی قدرت
سے جسطرح چاہے بنائے تو کیا خرابی ہوگی۔ ممکن ہے کہ پہلے کوئی مادہ پیدا کر دیتا ہو
اور ممکن ہے کہ بغیر مادہ کے بناتا ہو غرض کہ خدائے تعالی کو جو شخص قادر مختار مانتا ہے اوسپر
ان امور کے ماننے مین کوئی دشواری نہین۔ اور جو لوگ خدا کو نہین مانتے اون کو غیر
قادر اور غیر مختار مادہ کو ماننے سے اقسام کی دشواریان ہوتی ہین مگر اوس کے ثابت کرنے
کی دہن مین کچھہ نہ کچھہ جواب اونکو بھی سوجھہ جاتا ہے۔ کیونکہ جب آدمی ہمہ تن کسی چیز
کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اوس کے حاصل کرنے مین پوری کوشش صرف کر دیتا
ہے تو حق تعالی کی طرف سے اوس کو مدد مل جاتی ہے اور محنت اوس کی رائگان نہین
ہوتی چنانچہ ارشاد ہے قوله تعالى كلا نمد هؤلاء وهؤلاء من عطاء ربك وما كان عطاء ربك
محظورا یعنے ہم ہر ایک کو مدد دیتے ہین اونکو بھی اور اون کو بھی۔ مگر اس سے یہہ خیال نہ کرنا

چاہئے کہ ہر مد مفید ہے بلکہ بعضے امداوین صرف ظاہری طور پر خوش کن ہوتی ہین اور باطن مین انکا برا اثر ہوتا ہے کیونکہ جو بات انبیا کے ذریعہ سے حق تعالی نے بتلادی ہے وہی اوس کے مرضی کے مطابق ہے اور جو چیز اوس کے خلاف ہو بطور ابتلا اوس مین مدد تو ملتی ہے مگر انجام کار تباہی ہے چنانچہ ارشاد ہے قولہ تعالے نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا۔ اسیوجہ سے مسلمانون کو چاہئے کہ دنیوی امور مین ضرورت سے زیادہ توجہ نکرین اور جسقدر توجہ کرین اوس مین بھی مقصود خدا ورسول کی اطاعت اور آخرت رہے تاکہ نولہ ما تولی کی وعید کا مستحق نہون۔ غرضکہ جو حکما مادہ کی تحقیق مین ہمہ تن متوجہ ہوے اون کو نئے نئے باتین سوجھنے لگین چنانچہ ایک مادہ ایتھر قائم کیا جس کا حال علامہ فرید وجدی نے کنز العلوم واللغہ مین لکھا ہے کہ جب حکمت جدیدہ والون نے دیکھا کہ آفتاب اور کوکب ہم سے بہت دور ہین باوجود اسکے نور اور حرارت انکی ہم تک پہونچتی ہے اور ممکن نہین کہ بغیر واسطہ کے وہ ہم تک پہونچ سکین اور ہوا ایک محدود مقام تک ہے اسلئے ایسے مادہ کی ضرورت ہے کہ وہ روشنی اور حرارت کے حرکات کو قبول کرکے ہم تک پہونچا دے جسطرح ہوا آواز کو پہونچاتی ہے اس خیال سے انہون نے ایتھر قایم کیا انتہے

الرسالۃ الحمیدیہ مین لکھا ہے کہ اکثر اہل حکمت جدیدہ اسی کے قائل ہین کہ روح حیوانی کوئی چیز نہین عناصر جو باہم ملتے ہین اور اون کا امتزاج کیمیاویہ ہوتا ہے اونھی کے افعال سے حیوان کی حیات وابستہ ہے۔ انتھی

تمام دنیا کے حکما نے روح حیوانی ایک علیحدہ چیز ثابت کی تھی جسپر سیکڑون دلائل قایم

گئے تھے مگر دہین نے کہا کہ وہ سب فضول ہین۔ وہ بھی اسی مادہ کے امتزاج کا اثر ہے
کنز العلوم واللغہ مین لکہا ہے کہ ڈاکٹر ہرمن سنفر کا قول ہے کہ روح انسانی مادہ کی ایک قوت
ہے جو اعصاب سے پیدا ہوتی ہے دیوار یمون کہتا ہے کہ ہر عصب مین موج کہربائی
موجود ہے اسلئے فکر مادہ کی ایک قسم کی حرکت ہے۔ اور بعضے ڈاکٹرون نے لکہا ہے
کہ تفکر فاسفورس کا اثر ہے جو ترکیب دماغ مین موجود ہے اور فضیلت اخلاص شجاعت
کہربائی مادہ کے امتزاج کے نام ہین جو اعضا مین ہوتا ہے انتہی یعنی نفس ناطقہ موجود ات
مین ایک اعلی درجہ کی چیز مانی جاتی تھی وہ بھی مادہ ہی کا اثر نکلا اور شدہ شدہ یہانتک نوبت
پہونچی کہ اگر خدا بھی ہے تو وہی مادہ ہے دیکھئے انہماک کا یہہ اثر ہوا کہ ہمہ اوست کہلا کر چہوڑا
ایک نیچری مشرب جو انگریزی مین کمال اور فلسفہ اور علوم جدیدہ مین مہارت تامہ رکہتے ہین ان
سے مجہسے طبیعات کے کسی مسئلہ مین گفتگو ہوئی بعد رد و قدح کے انہون نے کہا کہ
جب تک آدمی وحدۃ الوجود کا قائل نہو ان مسائل کو پورے طور سے سمجھ نہین سکتا
یہہ سنکر مجہے سخت حیرت ہوئی کہ اس مسئلہ کے قائل تو وہ مرتاض طالبین حق ہین جو
علاوہ پابندی شرع شریف کے دن رات یاد الٰہی مین مشغول رہتے ہین اور ان نیچری
صاحب کی یہہ حالت ہے کہ نہ نماز روزہ سے کوئی تعلق نہ قرآن وحدیث سے کچھ غرض پھر
وہ کیونکر اس مسئلہ کے قائل ہوے ایک مدت کے بعد یہہ عقدہ کہلا کہ مادیین کے
رائے کے مطابق اونہون نے مادہ عالم کو خدا قرار دیا ہے اور چونکہ تمام عالم مین وہ
موجود ہے اور وہ ایک ہی قسم کا ہے اسلئے مفہوم وحدۃ الوجود اوس پر صادق کرکے
سمجھ لئے کہ محققین اسی کے قائل ہین پھر اسکے بعد مولوی شبلی صاحب کے علم الکلام
سے اس میرے خیال کی تصدیق بھی ہوگئی چنانچہ لکہتے ہین صفحہ ۱۶ کہ خدا کی ہستی مطلق کا مسئلہ

مذہب نیچریان کا تقرر

وحدۃ الوجود کی صورت اختیار کرلیا ہے جہان پہونچکر فلسفہ اور تصوف کے ڈانڈے مل جاتے ہین انتہےٰ۔

اس مقام مین مجھے سخت حیرانی ہوی کہ تصوف ہمارے دین مین اعلی درجہ کا علم ہے جسپر اولیاء اللہ کا عمل رہا ہے اگر وہ فلسفہ کا ہم خیال ثابت ہوجاے تو شریعت سے اوس کو کچھ تعلق نہ رہا حالانکہ اولیاء اللہ شریعت کے نہایت پابند رہتے ہین اسی فکر مین تھا کہ وہ مقولہ یاد آگیا کہ کچا صوفی پکا ملحد ہے اگر اس کے ساتھہ ہی بعض متصوفین کی وہ تقریرین بھی یاد آگئین کہ ہمہ اوست کہکر یہ ثابت کرتے ہین کہ ہمین نہ نماز کی ضرورت ہے نہ روزہ وغیرہ کی کیونکہ ہم بھی نعوذ باللہ خدا ہین اور پتہ لگگیا کہ مولوی صاحب نے جس تصوف کے ڈانڈے فلسفہ سے ملاے ہین وہ انھی کچے صوفیون کا تصوف ہے اس وجہ سے کہ جس طرح ماد یین اوامر ونواہی الٰہی سے بے تعلق ہین اسیطرح یہ بھی بے تعلق ہین اور براے نام مسلمان کہلاتے ہین ایسے لوگون کی شان مین ہے مصرع بدنام کنندۂ نکو نامے چند۔ تصوف کا فن اس زمانہ مین کچھ چھپا ہوا نہین ہے ہزارہا کتابین اوسکی موجود ہین اور صدہا چھپکر شائع ہوچکین ان مین دیکھین تو معلوم ہو کہ خداے تعالی کی نسبت صوفیہ کے کیسے اعتقاد ہین اوس کو قدیم۔ تمام عالم کا خالق سمیع۔ بصیر۔ حی او متکلم سمجھتے ہین اور ہر وقت اون کو اسی کا خیال لگا رہتا ہے جب کوی کام کرتے ہین تو اون کے پیش نظر ہے کہ خداے تعالی حاضر وناظر ہے ایسا نہو کہ یہ کام خلاف مرضی الٰہی ہو جب کوی کام کرتے ہین تو خداے تعالی کے سننے کا یقین اونھین ناجائز اور فضول باتون سے روک دیتا ہے جب کوی خیال آتا ہے تو اون کا وہ اعتقاد کہ خداے تعالی علیم او ردل کے باتون کو جانتا ہے برے خیالون سے باز رکھتا ہے

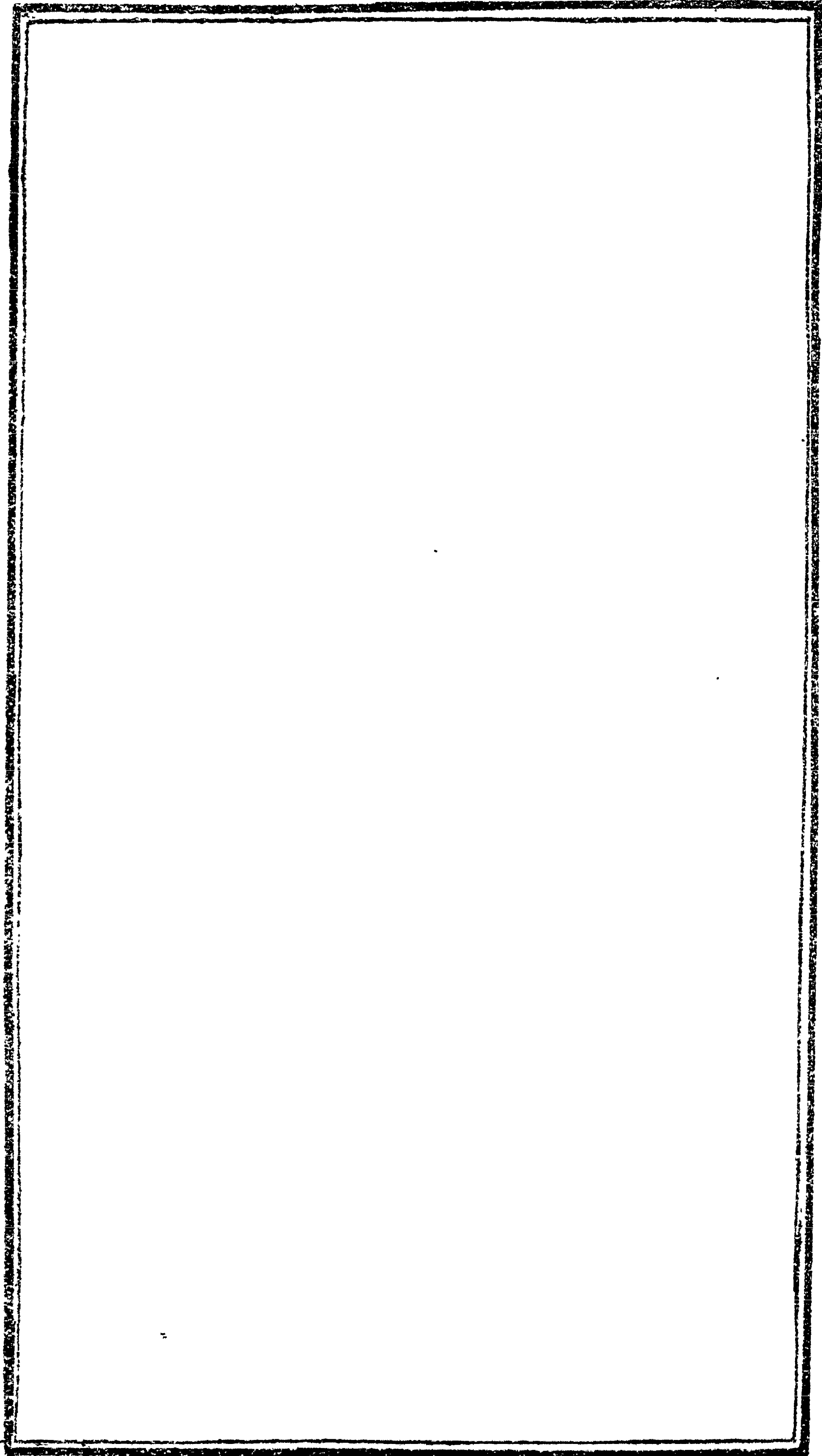
خدائے تعالی کی قہاریت اور جزا و سزا کا خیال اون کے دلون پر ایسا مستولی اور غالب رہتا ہے کہ ممکن نہین کہ کوئی فرض یا سنت اون سے ترک ہوسکے یا کوئی ناشایستہ حرکت وقوع مین آئے۔ خدائے تعالی کے رحم و لطف کا خیال اون کو ایسا متوالا بنا رکھتا ہے کہ اکثر از خود رفتہ رہتے ہین غرضکہ اونکی ہر حالت نرالی ہوتی ہے اور دنیا سے بالکل بے تعلق رہتے ہین اس لئے ظاہری علما سمجھتے ہین کہ اونھون نے رہبانیت اختیار کی ہے جو شریعت مین مذموم ہے حالانکہ اون کو اسکا خیال بھی نہین بلکہ اونکا ایمان ہر صفت الٰہی پر اسقدر قوی اور مستحکم ہوتا ہے کہ بغیر اختیار اور تصنع کے اون کے دلون پر ایسی حالتین طاری ہوتی ہین جن سے اون افعال کا صادر ہونا لازمی ہے۔ غرضکہ تصوف کچھ اور ہی چیز ہے جسکو قرآن و حدیث اور شریعت کا لب لباب کہنا چاہئے اسکو نہ فلسفۂ قدیمہ سے کوئی تعلق ہے نہ فلسفۂ جدیدہ سے کوئی مناسبت انشاء اللہ تعالے آئندہ خاص طور پر اس فن کا حال کسیقدر شرح و بسط سے لکھا جائیگا و ما توفیقی الا باللہ فقط

فہرست مقاصد السلام حصہ سوم

صحت نامہ اغلاط مقاصد الاسلام حصہ سوم

نشان صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نشان صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۵	دوسرے	دوسری	۲۷	۲	کارربار	کاروبار
″	۱۹	جبکو	جسکو	″	۴	بتین	بنین
۴	۱	جمن	جس	″	۶	تہین	نہین
۹	۱۹	باالله	باللہ	۳	۷	روجانی	روحانی
۱۵	۳	موقعہ	موقع	۳	۱۰	جبس	حس
″	″	تدبیر	تدبر	۳۸	۴	لپس	لبس
″	۵	چاہئے	چاہے	۳۹	۱۹	ہوگی	ہوگئی
″	۱۸	سو	تو	۴۰	۱۰	شہو	شہود
۱۶	۲	کردودو خت	کردوودوخت	″	۱۲	اذرارو ناہ	اذا ازناہ
″	۱۰	السجدوالادم	اسجدوالآدم	″	۱۸	یات	بات
″	۱۳	آدمؑ کی	آدمؑ سے	۴۱	۱۰	لمیپ	لیمپ
″	۱۵	بیتے	نیلتے	۴۲	۷	جس	حس
۲۳	۳	لاتبجزنی	لایبخزے	۴۳	۳	جب تک	جیب
۲۴	″	سو	توہم	″	۱۸	نظرپر	نظر
۲۶	۱۱	لائین	لائے	۴۴	۷	روری امر عسکری	روز مرہ علے

نشان صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نشان صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۵	۱	زاری	ذاریت	۵۷	۱۶	نشحلة	نسخلة
۴۵	۱	نحلت	حملتت	۵۸	۳	وہ بجوو	وہ خود بخود
۴۶	۷	جی چاہئے	جی چاہیے	〃	۶	انّ اللہ	انّ اللہ
〃	〃	〃	〃	۶۰	۳	ادراہی	اور ہی
〃	۱۳	من دونہ	من دونہ	〃	۸	لکہنے	لکہتے
〃	۱۷	ہدایت کرنا	ہدایت کرتا	〃	۹	مایہ ضمیر	مایہ خمیر
۴۷	۱۲	درتو	درتو	۶۳	۲	مبحث	بحث
۴۸	۵	بشی	لشیٔ	۶۵	۱۵	ہوسکے	ہوسکے
〃	〃	ارناہ	ادناہ	۷۰	۱۰	پید	پیدا
۵۰	۱۰			〃	۱۷	تا ثریا	تا بثریا
〃	۱۱	علم حادث ہے	عالم حادث ہے	۷۱	۱۴	محل	محل ہین
۵۱	۱۳	لا لومن	لا یومن	۷۲	۱۵	ایسے	اسیہی
〃	۱۵	بالضرورتہ	بالضرورۃ	۷۵	۸	حلنے	جلنے
۵۳	۹	علت قدیم ہمیشہ	علت قدیم ہمیشہ	〃	۱۷	ہلے	ہے
۵۶	۱۳	اب ہی پیدا	آپ ہی پیدا	۷۸	۴	تو	تو
۵۷	۱۲	انّ اللہ	انّ اللہ				
〃	۱۴	مختصہ	مختصة				



حالات مدرسۂ نظامیہ

ہر شخص کا مشاہدہ عقل اور تجربہ بلاشک و ریب اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اوسکو اس دنیا
ناپائیدار مین سدا رہنا نہین۔ اپنے بڑون ہمجولیون اور چہوٹون کا اپنی آنکھون کے سامنے دیکھتے بہالتے
ہوے کوچ کرجانا اور یہان کے راحت و رنج اور مال و اسباب کو یہین چہوڑ جانا اور پہر اپنے جسم کا
روزانہ تغیر کیا بصیرت والے کے لئے جائے عبرت نہین؟ کیا سمند عقل پر تازیانہ کا کام نہین کرسکتا
اور کیا اسکے بعد بہی عالم کے تغیر و انقلاب مین کچہ شک و شبہ ہوسکتا ہے۔ ہرگز ہرگز نہین۔ تو اب
دیکہنا یہ ہے کہ اس تہوڑے سے چند روزہ قیام کے بعد جو دوامی سفر درپیش ہونے والا ہے
اوسکے لئے زاد راحلہ اور ضروریات سفر کیا ہوسکتے ہین؟ کیونکہ انسانی فطرت کا مقتضا ہمیشہ
رہا ہے کہ اگر کسی شخص کو چہوٹا معدود سے چند منزلون کا بہی سفر درپیش ہوتا ہے تو وہ اوسکے
لئے بہی بطور پیش بندی نہایت اہتمام و انتظام سے آمادہ و مستعد رہتا ہے تو پہر اوس دوامی
سفر نہین بلکہ اصل حضر کے لئے جو بہی آمادگی ظاہر کی جائے بالکل تہوڑی ہے۔

غور و فکر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز اوس جہان مین کار آمد اور مفید ہے وہ صرف ایمان
اور اعمال صالحہ ہین جیسا کہ ارشاد ہے۔ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات انا لا نضیع اجر من احسن
عملاً یعنے بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہون نے نیک عمل بہی کئے آخرت مین اون کے لئے
بڑے مزے ہین کیونکہ جو شخص نیک عمل کرے ہم اوس کے اجر کو ضائع ہونے نہین دیا کرتے
اعمال صالحہ مین اس کام سے بڑہکر اور کونسا کام ہوسکتا ہے کہ اپنی بنی نوع کو دہکتی آگ مین گرنے
سے بچایا جائے حضرت انبیا علیہم السلام دنیا مین اسی لئے بہیجے گئے تہے اور یہ دراصل انہین
کا کام تہا جسکو خاتم المرسلین علیہ التحیۃ والسلام اپنی امت کے زندہ دلون۔ باہمتون اور اولو العزمون
کے سپرد فرما گئے ہین چنانچہ خداوند عز و جل کا ارشاد ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویا
مرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون۔ یعنے تم مین ایک ایسا گروہ بہی

ہونا چاہیئے جو لوگون کو نیک کامون کی طرف بلائے اچھی کام کرنیکو کہے اور برے کامونسے منع کرے اور آخر تمہین ایسے ہی لوگ مراد کو پہونچینگے بدتون سے مسلمانون نے عموماً جسطرح اسلامی اور جواہر بے بہا کہو بیٹھے اسی طرح اس گرانقدر گوہر کو بھی تلف کرنے پر مستعد ہوگئے تھے مگر خداوند عالم جل جلالہ نے ابھی عالم کو اپنے نیک اور برگزیدہ بندون سے بالکل خالی نہین کیا چنانچہ اوسکی ایک نظیر حضرت حقانی آگاہ معارف دستگاہ عارف باللہ عالیجناب حاجی حافظ مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ ہین جنہون نے ایسے آڑے وقت مین اسلام اور مسلمانون کے بیڑے کی حفاظت کا ذمہ لیکر قوم کی حمایت کیلئے سنہ ۱۲۹۳ھ مین ایک مدرسہ بتوجہات **اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی** وباعانت اہل خیر خاص ریاست ابد مدت حیدرآباد دکن صانہا اللہ عن الشرور والفتن مین قایم کیا جسکا نام **مدرسۂ نظامیہ** ہے چنانچہ بحمد اللہ ہر سال اس مدرسہ سے متعدد طلبہ فارغ التحصیل ہوکر یا سند نصاب ضروری حاصل کرکے اپنے اپنے وطنون کو فائز المرام روانہ ہوتے جاتے ہین حسب معمول سابق اس سال بھی جلسہ دستار بندی منعقد ہوا تھا جس مین مشاہیر بلدہ اور عمائدین شہر رونق افروز تھے جس مین ذیلی طلبہ کو دستار فضیلت اور معتبر علماء کرام کی دستخطون سے سندین مرحمت ہوئین مولوی سید شاہ عبد الحی صاحب حیدرآبادی۔ مولوی عبد القادر صاحب حیدرآبادی۔ مولوی مخدوم حسینی صاحب بلگامی۔ مولوی نور احمد صاحب بنگالی۔ ملا محمد منعم صاحب بخاری۔ احقر العباد ابو تراب سید محمود نافع حیدرآبادی مہتمم رسالہ مقاصد الاسلام۔ انکے علاوہ بعض طلبہ کو نصاب ضروری کی سندین بھی مرحمت ہوین۔ چونکہ بفضلہ تعالی اس مدرسہ کے طلبہ و محصلین اس درجہ تک پہونچ گئے ہین کہ قوم کو اپنی عذاب البیانی شیرین کلامی اور علمی مضامین سے محظوظ و بہرہ ور کرسکین اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ ہر مہینے کے دوسرے پنجشنبہ مین شام کے آٹھہ بجے سے ایک جلسہ قایم ہو جس مین مدرسہ کے واعظین و مقررین خاص دینی مسائل پر تقریر کرین چنانچہ آٹھ دس ماہ سے یہ ماہانہ جلسہ بلاناغہ منعقد ہوتا رہتا ہے جس مین

بلدہ کے اکثر وہ حضرات جنکو دینی مسائل اور معاملات سے دلچسپی ہے اس جلسہ کی شرکت سے حصہ لیکر فوائد علمیہ سے محظوظ ہوتے اور جلسہ کو رونق بخشتے ہین۔ طلبہ باوجودیکہ دینیات پڑہ لیتے ہین مگر مہارت نہونیکی وجہ سے فتوی نویسی اونپر مشکل ہوتی ہے اس لئے اس سال مدرسہ مین دارالافتاء قایم کیا گیا ہے جس مین متعدد طلبہ کتب فقہ سے استخراج روایات کرکے استفتاؤن کے جوابات لکھتے ہین اور فاضل اساتذہ بعد تصحیح کے اون کو مستفتیون کے پاس روانہ کرتے ہین انشاءاللہ تعالی ہر سال اونکا مجموعہ چھپکر قوم کی خدمت مین پیش ہوا کرے گا۔

چونکہ طلبہ کو وعظ و تقریر وغیرہ کی مشق کرائی جاتی ہے تجربہ سے ثابت ہے اس کے لئے صرف درسی کتب کا مطالعہ کافی نہین ہوسکتا اس لئے ایک کتب خانہ (علاوہ اوس کتب خانہ کے جس سے طلبہ کو درسی کتب دی جاتے ہین) قایم کیا گیا ہے جسمین علاوہ ہر علم و فن کی کتابون کے متعدد عربی و اردو اخبار و رسالہ جات ہر وقت منگائی جاتے ہین جس سے طلبہ کو غیر وقت مدرسہ مین حاضر ہوکر اپنے معلومات کی توسیع کا موقع دستیاب ہوتا ہے اس کتب خانہ کا نام کتبخانہ امداد المعارف ہے۔ حالت موجودہ مین (۲۲) مدرس مدرسۂ نظامیہ مین طلبہ کو اپنی فیوض و برکات سے مستفید کر رہی ہین اسوقت مدرسہ مین کتب ذیل زیر تدریس ہین تفسیر بیضاوی شریف۔ تفسیر جلالین شریف۔ بخاری شریف مسلم شریف۔ ابوداؤد شریف۔ ترمذی شریف۔ ابن ماجہ شریف۔ نسائی شریف۔ مشکوۃ شریف۔ موطا شریف۔ ہدایہ اخیرین شرح وقایہ اولیین کنز الدقایق۔ قدوری۔ سراجی۔ شرح نخبۃ الفکر۔ تلویح توضیح۔ نور الانوار۔ اصول شاشی رشیدیہ۔ میرزاہد امور عامہ۔ شرح عقاید نسفی مع خیالی۔ شرح ملا جامی۔ کافیہ۔ ہدایۃ النحو۔ شرح مائۃ عامل نحو میر۔ شافیہ۔ فصول اکبری۔ صرف میر۔ پنج گنج۔ منشعب۔ میزان۔ مطول مختصر معانی محیط الدائرہ دیوان متنبی۔ دیوان حماسہ۔ مقامات حریری۔ سبعہ معلقہ قصیدہ بردہ۔ دیوان ابی العتاہیہ۔ کورس درایۃ الادب ہر دو حصہ۔ تدریب الطلاب۔ تاریخ الخلفاء قاضی مبارک۔ حمد اللہ۔ میرزاہد غلام یحیی میرزاہد ملا جلال۔ ملاحسن تصورات قطبی مع میر۔ تصدیقات قطبی۔ شرح تہذیب۔ میزان منطق۔ کبری

صغری۔ شمس بازغہ۔ صدرا میبذی۔ شرح چغمنی۔ اقلیدس۔ حساب کامل۔ سکندر نامہ۔ انوار السہیلی
اخلاق محسنی۔ بوستان گلستان وغیرہ دیگر کتب تحتانی جو بخوف طوالت درج نہین کی گئے۔ اگرچہ اس
مدرسہ مین سو طلبہ کی خوراک وغیرہ دیگر حوائج کے تکمیل کی گنجایش ہے مگر حضرت مولانا صاحب موصوف میر
مجلس مدرسہ کی سعی سے عطیات وغیرہ کی اتنی رقم جمع ہوتی ہے کہ اکثر سو سے زیادہ بھی وظیفہ خوارونکی تعداد
ہر وقت رہا کرتی ہے چنانچہ اسوقت مدرسہ مین (۹۰) طلبہ بود و باش رکھتے ہین جنکی اکل و شرب وغیرہ
جمیع ضروریات کا مدرسہ ہی متکفل ہے تختہ آمد و خرچ منسلکہ سے ظاہر ہوگا کہ اس مدرسہ کی مستقل سالانہ
آمدنی ([illegible]) روپیہ ہے اور خرچ ([illegible]) ہے جو غیر معمولی عطیات پر چلتا ہے ایک مدت سے
مولوی محمد عبدالرحیم صاحب مختار عام پالونچہ اپنی عالی ہمتی اور فیاضی سے ماہانہ اخراجات کا تکملہ
فرمایا کرتے تھے۔ جزاہم اللہ فی الدارین خیرا۔ اب بعض اسباب سے صاحب موصوف نے اوس سے
عذر ظاہر فرمایا ہے اس لئے اہل خیر سے جو اس دینی کام کو ضروری سمجھتے ہین توقع ہے کہ اس کار خیر کی
صدقات۔ زکوۃ۔ عطیات اور چرم قربانی وغیرہ سے اعانت فرماکر مستحق اجر جزیل ہونگے قال اللہ
تعالی وتعاونوا علی البر والتقوی۔

میزان آمدنی سال تمام بابتہ سنہ ۱۳۱۹ ف

سلک سال گذشتہ	تنخواہ سرکاری	چندہ وعطیہ	صدقہ وزکوۃ	چرم	فیس خوراکی یتامی	فیس خوراکی طلبا	[illegible]	متفرقہ	جملہ
[illegible]	[illegible] روپیہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

میزان مصارف سال تمام سنہ ۱۳۱۹ فصلی

خوراکی طلبہ	تقسیم تنخواہ	خریدی لباس	خریدی کتب	ادائی [illegible]	تعمیرات	روشنی	متفرق	جملہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

الداعی الی الخیر
مہتمم رسالہ مقاصد الاسلام

اعلان

اہل اسلام کو بشارت دیجاتی ہے کہ حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ کی تصانیف جنکی بحسب اقتضائے زمانہ نہایت سخت ضرورت ہے ہمارے یہان موجود ہین شائقین طلب فرما سکتے ہین

انوار احمدی اسمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درود شریف کے فوائد اور صحابہ کرام وغیرہم کے آداب اور چند ضروری مسائل کے تحقیقات ہین جنکی عموماً اہل اسلام کو ضرورت ہے جو اپنی خوبی اور پسندیدگی کے باعث ہاتھون ہاتھ تقسیم ہو چکی تھی اب پھر شائقین کے تقاضے پر مکرر طبع ہوئی ہے۔ قیمت ۱۲/

کتاب العقل اسمین عقل کی حقیقت کھول دیگئی ہے کہ دینی ابواب مین کہانتک چل سکتی ہے اور حکمت قدیمہ و فلسفۂ جدیدہ کا اثر جن مسائل پر پڑتا تھا اونکے جوابات عقل سے دئے گئے ہین قیمت چکنا کاغذ ۱۲/ کھرا کاغذ

افادۃ الافہام ہر دو حصہ یہہ کتاب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ازالۃ الاوہام کا جواب ہے نہایت ہی محققانہ اور مہذبانہ جواب دئے گئے ہین جنکے ضمن مین کئی ضروری دینی مسائل کی تحقیقات اور نیز بہت سی تاریخی حالات مندرج ہین اس کتاب کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کے مفاسد سے بخوبی آگاہی ہوجاتی ہے قیمت ہر دو حصہ چکنا کاغذ عـعـ/ کھرا کاغذ عـعـ

مقاصد الاسلام ہر دو حصہ جنمین مباحث اخلاق تمدن فقہ کلام اور تصوف وغیرہ ہین قیمت ۱۰/

حقیقۃ الفقہ ہر دو حصہ جنمین محدثین اور فقہا کی مراتب منصبی اونکے کارنامے اور حدیث و تقلید و اجتہاد کی ضرورت نہایت مدلل طور پر ثابت کیگئی ہے خصوصاً امام صاحب کی جانفشانیان اور فضائل جو اکابر محدثین کے اقوال سے ثابت ہین نہایت شرح و بسط سے لکھی گئی ہین قیمت ۱۴/

ضمیمہ رسالہ مقاصد الاسلام مہتمم رسالہ مذکور کی وہ تقریر جو علوم عربیہ کی ضرورت پر جلسہ دستاربندی مین ہوئی تھی بعض حضرات کے اصرار پر چھاپ دیگئی ہے قیمت ۱/

المعلن

مہتمم مقاصد الاسلام

إن الدين عند الله الإسلام

از تازه افادات حقیقت آگاه معارف دستگاه عارف
باللہ حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ صاحب

مسمی بہ

[illegible]

مقاصد اسلام

حصہ چہارم

بتصحیح جناب مولوی قاضی شریف الدین صاحب
مصحح دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن

طبع فی مطبع [illegible] الواقع حیدرآباد دکن

فہرست مضامین رسالہ العج للحج

فہرست صحت وغلط نامہ رسالہ الحج

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۰	جیسے	جب سے	۳۲	۷	سوچہر	سوجھے
۵	۷	عوض	عیوض	〃	۸	ٹنکا کر	ٹنکار کر
۶	۱۳	جن میں	جس سے	〃	۱۲	لٹا دینی	لٹا دینا
۷	۱۷	ہیں	ہین	۳۴	۵	کرنیکے ہم	کرنیکے لئے ہم
۱۲	۳	بندھ	باندہ	۴۰	۱۶	اسی	اوسی
۱۹	۱۷	زہتا	زہتا ہوتا	۴۶	۲	بناتے	بتاتے
۲۰	۱۶	وندنون	اون دنون	〃	۳	بتانے والے	سُنانے والے
〃	۱۷	پکڑ کیا	پکڑ بیٹکی کیا	۴۸	۱۳	دور نگ	دور تگ
۲۵	۱۲	بہی	یہی	۵۵	۱۳	نمونہ خرورے	نمونہ از خروارے
۲۷	۹	پندہرا	پندرہ	〃	۱۷	کثر	اکثر
〃	۱۳	کسی	کا	۵۶	۲	ملانہ این	ملانہ پن
〃	〃	ہوتی	ہوتا	〃	۴	بری	بڑی
۳۲	۵	اونکی	اونکا	〃	۹	واو	واوٗ ا
〃	۶	جسنے کچہ	جسنے جو کچہہ				

مقاصد الاسلام

الحج

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیّدنا محمّد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

امّا بعد اگر ابتداے اسلام پر نظر ڈالی جائے تو پہلے پہل وہی لوگ پیش نظر ہو جائینگے جن کو دنیا کی بے انتہا لذتون سے صرف سوکھی روٹی اور وہ بھی کئی کئی فاقون کے بعد اور پیوند لگے ہوے کپڑون نے قانع کر دیا تھا اور اُن کے سچے اعتقادون نے اُن کے حسرت بھرے دلون کو عیش وعشرت دائمی کے مزے دکھا دکھا کے کچھ ایسا پُرجوش اور قوی بنا دیا تھا کہ مخالفت نفس کی کڑی کڑی منزلین طے کرنا انہین ایسا تھا جیسے کوئی ہجران نصیب عاشق اپنے معشوق کے گھر جاتا ہے۔ اور اگر مالدار اور دولتمند بھی کہین نظر آجائینگے تو وہ بھی اس قسم کے ہونگے جنہون نے مال وعزت بلکہ جان بھی خدا اور رسولؐ پر قربان کرنے کو ذریعہ اس دولت عظمےٰ کے حاصل کرنیکا بنایا ہوگا جیسے

انہون نے اس راستہ مین قدم رکھا نہ کبھی فقر و فاقہ کا خیال انہین مانع ہوا نہ
کبھی اندیشہ جان کا اُن کی اس آزادانہ رفتار مین لغزش پیدا کر سکا باوجود اسکے
ان حضرات کے دل مین فقیری کی ایسی عظمت و وقعت تہی کہ اُسکو دولت بے زوال
سمجھتے اور بے دریغ مال صرف کرکے اُس کے حاصل کرنیمین سعی کیا کرتے تھے ۔
دیکھ لیجئے کہ خلفائے راشدین نے باوجود اس سلطنت کہ جن کے آگے بڑے
بڑے سلاطین نامدار کی گردنین جھکی جاتی تہین کس محبت کے ساتھ فقر و فاقہ کو
اختیار کیا تھا ۔ اب کیا کوئی مسلمان اُنکی عقلون مین کلام کرسکتا ہے ہرگز نہین ۔ بلکہ
مین دعوی کرتا ہون کہ ہر ملت و مذہب والا جسکو ذری ہی عقل ہے وہ اُن کی کمال عقل و تدبیر
کو ضرور تسلیم کرلیگا ۔ اسوجہ سے کہ اُن کی عقلی کوششون نے ایک ایسے تہوڑے عرصہ مین
جسمین لڑکا بہی بالغ العقل نہین ہوسکتا یعنی تیئس ۲۳ سال سے کم مدت مین اسلام کے
جہنڈے شرق و غرب مین نصب کر دیئے ۔

ان حضرات نے دولت فقر کو جو ترجیح دی تہی یہ بھی اُسی کمال عقل کا نتیجہ تھا
جس نے انہین قوی بنا دیا تھا ۔ کیونکہ یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی تہی کہ دولت دنیاوی کی
کارسازیان اور ناز و نعمت کے کرشمے آدمی کو بودا اور خدا کی راہ مین جو سختیان پیش
آتی ہین اُس سے ناکارہ بنا دیتی ہین اسلئے کہ جسقدر تموّل اور تعلّقات کی کثرت ہوتی ہے
اسیقدر طبیعت کی پابندی زیادہ ہوتی جاتی ہے ۔ اور گویا ہر چیز کا تعلق ایک ایسا
قید محکم ہوجاتا ہے کہ آدمی کو کسی ارادہ کی طرف بڑھنے نہین دیتا ۔ اگر تاریخی کتابون مین

اس کی نظیرین تلاش کی جائین تو صدہا پیش نظر ہو جائینگی ۔ اس کو بھی جانے دیجئے ۔ اگر ہم خود اپنے ہمعصر مسلمانون کو دیکھین تو یقین ہے کہ اس دعوے کے ثبوت مین پھر کسی دلیل کی احتیاج باقی نہ رہیگی کیونکہ جدہر نظر اُٹھا کر دیکھئے اکثر وہی لوگ نظر آتے ہین کہ انہین تعلقات مین پھنسنے کی وجہ سے حج و زیارت کا کبھی انہون نے ارادہ بھی نہ کیا حالانکہ وہ اسلام کا ایک عالیشان رکن ہے ۔ اور آسانی بھی اسمین اسقدر کی گئی ہے کہ صرف ایک بار اُس کا ادا کر لینا عمر بھر کے لئے کافی ہو سکتا ہے ۔ اور اگر کسی کو حب ایمانی نے اس طرف کھینچ کر ارادہ کرا ہی دیا تو وہ تعلقات بجاے خود ایک قید محکم ہو جاتے ہین جس سے قدم اُٹھ نہین سکتا ۔ پھر اگر کسی نے مردانگی سے کام لیکر قطع تعلق کیا اور نکل کھڑا ہوا تو دل کا اندرونی تعلق مال و اسباب کے ساتھ اس بلا کا ہے کہ دیکھنے کو تو راہ طے ہو رہی ہے مگر دل کو کچھ حرکت اور جنبش نہین جیسے اسکے ساتھ پہلے لگاوٹ تھی اب بھی وہی ہے ۔ ہان اتنا تو فرق ہوا کہ پہلے ایک جاے تھا اور اب دو جاے منقسم ہوا ۔

ایسی حالت مین اگر مال و اسباب پر کوئی آفت آسمانی آگئی اور کسی قدر تلف ہو گیا یا لٹ گیا تو پھر حضرت دل کب کسی کے قابو مین آسکتے ہین ۔ اب تو وہین اڑے ہین جہان مال ہے ۔ اسیوجہ سے جب کبھی حج یا ملک عرب کا نام آجائے تو پہلے وہی مال یاد آجائیگا جو ایک بار قبضے سے نکل گیا تھا ۔ اور بجاے اسکے کہ دشکریہ

اس سرزمین کا کرتے جسمین ایک بار حاضر ہونیسے دائمی شرافت حاصل ہوگئی)
علانیہ شکایت کرنے لگتے ہین۔ حالانکہ حق تعالی فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ
مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ
وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا
إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۔ یعنے البتہ ہم تم کو تہوڑے خوف سے
اور بہوک سے اور مال اور جان اور میوون کی کمی سے آزمائینگے اور صبر کرنے
والون کو خوشخبری سنا دو جب اون پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اٹھتے ہین
کہ ہم اللہ ہی کے ہین ہم کو جس حال پر رکہنا چاہے رکھے اور ہم اوسی کے طرف
لوٹ کر جانے والے ہین۔ یہی لوگ ہین جن پر اون کے پروردگار کی شاباشیان ہین
اور رحمت ہے۔ اور یہی راہ راست پر ہین۔ انتھے

سفر حج مین اکثر مصائب کا سامنا ہوتا ہے مگر اوس پر جو لوگ صبر
کرتے ہین اس خیال سے کہ خدا کی راہ مین جارہے ہین تو کیسے کیسے انعامات
کے مستحق ہوتے ہین شاباشیان پاتے ہین اون پر رحمت نازل ہوتی ہے جن کی
کوئی حد نہین۔ اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ خدائے تعالی خود اون کی توصیف فرماتا ہے
کہ ہدایت اور راہ راست پر یہی لوگ ہین۔ اب غور کیجئے کہ اس سفر مبارک مین جو تہوڑی
سی مصیبتین پیش آتی ہین وہ بھی اتفاقی طور پر اون پر اتنا واویلا مچانا جس سے

دوسرے جانے والون پر بُرا اثر پڑے کس قدر خلاف مرضی خدا ورسول کے ہوگا
تعجب نہین کہ جتنے لوگ اون کی وجہ سے حج وزیارت سے محروم رہین اون کا وبال
انہی کی گردن پر ہو۔ ان حضرات نے شاید کبہی یہ خیال نہ کیا ہوگا کہ اسلام کے
صدقہ مین کیسی کیسی بیش بہا دولتین حاصل کین۔ اور آیندہ کے لئے توقع بھی ہے اگر
اس راہ مین کسیقدر مال قبضہ سے نکل گیا جس سے کئی حصہ زیادہ خود اپنے ہاتھ
سے تلف کردیا۔ اور آفات سماویہ سے تلف ہوگیا ہوگا۔ اور وہ بہی مفت اور بلا معاوضہ
نہین بلکہ یقیناً اُسکا عمدہ عوض ملنے والا ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث مین وارد ہے
جسکو منذری رح نے ذکر کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس قدر
اس راہ مین سختی اور ہرج زیادہ ہوگا اوسیقدر ثواب زیادہ ہوگا اور یہہ بہی فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک درہم اس راہ مین خرچ ہو تو دس لاکہہ
درہم کا ثواب ہوگا اب اگر کسی قدر مال اس راہ مین تلف ہوگیا تو اوسکو بہی خرچ ہی کے
مد مین داخل کرلیا جائے تو علاوہ اس ثواب کے صبر کا ثواب بہی ہوگا جسکا وعدہ قرآن
شریف مین کیا گیا ہے۔

اب اگر شکایت سننے والے حضرات اونسے اتنا اور بہی دریافت کرلیتے کہ اس
سفر مبارک مین کتنے لوگون کا مجمع ہوتا ہے۔ اور ان مین سے کتنے لوٹے جاتے ہین۔
اور لوٹے جانے کی کیفیت کیا ہے۔ آیا قطاع الطریق مجمع کر کے غارتگری کرتے ہین۔
یا کوئی شخص حاجی کو غافل پاکر فرودگاہ سے نظر بچا کر کوئی چیز اٹھا لے جاتا ہے۔

جس سے معلوم ہو جاتا کہ اگر خطر ہے تو یقینی ہے یا احتمالی اگر دریافت کرنا چاہین تو
اس قلت پر بھی ہزار حاج کئے ہوے لوگ ہندوستان مین مل سکتے ہین۔ جن سے
یہ بات بخوبی معلوم ہو سکتی ہے کہ ہر سال لاکھون آدمیون کا مجمع ملک حجاز مین ہوتا ہے
اور شاید کل سفر مین چالیس پچاس آدمیون کا مال جاتا ہوگا اور پانچ سات شہید ہوتے
ہون گے۔ کیونکہ ہر سال جن حجاج سے ملاقات ہوتی ہے ان مین شاذونادر کوئی ہوگا
جسکا ذاتی مال لٹا ہو یا عزیز و اقارب سے اس کے کوئی شہید ہوا ہو جس سے پوچھئے
یہی کہے گا کہ ہمنے سنا یا دیکھا ہے۔ اس سے سمجھہ سکتے ہین کہ اگر لوٹ گھسوٹ یا قتل
وخون عام ہوتا تو بہت لوگ اپنا ذاتی واقعہ بیان کرتے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جہان
لاکھون مختلف قومون کا مجمع ہوگا خواہ مخواہ اس قسم کے واقعہ پیش آئین گے۔
اور اگر اس کا بھی منشا دیکھا جائے تو حجاج ہی کی غلطی نکلیگی جس نے انھین جانی یا مالی
ضرر پہونچایا۔ کیونکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ یہ تمام خرابیان دو وجہ سے پیدا
ہوتی ہین۔ ایک[1] بے احتیاطی۔ دوسرا[2] بخل۔ بے احتیاطی کی صورت یہ ہے کہ بعض لوگ
قافلہ سے علٰحدہ ہو کر آگے پیچھے رہ جاتے ہین جن مین ہر قسم کا قابو قزاقون کو
مل جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ قافلہ کے ساتھہ اپنے مقامون مین رہین تو کسی قسم کی مضرت
پہونچنے کا احتمال نہین چنانچہ مجھے بھی بفضلہ تعالٰی اس سفر مقدس کا چار بار
اتفاق ہوا ہمیشہ یہی دیکھا کہ جب منزل مین اترتے ہین تو بعضے اندھیرے مین
حد روشنی سے خارج ہو جاتے ہین اور صدمہ اٹھاتے ہین۔ اور بخل کی یہ صورت ہے کہ

بات بات مین بدوؤن کے ساتھہ کفایت شعاریان کرکے انہین کو اپنا دشمن بنالیتے ہین
جن سے صبح وشام کام پڑتا ہے۔ اور چونکہ ان لوگون کی طبیعتون مین کمال
درجہ کی سخاوت ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ سخی کو بخیل سے اور بخیل کو سخی سے
ایک قسم کا جبلی بغض ہوا کرتا ہے۔ اسلئے ان کے ساتھہ موافقت نہین ہوتی
آخر بمقتضاے شجاعت جو لازمۂ ملک عرب اور صحرائیت ہے ایذارسانی کے
درپے ہو جاتے ہین۔ اگر اس تمام سفر مین جس کی مدت تقریباً ایک مہینا ہے
ان کے حقوق مقررہ سے زیادہ آٹھہ یا دس روپیہ کا انکے ساتھہ سلوک کردیا جائے
تو کمال ممنونی سے اسقدر مطیع ہو جاتے ہین جس کا بیان نہین۔ جہان جانا
چاہین بے خوف چلے جائیے خود وہ مسلح ہوکر ساتھہ ہو لیتے ہین۔ اور لکڑی پانی
بروقت مہیا کرکے رات بھر حفاظت مین مصروف رہتے ہین۔

مین ایکبار ینبع سے مدینہ منورہ جارہا تھا۔ کسی منزل مین ایک
دوست کی ملاقات کو گیا جو ترک کے کبار علما سے بڑے تجربہ کار تھے۔ انہون نے
چاے کی تیاری کے لئے بدو سے کہا۔ وہ فوراً بھرے ہوئی مشک لے آیا جو کہین چھپا
رکھی تھی جب چاے تیار ہوئی۔ نہایت خوشگوار تھی مجھے حیرت ہوئی کہ ہمارے
ہان اس قسم کا پانی نہین۔ یہہ کہان سے لایا ہوگا۔ مین نے اُس سے دریافت کیا۔
کہا کہ تھوڑے فاصلہ پر ایک کنوان ہے جس کا پانی اس قریب کے کنوٴ مین سے
میٹھا ہے خاص شیخ کے واسطے ہین وہان سے لایا ہون۔ مجھے اور تعجب ہوا کہ

کس چیز نے اُسے ایسی خدمت پر آمادہ کر دیا ہے۔ جو اس مقام مین غلام بہی
نہین کر سکتا۔ شیخ نے کہا کہ مین نے اُن تمام حقوق سے جو عموماً اہل قافلہ پر
مقرر ہین۔ مدینہ منورہ تک پانچ روپیہ زیادہ دیئے ہین۔ جس سے یہ شخص اتنا آرام
پہونچاتا ہے کہ غلام اور نوکر سے اس سفر مین ہرگز امید نہین۔ تجربون سے مجھے
جب بدوؤن کی طبیعت کا حال معلوم ہوگیا تو مین نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ
نکلنے سے پہلے اپنے ساتھ والے بدوؤن کی دعوت کر دی جو پچیس تیس اونٹ
مین دس یا بارہ تھے اور سوا اُس ایک ریال خوراک کے جو کہ سررشتہ مقرر
ہے۔ ہر روز اپنے ساتھ کہانا کہلاتا۔ اور کبھی کبھی کچھ نقد بھی دے دیتا۔
اور ہر منزل مین اُن کو قہوہ دلا دیتا تھا جس سے بدوؤن کا مجمع اور مفت کا
پہرہ چوکی ہو جاتی۔ اور جہان ایک آدھ روز مقام کا اتفاق ہوتا ایک دُنبہ
اونہین دلا دیتا۔ غرض اس تھوڑے سے صرف مین اتنا آرام اٹھایا۔ اور
ایسی بے فکری سے گذری کہ اگر اس کا بیان کیا جائے تو ایک چھوٹی سی
کتاب ہو جائے گی۔

صحیح حدیث شریف ہے جو منذری رحؒ نے کتاب الترغیب والترھیب مین ذکر
کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوا جنت کے حج مبرور کی اور کوئی جزا
نہین۔ کسی نے پوچھا حج کی بر۔ یعنی نیکی کیا ہے فرمایا کہانا کہلانا اور بات نرم کرنی۔
اس صورت مین اگر صرف ساتھ کے خدمتی بدوؤن ہی کو کہانا کہلایا کرین اور اُن سے

اخلاقی

اخلاق برتاو کرین تو امید ہے کہ حج مبرور ہی ہو جاے۔ اور توقع سے زیادہ آرام حاصل ہو۔

الحاصل اس تدبیر سے آدمی ذاتی آرام اُٹھا سکتا ہے۔ اور اپنا مال نگاہ بچا کے لیجانے والون سے محفوظ رکھہ سکتا ہے۔ اب رہا غارتگرون کا صدمہ جو کبھی کبھی قافلہ پر آجاتا ہے۔ اس مین خرچ کرنے کی ضرورت نہین قافلہ والے بدو اُن کے مقابل ہو جاتے ہین۔ اور کسی نہ کسی تدبیر سے قافلہ کو نکال لیجاتے ہین۔ اس قسم کا اتفاق اول تو بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اور کبھی جو ہوتا ہے تو اکثر ہنگامہ پرداز غلام وغیرہ ہوتے ہین اعلے درجہ کے لوگ اسمین شریک نہین ہوتے۔ ورنہ انسداد اور مقاومت اُن کی قافلہ کے بدؤن سے دشوار ہوتی۔ کیونکہ اول تو اُن کی کثرت اسقدر ہے کہ اُنکے مقابل قافلہ کے بدو کسی قطار و شمار مین نہین۔ دوسرے کل پہاڑیان اور دشوار گذار مقام سب انہین کے قبضے مین ہوتے ہین۔ اُن مین اکثر مقام ایسے ہین کہ اگر دس بندوقچی قافلہ کی گذرگاہ پر بیٹھ جائین تو ہزار مسلح سپاہیون کے ہتھیار کھلوالین۔ بڑی وجہ ان کے شریک نہونے کی یہ ہے کہ قافلہ لیجانے والے بدو یا اُن کے قبیلہ والے ہوتے ہین۔ یا اُن کے حلیف جن کی حمایت اس قوم کے اصول پر ضروری ہے۔ چنانچہ اسی زعم پر قافلہ لیجانے کے وقت سرکار مین ایک ایسے شخص کو ضامن دیتے ہین جسکی وجاہت

تمام قبیلون مین مسلم ہوتی ہے اور اسی اطمینان پر ضامن ہی جسکو رہینہ کہتے مین قافلہ صحیح وسالم واپس آنے کے وقت تک بطیب خاطر نظر بند رہنے کو قبول کر لیتا ہے۔ یہ منجملہ اُن انتظامات کے ہے جو سلطنت کی جانب سے قافلہ کے ساتھہ متعلق ہے۔ پھر یہ جو بعض لوگ کہتے ہین کہ سرکار کی طرف سے کچھہ انتظام نہین سو بالکل غلط ہے۔ صرف اتنا ہی دیکھہ لیا جائے کہ جہان لاکھون آدمیون کا مجمع ہو کسقدر بدنظمی ہوسکتی ہے خصوصاً جہان ہتھیار بند وحشی اور ہر قسم اور ہر ملک کے لوگ جمع رہین۔ مگر الحمد للہ کہ باوجود اسکے صرافون کی دکانین عرفات اور منا مین برابر سرراہ لگی رہتی ہین۔ جہان نہ کوئی چیز حائل ہوتی ہے نہ کسی قسم کی روک ٹوک پھر کسی کی طاقت نہین کہ دست تعدی اُن پر دراز کرسکے۔ یالین دین مین دوکاندار کسیکو کچھہ نقصان پہنچا سکین۔ بارہا دیکھا گیا کہ جب کسی دوکان پر روٹی یا دہی کا پیالہ وزن مقررہ سے کم ہوتا ہے تو محتسب جو ہر روز بازارون مین گشت کرکے ہر چیز کی تنقیح کرلیتا ہے۔ اُسکو جُرم سنگین قرار دیکر موجودہ روٹی اور اُن پیالون کو لقمۂ مساکین کر دیتا ہے اسی پر تمامی انتظامات کو قیاس کر لیجیے۔ اور پولیس کا یہ انتظام ہے کہ اس لاکھون آدمیون کے مجمع مین کبھی خانہ جنگی کی خبر سُنی نہین۔ اگر صرف اسی بات پر غور کیا جائے تو تمامی انتظام کا نقشہ اس سے پیش نظر ہوسکتا ہے۔

الغرض اگر ملکی انتظام کو دیکھئے تو زیادہ نہین تو اور ملکون سے کم بھی نہین۔

اور اگر بدؤن کے معاملہ کو دیکھیئے تو تھوڑے ہی صرف مین حد سے زیادہ آرام پہنچ سکتا ہے۔ پھر احتمالی مضرتون کو سُنکر جو لوگ اس دولت عظمےٰ سے محروم رہتے ہین۔ سوا ے کم قسمتی کے اور کیا سمجھا جائے جس کا علاج نہین۔ مگر بظاہر منشا اوسکا وہی تعلق دنیاوی سمجھا جائیگا۔ جس کا حال ابھی معلوم ہوا۔ اگر دل سے مال کی محبت کسیقدر دور کردین اور توکل بخدا اس راہ مین قدم رکھین تو یقین ہے کہ کسی قسم کا ضرر نہ پہونچے گا۔ مگر جب تک اس بات کا تجربہ نہو یقین کیونکر آئے۔ اس قسم کی بات البتہ وہ لوگ سمجھ سکتے ہین جنھون نے صدق دل سے توکل کیا اور اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُسکے برکات سے صدہا فوائد دینی و دنیاوی حاصل کئے۔ اور بطفیل و امداد حبیب کریم صلّے اللہ علیہ وسلم جن مواقع مین احتمال مضرت ونقصان کا تھا فائدے اُٹھائے۔

مال کی محبّت جب تک آدمی کے دل مین ہو علاوہ نقصان اخروی دنیوی ضرر کا بھی اندیشہ ہے۔ اور اسیوجہ سے بعضے مسکین صورت مالدارون سے زیادہ ضرر اٹھاتے ہین۔ چنانچہ بارہا دیکھا گیا کہ بعض لوگ باوجودیکہ سرمایہ اسقدر رکھتے ہین کہ کرایہ کر سکین۔ مگر بخیلی کرکے اسکو کسی کے پاس امانت رکھ کے قافلہ کے ساتھ پیادہ چلتے ہین۔ اور جب تھک کر قافلہ سے کبھی علٰحدہ ہو جاتے ہین تو بدو لوگ اس خیال سے کہ اگر یہ شخص مفلس ہوتا تو اوسے قافلہ مین پناہ لینے کی کیا ضرورت تھی

پہلے دور ہی سے خبر لیتے ہین اور پھر اپنے مقصود کی تلاش کرتے ہین اور اکثر یہ بھی سنا گیا ہے کہ گودڑی اور جوتیون مین اشرفیان یا روپے سی کر فقیرون کی صورت بناتے ہین۔ اور بعضے پاؤن مین بندھ کر اسپر چندیان لپیٹ لیتے ہین تا عذر لنگ ظاہر کرین۔ مگر بدو بھی چلتے پرزے ہین فوراً پہچان جاتے ہین کیونکہ ہزارہا تجربے ان کو اس قسم کے ہوگئے ہین۔ غرضکہ ایسے بخیلون کی بدو خوب ہی خبر لیتے ہین۔

الحاصل یہ تمام مال اور اسکی محبت کی نکبت ہے۔ برخلاف ان کے جو بالکل مسکین ہین۔ اُن کو نہ ارادہ کرنے کے وقت کوئی چیز مانع ہے نہ منزل مقصود کو پہنچنے مین کچھہ خطر۔ جب چاہتے ہین آزادانہ وطن سے اُٹھہ کھڑے ہوتے ہین اور دولتین لوٹتے ہین۔ اسی آزادی نے تعداد مساکین کو بڑھا دیا ہے چنانچہ مدینہ منورہ کے رہنے والون سے معلوم ہوا کہ ہر سال مساکین بہ نسبت اغنیا کے سہ چند زیادہ ہوتے ہین۔ ان سب مساکین کے سفر کا مدار ظاہرا بدؤن کی سخاوت پر ہے اگرچہ وہ اغنیا سے کسی قدر ان کی پرورش کا حق لے بھی لیتے ہین مگر جس قدر ان کی مہمانداری مین صرف ہوتا ہے شاید وہ مال دسوان حصہ بھی بہ نسبت مہمانداری کے نہو گا۔ کیونکہ سال بھر کی آمد و شد اتنے مساکین کی اور تکلف مہمانداری کا بقدر حوصلہ اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ جو کچھہ فکر معیشت کیا کرتے ہین مقصود اصلی اُن کا یہی ہے کہ مہمانان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش ہو۔

جب یہ بات ثابت ہو جائے تو اغنیا کو چاہیئے کہ اگر کسیقدر مال اپنا بھی
ان حضرات کے کام مین آجائے تو اوسکا شکریہ ادا کرین - اور علامت
حج مبرور سمجھین -

چونکہ مسلمانون کے دین کا اور اُن کی پرجوش طبیعتون کا لازمہ ٹھہرا ہے
کہ کیسے ہی یقینی خطرناک مواقع کیون نہون دینی کامون مین جرأت کرلیتے ہین
اور خیال تو کیا اگر خود موت بھی سامنے آجائے تو ہرگز نہین ٹلتے - تو عجب بات
ہے کہ ایک موہوم شبہہ سے ایسا عالیشان رکن اسلام ترک کر دیا جائے -
اور اس سے زیادہ نادر یہ بات ہے کہ اسلامی ہمدردی کا شور ہر طرف سے
اٹھ رہا ہے - اور ہر شخص اسپر اپنی مستعدی ظاہر کر رہا ہے - مگر کسی کی زبان سے
یہ نہین نکلتا کہ دینی امور کی پابندی بھی ضرور ہے - یہ لوگ جہان اسلام کے
مرثیے خوش اسلوب پیرایہ اور غمگین لھجہ مین پڑھتے ہین کاش اس طرف بھی
توجہ کرین تا مسلمانون کی عام توجہ کچھ اسطرف بھی ہو جائے - حق تعالی سب کو
توفیق نیک عطا فرمائے -

حج کرنے کے فضائل اور اوسکے ترک کی وعیدین جو وارد ہین جنکا
ذکر انشاءاللہ تعالی آیندہ آئیگا اوسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعضے عبادتین
صرف بدنی ہین جیسے نماز - روزہ وغیرہ اور بعضے صرف مالی - جیسے زکوۃ
صدقات وغیرہ اور حج دونون قسم کی عبادتون کا جامع ہے - اسمین

مال بھی حسب خواہ خرچ ہوتا ہے اور سفر کی مصیبتین بھی جھیلنی پڑتی ہین سفر ایک ایسی مصیبت ہے کہ اوسکی وجہ سے چار رکعت کے دو رکعت کر دئے گئے جس سے ظاہر ہے کہ وہ باعث تخفیف عبادات ہے اور یہان سفر ہی عبادت ٹھیرایا گیا۔ ایسی مشقت کی عبادت پر مقتضائے رحمت الٰہی یہی تھا کہ اوسکا ثواب بھی حد سے زیادہ ہو یہی وجہ ہے کہ حج کے بعد آدمی کو اپنی مغفرت کا یقین کرنا چاہیئے۔ چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص عرفات پر کھڑا ہو یعنے حج کے دن اور اوسکے خیال مین یہ بات ہو کہ اوسکی مغفرت نہین ہوی تو اوس سے بڑھکر گنہگار کوئی نہین۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہین کہ ایک روز مین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور مین مسجد منیٰ مین بیٹھا تھا کہ دو شخص حاضر ہوئے ایک انصاری دوسرا ثقفی دونون نے سلام عرض کرکے کہا یارسول اللہ ہم آپ سے کچھ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے ہین فرمایا اگر چاہتے ہو تو مین خود کہدون کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو ورنہ تمہی پوچھو انہون نے کہا حضرت ہی خبر دین تو بہتر ہے۔ انصاری نے ثقفی سے کہا تم عرض کرو انہون نے کہا یارسول اللہ میری سوالات مع جوابات ارشاد فرمائے۔ حضرت نے فرمایا تم اس غرض سے آئے ہو کہ جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ کے

ارادہ

ارادہ سے نکلو تو اوسکا تمہین کیا نفع ہوگا اور بعد طواف کے دو رکعت
پڑھو تو کیا نفع ہوگا اور صفا مروہ کی سعی اور عرفات پر عرفہ کے روز کھڑے
رہنے مین اور رمی جمرات اور قربانی اور افاضہ مین کیا کیا فوائد ہین۔ ان
سوالات کو سنکر انہون نے کہا اوس خدا کی قسم ہے جس نے آپ کو
مبعوث کیا ہے انہین سوالات کے دریافت کی غرض سے مین حاضر ہوا تھا۔
پھر حضرت نے فرمایا جب تم اپنے گھر سے بقصد بیت الحرام نکلتے ہو تو
تمہاری اونٹنی ایک ایک قدم اٹھا کر جو زمین پر رکھتی ہے تو ایک ایک
نیکی تمہاری لئے لکھی جاتی ہے اور ایک ایک گناہ مٹایا جاتا ہے پھر
طواف کے بعد دو رکعت پڑھو گے تو اوسکا ثواب ایسا ہے جیسے تم نے
ایک غلام آزاد کیا جو اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ہو اور صفا مروہ کی
سعی کا ثواب ستر غلامون کے آزاد کرنے کے برابر ہے۔ پھر جب تم
عرفات پر کھڑے ہوتے ہو تو خدا ے تعالیٰ آسمان دنیا پر ہبوط کر کے
فرشتون سے بطور فخر فرماتا ہے دیکھو میری بندے دور دور سے
کیسے پریشان حال میری لئے آئے ہین اور اونکا مقصود فقط میری
رحمت ہے اگر اونکے گناہ ریگستان کی ریگ کے برابر ہون یا بارش
کے قطرون کے برابر یا کف دریا کے برابر ہون تو بھی اونکو مین نے بخشدیا
اور اونکو ارشاد ہوتا ہے کہ اب تم لوٹو اس حالت مین کہ تمہاری مغفرت

ہو گئی - پھر جب تم رمی جمار کرتے تو ایک ایک کنکری کے ساتھ ایک ایک گناہ کبیرہ جو مہلک ہے بخشدیا جاتا ہے - پھر تمہاری قربانی کا ثواب خدا ے تعالیٰ کے پاس جمع رہیگا - پھر جب تم سر کے بال منڈہواتے ہو تو ایک ایک بال کے بدلے مین ایک ایک نیکی ملتی ہے - اور ایک ایک گناہ مٹایا جاتا ہے - اور جب بیت اللہ کا طواف کرو تو وہ طواف ایسی حالت مین ہو گا کہ تمہارا کوئی گناہ باقی نہ رہیگا - اور ایک فرشتہ کہیگا کہ اب از سر نو عمل شروع کرو تمہارے سب پچھلے گناہ محو ہو گئے - انتہے -

اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص خدا کے واسطے حج کرے اور اوسمین بیہودہ باتین اور فسق و فجور نکرے تو وہ گناہون سے ایسا پاک ہو جائیگا جیسے ابہی پیدا ہوا - انتہے -

اور فرماتے ہین جو شخص مناسک حج ادا کرے اور مسلمان لوگ اوسکے ہاتھ اور زبان سے سلامت رہین یعنی کسی کو ایذا نہ دے تو جتنے گناہ اوس نے کئے سب معاف ہو جائینگے -

اور فرماتے ہین حاجی جو مانگے اوسکی دعا قبول ہے قیامت کے روز وہ اپنی قرابت کے چار سو شخصون کی شفاعت کریگا -

انکے سوا ے فضائل حج مین اور بہی روایتین بکثرت وارد ہین جنسے ثابت ہوتا ہی

کہ

کہ حج مین کمال درجہ کی خوشنودی الٰہی ہے چونکہ بطیب خاطر مال خرچ کرنا اور
مصائب پر صبر کرنا مشکل کام تھا اسلیئے حق تعالیٰ نے عمر بھر مین ایک ہی حج
مقرر فرمایا جس سے اہل ایمان کا امتحان مقصود ہے۔ بڑی افسوس کی
بات ہوگی کہ ہم عمر بھر دعوی عبودیت کرتے رہین اور تمام عمر مین ایک امتحان
عبودیت جو مقرر کیا گیا ہے اوس سے بھی گریز کر جائین اس سے تو یہ ثابت
ہوگا کہ وہ دعویٰ زبانی ہی زبانی تھا اسیوجہ سے متعدد حدیثون مین وارد ہے
کہ جو حج نکرے۔ خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی خدا کو اوسکی کچھہ
پرواہ نہین۔

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہین کہ میرا یہ قصد ہوتا ہے کہ لوگ شہرون
کو روانہ کیئے جائین اور وہ دیکھہ آئین کہ کن لوگون نے حج نہین کیا پھر اونپر جزیہ
مقرر کرون کیونکہ وہ مسلمان نہین ہین اسکو مکرر فرمایا اور فرمایا کہ اگر لوگ کسی سال
حج نکرین تو اون سے مین جہاد کرونگا جیسے نماز اور زکوٰۃ کے ترک کرنے والون سے
جہاد کرونگا انتھے۔

کئی طرح سے ثابت ہوتا ہے کہ حج صرف امتحان عبودیت کیلئے مقرر کیا گیا ہے
دیکھیئے جب احرام باندھا جاتا ہے تو غلام اور آقا بادشاہ اور رعیت سب ایک ہی
لباس مین ہوتے ہین۔ سب سر برہنہ کمال خضوع اور خشوع کی حالت مین خوشبو
وغیرہ تنعم کی چیزون کے استعمال سے سب روکدئے گئے۔ کنگی تک کی ممانعت ہے

تاکہ امراو سلاطین بھی غلاموں کی سی صورت بنائیں اور لبیک لبیک کہتے
فقیروں کی طرح نعرے لگاتے ہوے اپنی مالک حقیقی کی حضوری مین جائین
اس سے سلاطین اور امرا کا امتحان ہوجاتا ہے کہ آیا اس ذلت کو گوارا کرتے ہین
یا نہین۔ کفار ان امور کو ہرگز قبول نہین کرسکتے چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب
انجنیر نے پرچہ اتحاد عالم صـ ۲۳ مین طواف خانہ کعبہ اور حجر اسود کا بوسہ اور رمی جمار
اور حالت احرام کا ذکر کرکے لکھا ہے کہ "ملانہ اسلام مین یہہ سب امور ایسے اور بھی طوفان
بے تمیزی اور بدتہذیبی بہت سے ہین" مگر جو اہل ایمان ہین وہ کہتے ہین کہ جب
ہم نے خدا اور رسول کو بصدق دل تسلیم کرلیا تو اونکے حکم پر اس قسم کے حرکات تو کیا جان بھی
اگر فدا کردین تو کم ہے خصوصًا اس وجہ سے کہ کمال خوشنودی الٰہی اسمین ہے۔ ایسے موقعہ مین تو
مقتضاے انسانیت یہہ ہے کہ اپنے مالک کی خوشنودی کیلئے یہہ کام معہ شیٔ زائد ادا کئے جائین
چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر بزرگان دین دیکھے جاتے ہین کہ اکثر حصہ اپنے اوقات کا وہان طواف
اور عمرہ مین صرف کرتے ہین اور اوسپر اونکو ناز ہوتا ہے کہ ہمارا مالک ہماری یہ حالت دیکھکر
خوش ہورہا ہے۔ جو لوگ سلاطین کی خدمت مین رہتے ہین وہ جانتے ہین کہ بادشاہون کے
خوش کرنیکے لئے کیسے کیسے حرکات کی ضرورت ہوتی ہے ممکن نہین کہ دوسرے وقت اس قسم
کے حرکات اون سے صادر ہون یہانتک تو نوبت پہونچ جاتی ہے کہ اگر بادشاہ دن کو
رات کہے تو تارے دکھلانے کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ سعدی رح فرماتے ہین ؎

اگر شہ روز را گوید شب ست این ... بباید گفت اینک ماہ و پروین

غرضکہ اپنے مالک کی خوشنودی کے لحاظ سے غیر معمولی حرکات کرنا مقتضاے فطرت انسانی ہے۔
حج کے فرضیت مین کئی منافع اور اغراض مین منجملہ اونکے عقلی اور ایمانی امتحان بہی ملحوظ ہے
کیونکہ نہ عقل قبول کرسکتی ہے نہ ایمان حکم کرتا ہے کہ خداے تعالی چاردیواری مین اپنی ذات سے
رہتا ہو اور وہ اوسکا گہر ہو مگر اوسکو بیت اللہ کہنا اور اوسکا طواف کرنا اور اوسی کی طرف سجدہ
کرنا ضروری ٹہیرایا گیا۔
اصل وجہ اسکی یہ ہے کہ اکثر عالی فطرتونکو خواہش ہوا کرتی ہے کہ مصائب سفر اور مشقتین اوٹھاکر
اپنے مالک کی پیشگاہ مین حاضر ہون اور اپنی عقیدت اور محبت کا ثبوت دین چونکہ حق تعالی
جسمانیت سے منزہ ہے جسکے لئے کوئی مقام ایسا نہین ہوسکتا جسکے نسبت یہہ کہا جائے
کہ خداے تعالی وہان ساکن ہے اسوجہ سے اونکو اپنا شوق و ذوق ظاہر کرنے کی کوئی صورت
نہ تہی رحمت الٰہی نے اونکی تمنا پوری کرنے کی یہہ تدبیر کی کہ ایک مقام خاص بنام بیت اللہ
زمین پر بنایا جائے تاکہ اون جانباز عشاق کی تمنائین پوری ہون یہی بات اس حدیث شریف
سے مستنبط ہوتی ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے اوتارے گئے حق تعالی نے اون سے
فرمایا کہ مین تمہارے ساتھ ایک گہر زمین پر اوتارتا ہون جسکے گرد طواف کیا جائے گا
جسطرح میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہے اور اوسکے پاس نماز پڑہی جائیگی جسطرح
میرے عرش کے نزدیک پڑہی جاتی ہے۔ پھر نوح علیہ السلام کے طوفان کا زمانہ جب آیا
تو وہ گہر اٹھا لیا گیا اوسکے بعد ہر چند انبیا علیہ السلام اوسکا حج کیا کرتے مگر اوسکا مقام
خاص اونہین معلوم نرہا یہانتک کہ ابراہیم علیہ السلام نے وہان اسکی بنیاد قائم کی انتہے[۱]

اس سے ظاہر ہے کہ جسطرح فرشتون کے لئے آسمانونمین عرش ہے انسانون کیلئے زمین پر کعبہ شریف ہے اور عرش کو جو نسبت حق تعالی کے ساتھ ہے وہی نسبت بیت اللہ کو ہے۔ اگر خدائے تعالی کو کسی مقام خاص کی ضرورت ہوتی تو عرش قدیم ہوتا حالانکہ قرآن شریف سے اوسکا حادث ہونا ثابت ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اَلرَّحمٰنُ عَلَی العَرشِ استَوٰی اور فرشتون کے عرش کو گھیرے رہنے کی خبر جو دی ہے اوس سے بھی اظہار تزک اور کر و فر شاہی مقصود ہے۔

علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ اوسکی کیا وجہ کہ حج کے روز لوگ اوس پہاڑ کے پاس (یعنے عرفات) پر کھڑے ہوتے ہین جو حد حرم سے باہر ہے اور حرم مین نہین کھڑے ہوتے فرمایا اس لئے کہ کعبہ بیت اللہ ہے اور حرم باب اللہ جب بندے اپنے خدا کے طرف وفد بنکر آتے ہین تو وہ پہلے دروازہ کے باہر کھڑے کئے جاتے ہین تاکہ نہایت عاجزی اور تضرع کرین پھر اوس نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ کہ مشعر حرام کے پاس ہی وقوف ہوتا ہے۔ فرمایا جب اندر آنے کی اونہین اجازت ہوئی تو اندر تو آگئے مگر پھر دوسرے پردے کے پاس یعنے مزدلفہ مین روکے جاتے ہین تاکہ پھر وہان تضرع اور عاجزی کرین اوسکے بعد قربانی گذراننے کی اجازت ہوتی ہے جو باعث تقرب ہے اور وہان تمام گناہون اور میل کچیل سے پاک صاف ہوکر اصلاح وغیرہ بنوا کر باطہارت و زینت زیارت کرنے کی اجازت ہوتی ہے (اسی وجہ سے اس طواف کا نام طواف الزیارۃ ہے) پھر اوس نے پوچھا ایام تشریق مین روزے کیون منع کئے گئے فرمایا اسلئے کہ ان دنون لوگ خدائے تعالی کی مہمانی مین ہوتے ہین اور مہمان بغیر اجازت میزبان کے روزہ نہین رکھ سکتا۔ پھر اوس نے پوچھا کعبہ شریف کا پردہ پکڑ کیا وجہ ہے

فرمایا وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی کا قصور کرتا ہے اور جب اوس سے ملاقات ہوتی ہے تو اوس جرم کی معافی کے لئے اوسکا دامن پکڑکر معافی چاہتا ہے انتھے۔

غرضکہ حق تعالے نے اس عالم مجازی مین ایک مقام خاص مین دربار کا نقشہ قایم فرمایا تاکہ عشاق کبریائی وہان جاکر اپنے دل کے حوصلے نکالین جن لوگون کو مذاق محبت ہے اور عشق کی چاشنی چک چکے ہین وہ جانتے ہین کہ اپنے معشوق کی طرف جب کسی چیز کی نسبت ہو جاتی ہے تو اوسکے ساتھ ایک خاص قسم کا ایسا تعلق ہوتا ہے جو دوسرے کسی چیز سے نہین ہوتا۔

چنانچہ مجنون کا قصہ مشہور ہے کہ لیلی کی گلی سے ایک کتے کو نکلتے دیکھا۔ بے ساختہ اوسکے قدمون پر جا گرا اور رو رو کر کہنے لگا کہ یھہ میری معشوقہ کی گلی کا کتا ہے۔

اب کہئے کہ محبان بارگاہ الہی کا اوس گھر کے ساتھ کیسا تعلق ہونا چاہئیے جسکو اپنا گھر فرمادیا اور تمام دربار [illegible] کے لوازم وہان قائم کیئے۔ اھل ایمان چونکہ محبان بارگاہ کبریائی [illegible] س بیت اللہ کی عظمت کو انہی کے دل جانتے ہین دو[illegible] سکو کر جانین زیادہ سے زیادہ اگر وہ قدر کرینگے تو آرایش ظاہر [illegible] نگ

جیسا کہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

دیدم بدر کعبہ دی مغبچۂ میگفت　　کاین خانہ بدین خوبی آتش کدہ بایستے

جنکو خدا اور رسولؐ کے کلام پر ایمان نہین اونکی نظرون مین بیت اللہ
ایک پتھر کی چاردیواری ہے جیسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم بہی
کفار کی نظرون مین ایک معمولی آدمی یا ساحر تھے ایسے ہی
لوگون کی شان مین حق تعالی فرماتا ہے۔ وَتَرٰىهُمْ
يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔
یعنے کفار نبی کو دیکہتے ہی نہین کہ اونکی حقیقت کیا ہے۔
اسیطرح ان لوگون کا بہی یہی حال ہے وہ جانتے ہی نہین کہ بیت اللہ
کی حقیقت کیا ہے۔

اور ایک امتحان یہہ بہی ہے کہ متعدد حدیثون مین وارد ہے
حج و عمرہ اکثر ادا کیا کرو کیونکہ وہ فقر کو ایسا دفع
کرتے ہین جیسے بہٹی سونے چاندی سے میل کو۔
معلوم ہوتا ہے کہ حج مین مال کا خرچ ہی خرچ ہے
فقیر ہو جانا کسیقدر قرین قیاس ہے۔
فقیر کا غنی ہونا باوجود رہے سہے مال خرچ
ہرگز قرین قیاس نہین اس سے ضعیف الایمان

لوگون کا امتحان مقصود ہو تو تعجب نہین۔ اسلئے کہ کامل ایمان والے تو پہلے ہی سے جان و مال کو نذر کر بیٹھے ہین۔

جب سے یہ آیت سنی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ۔

سورہ ع ۲

یعنے خداے تعالے نے ایمان دارون سے اونکے جان و مال جنت کے بدلے خرید کر لئے ہین انتہی

اونکو نہ غنا سے مطلب ہے نہ فقر سے کام جو کام وہ کرتے ہین اوسمین صرف اپنے مالک کی رضامندی اونکو مقصود ہوا کرتی ہے چونکہ حق تعالی اپنی کامل درجہ کی خوشنودی اور بے انتہا بشاشت حج مین ظاہر فرماتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ مین وارد ہے کہ جو لوگ سوار ہوکر حج کو جاتے ہین اونکے جانورون کے ایک ایک قدم پر ستر نیکیون کا ثواب اونکو ملتا ہے اور جو پیادہ پا جاتے ہین اونکے ایک ایک قدم پر سات سے سو نیکیون کا ثواب ہے۔ جو مکہ معظمہ سے حج کے لئے پیادہ نکلے یعنے مکہ سے عرفات تک پیادہ جاے تو واپس آنے تک اوسکے ایک ایک قدم پر سات سو نیکیان اوس قسم کی لکھی جاتی ہین جو حسنات حرم سے

ہون لوگون نے عرض کیا حسنات حرم کیا ہین فرمایا ہر نیکی لاکھہ نیکیون کے برابر-
اور فرمایا جہاد بوڑہون بچون ضعیفون اور عورتون کا
حج اور عمرہ ہے - جب حاجی احرام باندہکر تلبیہ کہتا ہے تو
اوسکے سب گناہ بخشے جاتے ہین اسکے سوا حج کے فضائل
بکثرت وارد ہین جن سے کمال درجہ کی خوشنودی الہی ثابت
ہوتی ہے اسلئے کامل الایمان اپنی فقر کا خیال کرتے ہین
نہ غنا کا - حج کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہین باوجود اسکے
کہ یہہ زمانہ کمال ضعف ایمان کا ہے مگر بفضلہ تعالی اب بہی
ایسے حضرات بکثرت موجود ہین - چنانچہ ہرسال
ہزارون فقرا دور دور سے حج کو جاتے ہین اونکو
کتنا ہی سمجہاے کہ تم پر حج فرض نہین تمہاری وجہ
سے لوگون کو تکلیف ہوتی ہے اہل حرمین شکایت کرتے ہین مگر وہ
ایک نہین سنتے - جب وہ گہر سے نکلتے ہین تو تمام مصائب اونکے پیش نظر
ہوتے ہین - مال سے تو وہ پہلے ہی سبکدوش ہین صرف جان کا کہٹکا رہتا ہے سو
اوسکی ہی کچہہ اونہین پرواہ نہین - ہرچہ بادا باد ما کشتی درآب انداختیم -
کہتے ہوے عاشق جانباز کی طرح اونکا بڑھتا قدم پیچھے نہین ہٹتا - یہ بات دوسری
ہے کہ بہیک مانگتے جانا درست ہے یا نہین اسمین شک نہین کہ کوئی عالم اوسکے

جواز پر ہرگز فتوی نہین دے سکتا مگر دیکھنے کی بات یہہ ہے کہ کس چیز
نے اونکو اس جانبازی پر مجبور کیا۔ اگر بھیگ مانگ کر پیسے پیدا کرنا
مقصود ہو تو ہندوستان وغیرہ سے زیادہ وہان خیرات نہین مل سکتی
کیونکہ وہان ہر شخص مسافر ہوتا ہے اور حالت سفر مین جسقدر پیسہ عزیز
ہوتا ہے ظاہر ہے۔ رہے اہل حرمین سو وہ بیچارے خود غریب موسم حج
مین جو کچھ اونہین تجارت وغیرہ سے مل جاتا ہے وہی اونکے سال بھر کا
قوت ہے وہ فقیرون کو کیا دے سکین۔ ہرچند وہ لوگ سخی ہین
مگر اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہان فقیر نے کچھہ مانگا انہون نے کہدیا "علی اللہ"
یعنے تمہارا رزق خدا پر ہے۔

غرض کوئی فقیر حج کو اس خیال سے ہرگز نہ جاتا ہوگا کہ اپنی ملک
سے زیادہ وہان بھیک سے آمدنی ہوگی۔

اس موقع مین بھی کہنا پڑیگا کہ اون فقیرون کو عشق مضطر کرکے
کشان کشان اوس بارگاہ عظیم الشان تک پہونچا دیتا ہے۔ پہر اونکے
طفیل مین اغنیا کو بھی ایک بڑا ذخیرۂ اخروی حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ
اگر ایک روپیہ خیرات کرین تو دس لاکھہ روپیہ کی خیرات کا ثواب ہوتا ہے۔

اب رہا گناہ سو اسمین فقرا کی کوئی خصوصیت نہین۔ حدیث شریف مین ہے
کہ جو لوگ حرام کے مال سے حج کو جاتے ہین اور جب احرام بلند کر لبیک اللھم لبیک

کہتے ہین تو ارشاد ہوتا ہے لَا لَبَّيْكَ لَكَ وَلَا سَعْدَيْكَ
یعنے نہ تیرا لبیک مقبول ہے نہ سعدیک ہر شخص اپنی گریبان مین مُنہ
ڈال کر دیکھہ لے کیا کل کسب معاش کے ذرایع حلال ہین شاید امام زین العابدین
رضی اللہ عنہ کے حال مین لکھتے ہین کہ آپ نے جب احرام باندہا بیہوش
ہوکر گر گئے تو لوگون نے جب سبب پوچھا تو فرمایا کہ لبیک کہتے ہی
مجھے خوف ہوا کہ لا لبیک لک کا اگر جواب ہو تو کیا کیا جائے۔

غرضکہ دونون کو چاہیئے کہ امیدوار فضل رہین کسی بات کا گھمنڈ
وہان چل نہین سکتا۔ صرف خلوص دیکھا جاتا ہے۔ الحاصل کامل الایمان
لوگون کی حالت ہی کچھہ اور ہوتی ہے جسکو ہر شخص سمجھہ نہین سکتا اونکو
خدا اور رسول کے ارشادات پر ایمان لانے مین ذرا بھی تامل نہین ہوتا ضعیف الایمان
بھی اگر ایمان لانا چاہین کہ فقیر حج کرنے سے غنی ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف
مین وارد ہے تو اونکو یہ خیال کرنا چاہیئے کہ فقیر کو غنی بنانا خدا ہی کا کام ہے
ممکن ہے کہ کوئی ایسا سبب قائم کر دے کہ نکبت اور افلاس دور ہو جائے
اگر تونگری صرف عقل سے متعلق ہوتی تو دنیا مین کل عقلاء غنی ہوتے حالانکہ ہمارا
مشاہدہ ہے کہ اکثر عقلا مفلوک اور مفلس رہتے ہین۔ اور بہت سے
حمقاء عیش و عشرت کے مزے اڑاتے ہین اور عقلا کے محسود بنے رہتے ہین
و لنعم ما قیل ؎ اگر روزی بدانش در فزودے ؛ ز نادان تنگ تر روزی نبودے ؛

بناداں آنچناں روزی رساند | کہ صد دانا در آں حیران بماند

خدا کی قدرت کا مشاہدہ اسی سے ہوجاتا ہے کہ بیت اللہ ایک ریگستان اور کوہستان
مین واقع ہے جہان کہیتی تک نہین ہوتی باوجود اسکے جسکا جی چاہے دیکھہ لے
کہ کیسے لطیف اور خوشگوار میوے موسم حج مین وہان ملتے ہین لاکہون
آدمیون کا مجمع ہونے پر غنی تو غنی فقیر بھی اس افراط سے میوے کہاتے ہین
کہ دوسری اکثر مقامات مین اغنیا کو بھی نصیب نہین ہوتے۔
اس سے زیادہ قابل حیرت یہ واقعہ ہے کہ منیٰ مین تین جمرات ہین جنکو
ستر کنکریان مارنا ضرور ہے ان مقامات مین جہان کنکر گرتے ہین وہ
جگہ دس پندرہ گز طول و عرض کی ہوگی مزدلفہ کے میدان سے ہر شخص
کنکر اپنے ساتھہ لا کر وہان مارتا ہے اب دیکھئے کہ حاجی ہر سال چھے لاکہہ
ہوتے ہین جیسا کہ حدیث شریف مین ہے کہ اگر کسی سال چھے لاکہہ سے کم ہون تو
فرشتے اس عدد کو پورا کرتے ہین اس حساب سے ہر سال چار کرور بیس
لاکھہ کنکرون کی ڈہیر وہان ہوتی ہے اور یہ طریقہ ہزارون سال سے جاری ہے
صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے حساب لگایا جائے تو
اس تیرہ سو اونتیس سال کے کنکرون کے تین پہاڑ ہونا چاہیئے حالانکہ
پہاڑ تو کہان ایک ٹیلہ بھی نہین ہے پھر یہ بھی خیال نہین ہوسکتا کہ سیل مین
وہ بہ جاتے ہونگے اسلئے کہ وہ سیل کا مقام نہین اور نہ سخت ہواؤن کا

وہان گذر ہے اور نہ سرکار کی طرف سے اونکے اٹھوانے کا کوئی اہتمام ہے اس کہلے مشاہدہ کے بعد ہر عاقل کو یہ اعتراف کرنا پڑیگا کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بات بعید نہین اس قسم کے مشاہدات کے بعد جسکو ذرا بھی ایمان ہو اوسکا ایمان قوی ہو جاتا ہے اور ان اماکن متبرکہ کی ایسی وقعت اوسکے دلمین ہوتی ہے کہ جسکا بیان نہین اور جسکو ایمان سے کوئی تعلق نہو اوسکے دل پر کوئی اثر نہین ہوتا اور یہ کوئی نئی بات نہین اگر ہر ایک کے دل پر یہ اثر ہونے لگے تو دنیا مین کوئی کافر نرہے چونکہ یہ متبرک مقامات مسلمانون کے عبادتگاہین ہین کفار اونکی ہمیشہ توہین کرتے رہتے ہین۔

چنانچہ مین ایک سال بعد مغرب حرم شریف مین بیٹھا تھا کہ حجر اسود کے پاس گڑبڑ ہوئی دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ کسی نے اوسے نجاست لگادی ہے کفار تو کفار بعضے مسلمان صورت بھی اونکے ہمزبان اور ہم خیال ہوتے جاتے ہین۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب انجنیر یہان رنگون پرچہ اتحاد مذاہب عالم کے جلد (۱) نمبر (۱-۲) سنہ ۱۹۰۸ء مین لکھتے ہین کہ "ملانہ اسلام نے کعبہ کو پارسنات کا بہائی ظاہر کرکے جسکو چھوتے ہی سونا بنجائیگا چکما دیکر ننگڑ گداؤن تگ کے لئے حج کو عام کردیا۔ حجر اسود جو سیاہ پتھر ہے اوسکو چومنے یا چھونے کا ذکر رمی جمار کنکریون سے برعم خود ملانہ اسلام کے "شیطان کو مارنے کا ذکر میقات سے احرام مین داخلہ کا ذکر سات مرتبہ کعبہ کے

گرد گھومنے کا ذکر تہبند اور بے سلا کپڑا وقت احرام باندھنے اوڑھنے کا
ذکر قرآن بھر مین کہین نہین ہے مگر ملانہ اسلام کے حج مین یہ سب اور ایسے
اور بھی طوفان بدتمیزی بدتہذیبی بہت سے موجود ہین انتھے"۔

مقصود یہ کہ یہ سب طوفان بے تمیزی اور بدتہذیبیان معاذاللہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نکالی ہوی ہین اور چونکہ قرآن مین نہین
اسلئے دین سے اونکو کوئی تعلق نہین یہ صاحب غالبًا مولوی عبداللہ صاحب
چکڑالوی کی اتباع مین ہین جنہون نے یہ بات ایجاد کی ہے کہ سوائے قرآن کے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات قابل اعتبار نہین

مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے مولوی ابراہیم صاحب
سیالکوٹی کے مقابلہ مین صفحہ مین لکھا ہے "اگر بالفرض اطیعوا الرسول سے
"محمد رسول اللہ سلام علیہ یا کوئی اور غیر اللہ مین سے مراد لیا جائے تو"
"خواہ مخواہ بلاچون وچرا ماننا پڑیگا کہ عباد اللہ دو حکمون کی فرمان برداری"
"کے مکلف ہین۔ ایک اللہ تعالی کا اور دوسرا حکم محمد رسول اللہ سلام علیہ کا"
"ماننا انکا ضروری ہے۔ چونکہ مطابق اِنِ الحُکمُ اِلَّا لِلّٰہِ حکم ہی اللہ ہی کا"
"خاصہ ہے پھر محمد رسول اللہ سلام علیہ کو حکمرانی کا مستحق تصور کرنا شرک"
"نہین تو کیا ہے"۔

صفحہ ۱ "اگر بالفرض آپ پر بہتان وافترا کیا جائے کہ آپ نے کبھی بھی اپنی تمام عمر مین

"ایک حدیث قولی یا فعلی یا تقریری دین اسلام کے بارے مین سوائے"
"عبارۃ النص قرآن مجید کی فرمائی ہے تو معاذ اللہ ماشا اللہ ایسی"
"بھاری تہمت ہے جیسا کوئی یہ کہدے کہ آپ اللہ تعالی کی عبادت بہی"
"کیا کرتے تھے اور بُت پرستی ہی کیا کرتے تھے۔

"صفہ ۲ جسطرح سابقہ رسل و انبیا کی احادیث ماسوائے کتب منزلہ من اللہ"
"دین اسلام مین شمار نہین کی گیئن اور نہ اونکو بدرجہ اعتبار مانا گیا"
"اسیطرح محمد رسول اللہ سلام علیہ کی بہی احادیث ماسوائے قرآن مجید دین سلام"
"مین ہرگز ہرگز قابل اعتبار نہین اسلئے کہ وہ سب محض افترا و بہتان ہین"

"صفہ ۱۸ غرضکہ جملہ کتب منزلہ مین ہر ایک کتاب خصوصاً قرآن مجید مین جملہ احکام"
"و تمام مسائل دین اسلام کے بارے مین مباح تک بہی ہر طرح کامل مکمل مفصل"
"مُشرح کافی شافی وافی عافی ہوتے ہین اونکے کسی مسئلہ مین اجمال و اشکال"
"نہین ہوتا کما قال اللہ تعالی وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا"
"لِكُلِّ شَيْءٍ وقولہ تعالی وَمَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ الخ انتھے۔

ان عبارتون سے کئی باتین معلوم ہوین۔

(۱) جتنی حدیثین قولی یا فعلی یا تقریری حدیث کی کتابون مین ہین کوئی قابل اعتبار نہین بلکہ افترا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انکو منسوب کرنا ایسا ہے جیسے بُت پرستی کی تہمت لگانی۔

معمولی

معمولی عقل کا آدمی اگر ذرا غور کرے تو معلوم ہو کہ سو پچاس آدمی کسی بات
کی خبر دیتے ہین تو اوسکا یقین ہو جاتا ہے دیکھئے فرانس امریکہ وغیرہ
کو دیکھے ہوے لوگ ہر شہر مین کتنے ہوتے ہین مگر انہی چند لوگون کی خبرون سے
سننے والون کو یقین ہو جاتا ہے کہ دنیا مین ان شہرون کا وجود ہے
برخلاف اسکے اسلام کے کل فرقون کی لاکھون کتابین قدیم وجدید گواہی
دے رہی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثین موجود ہین مگر مولوی صاحب
یہی کہے جاتے ہین کہ یہ سب افترا ہے ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ اونکو عقل
نہین جو بداہت کا انکار کرتے ہین مگر یہ ضرور کہینگے کہ دین حق کا مقابلہ کرنے
والا جب تک اتنا شوخ چشم نہو مقابلہ نہین کرسکتا دیکھہ لیجئے کفار
علانیہ معجزے دیکہتے تھے مگر ڈہٹائی سے اولٹا سیدھا جواب دیدیتے تھے
اسیطرح مولوی صاحب اگر تواتر کا انکار کرین تو اونکا فرض منصبی ہے
کیونکہ تواتر مشاہدہ سے زیادہ نہین ہے گو دونون مفید علم ہون
افادۃ الافہام مین ہم لکھہ آئے ہین کہ ہر زمانہ مین اس قسم کے لوگ
بکثرت ہوا کئے اونکے واقعات بھی لکھے گئے ہین جن سے ظاہر ہے کہ کیسی
کیسی تدابیر سے اونہون نے مسلمانون کو تباہ کیا پچھلے زمانون مین اتفاقاً
کوئی شخص ایسا نکلتا تھا اب تو بقول شخصے دڑبا کھل گیا ہے ہر طرف سے
یہی ہانک پکار ہے کہ آج یہ نکلا اور کل وہ نکلا۔

قابل توجہ یہ بات ہے کہ جسکا اثر پڑتا ہے ہماری سنی حضرات ہی پر پڑتا ہے
قادیانی۔ نیچر وغیرہ ذو عام دعوت کی اور کر رہے ہین مگر نہ کوئی اہل یورپ نے
اونکی بات مانی نہ ہندؤن نے نہ اور کسی اسلامی فرقہ نے خدا ہماری جماعت کو
سلامت رکھے یہی حضرات سخی ہین کہ ہر ایک کی مراد پوری کرتے ہین اور وقتاً فوقتاً
اونکے شریک مال ہوکر اونکا ایک گروہ بنا دیتے ہین عقل سے معذور ہون تو
ہون بے تعصب اور منصف اس درجہ کہ جسنے کچھہ کہدیا اوسکو کمال غور
سے دیکھینگے اور بے علمی اور کم عقلی سے جواب نہ سوجھے تو اسیکا نام انصاف
رکھدینگے کہ وہ مان لیا جائے اودہر جاہلون کو شکار کرنیکے ہتکنڈے ہاتہ لگ گئے ہین
وہ ایسے دام بچہاتے ہین کہ خواہ مخواہ اونہین پہنس جائین اگر علم ہو تو اونکی مکاریان
اور جعلسازیون کا جواب دے سکین پھر عقل پر ناز ہے کہ ہم ہر چیز کو خوب سمجھہ
سکتے ہین۔ اگر کچھہ خرچ کرکے ایمان خریدا ہوتا تو اوسکے کہو جانے کا کچھہ غم ہوتا وہ تو
باپ دادا کی کمائی تھی مال میراث کی طرح بیدریغ لٹادینی کوئی مشکل بات نہین
اگر ایک روپیہ کوئی دہوکہ دیکر لیجائے تو عمر بھر یاد رکہین مگر کوئی پھسلا کر ایمان لیجائے تو
اوسکی کچھہ پرواہ نہین۔ اب کہیئے کہ اونکو ایمان سے کیا تعلق پھر ایسون کا اہل اسلام مین
رہنے سے فائدہ ہی کیا بلکہ ایسے لوگون کا تو علیحدہ ہوجانا ہی قرین مصلحت ہے۔ خس کم
جہان پاک۔ البتہ قابل افسوس یہ ہوگا کہ کوئی ایماندار آدمی بے ایمان ہوجائے۔ تعجب نہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف مین اسی طرف اشارہ فرمایا ہو کہ

"آخر زمانہ مین جو فتنے ہون اونکو مکروہ نہ سمجھو"

بہرحال یہ دعا کرنا چاہیئے کہ خدائے تعالےٰ اہل ایمان کو استقامت عطا فرمائے کہ اخیر زمانے کے فتنے سے محفوظ رہین۔

(۲) "اگر اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی فرض ہو تو دو حکمون کی اطاعت فرض ہوی"۔

معلوم نہین یہ کہان کا قاعدہ ہے یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ اپنے وزیر بلکہ چھوٹے چھوٹے عہدہ دارون کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور یہ کوئی نہین سمجھتا کہ وہ سب بادشاہ کے شریک اور مستقل حاکم ہو گئے۔ اسی طرح اسلامی کل فرقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو فرض سمجھتے تھے اور ابتک سمجھتے ہین۔ مگر کسی نے یہ نہین کہا کہ خدا کی طرح حضرت کا بھی حکم مستقل ہے بلکہ جسطرح حق تعالےٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ اسی طرح یہ سمجھتے ہین کہ حضرت کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے اور جو حکم حضرت کا ہے وہ خدا ہی کا حکم ہے جیسے مدار المہام وغیرہ کے احکام عین احکام شاہی سمجھے جاتے ہین۔

یہان یہ دیکھنا چاہیئے کہ اطاعت کے کیا معنی ہین ہر لغت کی کتاب مین ہے کہ اطاعت فرمان برداری کا نام ہے اس سے ثابت ہے کہ اطاعت کرنے کے لئے ایک فرمان کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً بادشاہ اپنی اطاعت

کرانا چاہے تو پہلے فرمان جاری کریگا جسپر عمل کرنے والے مطیع اور
فرمان بردار اور نہ کرنے والے عاصی اور نافرمان سمجھے جائینگے اسی طرح
خدا ے تعالی کی اطاعت کے لئے اوسکے فرمان کی ضرورت ہے اور رسول
کی اطاعت کیلئے اونکے فرمان کی۔ اب ہم دیکھتے ہین کہ خدای تعالی کا فرمان تو
قرآن مجید ہے جسپر عمل کرنیکے ہم مامور ہین اور اوسپر عمل کرنے سے
مطیع سمجھے جائینگے۔ اب رہا رسول کا فرمان سو وہ احادیث ہین جو کوئی
احادیث پر عمل کرے گا وہ اونکا مطیع سمجھا جائیگا یہی بات مسلمانون کے
کل فرقون مین مسلم اور معروف ہے یہ بات دوسری ہے کہ بعضے احادیث
موضوع اور ضعیف ہونے کی وجہ سے واجب العمل نہین یہان کلام اسمین ہے
کہ جب رسول کی اطاعت کا حکم ہے تو اونکا فرمان بھی ہونا چاہیے جسکے
مطابق عمل کرنے سے آدمی فرمان بردار سمجھا جائے۔ ہر ایک مسلمان جانتا ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احادیث موجود ہین جو اسلام کے ہر فرقے کے
لوگ اونپر عمل کرتے ہین کوئی اسلامی فرقہ ایسا نہین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی فرمان برداری کو ضروری نہین سمجھتا۔

اب بقولے چکڑالوی صاحب اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ مین رسول سے مراد قرآن ہے تو
یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہوگی کہ قرآن جو خود فرمان آلہی ہے اوسکا بھی
کوئی فرمان ہے مثلاً خدای تعالی کا فرمان اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ہے تو

اقیموا الصلوۃ

اقیموا الصلوٰۃ کا بھی کوئی فرمان ہوگا جسکی فرمان برداری سے رسول (یعنے قرآن) کی اطاعت ہوگی کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ مطاع اور اوسکے حکم مین مغایرت بالذات ہوا کرتی ہے۔

اسلام کے فرقون مین معتزلہ جو حکما کے کاسہ لیس ہین اونکو بعضے امور مین احادیث کے ترک کرنے کی ضرورت تہی اوسکا اثر انہون نے صرف احادیث ہی پر ڈالا تہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ماننے مین تامل نہین۔ مگر قطعی طور پر اونکا ثبوت نہین۔

نیچر اور قادیانی وغیرہ انہین تقریرون سے کام لیا کئے جنکے جوابات ہم نے افادۃ الافہام اور حقیقۃ الفقہ مین لکھے ہین۔

چکڑالوی صاحب نے دیکہا کہ مسلمانون مین بعضے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و مذمت کیا کرتے ہین اور سنا جاتا ہے کہ کلمہ توحید مین کان محمد رسول اللہ کہا کرتے ہین جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اب آپکی رسالت ہی باقی نہین رہی انہون نے کہا کہ ایسے شخص کے ماننے کی ضرورت ہی کیا اونکو اسلام مین کوئی دخل ہی نہین اسلئے أَطِيعُوا الرَّسُولَ سے مراد قرآن ہے اور اوسپر یہ استدلال کیا کہ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ (یعنے حکم اللہ ہی کے لئے خاص ہے) اگرچہ کان رسول اللہ کہنے والون کو خوشی تو ہوی ہوگی مگر تعصب مذہبی یعنے عمل بالحدیث چند روز عامل بالقرآن ہونے کا مانع رہیگا۔

پھر چونکہ مسلک قریب قریب ہے تعجب نہین کہ یہہ تعصب بہی چندروز مین کم ہو جائیگا۔

(٣) "قرآن شریف مین کل مسائل دینی مباح تک مفصل مذکور ہین اسلئے احادیث کی کوئی ضرورت نہین"۔

یہ درست ہے مگر کل مسائل قرآن شریف سے نکالنا ہر شخص کا کام نہین وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کام تہا اسی تحریر کے زمانے مین مولوی شیخ چٹو صاحب اہل قرآن نے ایک پرچہ مورخہ ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء میرے پاس روانہ فرمایا جسمین سوال یہ تھا کہ اگر کوئی اپنی زوجہ کے ساتھ لواطت کرے تو اوسکا حکم قرآن سے کیا ہے اہل قرآن نے جواب دیا وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ مین ہلاکت نسل سے مراد لواطت۔ جلق وطی حیوانات وغیرہ ہے اور جزاء اوسکی اس آیۂ شریفہ مین مذکور ہے إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ۔ کہ یہ کام کرنے والے سولی پر چڑہائے جائین اور شادی شدہ بدکارون کی سزا قتل اور قطاع الطریق کی سزا ہاتھ پاؤن کاٹنے ہین اور یہ جزاء جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا ہے۔

لیجئے قرآن شریف جسکی نسبت تِبْیَانًا لِکُلِّ شَیْءٍ و تفصِیلاً لِکُلِّ شَیْءٍ
وغیرہ وارد ہے اوس سے مفصل مشرح کافی شافی وافی عافی طور پر یہ
مسئلہ ثابت ہوا کہ ایک بیچارہ گوشہ نشین اس خیال سے کہ کہین زنا مین
مبتلا نہو جائے جلق کرے اوسکی سزا بحسب جزاء سیئۃ سیئۃ
مثلہا تو یہ ہو کہ سولی پر چڑہایا جاوے اور قطاع الطریق جو لوگون کو قتل کرین
مال لوٹین نقض امن کرین اونکی سزا یہہ کہ صرف ہاتھ پاؤن کاٹ کے چھوڑ
دیئے جائین اور وہ بھی جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا ہو اور یہی حکم قرآن شریف
مفصل مشرح وغیرہ وغیرہ سے ہو تو کیا کوئی عاقل یا جاہل اسکا قائل
ہو سکتا ہے کہ قرآن ایسا بے تکا حکم کریگا۔ اگر نطفہ کو ضائع کرنا سولی
چڑہانے کا باعث ہے تو لازم آئیگا کہ ہر کسی کے ساتھ ایک لگائی لگی رہے
جہان چندروز بے تعلقی یا بے اختلاطی سے گذرے یا احتلام ہو گیا تو
پولیس کا فرض ہے کہ جرم وَیُھْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ مین اوسکو
پھانسین اور پھانسی پر فوراً دے گھسیٹین۔ کیونکہ حد شرعی کے قایم کرنے مین
دیر نہونی چاہیئے کیا کوئی عاقل یا جاہل کہہ سکتا ہے کہ خدا ے تعالی نے یہ مسئلہ
مشرح و مصرح قرآن شریف مین بیان فرمایا ہے۔ اب کہیئے کہ کل مسائل قرآن شریف
سے نکالنا کیا ہر شخص کا کام ہو سکتا ہے ہرگز نہین جب تک منجانب اللہ
تعلیم نہو ممکن نہین کہ کوئی یہ دعوی کر سکے۔ یہ اونہین کا کام ہے جنکی شان مین

حق تعالی فرماتا ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ
یعنے اپنی خواہش سے وہ کوئی بات نہین کہتے جتنی باتین وہ دینی تعلیم مین
کہتے ہین سب وحی سے ہوتی ہین - یہہ منصب تعلیم حضرت صلی اللہ علیہ
والہ وسلم ہی کو عطا کیا گیا جیسا کہ قرآن شریف مین ہے كَمَا أَرْسَلْنَا
فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ -
یعنے ہم نے ایک رسول تم ہی مین سے منتخب کرکے تم مین بھیجا جو ہماری
آیتین تمہین سناتے ہین اور تمکو پاک کرتے ہین اور قرآن اور حکمت کی
تعلیم کرتے ہین اور اُن باتون کی تعلیم کرتے ہین جو تم نہین جانتے انتھے -
دیکھیئے اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ جو مسائل معلوم نہین ہوتے گو قرآن
مین ہین مگر انکی تعلیم کرنی حضرت ہی کا کام تھا اور مولوی صاحب کا دعوی
یہہ ہے کہ وہ سب قرآن شریف مین مفصل اور مصرح ہین پھر جو مسئلہ کہ
اس سے نکالا اوسکو بھی آپ نے دیکھہ لیا کہ ادنے سی بات یعنے جلق
پر پھانسی کی سزا مقرر کردی اور اس جُرات کے ساتھہ کہ وہ قرآن مین مصرح
اور مفصل مذکور ہے - نسل لغت مین اولاد کو کہتے ہین اور مولویصاحب
نے وہ نطفہ کا نام رکھہ دیا کیونکہ اس سے اولاد پیدا ہوتی ہے پھر اولاد
کے قتل کی جو سزا تھی وہی نطفہ کے ضایع کرنیکی مقرر کردی - تعجب نہین کہ

آیندہ چلکر اس شخص کو لئے ہی پھانسی کی سزا مقرر کردین جو کسی کا کھانا کھالے یا تلف کردے اسلئے کہ آخر کھانے ہی سے نطفہ اور اولاد پیدا ہوتی ہے اسپر یہہ دعوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم بے اعتبار اور اپنی تعلیم قابل اعتبار ہے ؎

گرہمین مکتب است و این ملاّ

مولوی صاحب جو قرآن کو رسول ٹھراتے ہین غرض اس سے یہہ ہے کہ قرآن کے جو معنی خود بیان کرین وہی معتبر مانے جائین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نہ مانی جائے جسکا مطلب کھلے لفظون مین یہہ ہوا کہ خود رسول اللہ ہین کہ احکام الٰہی کی تبلیغ کر رہے ہین۔ ایسے ہی لوگ دنیا مین ہونگے کہ انہین کو رسول بنالینگے چنانچہ انہی سے ایک کمیٹی بھی قائم ہوچکی ہے اور چندہ بھی فراہم ہو رہا ہے اور بہت زور و شور سے فتوے شایع ہو رہے ہین خیر وہ جانین اور انکی امت مگر مسلمانون کو یہہ معلوم کرنا چاہیئے کہ جتنے مسائل و احکام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہین وہ سب ایک قسم کی وحی ہین جو اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحیٰ سے صاف ظاہر ہے اسی وجہ سے صحابہ اور علمائے امت نے احادیث کو محفوظ کر لیا جو کتب احادیث مین موجود ہین ظاہراً قرآن و حدیث مین کوئی فرق نہین جیسے قرآن وحی ہے حدیث بھی وحی ہے جیسا کہ آیۂ موصوفہ سے ابھی معلوم ہوا اور جسطرح احادیث آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہین قرآن بھی حضرت ہی کا قول ہے۔
چنانچہ حق تعالی قرآن کی شان مین فرماتا ہے اِنَّہٗ لَقَوْلُ
رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ کیونکہ یہہ تو کوئی دیکھا ہی
نہ تھا کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت کو قرآن سنا رہے ہین یا اور کسیطریقہ
سے دے رہے ہین جو آیت حضرت پر نازل ہوتی آپ ہی کی زبان سے
لوگ سنتے تھے جسطرح آپکی باتین سنا کرتے تھے کیونکہ آپ کو دونون
قسم کی وحیین معلوم اور ممتاز تھین اسلئے قرآن کی وحی جب ہوتی تو
خاص طور پر فرماتے تھے کہ یہہ قرآن ہے۔ وحی کی حقیقت وہی جانین
جن پر وہ اُترتی ہو دوسرے کو اسکا علم کیونکر ہوسکے دیکھئے حق تعالی نے
موسی علیہ السلام کی والدہ پر وحی کی کہ انکو دریا مین ڈالدو انہون نے ذرا
بھی اسمین توقف نہ کیا جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى
اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ
اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ الخ۔ اب غور کیجئے کہ اپنے شیرخوار
لڑکے کو دریا مین ڈالنا اور اسپر یہہ اطمینان کہ کتنے ہی غوطہ کہائے اور کتنے ہی دریائی
جانور اسکے گرد وپیش ہون اسکو کچھہ ضرر نہ ہوگا۔ اور چندروز مین وہ اپنے ہی پاس واپس آجائیگا
کیا یہہ آثار صرف خیال پر مرتب ہوسکتے ہین ہرگز نہین یہہ اسی سچی وحی کا اثر تھا جسکو
انہین کا دل جانتا تھا اب اگر کوی ایسا شخص کہ نہ وحی کی حقیقت کبھی اس نے چکھی ہو نہ وحیون

مین جو فرق ہوتا ہے اسکی خبر اُسکا انکار کرے تو ایمان دارون کے نزدیک اسکے مثال بعینہ ایسی ہوگی جیسے مادرزاد نابینا کہے کہ ممکن نہین کہ دنیا مین سیاہ و سفید کا وجود ہوا اوران دونون مین کوئی فرق ہو جب تقریر بالا سے ان مذاہب باطلہ کی حقیقت کہل گئی کہ انہون نے یہہ بنیاد قائم کی ہے کہ فقہ و حدیث کو باطل کرکے قرآن کے معنی مین جسطرح چاہین تصرف و تحریف کرکے آریہ کی طرح ایک نیا مذہب بنالین تو اب اہل ایمان کو سمجہنا چاہیئے یہہ سب بناء الفاسد علی الفاسد ہے اسلیئے انکی کوئی بات نہ سنین اور نہ اسمین غور و فکر کرین۔

"پرچہ اتحاد مذاہب عالم مین لکہا ہے کہ نہ نماز مسلمانون کی سی باقی رکہی نہ روزہ نہ حج نہ زکوۃ چنانچہ نماز کی نسبت لکہا ہے کہ اُذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً سے ثابت ہے کہ اصلی رکن نماز توجہ الی اللہ ہے جو کہڑے بیٹہے چلتے پہرتے بیماری وغیرہ مین بآسانی ادا ہوسکتا ہے اور رکوع وغیرہ ساقط ہوجاتے ہین اسلیئے ملّانہ نماز جو لوگ پڑہا کرتے ہین اسکی کوئی ضرورت نہین اور لکہا ہے کہ حج کی غرض صرف یہی ہے کہ سست امراکی اصلاح اس سفر کی صعوبتون سے ہوجائے اور دراصل ابرٰہیم علیہ السلام نے تجارت کی منڈی وہان قرار دی حج سے اسکو مدد دینا ہے۔ اور لکہا ہے کہ وہ اسلام (قرآن) جس نے بُت پرستون بدو جیسے جاہل اقوام کو مہذب و تعلیم یافتہ اقوام پر حکمران بنایا تہا اب وہ اسلام مرگیا قرآنی اسلام جو اعلی درجہ کی مشین بنائی تہی اسکے پرزے"

زنگ آلودہ ہوکر اپنی جگہ قائم نہین رہے تمام پرزون پر صدیون کا زنگ اسقدر
چڑھا ہوا ہے کہ جس سے ہر پرزے کی شکل ہی تبدیل ہوگئی ہے موجودہ مسلمانون
مین نہ وہ کلمہ ہے نہ وہ نماز ہے نہ وہ روزہ ہے نہ وہ زکوٰۃ حج وغیرہ ہے چنانچہ
کلمہ پہلے اصلی اسلام کا یہہ کلمہ تھا کہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
اب ملانہ اسلام کا یہہ کلمہ ہے لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ایک خدا
ہے جسکے پیچھے محمدؐ ہین جسکو شرک فی الکلمہ کہنا چاہئے توحید کی مٹی یون پلید کی گئی کہ
اسلام کی پہلی عالیشان بنیاد کو شرک کے گوبر سے لیپ دیا نماز مین کسیکی ہی یاد
شامل نہین یا شریک کرنے کی ممانعت قطعی ہے مگر ملانہ اسلام نے التحیات اور درود
کو اندرون نماز مقرر کر کے شرک فی الصلوٰۃ کو قائم کر دیا۔ حضرت محمدؐ سلام علیہ کیلئے
خدا کی رحمتون اور برکتون کا خدا سے مطالبہ اس زمانے مین جب کہ آنحضرت اس دنیا
سے رخصت ہو چکے ہون کیا معنی رکھتا ہے کیا خبط نہین یہہ ٹھیک ایسا ہے
جیسے اب کوئی نماز مین کہے کہ خداوند اشہنشاہ اکبر پر اپنا سلام اپنی رحمتین برکتین
وغیرہ بہیج کر اوسے ہندوستان کا پھر بادشاہ بنادے۔ انتہٰے''

معترض صاحب نے جب اصلی اسلام اور ملانہ اسلام مین فرق کیا اور ملانہ
اسلام کو شرک اور کفر قرار دیا تو ان کو ضرور تھا کہ کتب تواریخ سے اسکا ثبوت
دیتے کہ فلان صدی سے کلمہ توحید وغیرہ مین تغیر واقع ہوا اور فلان شخص اسکا
بانی ہے اسیطرح نماز وغیرہ مین وقتاً فوقتاً تغیر ہوتا گیا اور وہ اصلی اسلام فلان مقام مین

اب تک محفوظ ہے یا فلان وقت تک محفوظ رہا اسکے بعد طوفان بے تمیزی
عالمگیر ہوگیا جسطرح اسلام مین جو فرقے پیدا ہوتے گئے انکے موجدون کے نام
اور انکی ابتدائی عقائد اور ان سے جو جو مناظرے ہوے سب کتب تواریخ مین
مفصل مذکور ہین اسیطرح یہہ ملانہ اسلام اصلی اسلام کے بعد اگر پیدا ہوا تھا تو
کسی تاریخ مین تو اسکا ذکر ہوتا برخلاف اسکے جتنے فرقے مسلمانون کے اسوقت موجود
ہین انمین یہہ سب امور جنکو معترض صاحب شرک قرار دیتے ہین موجود ہین
اسوقت بفضلہ تعالی مشرق سے مغرب تک اسلام پہیلا ہوا ہے جس مسلمان سے
پوچھئے یہی کہیگا کہ یہہ سب امور نسلاً بعد نسلٍ بتواتر ہم تک پہنچے ہین اس سے
معلوم ہوا کہ ہمارا دین جس شرک سے منع کرتا ہے اسکی حقیقت ہی کچہہ اور ہے
ہر شخص اوسکو نہین جان سکتا کیونکہ مسلمانی چیز ہی دوسری ہے صرف
مسلمانون کے سے نام رکہہ لینے سے آدمی مسلمان نہین ہوسکتا اسکی
غوامض وہ لوگ جانتے ہین جو عمر بھر اسلامی علوم کی خدمت کرتے رہے -
انجنیر صاحب خود خیال کرسکتے ہین کہ کسقدر راتدن کی جانفشانی اور ویدہ ریزی
کے بعد انجنیری مین انہون نے امتحان دیا ہوگا جسمین کامیابی کے بعد نوکری ملی
اب اگر کوئی انجنیری سے ناواقف انکے بنائے ہوے مکانات وغیرہ مین اعتراض
کرنے لگے تو کسقدر انکو شاق ہوگا۔ طرز تقریر سے انکے معلوم ہوتا ہے کہ لات نکی کی
ضرور نوبت پہونچیگی کیونکہ انکو تحصیل فن انجنیری اور اسکی تکمیل اور عمل مین نوبت ہی

کہان آئی کہ مسلمانون کے دینی علوم سے جو بحر زخار ہین ماہر ہو سکین باوجود
اسکے اگلے پچھلے علماء کو جنکے طفیل سے ہم تک دین پہونچا مغلطات سناتی ہین
تو خاص انکے فن مین کوئی دخل دے تو اسکا کیا حال ہوگا غرضکہ ذاتی لیاقت سے
کوئی تعلق نہین انہون نے ایک فرقہ کو دیکھ لیا کہ مسلمانون کو مشرک بنایا کرتے ہین
اور شرک فی الاعتقاد اور شرک فی العمل وغیرہ جو انکے زبان زد کلمات ہین سن لئے
اور آگے نظر بڑہائی اور کچھہ آریا وغیرہ کی کتابین بہی نظرون سے گذرین تو تیزی
طبع سے یہانتک بلند پروازیان کین کہ طبقۂ صحابہ تک کو مشرک بنا چھوڑا
اور در باطن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہی الزام لگا دیا کیونکہ صحابہ ان
امور کو کیا جانین حضرت ہی کے تعلیم کا وہ اثر تھا جیسا کہ اس آیۂ شریفہ سے
ظاہر ہے یُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ اسکے سوا صدہا آیتون سے بہی ثابت ہے
اب وہ حضرات (جو مسلمانون کو بات بات مین مشرک بناتے تھے خصوصاً
حنفیہ اور مشائخین کو مشرک بنانے کا تو ٹھیکہ ہی لے لیا تھا) دم بخود ہین۔ کہ
شرک فی الکلمہ اور شرک فی العبادت وغیرہ باتین تو وہی معمولی ہین جو ہمارے
زبانون پر دن رات جاری ہین مگر اس مصنوعی شرک کا گولہ بے طور پھینکا گیا جس سے
جان بچانا مشکل ہے۔ ممکن ہے کہ چند روز سوچنے مین کوئی جواب خیال مین آجائے
تاہم اس فرقہ کے جہال پر اسکا اثر ضرور پڑے گا۔ وہ اپنے علماء سے ضرور پوچھینگے
کہ حضرت ہم تو مسلمانون کو بڑے ذوق و شوق سے مشرک بنائے نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے تصور کو بھی شرک کہا کرتے تھے مگر یہہ ہمارے ہی استاد نکلے کہ ہمسے سیکہکر ہم ہی کو مشرک بنا رہے ہین اور بات ہی ٹھیک ہے کہ التحیات اور درود کا پڑھنا تو ضرور مگر اسکے معنی کا خیال حرام جسپر کجدار و مریز کی مثل صادق آتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے برابر کے بھائی سمجھنا اور انکی حدیثون پر عمل کرکے اہل حدیث کہلانا البتہ محل اعتراض ہے اگر حدیث کے مقابلہ مین اہل فقہ گمراہ ہین تو قرآن کے مقابلہ مین اہل حدیث بھی ہدایت پر نہین ہوسکتے غرضکہ اس فرقہ کا کچھہ نہ کچھہ اثر انکے دلون پر ضرور ہوگا یہہ نتیجہ اس افراط و تفریط کا ہے جو قرآن و حدیث مین توسط کی راہ جو بتلائی گئی اسکو چھوڑکر ایک پہلو اختیار کیا گیا۔ مگر الحمد للہ اہل سنت وجماعت کے اعتقاد پر ان باتون کا کچھہ اثر نہین ہوسکتا۔ ہمارا ایک ہی جواب ہے کہ ان وساوس شیطانی پر لاحول پڑھکر کہینگے کہ ہمارا دین و ایمان وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا اور وہ ہم تک نسلاً بعد نسلٍ پہونچا کیونکہ خداے تعالے قرآن شریف مین صاف فرمایا ہے کہ مسلمان لوگ جس راستے پر ہون وہی اختیار کرو اور جو کوئی اس راستے سے جدا ہوا وہ دوزخی ہے کما قال تعالی۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مین حق تعالی فرمایا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً
وَّاَصِيْلًا - یعنی اے پیغمبر ہم نے تمکو بہیجا احوال بتانے والے اور خوشی
اور ڈر بتانے والے تاکہ تم لوگ اے مسلمانون یقین لاو اللہ پر اور اوسکے
رسول پر اور رسول کی تعظیم و توقیر و اجلال کرو اور صبح و شام اسکی پاکی
بیان کرو انتھے - اگر تُسَبِّحُوْهُ کی ضمیر خدایتعالی کی طرف راجع ہے تو ظاہر ہے
کہ وہ تمام عیوب سے منزہ ہے اور اگر سیاق کلام اور انتشار ضمائر کے
لحاظ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو تو حضرت کی تنزیہ وہی ہوگی جو
حضرت کی مناسب حال ہو یعنے بے دین جو حضرت پر الزام لگاتے ہین کہ
آپ بہی ہم جیسے ایک معمولی آدمی تھے کوئی فضیلت آپ مین نہ تھی یا ساحر
تھے وغیرہ وغیرہ ان سب نقائص سے آپ پاک ہین جب خدای تعالی
نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنے کا ہمین حکم دیا اور حضرت نے تعلیم کی
کہ عین نماز مین ایها النبی کہکر اپنے دلمین مجہے پکارو اور خطاب کرکے اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ کہو تو اب ہمین کسکا خوف ہے شعر ؎ گر طمع خواہد ز من سلطان دین ؛
خاک بر فرق قناعت بعد ازین ؛ اگر خوف ہے تو ان لوگون کو ہے جو نہ خدا کی مانین
نہ رسول کی خدائے تعالی نے تو تعظیم و توقیر کرنے کو فرمایا جس سے مقصود آپ کی
تعظیم و توقیر کرانی ہے اس صورت مین آپکی توہین خدای تعالی کی توہین ہوگی
دیکہئے خدا سے تعالی کو منظور تہا کہ آدم علیہ السلام کی تعظیم و توقیر ہو فرشتون کو

حکم ہوا کہ انکو سجدہ کرین چونکہ وہ مقربین بارگاہ تھے فوراً بے چون وچرا سب
سجدہ مین گر پڑے اور ابلیس کو پرانا عابد تھا مگر جنگلی تھا لگا کہنے کہ حضرت کہان
شان مسجودیت اور کجا آدم بیچارے ابہی مٹی پانی مین پڑے لوٹ رہے تھے
بہلا یہہ کیونکر ہوسکے کہ سجدہ جو خاص شان کبریائی کے شایان ہے اونکو روبرو
کیا جائے آخر اس توہین کا جو نتیجہ ہوا ظاہر ہے یہہ تو ہر مسلمان جانتا ہے
اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ شیطان آدمی کا جانی دشمن ہے اسکو
منظور ہے کہ کسیطرح آدمیون کو کافر اور دوزخی بنادے یون تو بہت سے طریقے
گمراہ کرنے کے اسے یاد ہین مگر خاص طریقہ اسکو ایک ایسا معلوم ہے جسمین حتماً کامیابی
ہو کیونکہ اسکے ذاتی تجربہ ہے وہ موثر ثابت ہوگیا ہے وہ یہہ ہے کہ خدای تعالی کو
جن حضرات کی تعظیم وتوقیر کرانا منظور ہے انکی توہین کیجائے اور اسکا ذریعہ یہہ
کہ شرک کے مضامین مین موشگافیان کرکے اسکا دائرہ ایسا وسیع کیا جائے کہ اس
تعظیم وتوقیر مین شرک کی جہت قائم ہوجائے۔ یہہ طریقہ اس نے اُن لوگون کے لئے
خاص کر رکہا ہے جنکو عبادت اور فضیلت ذاتی پر گہمنڈ ہو کیونکہ انکی نظرون مین
سوائے خدائے تعالے کے کسی کی عظمت نہین ہوتی کیسا ہی معزز شخص ہو انکو حقیر
دکہای دیتا ہے دیکہئے آدم علیہ السلام جیسے معزز شخص کو ابلیس نے حقیر سمجھا ہرچند
خدا کے مقابلہ مین انکی کوئی عظمت نہ تہی مگر اسکو تو انکی تعظیم اور سجدہ کرنیکی ضرورت تھی
مگر اپنی عبادت اور موحد ہونے پر اسے گھمنڈ تھا شرک عبادت کو گوارا نہ کیا اور انکی

تعظیم نہ کرکے ابد الآباد کے لئے ملعون ٹھہرا۔ بخلاف اسکے جو لوگ اپنے آپ کو گنہگار سمجھکر اپنی بخشایش کی فکر مین رہتے ہین پہلے انکی نظر مقبولان بارگاہ آلہی پر پڑتی ہے اور اپنے آپ کو انکے مقابلہ مین ذلیل سمجھکر صدق دل سے انکی تعظیم و توقیر اس خیال سے کرتے ہین کہ شاید کبھی انکی توجہ ہمارے حال پر مبذول ہو جاے اور بارگاہ آلہی مین ہماری طرف سے بطور شفاعت کچھہ عرض کردین تو انکی سفارش سے ہماری دینی اور دنیوی مقاصد باسانی حاصل ہو جائین۔ کیونکہ صحیح حدیثون سے یہہ ثابت ہے کہ حق تعالی انکی دل شکنی نہین چاہتا وہ خداے تعالے کو ارحم الرّاحمین ضرور جانتے ہین مگر جہان توجہ رحمت کے اور اسباب ہین ایک یہہ بہی سبب قوی ہے کہ مقبولان بارگاہ اون سے راضی ہون اور یہی وجہ تہی کہ صحابہ کرام آن حضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایسے بیٹھتے کہ کوی غلام بھی اپنی آقا کے ساتھہ ایسی عاجزی نہین کرتا اسکے چند نظائر ہم احادیث سے انوار احمدی مین ذکر کر چکے ہین۔ اب اگر اس لحاظ سے کہ عبادت غایت تذلل کا نام ہے یہہ تذلل بھی معاذ اللہ شرک ہی کے قطار مین شریک کرلیا جائے تو یہہ نسبت دو رنگ جائیگی جسکو کوئی مسلمان جائز نہین کہہ سکتا۔

اب مشرک بنانے والے حضرات اگر کہین کہ مشرکین بھی اپنے دیوتاؤن کے شفاعت کے قائل ہین اسلئے شفاعت کی امید مشرکانہ خیال ہے اور اُس امید پر بزرگان دین کی تعظیم کیجاے تو وہ بھی مشرکین مین داخل ہونگے تو اس آیۂ شریفہ پر غور کرنا چاہئے جو حق تعالی فرماتا ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ

یعنی کون ہے جو شفاعت کر سکے بغیر اللہ کی اجازت کے اگر اسکا یہ مطلب سمجھا جاوے کہ خدا کی بارگاہ مین کوئی شفاعت نہین کر سکتا تو اِلَّا بِاِذْنِہٖ بیکار ہوئے جاتا ہے حالانکہ اوس سے صاف ظاہر ہے کہ شفاعت وسفارش کی اجازت ہوگی اب یہان غور کرین کیا بتون کو اجازت ہوگی کہ اپنے پرستش کرنے والونکی شفاعت کرین ہرگز نہین بلکہ اجازت اونہین مقبولان بارگاہ الٰہی کو ہوگی جنکی تعظیم و توقیر تمام خلق مین کرانی منظور ہے وہ کون ہین ہمارے سید الاکوان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہین جنکی شان مین ارشاد ہے تعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا۔ اور اونکے اتباع اور طفیلی جیساکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے جو بخاری شریف وغیرہ مین موجود ہین۔

یہان تہوڑا سا اور بہی غور فرمالین کہ عرصہ محشر مین جب تمام لوگ خدائے تعالے کے روبرو حاضر ہونگے اور کسی قسم کی روک ٹوک نہوگی تو ایسے موقعہ مین خدائتعالے سے خواستگار مغفرت نہوکر کل اہل محشر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کس غرض سے آئینگے۔

اسکا جواب یہی ہوسکتا ہے کہ وہان کے مصائب سے رہائی پاکر جنت مین داخل ہونیکے لئے آپ سے مدد چاہینگے اب کہئے کہ یہ استعانت بالغیر ہوئی یا نہین اگر استعانت بالغیر مطلقا شرک ہے تو خدائی تعالی کے روبرو یہ شرک کیسا؟ پھر یہ ثابت ہے کہ حق تعالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو قبول فرماکر عموماً مقبولان بارگاہ کو شفاعت کی

اجازت عطا فرمائیگا اس سے ظاہر ہے کہ خدائے تعالی کو اپنے مقبول بندون کی وجاہت تمام عالم مین مسلم کرانا منظور ہے کیونکہ باطنی طور پر شفاعت کے اسباب اونھی لوگون کے حق مین قائم ہونگے جو علم ازلی مین قابل بخشایش ٹھیر چکے تھے ایسے لوگون کو بطور خود نہ بخشکر اونکے لئے شفاعت کا وسیلہ قائم کرنا اس بات پر دلیل واضح ہے کہ صرف اون حضرات کو سب لوگ معزز و مکرم سمجھین اور اونکے احسانات کے ممنون ہون ۔

اب رہی یہ بات کہ کیا شفاعت صرف قیامت ہی مین ہوگی سو اسپر کوئی دلیل نہین بلکہ ہر مسلمان کو حکم ہے کہ مسلمانون کی مغفرت وغیرہ کے واسطے دعا کیا کرین۔ یہ دعا شفاعت نہین تو اور کیا ہے ؟ ۔

شاید یہان یہ اعتراض کیا جائیگا کہ اولیاء اللہ کی زیارت کو جاکر اون سے مرادین مانگتے ہین یہ شرک ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اپنے حاجت روائیونکے واسطے شفاعت طلب کرنا تو کسی طرح شرک نہین ہو سکتا اب رہا یہ کہ وہ سنتے ہین یا نہین سو یہ مسئلہ دوسرا ہے اسکے دلائل کتب کلامیہ مین مذکور ہین اتنا تو قرآن شریف سے ہی ثابت ہے کہ خدائے تعالے اونکو لوگون کی باتین سنا سکتا ہے کما قال تعالیٰ ۔ اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۔ یعنے تم مردون کو نہین سنا سکتے اور اللہ جسکو چاہتا ہے سناتا ہے جب یہ ثابت ہے کہ خدائے تعالے اونکو زائرین کے باتین سناتا ہے جیسا کہ احادیث مین مذکور ہے تو دور رہنے والونکی دلکی باتین بھی

اونکو

اونکو سنا دے تو کیا تعجب ہے پھر قطع نظر اسکے کہ وہ سنین یا نہ سنین جب خدائے تعالے
کو بھی منظور ہے کہ اونکو نیکنام کرے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تو جن امور مین لوگ اون سے
شفاعت چاہتے ہین خود اونکی حاجت روائیان کردے تو کیا بعید ہے یہی وجہ ہے
کہ باوجودیکہ صدہا سال گذر گئے ہین مگر اولیاء اللہ کی قبرون پر میلے لگے رہتے ہین
اگر لوگون کی مرادین اونکے طفیل مین حاصل نہوتین تو کسکو غرض تہی کہ مشقتین
اٹھاکر اونکی زیارتون کو جائے اور ہزارون روپیہ ایصال ثواب کیلئے خرچ کرے
یہ فقط اونکی مقبولیت کا اثر ہے ورنہ صدہا سلاطین مرگئے اور اپنا نام باقی
رکھنے کے لئے لاکھون روپیون کی گنبدون مین مدفون ہوئے مگر کوئی اونکو
پوچھتا بھی نہین صحیح حدیث شریف مین وارد ہے کہ جب حق تعالی کسی بندہ کو
دوست رکھتا ہے تو لوگون کے دلون مین اوسکی محبت ڈال دیتا ہے انتھے۔
چنانچہ اوسکے یہی اسباب ہوتے ہین کہ لوگونکی مرادین اونکے طفیل مین حاصل ہونے
لگتی ہین جب خدائے تعالی اپنے دوستون کا حامی ہو تو اونکی توہین کرنے اور مسلمانون
کو اونکی تعظیم و توقیر کرنے سے مشرک بنانا کسقدر خدائے تعالی کے مرضی کے خلاف ہوگا
ہان اسکا اہتمام کرنا ضرور ہے کہ اونکی نسبت یہہ خیال نہ کیا جائے کہ اگر خدائے تعالی
کسی کام کو نہ بھی چاہے تو وہ مستقل طور پر کرسکتے ہین ۔
الحاصل شرک کے دائرہ کو اسقدر وسیع کرنیکے کوئی ضرورت نہین کہ حتی الامکان کل
یا اکثر مسلمان اسمین داخل ہوجائین اسی توسیع کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ جنکو اسلام سے کوئی

تعلق نہین کل مسلمانون بلکہ صحابہ تک کو مشرک قرار دے رہے ہین نعوذ باللہ من ذلک

کلام اسمین تھا کہ مولوی انجنیر صاحب درود وغیرہ کو شرک بتاتے ہین اونکو یہ خیال کرنا چاہیئے تھا کہ حق تعالی فرماتا ھے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰۤئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا یعنے اللہ تعالی اور فرشتے نبی صلّی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہین۔ اے مسلمانو تم بھی اون پر درود اور سلام بہیجو انتھے۔

جب حق تعالی نے ہمین درود وسلام بہیجنے کا حکم فرمایا ہے تو ہم اس امر الٰہی کے امتثال مین جب تک مشغول رہینگے عبادت آلٰہی مین رہینگے خواہ نماز مین ہون یا خارج نماز۔ معلوم نہین کہ نماز مین عبادت کرنا کیون بُرا سمجھا جارہا ہے۔

انجنیر صاحب کو یہ بھی معلوم نہین کہ درود اور رحمت آلٰہی کیا چیز ہے اونہون نے اسکا مطلب یہی سمجھا ہے کہ درود وسلام بھیجنا حضرت کو دُنیا مین واپس بُلانا ہے جیسا کہ اونہون نے جو مثال اکبر بادشاہ کی دی ہے اوس سے واضح ہے۔ اب کہئے کہ ایسی سمجھہ والے شخص کو دین سے کیا تعلق جاہل سے جاہل مسلمان بہی درود کے یہ معنی نہین سمجھتا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اون کو عالم مابعد الموت پر ایمان ہی نہین ہے اونکا خیال ہے کہ جو کچھہ ہوتا ہے اسی عالم مین ہے نہ دوسرا عالم ہے نہ اوسمین رحمت الٰھی کی ضرورت ہے۔ کل اہل اسلام جانتے ہین کہ جس شخص کو آخرت پر ایمان نہو وہ مسلمان ہی نہین کیونکہ تمام قرآن شریف مین مضمون یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

صدہا جگہ مذکور ہے اب جو لوگ انکے نام اور دعوی عمل بالقرآن کو دیکھکر دہوکے مین پڑے ہوے ہین اون کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ صرف دہوکہ ہی دہوکہ ہے۔ دیکھہ لیجئے کلمۂ طیبہ کی نسبت لکھتے ہین کہ محمّد الرسول اللہ سے توحید کی مٹی پلید کی اور معاذ اللہ اس جملہ کو گوبر کیساتھہ تشبیہ دی اب اون مین اور آریہ وغیرہ مخالفین اسلام مین فرق کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جیسے آریہ وغیرہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مغلظات سناتے ہین اور ہمارے دین کی توہین کرتے ہین یہ بھی وہی کام کر رہے ہین۔ تمام مسلمانون بلکہ صحابہ تک کو مشرک کہدیا اور درباطن قرآن پر الزام لگایا کہ اب تک قرآن نے جو تعلیم کی جسکے تمام مسلمان قائل ہین یہ شرک کی تعلیم تھی اب بہی اگر مسلمان لوگ اونکو مسلمان اور اہل قرآن سمجھین تو اون کی عقل کی خوبی ہے۔

اونہون نے جو انجمن قائم کی ہے جسکے مقاصد یہ ہین۔ اتحاد مذاہب عالم۔ تعصّب کی بیخ کنی۔ کتب الہامی کی باہمی مساواتون کو پبلک مین پیش کرنا ادیان مختلفہ کی باہمی نقائض دور کرنے کے لئے دودہ کا دودہ پانی کا پانی الگ کردکہانا وغیرہ وغیرہ۔ اس سے بہی ظاہر ہے کہ اونکو خاص اسلام سے کوئی تعلق نہین۔ جو نسبت اونکو اسلام کے ساتھہ ہے وہی کل مذاہب کے ساتھہ ہے البتہ مغلظات سنانے مین مسلمانون کی طرف اونکا روئے سخن زیادہ ہے اس وجہ سے کہ مسلمانون کی حالت جو ان دنون ہے ظاہر ہے۔

انجنیر صاحب جو کل مذاہب کو ایک کرنے کی تجویز نکالی ہے اوسکی مثال بعینہ ایسی ہے کہ کسی گورنمنٹ کی رعیت ایسا قاعدہ قرار دے کہ سب گورنمنٹون کے نزدیک جو بات مسلم ہو مثلاً یہ کہ ہر گورنمنٹ کا فرض منصبی انتظام ہے سو ہم اپنے طور پر کر لین گے خاص خاص ٹکسین وغیرہ خدمات جو گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہین اونکی کوئی ضرورت نہین۔ تو کیا ایسے لوگ کسی ایک گورنمنٹ کی رعیت سمجھے جائینگے یا سب سے باغی سمجھے جائین گے۔

اگرچہ انجنیر صاحب کی انجمن کا مقصود یہ ہے کہ تمام روے زمین کے مذاہب ایک ہو جائین تو سب جھگڑے مٹ جائینگے۔ مگر یہ صرف خیال ہی خیال ہے تعصب مذہبی کسی مذہب والے کو ہرگز اسطرف آنے نہ دیگا۔ اور جن کو تعصب مذہبی نہو اونکی لامذہبی خود ایک مذہب ہو جائیگی اور اوسکا تعصب ضرور ہو گا۔

دیکھہ لیجئے کہ جتنے لامذہب ہین اونکو اتنا تعصب ہے کہ اہل مذہب کو نہین باوجودیکہ مسلمان کہلاتے ہین مگر جن لوگون کو مسلمان سمجھتے ہین اونکی توہین مین کوئی دقیقہ اوٹھا نہین رکھتے خصوصاً مولوی اور مشائخین کے تو خون کے پیاسے ہین۔ کہئے یہ تعصب نہین تو کیا ہے۔

ندوۃ العلماء اس غرض سے قائم ہوا تھا کہ کل اہل مذاہب مین باہمی صلح کرائین مگر بجائے صلح کے ایک نئی مخالفت قائم ہو گئی چنانچہ طرفین سے رسالہ بازیان اتنی ہوئین کہ ہزارہا روپیہ اوسمین صرف ہوئے اور پہلے سے جن علماء و مشائخین مین اتحاد

مذہبی کی وجہ سے اتحاد تھا اون مین سخت دشمنی واقع ہو گئی۔ حالانکہ اوسمین کل
مذاہب کو ایک کرنا مقصود نہ تھا بلکہ صاف اعلان دیا گیا تھا کہ ہر مذہب والے اپنے
مذہب پر قائم رہین مگر صرف باہمی جھگڑے ترک کر دین۔ غرض کہ انجمن اتحاد مذاہب
عالم ایک نئی مخالفت کی بنیاد قائم کر رہی ہے چنانچہ ابہی سے دل آزار کلمات کی
بھرمار شروع ہو گئی۔ کون مسلمان ہو گا کہ کلمہ طیبہ جس پر اون کے دین کا مدار ہے
اوسکے نسبت یہ الفاظ سنے (معاذ اللہ محمد الرسول اللہ نے توحید کی مٹی پلید کی اور
اسلام کی بنیاد کو شرک کے گوبر سے لیپ دیا) اور اوسکو غصہ نہ آئے۔ کیا ایسے
کلمات نقض امن کے باعث نہون گے؟ کیا مسلمانون کے اشتعال طبع اس سے
نہو گی۔ یہ بہی کوئی عقل کی بات ہے کہ کروڑہا مسلمانون کی دل آزاری کی جائے۔ ہم نے
مانا کہ مسلمان اسوقت کچھہ کر نہین سکتے جس کی وجہ سے ہر کس و ناکس کو اس قسم
کی توہین پر جرأت ہوتی ہے مگر آخر ایک عقلمند امن دوست گورنمنٹ کے ظل حمایت
مین ہین۔

اہل اسلام تو انکے ان چند تقریرون کو سنکر مشتے نمونہ خروارے سمجھہ جائینگے اور ان
مذاہب کو تودۂ طوفان سے زیادہ وقعت نہ دینگے۔ مگر ہمارے نوخیز علماء کی فکر ہے
کہ یہہ حضرات ملانہ کے لفظ سے بہت ہی گھبراتے ہین۔ چنانچہ اسی ہیبت کے مارے
کہ کہین دین دار عالم ہونے پر گواہی نہ قائم ہو جائے جس سے ملانہ کہنے کا کسی کو موقعہ ملجائے
اکثر داڑہی کو رخصت ہی کر دیتے ہین۔ جلسہ دستار بندی مین چند ساعتون کیلئے عالمانہ

لباس جو زیب بدن کیا تھا طاق نسیان مین رکھکر اس اندیشہ مین رہتے ہین کہ کہین
کوئی یاد کرکے ملانا ین کا دھبہ نہ لگا دے۔ اگرچہ حضرات جسطرح۔ الظاہر عنوان الباطن
کا کچھہ خیال نہ کرکے ہمشکل ہو گئے ہمزبان بھی ہو جائین اور ہان مین ہان ملانے لگین
تو بشری مشکل ہو گی۔ خدائے تعالی ان حضرات کو استقامت فی الدین عطا فرما کر گروہ
لا یخافون لومۃ لائم مین شریک فرما دے آمین۔

ان حضرات کو ضرور ہے کہ اس آیۂ شریفہ کے مضمون مین غور و فکر کرین۔ قولہ تعالی
وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ
عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُولًا ۝ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ
أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللّٰهِ
إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلِيًّا
وَلَا نَصِيرًا ۝ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ إِلَيْنَا
وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ
تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ
بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ
وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا۔ یعنے حالانکہ یہی لوگ اس سے پہلے خدا سے عہد
کر چکے تھے کہ دشمنون کے مقابلے مین پیٹھہ نہ پھیرینگے اور اس عہد سے بازپرس ہو گی اے
پیغمبر اُن سے کہو کہ اگر تم موت یا قتل کے خوف سے بھاگتے ہو تو یہہ بھاگنا کچھہ بھی نفع نہ دیگا

اور بھاگ بھی گئے تو دنیا مین تھوڑا فائدہ اٹھاوگے۔ اے پیغمبر
ان لوگون سے کہو کہ خدا تمہارے ساتھہ کوئی برائی کرنی چاہے تو کون
اس سے بچا سکے یا تمپر اپنا فضل کرنا چاہے تو کون اسکو روک سکتا ہے
اور خدا کے سوا کوئی دوست اور مددگار وہ نہ پائینگے۔ خدا ان لوگون کو
خوب جانتا ہے کہ کون تم مین سے دیر کرتے ہین اور اپنے بھائیون سے
کہتے ہین کہ ہماری طرف چلے آؤ اور جنگ مین بہت کم آتے ہین وہ تمہاری
مدد کرنے مین بخل کرتے ہین پھر جب ڈر کی کوئی بات پیش ہوجاتی ہے تو انکو
دیکھتے ہو کہ ہاتھ سا نہ تمکو دیکھتے ہین انکی آنکھین ایسی گھومتی ہین جیسے کسی پر بیہوشی
طاری ہو پھر جب ڈر کا وقت گیا تو دلخراش باتون سے تمکو ایذا دیتے ہین
خیر پر وہ بہت بخیل ہین یہہ لوگ حقیقۃً ایمان لائے ہی نہین تو خدا نے انکے ہر عمل کو
جو کچھہ بھی کئے تھے اکارت کردئے اور اللہ کے نزدیک یہہ آسان سی بات ہے انتھے
دیکھئے موقعہ جنگ مین جاکر شہید ہوجانا کوئی آسان بات نہین مگر جن لوگون نے
باوجود اقرار شرکت کے بمقتضائے بشریت اس سے پہلوتہی کی انکو کیسی زجر و توبیخ
ہورہی ہے یہانتک تو ہوا کہ انکے اعمال حبط کردیے گئے اب یہہ حضرات غور
فرماوین کہ جب دینی مدارس مین علوم اسلامیہ کی تحصیل کے لئے گئے اور مخالفین
اسلام کے مقابلہ کا سامان اور آلات فراہم کرلیا تو گویا وعدہ کیا کہ ہم انکے مقابلہ مین
پیٹھہ نہ پھیرینگے پھر اگر انکے چند توہین آمیز کلمات کی بھی برداشت نہ کرسکے انکے مقابلہ

سے پیٹھ پھیر دین تو کیا اسکی بازپرس نہ ہوگی کہ باوجود آلات و اسباب مناظرہ جمع کرنے کے کیون جبن اختیار کیا اور ایسے نازک وقت مین کہ مخالفین اسلام ہر طرف سے یورشین کر رہے ہین اور اعتراضون کی بوچھاڑ ہو رہی ہے جس سے گروہ کے گروہ اسلام سے خارج ہوتے جاتے ہین باوجود قدرت کے اسلام کی مدد نہین کی اور چند روزہ زندگی کو آسودگی مین بسر کرنے کی غرض سے اسلام کو بےکسی کیحالت مین چھوڑ دیا اور اپنے بھائیون کو ان بےرحمون کے ہاتھ سے جو ابد الآباد کے عذابون مین مبتلا کرتے جاتے ہین۔ دیکھکر کچھ بھی غمخواری نہ کی۔ حق تعالی اہل اسلام کو توفیق عطا فرماوے کہ اپنے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے مین کوتاہی نہ کرین تاکہ بحسب وعدہٗ ان تنصروا اللہ ینصرکم حق تعالی کی نصرت متوجہ ہو۔

واضح رہے کہ جتنی حدیثین اس رسالہ مین لکھی گئین سب کنز العمال اور ترغیب وترہیب منذری رح مین موجود ہین چونکہ یہ کتابین چھپ گئی ہین اسلئے اصل احادیث اختصار کی غرض سے نقل نہین کی گئین۔

مدرسۂ نظامیہ کے تحتانی طلبہ سے عام جلسوں مین اس غرض سے تقریرین کرائی جاتی ہین کہ اونپر رعب مجلس نہ رہے انمین سے چند تقریرین جنمین کسیقدر مذاق علمی ہے ہدیۂ ناظرین کیجاتی ہین ۱۲۔

مہتمم مقاصد الاسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

(اما بعد) ایہا السادۃ الکرام۔ حدیث قدسی مین وارد ہے "کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ" جسکا مطلب یہ ہے کہ ذات بحت ایک مخفی خزانہ تھا اوسکی مشیت کا اقتضا ہوا کہ اپنی ذات کو جو جمیع صفات کمالیہ کی مستجمع اور متضادہ و متباینہ اوصاف کی جامع ہے جلوہ گر شہود وعیان کرے اور اپنی بے رنگی کا جلوہ آئینہ رنگ ولون مین مشاہدہ فرمائے تو اوسوقت اوس نے مخلوقات کے تخلیق کا سلسلہ چھیڑا۔ کائنات کے تکوین کی بنیاد ڈالی اور تمام عوالم کو پیدا کر کے جلوہ افروز عالم ناسوت وشہادت ہوا۔ ؎

از خود بخود آن یار گرانمایہ سفر کرد	ہم عین سفر بود ہم او حاصل فی العین
نے نے سفرے نیست درین رہ بحقیقت	از عین شہود ے تو اگر دور شود غین

چونکہ جب خلقت کی بڑی اور اہم غایت جیسا کہ مذکورہ حدیث قدسی سے ظاہر ہے

"معرفت" رکھی گئی تو اس غایت کی تکمیل کے لئے تمام موجودات میں صرف

حضرت انسان ہی منظور نظر ٹھیرے جیسا کہ ارشاد ہے - قولہ تعالیٰ

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ

أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا

جَهُولًا - جسکے مضمون کو حافظ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یون سلک نظم

مین منتظم فرمایا ہے —

آسمان بار امانت نتوانست کشید

قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

جب حضرت انسان بلحاظ منظور نظر ہونے کے مرضی خداوندی کے مطابق اپنی

تیزی طبع کے باعث اس بھاری بوجھ کو اپنی گردن پر لیکر اس امانت کے ذمہ دار

ہوگئے اور بطور فخر کے —

بار وجود خویش نتابد دلم ز ضعف

لیکن ز بارِ عشق کشیدن ضعیف نیست

کا دعوی فرمانے لگے تو اوسوقت انکے امتحان کی غرض سے ایک بھاری اور قابل رشک

وحسد سلطنت کی زمام اختیار ان حضرت کے ہاتون مین دیا جانا مقدر ہو چکا -

چونکہ زمینی سلطنت سب کے نظرون مین ایک بڑی نعمت عظمی خیال کیجاتی تھی اسلئے

جب یہ خبر عالم ملکوت کے گوشگذار ہوئی تو پھر کیا تھا؟ تمام عالم بالا مین کھلبلی مچ گئی

اور ہر گوشہ گوشہ سے چہ میگوئیان شروع ہوین اور اس تقسیم پر سخت ناراضگی کا اظہار ہونے لگا کما قال تعالیٰ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ یعنے جب تمہارے پروردگار نے فرشتون سے کہا کہ مین زمین مین اپنا ایک نائب اور خلیفہ بنانے والا ہون تو فرشتے بولے کیا تو ایسے شخص کو خلیفہ بناتا ہے جو اوسمین فساد پہیلائے۔ اور خونریزیان کرے۔ اگر تو بنانا ہی چاہتا ہے تو ہمکو بنا کہ ہم شب و روز تیری تسبیح و تقدیس مین مصروف رہتے ہین۔ اوسوقت خداوند تعالیٰ نے اونکو یہہ کہکر خاموش کرا دیا کہ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنے مین اون باتون کو جانتا ہون جنکا تمہین علم بھی نہین۔ پھر اسکے بعد اس دعوے کو یون مبرہن کر دیا کہ اس خدمت کے استحقاق اور تقرر کیلئے ایک امتحان قرار دیا گیا جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگر اس نیابت و خلافت کا کوئی مستحق ہو سکتا ہے تو وہ صرف انسان ہے کما قال تعالیٰ۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۚ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ یعنے اور آدم کو سب چیزون کے نام بتلا دئے پہر اون چیزون کو فرشتون کے روبرو پیش کر کے فرمایا کہ اگر تم اپنے دعوے مین سچے ہو تو ہمکو ان چیزون کے نام بتاؤ، بولے تو پاک ذات ہے جو کچھ تو نے ہمکو بتادیا ہے اوسکے سوا ہمکو کچھ معلوم نہین بے شک و شبھہ تو ہی جاننے والا اور مصلحت کا پہچاننے والا ہے تب خدائے تعالے نے آدم کو حکم دیا کہ اے آدم تم فرشتون کو ان چیزون کے نام بتادو پھر جب آدم نے فرشتون کو اون چیزون کے نام بتادئے تو خدا نے فرشتون کی طرف خطاب کر کے فرمایا کیون ہم نے نہین کہا تھا، کہ آسمانون اور زمین کی سب مخفی چیزین ہمکو معلوم ہین اور جو کچھ تم اب ظاہر کرتے ہو وہ اور جو کچھ تم ہم سے چھپاتے تھے وہ سب ہمکو معلوم ہے۔

فرشتون نے اپنی خدمات تسبیح و تقدیس ظاہر کر کے خلافت آلٰہی کے لئے اپنا استحقاق ثابت کرنا چاہا تھا اور انسان کے ظاہر حال سے دہوکے مین آکر اوسکو مفسد اور خونریز بتایا کیونکہ وہ مٹی سے بنایا گیا تھا اور مٹی اجزائے مختلفۃ الطبائع سے مرکب ہے جو غصیلا ہوگا وہ ضرور دوسرون پر زیادتی کرے گا۔

انسان کی عیب چینی سے فرشتون کا یہ مطلب تہا کہ وہ خلافت آلٰہی کے لائق نہین لیکن فرشتے انسان کی جسمانی ساخت پر اوسکے دلی خیالات کو قیاس کرتے تھے اور اس قیاس مین ایک طرح پر اس دعوی کا شائبہ بہی تہا کہ ہم انسان کے دل کا

حال جانتے ہین حالانکہ دلی خیالات پر مطلع ہونا خدا کا کام ہے تو یہ جو فرمایا ہے
کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو" سو اس دعوی سے مراد وہی ضمنی دعوی ہے
جو فرشتون نے انسان کے دلی خیالات کے علم کا کیا تھا خدائے تعالے نے
فرشتون کو یون قائل کیا کہ تم انسان کے دلی خیالات پر بے ہمارے بتائے مطلع ہوتو
مخلوقات کے نامون پر بہی بدرجہ اولی مطلع ہوگے اذ لیس فلیس ۔
الحاصل خالق عالم جلّ وعلا نے آدمی کو ایک وضع خاص کا مخلوق بنایا ہے اوسکی
طبیعت مین مختلف جذبات ہین جنمین اعتدال کا قائم رکہنا محال نہین تو دشوار
ضرور ہے اوسمین شہوت وغضب کے تقاضے ایسے رکہے گئے ہین جو اکثر اوقات
عقل پر غالب آجاتے ہین ۔
غرض فطرت انسانی مین معصیت کا بہت کچہہ رجحان ہے فرشتے جنکو تقرب بارگاہ الٓہی
کا شرف حاصل ہے اور ارواح مجردہ ہین انہون نے اپنے اوپر خیال کرکے سمجہا
ہوگا کہ انسان اپنے میلان طبعی کیوجہ سے خلافت الٓہی کے قابل نہین معلوم ہوتا چنانچہ
اونہون نے اس خدشے کو حضرت رب العزت کے حضور مین ظاہر کرکے مصلحت
خلق انسان پر مطلع ہونا چاہا اور خدائے تعالے نے فرشتون پر اون کا عجز ثابت کرکے
اون سے اقرار کرالیا کہ اون کا علم قاصر و محدود ہے مگر خدائے تعالی نے مصلحت
خلق انسان پھر بہی اونپر ظاہر نکی ۔ سچ ہے ۔ ؎

زاہد بہ نماز و روزہ ضبطے دارد ساقی بہ مئے دو سالہ ربطے دارد

معلوم نشد کہ یار مصروف بکیست ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

الغرض اسطرح تائید غیبی سے حضرت انسان کا بول بالا رہا اور تمام مخالفون کو انکے آگے گردن طاعت خم کرتے ہی بنی اور جو اس سے سرتابی کیا اوسکو ابدالآباد غضب ولعنت خداوندی مین مبتلا رہنا پڑا کما قال تعالی وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ یعنے اور جب ہم نے فرشتون سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو شیطان کے سوا سب کے سب سجدے کے لئے جھک پڑے اوس نے نہ مانا اور شیخی مین آگیا اور نافرمان بن بیٹھا۔

ره بقرع ۴

حاصل کلام وخلاصہ مرام اینکہ جب حضرت انسان اس خدمت کے ہر طرح مستحق ثابت ہوچکے اور اس خدمت کا پروانہ حاصل کرنیکو بارگاہ ایزدی مین حاضر ہووے تو اوسوقت باری تعالی نے تمام انسانون کو جمع کرکے اونھی کی گواہی اور شہادت سے ایک اقرارنامہ لیا چنانچہ ارشاد ہے وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى۔ یعنے گواہ رکھا اونکے رب نے اونہی کو اونکے نفسونپر کہ کیا مین تمہارا رب نہین ہون؟ تو اونہون نے کہا کیون نہین بے شک تو تو ہمارا پروردگار پالن ہار ہے۔

ره عراف ع ۲۱

این جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست روزے رخش ببینم وتسلیم وے کنم

اسکا مطلب یہ کہ خداوند تعالی نے انسان کے دلکو اسطرح کا بنایا ہے کہ از خود اوسکو

معلوم ہوتا رہتا ہے کہ خدا ہے اور اکیلا ایک ہے اسکے لئے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے اور نہ کسی سمجھانے کی حاجت۔ انسان کا سر اوسکا کانشنس اور باطن آپ سے آپ گواہی دیتا ہے اور یہ خیال خودبخود اوسکے دل سے پیدا ہوتا ہے۔

غرض انسان کی فطرت مین خدا اور اوسکے تمام صفات کا تسلیم کرنا داخل ہے مگر چونکہ ان حضرت کے ضمیر ہی مین نسیان کا مادہ رکہا گیا تھا اسلئے جب ان بزرگوار نے اون تمام عہود و مواثیق کے بعد خلافت و نیابت کا جائزہ اور چارج لیا تو اپنی فطرتی مقتضا کے موافق خوش حالی کے نشہ مین سارے عہود و مواثیق تمام غایات و حکم کو فراموش کرگئے اور عیش و نشاط اور رنگ ریلیون مین مصروف ہوکر فرمانے لگے۔

ع

این دفتر بے معنی غرق مے ناب اولی

چونکہ یہ بزرگوار قدیمی عنایتون کے مورد اتم تھے اسلئے اسوقت ہی خداوند تعالی نے اپنے خاص لطف و کرم سے انکو محروم نرکہا اور اونکے اون بہولے ہوے عہود و مواثیق کے تذکر دیاددہانی کی غرض سے وقتاً فوقتاً نبیون کو بہیجکر مطلع کرواتا رہا۔

انمین جو سعید ازلی تھے وہ تو اشارون ہی مین اپنے مقصود کو پاجاتے مگر شقی اور بدبخت کچہ دن تو راہ پر لگ جاتے پھر کچہ ایسا شیطان سر پر سوار ہوجاتا کہ تہوڑے ہی دنون مین سیدہی راہ کو چہوڑ گمراہی اور ضلالت مین مبتلا ہوجاتے۔ چنانچہ لکہا ہے کہ صرف بنی اسرائیل کی قوم بتیس سال کے عرصہ مین کئے بار مرتد ہوے

اور کئے بار نبیون کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ مگر چونکہ یہ نیابت وخلافت ارض محض امتحان کی غرض سے چند روزہ قرار دیگئی تہی اور ایک روز چلکر اسکا سلسلہ بالکل منقطع ہونا تھا پھر جب آئندہ چلکر نیابت ہی کا اختتام ہونے کو تھا تو بناءً علیہ ضرور تھا کہ نبوت کا بہی خاتمہ ہوجائے اسلئے خداوند تعالی نے اس امر کو یون پورا کیا کہ سب سے آخر مین ایک ایسے نبی کو مرسل فرمایا جو اوسکے خاص برگزیدہ تھے جنکی نبوّت وحقانیت کا یہ اہتمام کیا گیا کہ پہلے انبیاؤن سے اونکی تصدیق پر عہدوپیمان لیا گیا جیسا کہ ارشاد ہے۔ قولہ تعالی وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْہَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ ؕ یعنے جب اللہ تعالی نے پیغمبرون سے عہد لیا کہ ہم نے جو تمکو اپنی کتاب اور عقل سلیم دی اور پھر کوئی پیغمبر تمہارے پاس آئے اور جو کتاب تمہارے پاس ہے اوسکی تصدیق بہی کرے تو دیکھو ضرور اوسپر ایمان لانا اور ضرور اوسکی مدد کرنا اور فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور ان باتون پر جو ہم نے تم سے عہد وپیمان لیا ہے اوسکو تسلیم کیا ہے تو اون تمامون نے عرض کیا کہ ہان ہم اقرار کرتے ہین تو فرمایا اچھا آج کے قول وقرار کے گواہ ہو اور تمہارے ساتھ ہم بہی گواہ ہین۔

الغرض جب نبوت ورسالت کا سلسلہ اس فخر رسل اور خاتم الانبیاء کے بعد بالکل

مسدود ہی کر دینا قضائے الٰہی مین مقدر ہو چکا تھا تو اسلئے نبوّت و رسالت سے متعلق جتنے امور تھے اون سب کی بوجہ اتم و اکمل تکمیل و تتمیم کر دیگئی جیسا کہ ارشاد ہے۔ قولہ تعالی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ یعنے آج مین نے تمھارے دین کو بالکل مکمل اور تمپر تمام نعمتون کو پورا کر دیا اور مین اسی سے راضی رہونگا کہ تم دین اسلام کے پابند رہو۔

سورۂ ما
ع ۱

جہان دین کے متعلق تمام باتون کی تکمیل کیگئی ہے وہان ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب بھی ایسی نازل کیگئی جو ظاہری و باطنی محاسن۔ صوری و معنوی خوبیون کی جامع اور حاوی ہے جیساکہ ارشاد ہے قولہ تعالی ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ یعنے یہ وہ کتاب ہے جسمین شک وشبہ کو بالکل دخل نہین۔ منجملہ اوسکی اور خوبیون کے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کتاب کا افتتاح ایک ایسی آیت سے کیا گیا ہے جو خاص خصائص کتاب محمّد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اُنْزِلَ عَلَيَّ آيَةٌ لَمْ تُنْزَلْ عَلٰی نَبِيٍّ غَيْرِيْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ یعنے مجھپر ایک ایسی آیت نازل ہوی ہے کہ اس سے پہلے میری سوا کسی نبی پر نازل نہین ہوی تھی وہ بسم اللہ الرّحمن الرّحیم ہے۔

یہان پر ایک شبہ وارد کیا جاتا ہے کہ یہ آیت جیساکہ سورۂ نمل مین ہے

وَاِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" اور نیز آئندہ دوسرے احادیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت دوسرے انبیاء پر بھی نازل ہوئی ہے پھر تو یہ خاصہ قرآن نہ رہا۔

اسکا جواب مختلف طریقون سے دیا گیا ہے منجملہ اونکے ایک یہ بھی جواب ہے کہ آیت مذکورہ بلفظہ حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہ پر نازل نہین ہوئی تھی بلکہ جو آیت اونپر نازل ہوئی ہے وہ اسکے ہم معنے زبان عبرانی وغیرہ مین ہے تو اسکے بعد پھر کسی قسم کا تعارض باقی نہین رہتا۔

حضرات۔ میری اس تمہید سے منکشف ہو گیا ہوگا کہ اسوقت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم سے متعلق اسرار۔ نکات اور فضائل پر گفتگو کرنے والا ہون کسی شاعر[۱] کا اقتباسی شعر ہے۔

ہست کلید در گنج حکیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسمین بآ مبنی بر کسرہ حرف جار ہے جو بیان الصاق یا استعانت کے معنے مین مستعمل ہے اور بسم اصل مین باسم تھا کثرت استعمال نے الف کو گرا دیا جسکے بعد بسم رہگیا۔ اسم مفرد منصرف صحیح ہے جسکا اعراب حالت رفعی مین ضمہ۔ حالت نصبی مین فتحہ اور حالت جری مین کسرہ سے ہوتا ہے صورت زیر بحث مین لفظ اسم مجرور لفظاً ہے جو مضاف بتقدیر لام ہے کیونکہ اسکا مضاف الیہ نہ ظرف ہے

(۱) [margin note, partly illegible] علامہ شیخ جلال الدین ابو المظفر یوسف بن محمد بن یوسف [illegible] المتوفی [illegible]

اورنہ ہم جنس - اور یہاں پر اضافت عام کی بطرف خاص ہے جیسے خاتم
حدید یعنی جو خاتم کہ لوہے سے بنی ہوئی ہے -

اسم کے اشتقاق میں بصریوں اور کوفیوں میں اختلاف ہوا ہے -
بصریون کا خیال ہے کہ یہ سمو سے مشتق ہے جسکے معنے علو کے ہین
کیونکہ اسم کی شان اپنے قسیمین کے اعتبار سے بلحاظ عدم احتیاج کے
مرتفع اور عالی ہے اسی وجہ سے اوسکو اسم کہا جاتا ہے -
کوفیون کا خیال ہے کہ یہ وسم سے مشتق ہے جسکے معنے علامت کے ہین
چونکہ اسم اپنے مسمی کی علامت ہوا کرتا ہے اسلئے اسکو وسم سے
مشتق مانا ہے - مگر اس مذہب پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جسکا جواب
ابتک طرفداران کوفیین سے نہ بن پڑا اسی باعث اس مذہب کو محققین نحاۃ
نے ضعیف خیال کیا ہے وہ یہ کہ جب فعل بھی اپنے مسمی پر دلالت کرتا ہے جسکو
فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہے تو چاہیئے کہ وہ بھی اسم ہو جائے ویکون بین
اقسام المقسم الواحد تباین کلی کا اصول باطل ہو جائے حالیکہ اسکا
کوئی بھی قائل نہین -
لفظ اللہ کا اصل بعض نحاۃ نے لاہ بتلایا ہے پھر جب لام تعریف اوسپر
داخل ہوا تو مثل العباس والحسن وغیرہما اسماء کے جاری مجرائے
علم ہو گیا - ہو گا - فقط

بعض نحاۃ کے پاس وہ غیر مشتق اور علم ہے جسکا اطلاق واجب تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہے غیر کو اوسمین شرکت نہین جنکی دلیل یہ آیت شریفہ ہے ھَلْ تَعْلَمُ لَہٗ سَمِیًّا یعنے تو کسی کو خدا کے سوا جانتا ہے کہ اوسکا نام اللہ ہو۔

سیر کی بعض کتابون مین لکھا ہے کہ کسی شخص نے سیبویہ کو خواب مین نہایت ہشاش وبشاش اور سرخرو دیکھا دریافت کیا آپکی مغفرت کا کیا باعث ہوا انہون نے جواب دیا کہ بروقت پرسش میرا کوئی عمل کارگر اور مفید ثابت نہوا مگر یہ کہ مین اپنی زندگی بھر اسی کا قائل رہا کہ لفظ اللہ اعرف المعارف اور اوس ذات کا علم ہے جو جمیع صفات کمالیہ کی جامع اور مستجمع ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صرف لفظ اللہ اسم اعظم ہے جو اسمائے حسنیٰ مین اصل ہے کیونکہ تمام قرآن مین ہر اسم کے پہلے اسی سے شروع کیا گیا ہے اور تمام اسماء کی اضافت اسی کی طرف ہوتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ جب اسم اعظم ہو تو چاہیئے کہ اسکے توسل کے بعد ہر وقت دعا قبول ہوا کرے سو اوسکے وجوہ دوسرے ہین اور یہ لفظ اللہ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا ذات واجب تعالیٰ کا علم ہے جو لفظاً مجرور اور موصوف ہے۔

اور اَلرَّحْمٰن صفت مشبہ کا صیغہ ہے جسمین الف نون زائدتان ہین اور یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ کل زیادۃ فی اللفظ تفید زیادۃ فی المعنی اس لحاظ سے اسکے معنے زیادہ رحم اور لطف کرنیوالے کے ہوئی۔

نحاۃ کا اسمین اختلاف ہے کہ آیا یہ غیر منصرف ہے یا منصرف جنہون نے شرط
تاثیر یہ مقرر کی ہے کہ جب الف نون زائدتان کسی صفت کے صیغہ مین پائے
جائین تو چاہیئے کہ اوسکا مونث فعلانۃ کے وزن پر نہ آئے اس لحاظ سے
یہ انکے پاس غیر منصرف ہوگا اور جنہون نے یہ شرط لگائی ہے کہ اوسکا مونث
فعلیٰ کے وزن پر ہونا چاہیئے تو اونکے پاس منصرف ہوجائیگا چنانچہ علاّمہ ابن حاجب
صاحب کافیہ لکھتے ہین ومن ثم اختلف فی رحمٰن یعنے انہی شروط کے
باعث رحمٰن کے منصرف وغیر منصرف ہونے مین اختلاف ہوا ہے مگر بلحاظ اس
قاعدے کے وبالاضافۃ واللام ینجر بالکسر الف لام داخل ہونے
کے بعد بالاتفاق منصرف ہے۔

یہ خداوند تعالی کی ایک مختصہ صفت ہے اسکا استعمال اکثر مواقع مین بلاموصوف
کے بھی کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے الرّحمن علی العرش استوی۔

سہیلی کا خیال ہے کہ یہ بھی اسم ہے صفت نہین ہے کیونکہ اعرف المعارف ہے جو
خاصہ علمیت کا ہے چنانچہ انھون نے کفار کے اس مقولہ (وما الرّحمن
یعنے رحمٰن کیا ہے) سے استدلال کیا ہے کہ اگر اعرف المعارف نہوتا تو یہ سوال ہی
درست نہ تھا کیونکہ صفت کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ ذات مبہمہ پر دلالت کرے۔

الرّحمن یہ صفت اول ہے اور رحیم بروزن فعیل صفت ثانی ہے جو اسم فاعل کا
صیغہ ہے یہ دونون رحمت سے مشتق ہین جنکے معنے محققین کے پاس بالکل ایک ہین

مگر رحمٰن خدائے تعالی کے ساتھ مختص ہے اسیوجہ سے وہ رحیم پر مقدم ہے کیونکہ
وہ مثل علم ہوگیا جس سے ذات الٰہ الحق کے سوا دوسرا متصف نہین ہو سکتا
لیکن مسیلمہ کذاب کی تعریف مین جو کسی شاعر نے رحمٰن الیمامہ کا استعمال
کیا ہے سو وہ یا بطور شذوذ کے ہے یا یہ کہ معرف باللام مختص باللہ ہے۔

الحاصل الرّحمن خاص ہے باعتبار لفظ کے کیونکہ اوسکا اطلاق غیر اللہ
پر حرام ہے اور بلحاظ معنے کے عام ہے کیونکہ یہ صفت خاصہ تمام موجودات
عالم کو شامل ہے اور الرّحیم اسکے برعکس ہے۔

ان تین اسماء (اللّٰہ الرّحمن الرّحیم) کو بسم اللہ مین ذکر کرنیکی وجہ یہ ہے
کہ قرآن مجید مین تین قسم کے لوگ مخاطب ہین کما قال تعالی فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ
لِنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ یعنے بعض لوگ تو
اپنے نفس کیلئے ظالم ہین۔ بعض میانہ رو۔ اور بعض سابق بالخیرات۔ اب اس
آیت مین خداوند تعالی اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے انا اللّٰہ للسّابقین
یعنے مین سابقین کا اللہ ہون الرّحمن للمقتصدین یعنے میانہ روؤن کا
رحمٰن ہون الرّحیم للظّالمین یعنے ظالمون کے لئے رحیم ہون۔

اور نیز اس بات کی طرف بھی ایما ہے کہ مین اللہ عطاؤن کا دینے والا۔ رحمٰن
لغزشون سے درگذر کرنے والا۔ اور رحیم جفاؤن سے تجاوز کرنے والا ہون گویا خداوند
تعالی اپنے کمال رحمت سے فرماتا ہے کہ مین تمہارے وہ راز واسرار جانتا ہون

کہ اگر اون سے تمہارے والدین واقف ہون تو تم سے جدائی کرلین تمہاری بیوی کو معلوم ہو تو جفا کیلئے تیار ہو جائے۔ تمہاری لونڈی یا باندی کو معلوم ہو تو تم سے فرار ہونے اور بھاگنے پر مستعد ہو اور اگر تمہاری جار اور پڑوسی کو معلوم ہو تو گھر دار کو تباہ و خراب کرکے خیر باد کہنے کے لئے آمادہ ہو جائے لطف یہ ہے کہ مین یہ سب کچھ جانتا ہون مگر اپنے کرم اور ستاری سے اون سب کو مستور رکھتا ہون اور فوراً انتقام نہین لیتا تاکہ تمہین معلوم ہو جائے کہ مین اللہ الرّحمٰن الرّحیم اور الٰہ حق کریم ہون و لنعم ما قیل فی ھذا المعنی ؎

اگر باپدر جنگ جوید کسے | پدر بیگمان خشم گیرد بسے
وگر خویش راضی نباشد ز خویش | چو بیگانگانش براند ز پیش
وگر بندہ چابک نیاید بکار | عزیزش ندارد خداوندگار
وگر بر رفیقان نباشد شفیق | بفرسنگ بگریزد از وے رفیق
وگر ترکِ خدمت کند لشکری | شود شاہ لشکر کش از وے بری
ولیکن خداوند بالا و پست | بعصیان درِ رزق بر کس نہ بست

شرح مواہب لدنیہ مین لکھا ہے کہ یہ تینون اسم یعنے اللہ الرحمٰن الرحیم اسم اعظم ہین۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضرت مریم علیہا السّلام نے حضرت

عیسی علیہ السّلام کو ایک اوستاد کے سپرد کین تاکہ اونکو تعلیم دین اوستاد نے
اون سے کہا بسم اللہ الرّحمن الرّحیم لکھو تو عیسی علیہ السّلام نے کہا کہ
بسم اللہ کیا ہے اوستاد نے کہا مجھے معلوم نہین آپ نے فرمایا بسم اللہ
کا ب خداوند تعالی کی رونق سین اوسکی ارتفاع میم اوسکی مملکت
پر دال ہے اللہ اس بات کو بتلاتا ہے کہ وہ معبود برحق ہے جسکی طرف
حاجتون کے درپیش اور سختیون کے نازل ہونے کیوقت تضرع اور زاری کیساتھ
توجہ کیجاتی ہے رحمن دنیا اور آخرت مین مہربان ہونے کو بتلاتا ہے اور
رحیم اس بات کی طرف اشارہ کررہا ہے کہ آخرت کی خاص مہربانی اوسی کے
قبضۂ قدرت مین ہے ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلّی اللہ علیہ
وسلم پر بسم اللہ الرّحمن الرّحیم نازل ہوا تو ابر مشرق کی جانب دوڑا ہوا اون
مین سکون پیدا ہوگیا سمندرون مین مدوجزر شروع ہوا تمام بہائم کان لگادئے
شیطانون پر آسمانون سے سنگساری کیگئی اور خداوند تعالی نے اپنے عزت و جلال کی
قسم کہاکر فرمایا کہ جو کوئی شخص کسی چیز پر بسم اللہ لکھے ضرور اوسمین برکت ہوگی ۔
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص دوزخ کے
اونیس ۱۹ زبانیہ فرشتون سے نجات پانا چاہے تو اوسکو لازم ہے کہ بسم اللہ
الرّحمن الرّحیم جسمین اونیس ۱۹ حرف ہین پڑھا کرے کیونکہ اللہ تعالی ہر حرف کے

عوض اوسکے لئے ایک ایک سے بھلائی مقرر کرا دیتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اوستاد جب کسی شاگرد کو بسم اللہ پڑھنے کیلئے کہتا ہے تو شاگرد۔ اوستاد اور اونکے والدین کیلئے دوزخ سے برأت لکھی جاتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب آدمی کسی مصیبت مین مبتلا ہو تو اوسکو بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ورد رکھنا چاہیئے کیونکہ اسکی برکت سے اللہ تعالی اوسکی جتنی بلاؤن کو چاہے پھیر دیتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ جو شاندار کام بغیر بسم اللہ کے شروع کیا جائے وہ دم بریدہ اور ناقص رہ جاتا ہے۔

عطاء رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رات مین جب گدہے پکارنے لگین تو چاہیئے کہ بسم اللہ اور اعوذ باللہ پڑہے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑہے تو اوسکے نامۂ اعمال مین ہر حرف کے عوض چار ہزار نیکیان لکھی جاتی ہین چار ہزار گناہ میٹ دئے جاتے ہین اور چار ہزار درجے بلند کئے جاتے ہین۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بسم اللہ ہر کتاب کی کنجی ہے۔

شعبی[1] رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے کہ کل صحابہ کا اجماع ہوگیا ہے کہ اشعار

[1] شعبی کا نام عامر بن شراحیل کنیت ابو عمرو فقیہ تابعی [illegible]

کے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا مکروہ ہے۔

مروی ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ سے فرمایا اے معاویہ۔ دوات کو نیچے رکھکر لکھا کرو قلم کو حرف یعنے ٹیڑھا خط دو۔ ب کو سیدھا لکھو س کے دندانے کھلے کھلے بناؤ لفظ اللہ کو خوبصورت لکھو میم کو غائر مت لکھو رحمن کی نون کو بڑی لکھو رحیم کو عمدگی سے لکھو اور قلم کو بائین کان پر رکھا کرو کیونکہ اس سے مضامین یاد پڑتے ہین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے زمین پر سے ایک ایسی کاغذ کو جسمین بسم اللہ لکھا ہو تعظیم کی غرض سے اٹھا لیا تو اللہ تعالی اوسکا نام صدیقون مین لکھتا ہے اور اوسکے مان باپ سے عذاب مین تخفیف کردی جاتی ہے اگرچہ کہ کافر ہون۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم جب بسم اللہ الرحیم پڑہتے تو مشرکین مکہ آپ سے تمسخر کے طور پر کہتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو یمامہ کے خدا کو یاد کرتا ہے کیونکہ مسیلمہ کذاب ہی اپنے کو رحمن کہلواتا تھا جب یہ آیت نازل ہوی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے جہر سے پڑہنے کو ممنوع فرمادیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بسم اللہ کو خفیۃً پڑھتے تھے۔

حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے باپنے مجھکو نماز مین بسم اللہ

زور سے پڑھتے ہوے سنا فرمایا اے بیٹے مین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑہی ہے مگر مین نے بسم اللہ کو جہر سے پڑھتے ہوے کسی کو نہین سنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا اعراب کی قرأت ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے مروی ہے کہ امام کا بسم اللہ جہر سے پڑھنا بدعت ہے۔

مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسی علیہ السلام بیمار ہوے اور درد شکم نہایت سخت ہوگیا انہون نے خداوند تعالی سے اسکی شکایت کی اللہ تعالی نے اونہین ایک بوٹی بتلائی جسکے استعمال کرنے سے اونکو شفا ہوگئی دوسرے دفعہ وہ مرض پھر عود کر آیا اس دفعہ حضرت نے خود سے جاکر اوس بوٹی کو استعمال فرمایا جس سے مرض اور بڑہ گیا اسوقت حضرت نے خداوند تعالی سے سوال کیا کہ اے بار خدایا مین پہلے اسی بوٹی کو استعمال کرکے صحت یاب ہوچکا ہون اب کے بار بھی اوسی کو استعمال کرتا ہون مگر مرض بڑھتا چلا جون جون دوا کی۔ ارشاد ہوا اے موسی۔ پہلی دفعہ تم ہمارے نام کو لیکر جھاڑ کے پاس گئے ہوئے تھے اسلئے کامیابی ہوی اور اس دفعہ خود سے گئے ہو اسلئے شفا مین تاخیر ہورہی ہے اے موسی۔ یاد رکھو میرا نام ہر مرض کی دوا اور ہر بیماری کا علاج ہے۔

فتوح الشام وغیرہ دیگر کتب تواریخ اور نیز تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ قیصر روم (ہرقل) نے حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو لکہا کہ مجہے ایک زمانہ سے درد سر کا عارضہ ہے جس سے دم بہر کے لئے ہی افاقہ نہین ہوتا آپ میرے لئے کوئی دوا روانہ فرمائے اوسوقت حضرت اوسکے پاس ایک ٹوپی روانہ فرمائے جسکو سر پر رکہنے سے فوراً تسکین ہوتی تہی جب سر سے علیحدہ کردی جاتی تو پہر درد سر عود کر آتا۔ اس سے ہرقل کو نہایت تعجب ہوا اور اس ٹوپی کی تلاش شروع کی اثنائے تفتیش مین ٹوپی کے اندر سے ایک کاغذ برآمد ہوا جسمین بسم اللہ الرحمن الرحیم لکہا ہوا تہا اوسوقت ہرقل نے کہا سبحان اللہ کیا بزرگ و برتر نام ہے جسکی برکت سے خدا نے مجہے شفا بخشی اور یہ ٹوپی اوسکے خاندان مین نسلاً بعد نسلٍ بطور تبرک ترکے مین چلی آتی تہی کہ صاحب عموریہ تک پہونچی پہر جب معتصم باللہ کا زمانہ آیا تو اتفاقاً وہ عموریہ مین پہونچا اور وہان اوسکو شدت سے درد سر کا عارضہ لاحق ہوا اوسوقت صاحب عموریہ نے وہ ٹوپی اوسکے پاس روانہ کی جب اوس نے اس تبرک کو اپنے سر پر رکہا تو فوراً اوسکے درد سر مین سکون ہوگیا اوسکو اس سے نہایت حیرت ہوئی اور اوس ٹوپی کے کہولنے کا حکم دیا جسکو پارہ پارہ کرنے کے بعد اوسمین ایک کاغذ کا پرچہ نکلا جسپر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکہا ہوا تہا۔ کتب تواریخ و سیر نیز تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ ایک مجوسی نے حضرت خالد بن ولید سے عرض کیا کہ تم جو دعوے اسلام

رکہتے ہو اور اپنے مذہب کے سچ ہونیکے مدعی ہو تو بتاؤ کہ تم نے اسکے سچ ہونے
کو کیونکر مان لیا اگر تم سچے ہو تو ہمکو بہی کوئی صداقت کی نشانی بتلاؤ اوسوقت
آپ نے زہر ہلاہل اور سم قاتل طلب کیا اوسوقت آپ کے پاس ایک زہر
کا ڈبہ لایا گیا جس کا ایک چھوٹا ٹکڑا بہی مہلک اور قاتل تھا آپ نے اوسمین
کے تمام زہر کو اپنے ہاتہ مین لیا اور بسم اللہ الرّحمن الرّحیم کہکر سب کہا گئے اور
خدا کے فضل وکرم سے آپکو کوئی ضرر نہ پہونچا اوسوقت اوس مجوسی نے کہا
کہ بیشک یہ دین بالکل سچا اور برحق ہے ۔

مروی ہے کہ فرعون دعوے نبوت کرنے کے پہلے ایک مکان بنایا تہا جسکے
دروازہ پر اللہ تعالی کا نام مبارک کندہ تہا جب دعوی نبوّت کیا اور موسی علیہ السّلام
اوسکی رہ نمائی کے لئے بہیجے گئے اور آپ جون جون ہدایت کرتے اثر بر خلاف
ظاہر ہوتا اوسوقت موسی علیہ السّلام نے خداوند تعالی سے درخواست کی کہ الہی ۔
مین اسکو راہ راست کی ہدایت کیا اور وعظ ونصیحت مین کوئی دقیقہ اٹہا نرکہا
مگر کوئی اثر ظاہر نہین ہوتا اور نہ اس سے کوئی خیر کی امید ہوسکتی ہے خداوند
تعالی نے فرمایا ۔ اے موسی ۔ شاید تمہارا مقصود اوسکے ہلاک کرنے کا ہے
مگر اے موسی ۔ تم اوسکے کفر کو دیکہتے ہو اور ہماری نظر اوس کلمہ پر ہے جو
اوسکے دروازہ پر کندہ ہے ۔

الحاصل بسم اللہ الرّحمن الرّحیم مین وہ وہ برکات مستودع ہین جن سے

مملکت دنیا و آخرت حاصل ہو سکتی ہے۔ دیکھئے سلیمان علیہ السّلام نے صرف وانہ
من سلیمان وانہ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم کی برکت سے جنّ وانس پر
حکومت کی اور اسی بسم اللہ کی تاثیر سے نوح علیہ السّلام کی کشتی غرق کی آفت سے
محفوظ رہی کیونکہ جبوقت انہوں نے کشتی کا لنگر اٹھایا ہے تو بسم اللہ
مجریھا و مرسٰھا کا ورد فرمایا تھا۔

الغرض بسم اللہ کے اتنے فضائل۔ برکات۔ اسرار اور نکات ہیں جو حد شمار سے
باہر ہیں اسوقت فقط اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ع کبھی فرصت سے سن لینا بہت ہے داستان میری۔

وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل وآخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین

اضعف عباد اللہ الوھاب

ابوتراب السید محمود الاداب الیافع اظلہ اللہ یوم لاظل الاظلہ تحت ظل نبیہ الشافع

اعلان

(ـــــ)

اہل اسلام کو بشارت دیجاتی ہے کہ حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ کی تصانیف جنکی بہ اقتضائے زمانہ نہایت سخت ضرورت ہے ہماری یہاں موجود ہیں شائقین کو طلب پر دستیاب ہو سکتی ہیں۔

انوار احمدی۔ اسمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درود شریف کے فوائد اور صحابہ کرام وغیرہم کے آداب اور چند ضروری مسائل کی تحقیقات ہیں جنکی عموماً اہل اسلام کو ضرورت ہے جو اپنے خوبی اور پسندیدگی کے باعث ہاتھوں ہاتھ تقسیم ہو چکی تھی اب پھر شائقین کے تقاضہ پر مکرر طبع ہوئی ہے قیمت ۱۲/

کتاب العقل۔ اسمیں عقل کی حقیقت کھول دیگئی ہے کہ دینی ابواب میں کہانتک چل سکتی ہے اور حکمت قدیمہ و فلسفہ جدیدہ کا اثر جن مسائل پر پڑتا تھا انکے جوابات عقل سے دیئے گئے ہیں قیمت چکنا کاغذ۔ کھرا کاغذ ۸/

افادۃ الافہام۔ ہر دو حصہ یہ کتاب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ازالۃ الاوہام کا جواب ہے نہایت ہی محققانہ اور مہذبانہ جواب دیئے گئے ہیں جنکے ضمن میں کئی ضروری دینی مسائل کی تحقیقات اور نیز بہت سے تاریخی حالات مندرج ہیں اس کتاب کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کے مفاسد سے بخوبی آگاہی ہو جاتی ہے قیمت ہر دو حصہ چکنا کاغذ عہ/ ۔ کھرا کاغذ عہ/۔

مقاصد الاسلام۔ ہر سہ حصہ جنمیں مباحث اخلاق تمدن فقہ کلام اور تصوف وغیرہ ہیں قیمت ۱۵/

حقیقۃ الفقہ۔ ہر دو حصہ جنمیں محدثین اور فقہا کے فرائض منصبی انکے کارنامہ اور حدیث و فقہ و اجتہاد کی ضرورت نہایت مدلل طور پر ثابت کیگئی ہے خصوصاً امام صاحب کی جانفشانیاں اور فضائل جو اکابر محدثین کے اقوال سے ثابت ہیں نہایت شرح و بسط سے لکھی گئی ہیں۔ قیمت عہ/

ضمیمہ رسالہ مقاصد الاسلام۔ مہتمم رسالہ مذکور کی وہ تقریر جو علوم عربیہ کی ضرورت پر جلسہ دستار بندی میں ہوئی تھی بعض حضرات کے اصرار پر چھاپ دیگئی ہے قیمت ۱/

المعلن

مہتمم مقاصد الاسلام

سلسلہ اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن نمبر (۱۳)

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

(ﭡ)

از تازہ افادات حضرت حقایق آگاہ معرفت دستگاہ عارف باللہ
مولانا مولوی حاجی حافظ شاہ محمد انوار اللہ صاحب قبلہ چشتی قادری
استاد اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ

مقاصِدُ الاِسلام

کا حصہ پنجم

باہتمام جناب مولوی ابو الوفا سید ندیم اللہ حسینی صاحب بختیاری
(مولوی فاضل) مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن

(ﭡ)

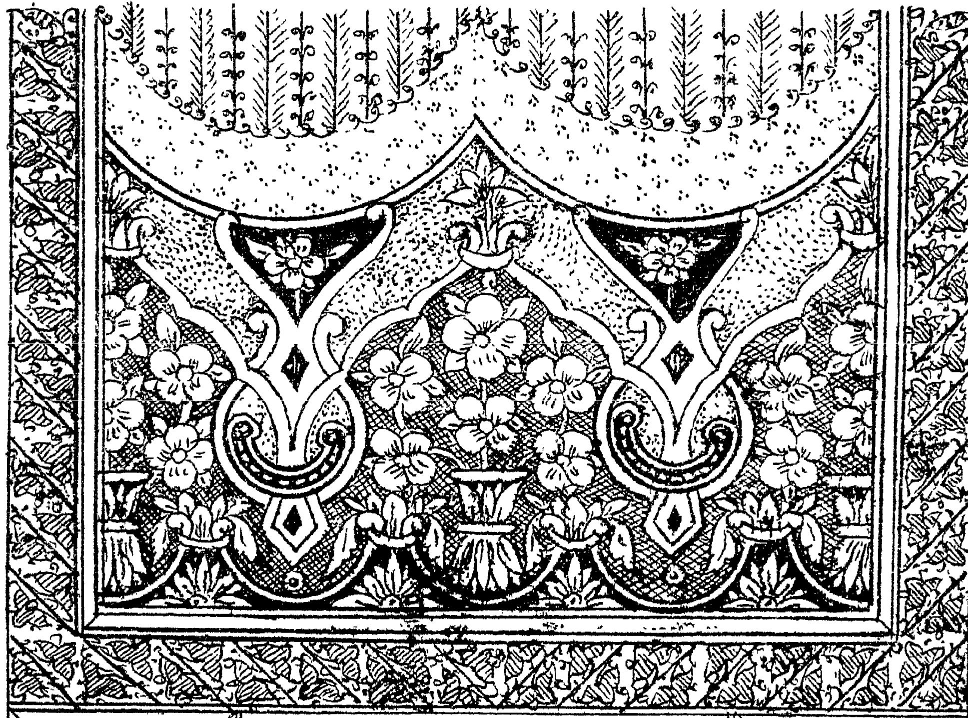
شمس الاسلام پریس میں زیور طبع سے مزین ہوا

قیمت (۶/) ۱۰ جمادی الاول [illegible] (۱۰۰۰) جلد

فہرست کتاب مقاصد الاسلام حصہ پنجم

تصحیح الاغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱	سَیِّدِنَا	سَیِّدِنَا	۹۹	۴	بلادوروم	بلادروم
۲	۵	خوارد ذلیل	خوار و ذلیل	۱۰۱	۱۸	مائل	قبائل
؍؍	۱۶	ود	وہ	۱۰۲	۶	لامام	لاامام
۵	۵	حاصل کرنا	حاصل کرتا	۱۰۵	۷	ہوگے	ہوگئے
۱۱	۱۹	فچروں	خچروں	۱۰۸	۱۹	نہوی	نبوی
۲۰	۱۷	رحس	جس	۱۱۲	۳	بجراما	مجراہا
۲۹	۱۸	گونہیں ملا	گوشت نہیں ملا	۱۱۳	۱۴	جنگ مدر	جنگ بدر
۴۱	۱	جاتے ہی کے	جانے ہی کی	۱۱۷	۱۰	خلوص	خلوص
۶۵	۹	حزم	جزم	۱۱۸	۱	غلیہ اسلام	علیہ السلام
۶۸	۶	مکروہ	مکروہ	۱۲۴	۱۹	تیہاں	یہاں
؍؍	۹	حلونی	حلقونی	۱۳۹	۵	حسین بن علی	حسنؑ بن علیؓ
۷۰	۱۹	رسول سے	رسول نے	۱۴۶	۵	شجاعت بر	شجاعت پر
۸۶	۶	کسی	کسی سے	۱۵۰	۱۲	سے نے کیا	سے نے کہا
۹۰	۳	بن	جن	۱۵۲	۳	ناچاتی	ناچاقی
۹۴	۵	ازلی	ازلی کا	۱۵۴	۲ف	باہمہ عزت	باہمہ عرب
۹۶	۱۶	کس	کسی	۱۶۸	۱۶	علی مسیّدنا	علیٰ سیّدنا
۹۸	۱۱	بہی	نہی				
؍؍	۱۴	ولید لنہم	ولیبد لنہم				



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ للہِ ربِّ العٰلمین ۝ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدنا محمدٍ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین ۝

(امّا بعدُ) مقاصدالاسلام کے حصۂ سیوم میں شمس العلماء مولوی شبلی صاحب کا خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ فلسفہ اور تصوف کے وانڈے ایک جگہ ملتے ہیں شاید بعض متصوفین کے لحاظ سے اُنھوں نے فرمایا ہوگا جن کے نزدیک عبادت الٰہی کی ضرورت نہیں ورنہ کجا فلسفہ اور کجا تصوف دونوں میں کسی قسم کا تعلق نہیں کیونکہ تصوف اوس علم کا نام ہے جسمیں صرف وہ امور مذکور ہوتے ہیں جو تقرب الی اللہ کے باعث ہوں اور لوازم تصوف ایسے سخت واقع ہوئے ہیں کہ اہل فلسفہ اونکو سن لیں تو گھبرا جائیں۔

اوائل میں جو اہل تصوف تھے وہ زینت اور زرق وبرق کو ترک کر کے صرف صوف یعنے کمبل پر قناعت کرتے تھے اس لئے اونکا نام ہی صوفی ہوگیا۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ آدمیوں کے طبائع مختلف ہوتے ہیں۔ بعض غیور طبع ایسے بھی ہیں کہ بھوکے رہیں گے مگر ذلت کی نوکری اور ذلیل پیشہ نہ کرینگے۔ ہمیشہ اونکی ہمت اسی میں مصروف رہتی ہے کہ سلاطین کا تقرب حاصل کریں اور انہی کی خدمت میں رہیں اسکی واسطے اونکو بڑی بڑی مشقتیں اُٹھانی پڑتی ہیں اور اون افعال سے محترز رہتے ہیں جو سلاطین کے نظروں میں اونکو خوار و ذلیل کریں آخر شدہ شدہ بحسب نیکنامی وسعی اور علو ہمت فائز المرام ہوکر دنیاوی وجاہت حاصل کرتے ہیں۔

اسی طرح اسلامی دنیا میں بھی بعض غیور طبع عالی ہمت اپنے ہم جنس مخلوق کی خدمت کو عار اور اپنے خالق کی عبادت کو باعث افتخار سمجھتے ہیں ہمیشہ وہ تقرب الٰہی کے ذرائع تلاش کرتے رہتے ہیں اور اون اخلاق و افعال اور اوصاف و عادات کو جو خالق عزوجل کے خلاف مرضی ہیں ترک کرکے اون فضائل کو حاصل کرنے میں ساعی رہتے ہیں جن میں خالق عزوجل کی رضامندی متصور ہے۔ غرضکہ ہر وقت اونکا دلی تعلق انہی امور کے طرف لگا رہتا ہے اس لئے وہ اپنی نفسانی خواہشوں کو پوری نہیں کرسکتے بلکہ فقط ضروریات پر اکتفا کرلیتے ہیں۔ مثلاً کھانا جس قسم کا اور جب ملگیا کھالیا اور کپڑا جس قسم کا مل گیا پہن لیا خصوصاً کمبل چونکہ ارزاں اور دیرپا ہوتا ہے اوسکو بہت شوق سے وہ پہنتے ہیں تاکہ بار بار دھونے اور بدلنے کی ضرورت نہو اور اگر وہ پھٹ جائے تو کپڑا یا چمڑا جو ملگیا اوسکا پیوند لگا لیتے ہیں جس سے سالہا سال ایک ہی کمبل میں اونکی گذر ہو جاتی ہے۔ اس قسم کے لوگ ابتداے زمانہ میں صوفی یعنے کمبل والے کہلاتے تھے یہ نام صرف شناخت کے لئے لوگوں نے ٹھیرالیا تھا جو شدہ شدہ اونکا لقب ہی ہوگیا اور اوسی سے لفظ تصوف ماخوذ ہے۔ مگر اصل تصوف وہ ہے جس نے اونکو اس حالت ظاہری پر مجبور

کیا تھا اور صوفی وہی ہوگا جس کو وہ حالت نصیب ہو۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں من عاش فی ظاہر الرسول فہو سنی و من عاش فی باطن الرسول
فہو صوفی رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ۔ یعنے جو ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو
وہ سنی ہے اور جو باطن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی بسر کرے وہ صوفی ہے انتہی۔
اہل بصیرت پر ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن حق تعالی کے صفات
کمالیہ کا آئینہ بنا ہوا تھا۔ کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا تھا جو یاد الہی سے خالی ہو حق تعالے
فرماتا ہے واذکر ربك اذا نسیت یعنے اپنے رب کو یاد کرو جب بھول جاؤ۔ آیت
کا اصلی مقتضی یہی ہے کہ ادھر نسیان آیا اودھر یاد الہی شروع ہوگئی جس کا مطلب یہ ہوا
کہ نسیان بالکل ممتد نہ ہونے پائے پھر کیونکر ہوسکتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
کوئی زمانہ ایسا گذرے جو یاد الہی سے آپ غافل ہوں۔ اب کہئے کہ جب ہر وقت یاد الہی
اور اوسکے صفات جمالیہ و جلالیہ کا تصور لگا رہے تو کیا ممکن ہے کہ آدمی سے کوئی دوسرا کام
ہوسکے اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو صاف معلوم
ہوگا کہ جو کام آپ کرتے تھے اوسمیں سوائے خدائے تعالی کی یاد اور مشاہدہ اور رضا جوئی
کے اور کچھ مقصود نہیں ہوا کرتا تھا کسی کام میں دنیا سے آپکو کوئی تعلق نہ تھا جسکی تصریح
خود نے بھی بارہا فرمادی ہے۔ جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ثابت
ہے کہ صوفی کا باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن کا تابع ہوتا ہے تو معلوم ہوا
کہ صوفیہ کے باطنی حالات علی قدر مراتب وہی ہونگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے
غرضکہ ہمیشہ یاد الہی میں رہنا صوفیہ کا فرض منصبی ہے اور اوس سے ادن پر یہ منکشف
ہوجاتا ہے کہ حق تعالی کو ایجاد عالم سے مقصود بالذات اپنی معرفت تھی اسی وجہ سے

کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتی ہو جیسا کہ اس آیۂ شریفہ سے ظاہر ہے وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ یعنے ہر چیز خدائے تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کرتی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز حق تعالیٰ کو تمام عیوب سے منزہ اور قابل حمد تسلیم کرکے تسبیح و تحمید کرتی ہے یہی معرفت ہے۔ مگر معرفت کے اقسام اور مدارج متفاوت ہیں ہر ایک چیز میں خاص خاص قسم کی معرفت کی صلاحیت رکھی گئی اور جن وانس میں اعلیٰ درجہ کی صلاحیت ہے کیونکہ اونہیں وہ صفات ودیعت رکھے گئے ہیں کہ دوسروں میں نہیں۔ اور قاعدہ کی بات ہے کہ جسمیں جو صفت کمال ہوگی اوسی صفت کو خدائے تعالیٰ کے لئے تسلیم کر سکتا ہے دیکھئے مادرزاد نابینا خدائے تعالیٰ کو بصیر کبھی نہیں سمجھ سکتا کیونکہ اوسکو خبر ہی نہیں کہ بصارت کیا چیز ہے۔

غرضکہ معرفت الٰہی ان صفات کی وجہ سے جو انسان کو حاصل ہوسکتی ہے دوسروں کو نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ اوسکی فضیلت کی ہے جس سے تمام اشیاء اوسکے لئے پیدا کئے گئے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ وخلق لکم ما فی الارض جمیعا اور تمام عالم اوسکے لئے مسخر کیا گیا کما قال اللہ تعالیٰ وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ چنانچہ اسکا حال مقاصد الاسلام کے حصۂ اول میں لکھا گیا ہے پھر اوسکو عقل ایک ایسی چیز دیگئی ہے کہ اپنا نفع وضرر جو سردست ہو یا آیندہ ہونے والا ہے اوسکے ذریعہ سے بخوبی معلوم کر سکتا ہے۔

یہاں سے جزا وسزا کی تمہید ہوئی۔ پھر اوسکو نفس دیا گیا جسمیں کئی قسم کی خواہشیں رکھی گئیں جنکے حاصل کرنے سے اوسے نہایت لذت ملتی ہے۔

یہاں سے ابتلا کی بنیاد پڑی کہ دیکھیں ان لذائذ میں عقل کو بیکار کر دیتا ہے یا کام میں لاتا ہے۔

عقل کا مقتضی یہ تھا کہ آدمی یہ سمجھتا کہ میں خود بخود نہیں پیدا ہوا ضرور ہے کہ کسی ایسے قادر نے مجھے پیدا کیا ہے جو جمیع صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے اور ان احسانات کے بدلے جو اوسکو علاوہ نعمت وجود کے بے انتہا نعمتیں حاصل ہوئیں اور ہوتی جاتی ہیں شکر الٰہی بجا لاتا مگر بجائے اسکے کہ عقل کی نازک خیالیوں سے بقدر طاقت بشری خدا تعالےٰ کی معرفت حاصل کرنا تلذذات نفسانیہ کے حاصل کرنے میں اوسکو مشغول کر دیا۔ اسلئے خدائے تعالی نے انبیا کو بھیجا تاکہ معرفت اور عبادت کی طرف اونکو مائل کریں۔ اونھوں نے خدا کا پیام پہنچا دیا کہ دیکھو تمھارے پیدا کرنے سے مقصود الٰہی یہ ہے کہ اوسکو پہچانکر اوسکی عبادت کیا کرو کما قال اللہ تعالی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور یہ لذائذ اور عمدہ عمدہ چیزیں جو اس عالم میں پیدا کئے ہیں جن سے تم لذتیں حاصل کرتے ہو اوس عالم کا نمونہ ہے جہاں تمھیں مرنیکے بعد جانا ہے اگر یہاں صرف ضروریات پر اکتفا کر کے عبادت الٰہی کروگے تو تمھیں وہاں جنت ملے گی ورنہ دوزخ۔

جنت کے حالات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں اونمیں سے تھوڑے مختصر طور پر کنز العمال اور ترغیب و ترہیب منذری اور مشکوٰۃ شریف سے لکھے جاتے ہیں۔ یہ حدیث کی کتابیں چونکہ چھپ چکی ہیں اس لئے ہر حدیث کی تخریج نہیں لکھی گئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کے سنو درجے ہیں ہر ایک درجہ اتنا وسیع ہے کہ اگر تمام عوالم اوسمیں جمع ہوں تو سب کی گنجایش اوسمیں ہو جائے جن چیزوں کی نفس کو خواہش ہو اور آنکھوں کو لذت وہ سب اوسمیں مہیا ہیں اور

علاوہ اونکے وہ اشیاء اوسمیں موجود ہیں جنکو نہ کسی کی کانون نے سنا نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کسی کے خیال میں اونکا گذر ہوا۔

اوسکا وقت ہمیشہ صبح کا سا نورانی اور ٹھنڈا رہیگا۔ وہاں کبھی رات نہ ہوگی۔ جنت میں چار سمندر رہیں ایک پانی کا دوسرا شراب کا تیسرا دودہ کا چوتھا شہد کا۔ ان سے نہریں نکل کر تمام مکانات میں تقسیم ہوتی ہیں۔ یہ نہریں کہدی ہوئی نہیں سطح زمین پر بہتی ہیں اونکا کیچڑ مشک خالص ہے اور بجائے سبزی زعفران اور کنکر کی جگہ موتی پڑے ہوے ہیں اونکے کناروں پر موتی کے خیمے لگے ہیں۔

وہاں کے جھاڑوں کا یہ حال ہے کہ بعضوں کے پیڑ سونے کے ہیں اور بعض کے موتی کے اور شاخیں زمرد اور موتی کے ہیں جب اون پر ہوا بہتی ہے تو اون سے وہ دلکش نغمات سنے جاتے ہیں جن کی نظیر نہیں۔

وہاں کے میوؤں کا کوئی موسم مقرر نہیں ہر قسم کے میوہ جات ہر وقت لگے رہتے ہیں جس پھل پر رغبت ہوئی وہ فوراً ٹوٹ کر پاس آگیا اور اوسکی جگہ دوسرا پیدا ہوگیا۔ اسی طرح جس پرندے پر نظر پڑگئی اور اوسکے شکار کی خواہش ہوئی اوسکا گوشت بھنا بھنایا پیش ہوگیا۔

ایک جھاڑ کو حکم ہوگا کہ جو بندے ہمارے ذکر میں مشغول تھے اور مزامیر و معازف کے سننے سے احتراز کرتے تھے اونکو اپنے خوش آوازی سے مسرور کر وہ اس خوش الحانی سے حق تعالی کی تسبیح و تقدیس کریگا کہ کسی کے کانوں نے نہیں سنا۔

اوسکے مکانات کا یہ حال ہے کہ ہر محل میں نہایت سرخ یاقوت کے ستر گھر ہیں اور ہر گھر میں ستر حجرے نہایت سبز زمرد کے اور ہر حجرے میں ستر تخت جن پر اقسام کے

فرش بچھے ہیں۔ سوائے اسکے ہر باغ میں ایک خیمہ موتی کا ہوگا جسکا طول ساٹھ میل کا ہے۔

جو لوگ جنت میں جائیں گے اون کی عمر تینتیس ۳۳ سال کی ہوگی یعنے عین شباب اور کمال قوت کا زمانہ اور یہی حالت اون کی ہمیشہ قایم رہیگی اور وہ امرد ہونگے۔

ہر ایک کو حسن یوسفی عطا ہوگا اور ہمیشہ حسن میں ترقی ہوتی رہے گی جنت میں ایک بازار ہے کہ ہر جمعہ کو یعنے ساتٹ دن کے مقدار میں ایک بار لوگ اوسمیں جائینگے اوس وقت ایک ہوا چلے گی جس کی تاثیر یہ ہے کہ حسن کو دوبالا کردیتی ہے۔ جب وہ گھر آئیں گے تو گھر والے تعجب سے کہیں گے کیا بات ہے کہ تمھارا حسن دوبالا ہوگیا وہ کہیں گے ہم بھی یہی دیکھتے ہیں کہ تمھارا حسن بھی دوبالا ہوگیا ہے۔ اور ایک بازار ہے جسمیں فقط تصویریں ہونگی جو صورت کسی کو پسند آجاوے اوسکی وہی صورت ہوجائیگی غرضکہ حسن میں روز افزوں ترقی رہے گی۔

اونکا لباس نہایت فاخرہ ہوگا چنانچہ تاج کا ادنی موتی ایسا روشن ہوگا کہ اگر وہ دنیا میں ظاہر ہوجاوے تو مشرق سے مغرب تک منور کردے۔

مثل سلاطین کے زیور سے بھی وہ نہایت آراستہ و پیراستہ ہونگے اونکا ایک دست بند اگر دنیا میں ظاہر ہوجاوے تو آفتاب کی روشنی اوسکے مقابلہ میں ایسی ماند ہوجاوے جیسے تاروںکی روشنی آفتاب کے مقابلہ میں۔

ہزارہا عورتیں ایک ایک جنتی کے نکاح میں ہونگی جنمیں علی حسب مراتب ستر تک حوریں ہونگی حوروں اور عورتوں کا حسن خداداد اور نزاکت اور صفائی رنگ اور اونکے لباس اور زیور کی عمدگی بیان سے خارج ہے ادنی صفت اونکی یہ ہے کہ ہمیشہ باکرہ رہیں گی اونمیں دو حوریں نہایت خوش آواز ہونگی جنکا سا حسن صورت اور

نغمہ سرائی نہ کسی آدمی نے سنا ہے نہ جن نے۔

ہر جنتی کو سو آدمیوں کی قوت اکل و شرب و جماع کی دیجائیگی کتنا ہی کھائے پیئے ایک ڈکار اور تھوڑا سا پسینہ آتے ہی پھر اشتہا کامل ہوجائیگی۔ اور وقت واحد میں سو باکرہ کا بکر زائل کرسکے گا ادنی جنتی کی نظر کا یہ حال ہوگا کہ اوسکے کل باغ اور بیویاں اور خدام وغیرہ پیش نظر رہیں گے اور اعلی درجے والے ہر صبح و شام وجہ الٰہی کا نظارہ کرتے رہیں گے۔

ادنی جنتی کے خدام ستر ہزار ہونگے جنمیں سے ہزار ایسے ہونگے کہ ہر ایک ایک ایک کام پر معین ہوگا اور دس ہزار خادم کھانے کے اہتمام پر مقرر ہونگے ہر ایک کے ہاتھ میں دو رکابیاں ہونگی اور ہر رکابی میں نئے نئے قسم کا کھانا جسمیں ہر ایک کا ذائقہ دوسرے ذائقہ سے جدا ہوگا یعنے ہر وقت بیس ہزار قسم کے مختلف کھانے مہیا ہونگے اور مزہ یہ کہ کھانے والے کے ذائقہ میں اول سے آخر تک فرق نہ آئیگا بخلاف دنیا کے کہ سیری ہوتے ہی کیسا ہی لذیذ کھانا پیش کیا جائے خوش ذائقہ نہیں معلوم ہوتا بلکہ ایک طرح کی نفرت ہوتی ہے وہاں ایسا نہ ہوگا۔

پھر تین سو قسم کے شربت پیش کئے جائینگے جن کے ذائقے مختلف ہونگے اور التذاذ میں پہلا پیالہ اور آخری پیالہ برابر ہوگا یعنے آخر تک بے رغبتی نہ ہوگی۔

اہل جنت جب جنت میں داخل ہوکر اپنے اپنے مکانات میں مقیم ہوجائیں گے تو تخمیناً آٹھ دن کے بعد بارگاہ الٰہی میں سب کی یاد ہوگی۔ دربار میں سونے چاندی موتی یاقوت زمرد اور نور وغیرہ کے منبر اور کرسیاں رکھی جائینگی اور بحسب مراتب لوگ اوس پر بیٹھیں گے اور حق تعالی کا دیدار اور ہمکلامی ہوگی۔ کسی شخص کا نام لیکر

حق تعالیٰ فرماویگا کہ کچھ یاد ہے دنیا میں تم نے فلاں وقت کیا کہا تھا؟ وہ عرض کریگا الٰہی کیا میری مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوگا کیوں نہیں مغفرت ہی کی وجہ سے تو یہاں تک رسائی ہوئی۔ اسی گفت وشنود میں ہونگے کہ ایک ابر نمودار ہوگا جس سے عطر اس خوشبو کا برسیگا کہ کسی نے کبھی نہ سونگھا ہو۔ اوسکے بعد ارشاد ہوگا کہ اب برخاست کرو اور جو کرامتیں اور نعمتیں ہم نے تمھارے لئے مہیا کی ہیں جتنے چاہو لو۔

وہاں سے نکل کر سب بازار کی طرف جائینگے جہاں فرشتوں کا ہجوم ہوگا اوسمیں اقسام کی نعمتیں ہونگی جن کا مثل نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل میں اوس کا خیال گذرا۔ وہاں بیع وشرا نہوگی بلکہ عام اجازت ہوگی کہ جس کا جو جی چاہے لیلے۔ اس مقام میں تمام جنتی ادنیٰ اعلیٰ ایک دوسرے سے ملاقات کرینگے اگر کسی کا لباس اچھا معلوم ہوا تو فوراً اپنا لباس بھی اوسی قسم کا ہوگیا تاکہ ملال نہ آنے پائے کیونکہ جنت میں غم وحزن کا نام نہیں۔ جب وہاں سے وہ اپنے گھر آئیں گے تو بیویاں پوچھیں گی کہ کیا وجہ ہے کہ تمھارا حسن بہ نسبت سابق کے بہت بڑھ گیا ہے وہ جواب دینگے کہ ہمیں آج حق تعالیٰ کی مجالست نصیب ہوئی ہے اوسکا اثر یہی ہونا چاہئے۔ پھر ہر جمعہ کے مقدار میں عموماً دیدار الٰہی ہوا کریگا۔

ایک بار حق تعالیٰ فرمائیگا کیا تم راضی ہوئے وہ عرض کرینگے الٰہی ایسی ایسی نعمتیں تو نے ہمیں عطا کیں جو کسی کو نصیب نہیں کیا اب بھی راضی نہ ہونگے ارشاد ہوگا کہ ان سب سے بہتر ایک اور نعمت ہم تمھیں دیتے ہیں عرض کرینگے الٰہی ان سے بہتر کونسی نعمت ہوگی ارشاد ہوگا کہ ہم تم سے راضی ہوئے اور کبھی تم پر غصہ نکرینگے اس سے بے انتہا اہل جنت کو خوشی ہوگی جنتی جب اپنے احباب کی ملاقات کے مشتاق ہونگے تو کبھی تخت اونکو لے اوڑینگے۔ اور اگر چاہیں تو گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہونگے جو اونکو فوراً وہاں پہونچا دینگے۔

پھر ملاقات میں دنیا کے واقعات اور اپنے اپنے سرگذشتیں بیان کرینگے۔

جنت میں آدمی ہر قسم کی خواہش پوری کرسکتا ہے اگر کسی کو اولاد کی خواہش ہو تو ایک ہی ساعت میں حمل اور زچگی ہو کر لڑکا سن رشد کو پہونچ جائیگا کسی کا خیال زراعت کا ہو تو۔ بیج بوتے ہی جھاڑ نکل آئینگے اور غلہ اونمیں پیدا ہو جائیگا اور خشک ہو کر قابل درو ہو جائیگا اور پہاڑوں کے برابر ڈھیر لگ جائیگا۔

غرضکہ جس چیز میں تلذذ اور نفس کی خواہش ہو وہ سب وہاں مہیا ہیں حق تعالی فرماتا ہے

وفیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین وانتم فیھا خالدون اور پاخانہ پیشاب اور نیند وغیرہ چیزیں جو عیش میں خلل انداز ہوتی ہیں۔ جنت میں نہونگی۔

یہ جنت کا حال تھا اب دوزخ کا بھی تھوڑا سا حال سن لیجئے۔ جو قرآن شریف اور احادیث میں وارد ہے یہ روایتیں بھی کتب مذکورہ ہی سے لکھی جاتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آتش دوزخ کی حرارت اس شدت کی ہے کہ دنیا کی آگ کی حرارت سے انہتر [69] حصہ زیادہ ہے یا یوں سمجھو کہ حرارت کے ستر حصے کئے گئے ایک حصہ دنیا کی آگ کو ملا اور باقی وہانکی آگ کو اگر سوئی کے ناکہ کے برابر دوزخ سے سوراخ ہو جائے جس سے وہانکی حرارت زمین پر آسکے تو اوتنی ہی حرارت سے تمام زمین کے رہنے والے ہلاک ہو جائیں۔ اوس کا رنگ نہایت سیاہ ہے جیسے شب دیجور۔

دوزخ اتنی گھری ہے کہ اگر اوسکے کنارے پر سے ایک پتھر اوسمیں ڈالا جائے تو ستر برس گذر جانے پر بھی تہ تک نہ پہونچے گا۔

اوسمیں ایک پہاڑ ہے جس کا نام صعود ہے اوس پر چڑہنے کیلئے دوزخی مجبور کئے جائینگے جب وہ اوس پر ہاتھ یا پاؤں ٹیکینگے تو وہ گل جائینگے اور جب اوٹھا لینگے تو پھر پیدا

دوزخ

ہوجائینگے ۔ اسمیں پیپ اور لہو کے بڑے بڑے تالاب ہیں۔ دوزخیوں کی بھوک اس بلا کی ہوگی
کہ کوئی ایک عذاب اوسکے برابر نہو گا۔ جب بھوک سے فریاد کرینگے تو ضریع کھلائی جائیگی جو زہریلی
کانٹے دار ایک بوٹی ہے پھر فریاد کرینگے تو ایسی چیز کھلائی جائیگی جو حلق میں پھنسے اوسوقت اونکو
خیال آئیگا کہ ایسی غذا دنیا میں پانی سے اوتاری جاتی تھی تو پانی طلب کرینگے تب گرم پانی
لوہے کی اکوڑیوں کے ذریعہ سے اونکو پلایا جائیگا اوسکی گرمی اس شدت کی ہوگی کہ منہ کے
قریب پہونچتے ہی سر اور منہ کا چمڑا گل کر گر پڑیگا اور جب وہ پیٹ میں پہونچیگا تو آنتیں
کٹ کٹ کر گرینگی اور کبھی زقوم پلایا جائیگا۔ جس کی یہ کیفیت ہے کہ اگر دنیا میں اوس کا
ایک قطرہ ٹپک جائے تو تمام روئے زمین کے لوگوں پر زندگی تلخ ہو جائے اور اگر سمندر
میں ڈالا جائے تو تمام پانی خراب ہو جائے اور کبھی ایسا پانی پلایا جائیگا کہ تیل کی تلچھٹ کی
طرح نہایت گاڑھا اور نہایت گرم ہوگا جس کی بھاپ سے منہ کا چمڑا نکل پڑیگا۔ کبھی
غساق یعنے پیپ پلائی جائیگی جس کا ایک ڈول دنیا میں ڈالا جائے تو تمام دنیا میں بدبو
پھیل جائے۔ دنیا میں جو سب سے بڑی نعمت والا مالدار مرفہ الحال شخص تھا لایا جائے گا
اور اوسکو دوزخ میں ایک غوطہ دیکر حق تعالی پوچھے گا کہ اے شخص کبھی خیر تونے دیکھی تھی
یا کسی نعمت کا تجھپر گذر ہوا تھا عرض کریگا کبھی نہیں یا رب۔ یعنے اوس مصیبت کی حالت میں
نعمت یاد تک نہ آئیگی۔ کافروں کی زبان اتنی لمبی ہو جائیگی کہ لوگ اوس پر چلیں گے۔
حمیم یعنے گرم پانی دوزخیوں کے سر پر ڈالا جائیگا تو وہ مسامات کے ذریعہ سے اندر نفوذ
کر کے پیٹ میں جو کچھ ہے اوسکو نکالا کر قدموں کے طرف سے نکالدیگا اور ساتھ ہی وہ چیزیں
پھر پیدا ہو جائینگے۔ کیونکہ مقصود صرف عذاب دینا ہے۔
وہاں کے سانپ بڑے بڑے اونٹوں کے برابر ہیں اور بچھو خچروں کے برابر۔

جب وہ کاٹیں گے تو چالیس چالیس سال کی مقدار تک اونکا زہرا ور درد باقی رہیگا۔
انکے سوا کوئی ایذا دینے والی چیز دنیا میں نہیں جو دوزخ میں نہو۔

جس زنجیر میں کفار جکڑے جائینگے اوس کا ایک ایک حلقہ ایسا ہے کہ اگر پہاڑ پر رکھا جائے تو اوسکو اور زمینوں کو گلاتا اور پھاڑتا ہوا نکل جائے۔

وہاں کے فرشتوں کی ایسی مہیب اور ڈراؤنی شکلیں ہیں کہ اگر ایک فرشتہ دنیا میں ظاہر ہو جائے تو لوگ اوسکو دیکھکر مر جائیں۔ غرضکہ جیسے جنت میں ہر قسم کی لذتیں اور نفس کی خواہش کی چیزیں ہیں اوسیطرح دوزخ میں ہر قسم کے عذاب و عقاب کی چیزیں مہیا ہیں۔

ہم نے جنت و دوزخ کے چند حالات جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں بلا کم و کاست لکھدیئے اور اسکا کچھ خیال نہ کیا کہ اس قسم کے مضامین پر استہزا اور تضحیک ہوا کرتی ہے اس لئے کہ اگر تضحیک مانع ہو تو ہم سے کوئی اسلامی کام نہ ہوسکے گا۔ یہانتک کہ نماز اور روزوں کا ادا کرنا بھی مشکل ہو جائیگا کیونکہ اوسپر بھی نئی روشنی کے حضرات مضحکے اوڑاتے ہیں اور خدا اور رسول کو یاد دلانیوالے اونکی مخلوقیں قُل اعوذیے اور ملاٹے وغیرہ القاب سے ملقب کئے جاتے ہیں۔ ہمیں قرآن شریف بتلا رہا ہے کہ استہزا کرنے والے اوس زمانہ میں بھی موجود تھے جب کہ قرآن نازل ہو رہا تھا مگر خود خدائے تعالی نے اوسکی مکافات کا ذمہ لیلیا ہے جیسا کہ ابتدائے قرآن ہی میں حق تعالی نے اوسکی خبر دی ہے قوله تعالی قَالُوٓا اِنَّا مَعَكُمۡ اِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَهۡزِءُوۡنَ اَللّٰهُ يَسۡتَهۡزِئُ بِهِمۡ وَيَمُدُّهُمۡ فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ اب ہمکو کسی کے استہزا کی کیا پروا۔

البتہ یہاں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ حق تعالی نے جنت و دوزخ کے حالات جو اس قسم کے بیان کئے اونکا وجود ممکن ہے یا نہیں اور جب اونکا امکان ثابت ہو جائے

توصرف یہ بحث باقی رہ جائیگی کہ خدائے تعالی اون ممکن چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے یا نہیں
پھر جب یہ دونوں امر طے ہو جائیں تو تضحیک کا منشا فقط یہ رہ جائیگا کہ اون چیزونکو دیکھا نہیں
جس سے استبعاد اور استعجاب پیدا ہوا۔

امر اول کے نسبت کوئی ذی علم یہ نہیں کہ سکتا کہ جتنے امور قرآن وحدیث میں بیان
کئے گئے ہیں اونمیں کوئی بات عقلاً محال ہے ۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ عادت کے لحاظ سے عقل
ان امور کو قبول نہیں کرتی سو یہ بات دوسری ہے ۔ ہمارا کلام اون امور کے بالذات محال ہونے
میں ہے اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ممکن نہیں کہ کوئی انکو محال ثابت کر دکھائے ۔ پھر جب وہ
سب ممکن ہیں تو خالق ممکنات کی قدرت کا اون سے متعلق ہونا کسی طرح محال نہیں ہو سکتا اگر
خالق عزوجل ممکن کو بھی پیدا نہ کر سکے تو وہ خالق ہی کیا ہوا۔ پھر جب خالق عالم نے اپنے کلام پاک
میں اوس عالم کے اشیاء اور حالات کی خبر دی ہے تو جو لوگ اوسکو خالق اور قرآن کو اوس کا
کلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اوس کے رسول تسلیم کرتے ہیں اونکو تولامحالہ ان سب امور کی تصدیق
کرنی پڑیگی ورنہ سمجھا جائیگا کہ وہ بھی اونہی لوگوں میں ہیں جو نہ خدا کو مانتے ہیں نہ رسول کو نہ قرآن
کو اور اونکا دعوئے اسلام کسی ایسی مصلحت پر مبنی ہے جسکو حقیقی اسلام اور ایمان سے کوئی تعلق نہیں
رہا یہ کہ ان امور کو نہ دیکھنے کی وجہ سے عقل قبول نہیں کرتی تو یہ عذر قابل قبول نہیں ہوسکتا
اسلئے کہ اگر ہماری ہی تخلیق کسی اور طور پر ہوتی اور اوسوقت ہمارے حالات موجودہ بیان کئے
جاتے مثلاً یہ کہا جاتا کہ عالم میں ایک خلقت ایسی بھی ہے کہ اونکا قد طویل ہے اور ایسے عضو کے
سہارے چلتے پھرتے ہیں جو اون کے قد کا ساتواں حصہ ہے ۔ اور اون پر اقلاً تین سو بیانوے
من کا وزن رہا کرتا ہے جیسا کہ حکمت جدیدہ میں مصرح ہے حالانکہ اونکی معمولی طاقت اتنی ہے
کہ تخمیناً ایک من بوجھ اوٹھا سکیں ۔ اونمیں ایک چمڑے کا تھیلا لگا ہوا ہے جسمیں تین سوراخ ہیں

ایک سوراخ سے غلہ وغیرہ اوسمیں بھر دیتے ہیں اور اوس پر پانی ڈالتے ہیں - اوس تھیلے کے اندر ہمیشہ آگ جلتی رہتی ہے جس کا کبھی کبھی دھواں بھی نکلتا ہے مگر اونکو اوسکی گرمی محسوس نہیں ہوتی وہاں غلہ وغیرہ پک کر اوسکا خلاصہ جدا اور فضلہ جدا ہوتا ہے اور فضلہ ایک سوراخ سے اور پانی دوسری سوراخ سے نکل جاتا ہے - پھر اوس خلاصہ سے چند گاڑھی چیزیں بنتی ہیں جنمیں کسیکا رنگ سرخ کسی کا سپید کسی کا سیاہ کسی کا زرد و سبز ہے - اون گاڑھی چیزوں سے صدہا چیزیں اونکے جسم میں بنتی ہیں کوئی نہایت سخت مثل پتھر کے کوئی نرم مثل روئی کے کوئی رقیق کوئی غلیظ کوئی سرد کوئی گرم کوئی چیز اونکو بیہوش کرکے زمین پر گرا دیتی ہے کوئی چیز حرکت کرکے دیوانہ بنا دیتی ہے کوئی ہنساتی ہے کوئی رُلاتی ہے - انھیں سے سامعہ باصرہ ذائقہ شامہ لامسہ جاذبہ ہاضمہ دافعہ ماسکہ غاذیہ مصورہ وغیرہ قوتیں پیدا ہوتی ہیں - اون گاڑھی چیزوں سے ایک چیز ہے کہ اوسکو پچکاری کے ذریعہ سے جو انھیں کے جسم میں لگی ہوئی ہے دوسرے شخص کے تھیلے میں پہونچاتے ہیں وہاں سے چند روز کے بعد وہی غلہ وغیرہ کا خلاصہ ہو بہو اونہی کی صورت و شکل میں بن کر باہر نکلتا ہے اور وہ لوگ اوسکو بہت پیار کرتے ہیں اور اپنی جان سے زیادہ اوس کو دوست رکھتے ہیں اور یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ یہ وہی غلہ وغیرہ ہے جو اس صورت میں ظاہر ہوا - اونکے اعضا میں ایک عضو ایسا ہے کہ اوس سے چار نہریں نکلتی ہیں ایک کا پانی نہایت شیریں ایک کا نہایت تلخ ایک کا پھیکا ایک کا کھارا - اونکے اعضا کی یہ کیفیت ہے کہ کوئی اونکے اختیار سے متحرک و ساکن ہوتا ہے اور کوئی خود بخود بلا اختیار متحرک و ساکن ہوتا ہے کسی کو مطلقاً حرکت نہیں ہوتی - اونمیں ایک چیز ایسی ہے جسمیں چار چیزیں جمع ہیں جو آپسمیں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور باوجود قوت کے ایک دوسرے کو فنا نہیں کرتیں اور سب بالاتفاق ایک مقام میں رہتی ہیں جنکے مجموعہ اضداد پر اونکی زندگی کا مدار ہے -

اس قسم کے عجائب جسم انسانی میں کثرت سے ہیں مگر چونکہ اونکے دیکھنے کی عادت ہوگئی ہے اسلئے وہ کوئی عجیب بات معلوم نہیں ہوتی - بخلاف اسکے نہیں دیکھی ہوئی چیز ادنی غرابت سے نادر اور قابل استعجاب معلوم ہوتی ہے ممکن ہے کہ جس طرح خواب میں عجائبات دیکھے جاتے ہیں اور معمولی سے معلوم ہوتے ہیں آخرت کے عجائبات بھی وہاں پہونچنے کے بعد معمولی معلوم ہونے لگیں بہرحال آخرت کے عجائب وغرائب بھی معمولی ہوجائینگے اور جو استعجاب یہاں رہتا ہے وہاں نہ رہیگا -

اگر آدمی آخرت کے عجائب اور لذائذ و مصائب پر ایمان لانا چاہے تو کوئی مشکل بات نہیں حق تعالی نے اوس عالم کا ایک نمونہ بھی یہاں قائم فرما دیا ہے چنانچہ ہر شخص جانتا ہے کہ خواب میں اس عالم کے کل اشیا برابر نظر آتے ہیں اور بعض امور ایسے بھی دیکھے جاتے ہیں کہ یہاں اونکا وجود نہیں مثلاً آدمی اپنے آپ کو اوڑتے دیکھتا ہے اور اوس وقت یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ہمارا جسم ثقیل ہے کیونکر اوڑا حالانکہ ہمارا وجدان بلکہ مشاہدہ گواہی دیتا ہے کہ ہم اوڑ رہے ہیں جدھر چاہتے ہیں اوڑ کر چلے جاتے ہیں اور اوسکی تصدیق بیداری میں بھی کرتے ہیں چنانچہ خواب بیان کیا جاتا ہے کہ ہم اوڑے اور فلاں مقام میں پہونچے - اور کبھی خواب میں ایسی مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے کہ آدمی چیخنے اور فریاد کرنے لگتا ہے جسکو لوگ سن کر یہ سمجھ جاتے ہیں کہ اوس عالم میں کسی سخت آفت میں وہ مبتلا ہوگیا ہے اس لئے رحم کرکے اوسکو جگادیتے ہیں اوسکی حالت بیدار ہونے کے بعد بھی یہ ہوتی ہے کہ چہرہ کا رنگ فق ہے دل اچھل رہا ہے زباں سے بات نہیں نکلتی پھر تھوڑی دیر کے بعد جب خوف وہراس کی حالت کم ہوتی ہے تو وہاں کی سرگذشت بیان کرتا ہے ہر چند لوگ تسکین دیتے ہیں کہ وہ خواب وخیال تھا مگر اوسکا وجدان گواہی دیتا ہے کہ اگر اور تھوڑی دیر وہی حالت رہتی تو

خاتمہ ہوگیا تھا اسی طرح جب وہ کسی مہ جبیں کے ساتھ کسی عمدہ مکان اور باغ میں عیش وعشرت کرتے ہوے اپنے کو دیکھتا ہے تو اوسکو یہ خیال نہیں آتا کہ میں اپنے جھونپڑے سے یہاں کیسے چلا آیا اور اس عیش وعشرت کے کیا اسباب ہوے اور آیا یہ مہ جبیں اور باغ وغیرہ واقعی ہیں یا یوں ہی ایک خیالی چیز ہے بلکہ اوس حالت میں وہ پوری جسمانی لذتیں حاصل کرتا ہے جسکے آثار اوس کے جسم پر نمودار ہوتے ہیں یہانتک کہ غسل کی ضرورت ہوتی ہے اور عمر بھر اوس عیش کا مزہ بھولا نہیں جاتا۔ اب کہئے کہ اوس عالم خواب کی راحتیں یا مصیبتیں جس طرح گھنٹہ دو گھنٹے رہتی ہیں اگر مستمر ہو جائیں تو جو شخص اون مصیبتوں میں مثلاً مبتلا رہتا ہے اوسکی نسبت وہ واقعی ہوں یا خیالی۔ لوگ تو یہی کہیں گے کہ وہ سب خیالی ہیں مگر اوسکے دل سے پوچھئے تو معلوم ہو کہ جس قدر اس عالم میں مصیبتوں کا وجدان اور صدمہ ہوتا ہے اوسی قدر وہاں اون مصیبتوں کا صدمہ اور وجدان ہوتا ہے پھر خیالی کہنے سے اوسکو کیا نفع۔

اب غور کیجئے کہ جب ہم نے ایک ایسے عالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جسمیں ہر قسم کی جسمانی لذتیں اور مصیبتیں اور ایسے عجائب وغرائب اشیا ہیں جن کا وجود اس عالم محسوسات میں نہیں اور من وجہ اس عالم محسوسات کے وہ مشابہ ہیں اور من وجہ مخالف تو ہم اگر عالم آخرت کو باور کرلیں کہ بعضے امور میں وہ اس عالم کے مشابہ ہے اور بعض میں مخالف اور وہاں ایسے عجائب وغرائب امور ہیں کہ نہ کبھی دیکھے گئے نہ سنے گئے تو عقل کو اوس کے باور کرنے میں کیا تامل ہے خصوصاً جب خالق عالم نے خبر دی ہے جس کے وجود اور قدرت اور صدق کو ہم نے مان لیا ہے۔ اگر باوجود اسکے ہم اوسمیں نعوذ باللہ شک کریں تو ہم ہرگز اسکے مستحق نہیں ہوسکتے کہ مسلمان کہلائیں۔

جزا و سزاے اعمال

ایک گروہ حکما جزا وسزاے اعمال کا قائل تو ہوگیا مگر اونھوں نے دیکھا کہ آدمی کے

مرتے ہی اوس کا جسم علیحدہ اور فنا ہوجاتا ہے اور روح باقی رہتی ہے اسلئے وہ صرف تلذذ اور
تألم روحانی کے قائل ہوئے کہ کمال حاصل کرنے سے روحانی لذت ہوتی رہے گی اور نہ حاصل
کرنے سے روح کو افسوس ہوتا رہیگا جو ایک قسم کا الم ہے اور جزا دینے والے کی قدرت اور
حکمت اور عدل کا کچھ خیال نہ کیا۔ دیکھئے ایک شخص ہے کہ امتثال امر الٰہی کی غرض سے
عمر بھر حرام کے مال سے احتراز کرتا رہا اور باوجود خواہش نفسانی کے کسی اجنبی عورت کے
طرف رُخ نہ کیا اگر اوسکی جزا اسی قدر ہو کہ ہمیشہ اسی خیال پر نازاں رہے کہ مینے مصیبتیں
اٹھا کر کمال حاصل کیا تو کیا یہ بھی کوئی جزا ہوئی بلکہ تعجب نہیں کہ یہی خیال اوسکا وبال جان
ہوجائے اس لئے کہ ان امور کے ارتکاب کی لذت اور ترک کا الم دونوں اوسکے وجدانی
امر ہیں ممکن ہے کہ اون لذتوں کے فوت ہونے پر اوسکو افسوس اور حسرت ہو کہ ایسی لذت کو
میں نے کیوں ترک کیا۔ بخلاف اسکے جس قسم کی جسمانی لذتوں کو اوس نے ترک کیا اوسی قسم
کی اعلیٰ درجہ کی لذتیں حق تعالیٰ اپنے قدرت بالغہ کے مناسب اوسکو عطا فرماوے تو کس قدر
مطابق عقل اور قرین انصاف ہوگا۔ مثلاً جس نے امتثال امر الٰہی کی غرض سے باوجود
خواہش نفسانی کے اجنبی عورتوں سے احتراز کیا تو مقتضائے قدرت الٰہی عقلاً یہ ہونا چاہئے
کہ اپنے کمال قدرت سے ایسی عورتیں اوسکے لئے پیدا کرے جو دنیا میں اوسنے کبھی کسی نے
نہ دیکھا ہو اور نیز مقتضائے حکمت و قدرت یہ ہوگا کہ ایسی قوت اور لذت اوسمیں
پیدا کرے کہ اوسکے حاشیۂ خیال میں نہو۔ اسی طرح جس نے خدا کے حکم کی کچھ پروا نکر کے
لوگوں کا مال مثلاً کھایا اوسکے لئے عقلاً یہی مناسب ہوگا کہ ایسی بُری چیزیں اوسے
کھلائی جائیں جس کے درد و الم کا کسی کو خیال تک نہ آیا ہو۔ الحاصل فرماں برداری
و نافرمانی جن اعضا سے کی گئی جزا و سزا میں تلذذ و تألم اونہیں اعضا کا ملحوظ رہنا

عقلاً قرین انصاف ہے۔ اسی کو حق تعالی جَزَاءً وِفَاقاً فرماتا ہے۔ غرضکہ حق تعالی قادر مطلق ہے۔ جنتیوں کے ایسے اجسام بنائیگا کہ تلذذ جسمانی اونکے ذریعہ سے اعلی درجہ کا حاصل ہو اسیطرح دوزخیوں کے اجسام بھی ایسے بنائیگا کہ اون سے الم جسمانی انتہائی درجہ کا ہو اور علاوہ اسکے روحانی اکتسابات کے معاوضہ میں روحانی تلذذ اور تالم جداگانہ مستقل طور پر حاصل ہونگے۔

یوں تو خدائے تعالی قادر تھا کہ نفس کی مرغوب چیزوں کے سوا ایسی چیزیں بھی جزائے اعمال کے لئے معین فرماتا جن سے کمال درجہ کا تلذذ روحانی آدمی کو حاصل ہو اسی طرح سزا کا یہی طریقہ اختیار فرماتا۔ مگر اون چیزوں کے بیان کرنے سے جو رغبت مقصود ہے حاصل نہ ہوتی دیکھئے اگر نامرد سے وعدہ کیا جائے کہ تم فلاں کام کروگے تو کسی باکرہ لڑکی کے ساتھ تمھارا نکاح کردیا جائیگا۔ تو کیا اس وعدہ سے اوسکو رغبت ہوگی ہرگز نہیں وہ یہی کہیگا کہ حضرت نہ مجھے اوس لڑکی کی ضرورت ہے نہ اس بیکار چیز کے واسطے اس کام میں میں تضیع اوقات کرسکتا ہوں اسی پر تخویف کا حال خیال کرلیجئے۔ اسلئے حق تعالی نے جزا و سزا اور ترغیب و ترہیب میں اونہی چیزوں کو بیان فرمایا کہ جن سے آدمی کو کمال درجہ کی لذت یا اذیت ہوتی ہے اب رہی یہ بات کہ لذات جسمیہ کے خیال سے عبادت کرنے کو بزرگان دین جایز نہیں رکھتے اور کہتے ہیں کہ خدائے تعالی خود مستحق عبادت ہے۔ اس لئے بلا لحاظ معاوضہ عبادت ہونی چاہئے اور اسی بنا پر کسی شاعر نے لکھا ہے۔ **شعر**

حور کے واسطے زاہد نے عبادت کی ہے	لطف تو جب ہے کہ جنت میں بجانے یادے

سو یہ مسئلہ دوسرا ہے۔ اسمیں حور اور تمام نعمتیں برابر ہیں یہانتک کہ اگر دیدار الٰہی کے خیال سے عبادت ہو تو وہ بھی معاوضہ ہوا پھر معاوضہ بھی کیسا کہ التذاد اور لطف میں سب معاوضوں سے بڑھا ہوا ہے اس مسلک پر چاہئے کہ عبادت سے دیدار الٰہی بھی مقصود نہو

چنانچہ کسی بزرگ کا قول ہے۔ **شعر**

از بہر وصال تو ز ہر چیز گذشتیم		خواہی نہ اگر وصل از ان نیز گذشتیم

اگر یہ مسلک عام طبیعتوں کے مناسب نہیں۔ دیکھئے اگر حق تعالیٰ اس مسلک کے لحاظ سے جنت و دوزخ کی خبر نہ دیکر فرماتا کہ بلا لحاظ جزا و سزا تم عمر بھر عبادت کئے جاؤ تو کیا عقلی طور پر یہ کلام نتیجہ بخش ہوتا؟ البتہ چند حضرات جن کو خداے تعالیٰ کے ساتھ خصوصیت ہے وہ تو عبادت کرتے۔ باقی لوگ یہی کہتے کہ جب کوئی جزا و سزا ہی نہیں تو پھر اس جان فشانی اور محنت شاقہ اٹھانے کی ضرورت ہی کیا۔ غرضکہ مقتضائے عقل یہی تھا کہ عبادت کرنے اور نہ کرنے پر جزا و سزا اور ترغیب و ترہیب ہو اور ترغیب بھی ایسی چیزوں کی ہو جو نفس کو اون سے کمال درجہ کی رغبت ہو اور ترہیب میں بھی وہ چیزیں بیان ہوں جن سے اعلیٰ درجہ کا خوف ہو۔

ترغیب و ترہیب سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جس کام پر کسی نعمت کا وعدہ دیا گیا اوس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کو وہ کام پسند ہے۔ اور اوس کا کرنا باعث رضا و خوشنودی الٰہی ہے۔ اسی طرح جن کاموں پر تخویف کی گئی اون سے ناراضی خدائے تعالیٰ کی ثابت ہوتی ہے اس لئے جن کاموں پر اجر عظیم اور بڑی بڑی نعمتوں کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اہل اخلاص اون کو حدیثوں میں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر عمل میں لاتے ہیں اور وعید سے متعلق کاموں کو ترک کرتے ہیں۔ مقصود اس سے یہ کہ اپنا خالق اور مالک راضی ہو اور رضی اللہ عنہم کے وعدہ کے مستحق ہو جائیں۔ ایک بزرگ صاحب بنسبت جنت کی دعا کر رہے تھے کسی نے کہا حضرت آپ اور یہ دعا فرمایا ہم جنت اسواسطے طلب کرتے ہیں کہ وہاں دیدار الٰہی ہوگا جیسے کوئی اپنے دوست کا مکان ڈھونڈتا ہے جس سے مقصود صاحب مکان ہوتا ہے۔ غرضکہ لوگ

جنت کے لذائذ کی رغبت اور آفات دوزخ کے خوف سے عمل کرتے ہیں وہ اور مخلصین نفس عمل میں برابر ہیں صرف مقاصد کا فرق ہے۔ چونکہ آدمی بالطبع اپنی آسایش چاہتا ہے اور مصیبتوں سے بھاگتا ہے اس لئے عام اہل ایمان اسی درجہ میں ہیں۔ اور ان کو عمل کرنے پر مجبور کرنیوالے خوف و رجا ہیں۔ جن کا منشا ایمان ہے یعنے جب انکو یقین ہوتا ہے کہ ہمیں مرنیکے بعد ہمیشہ اوس عالم میں رہنا ہے اور اچھے کام کریں تو جنت ملیگی ورنہ دوزخ۔ تو ناگزیر انکو عمل کرنا پڑتا ہے۔ اور جس کو ایمان یعنے یقین بھی نہ ہو تو وہ عمل کو فضول سمجھے گا۔ کہنے کو تو ہر شخص یہی کہتا ہے کہ مجھے یقین ہے۔ مگر یقین وہ ہے جس پر آثار مرتب ہوں۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اگر حکم شاہی کسی کے قتل کے لئے نافذ ہوا اور اوسکو معلوم بھی ہو جائے کہ میں دو تین روز میں قتل کیا جاتا ہوں تو اوس کے دل کی کیا حالت ہوگی اور اسکے افعال و حرکات کس قسم کے ہونگے ؟ اگرچہ اوس کے گھر میں ہر قسم کے عیش و عشرت کے سامان مہیا ہوں اور نفیس نفیس غذائیں اوسکے روبرو رکھی جائیں اور عمدہ عمدہ لباس پیش کئے جائیں مگر اوس کی توجہ کسی کی طرف نہ ہوگی۔ اسکی کیا وجہ ہے ؟ ادنی تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تمام عیش و عشرت راحت و مسرت کا مدار دل کی فرحت پر ہے اور جب دل ہی میں اوس قتل کے یقین نے گھر کرلیا تو اوسکے دل میں فرحت کو جگہ ہی کہاں جس سے عیش و عشرت کا لطف اوٹھا سکے۔ اسی وجہ سے حق تعالی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ؕ یعنے خدائے تعالی فرحت والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ کیونکہ فرحت کا بے خوفی لازمہ ہے جس سے ناشائستہ حرکات کا صادر ہونا ضروری ہے غرضکہ جب شخص مذکور باقتضائے حالت و طبیعت کھانے پینے اور عیش و عشرت کی طرف رغبت نہ کرے تو اوس پر یہ الزام لگانا بے موقع ہوگا کہ اوس نے رہبانیت اختیار کی ہے

جو شرع شریف میں مذموم ہے اگر اوسکو حدیث لَارُھبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ سنائی جائے تو وہ مرد روکر کہے گا کہ حضرت یہ صحیح ہے مگر دل جو قابو میں نہیں اوسکا کیا علاج ؟ اسی پر قیاس کرلیجئے کہ جس طرح حکم شاہی کا یقین اس حالت تک پہونچا دیتا ہے۔ اسی طرح جسکو خدا و رسول کے کلام کا یقین اوس درجہ کا ہو جو شخص مذکور کو ہے ضرور اوسکو عمل پر مجبور کریگا اور اگر یقین ہی نہ ہو تو ایمان صادق نہیں آسکتا۔ اسلئے کہ ایمان یقین ہی کا نام ہے جس پر آثار مرتب ہوتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے اَلْیَقِیْنُ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ کنز العمال کی کتاب الاخلاق میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی امت پر کسی بات کا خوف نہیں سوائے ضعف یقین کے یعنے ڈر ہے تو یہی ہے کہ کہیں اونکے یقین میں ضعف نہ آجائے۔

اور نیز اوسی میں یہ روایتیں ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا سے حسن یقین مانگا کرو۔ اور جس طرح قرآن سیکھتے ہو یقین بھی سیکھا کرو۔ یہ حدیثوں کا مضمون تھا اب قرآن شریف بھی دیکھ لیجئے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ترجمہ وہ لوگ یعنے متقین آخرت کا یقین کرتے ہیں وہی ہدایت پر ہیں اور وہی رستگاری پانے والے ہیں"۔ یہ آیۂ شریفہ قرآن شریف کی ابتدا میں پہلے ہی رکوع میں ہے تاکہ پہلے پہل ہر مسلمان کی نظر اوس پر پڑے اور سمجھ جائے کہ ہدایت اور رستگاری بغیر یقین کے ممکن نہیں اسلئے اوسکے درست کرنیکی فکر میں لگا رہے جس پر آثار مرتب ہوں۔

روض الریاحین میں امام یافعی رح نے لکھا ہے کہ بادشاہ وقت نے شاہ کرمانی رح کی لڑکی کا پیام کیا آپ نے تین روز کی مہلت چاہی اور مسجدوں میں صلحا کی تلاش کو نکلے کسی مسجد میں ایک نوجوان لڑکے کو دیکھا کہ نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہا ہے بعد نماز اوس سے

پوچھا کیا تم نے نکاح کیا ہے؟ کہا نہیں۔ فرمایا ایک لڑکی قرآن پڑھی ہوئی نمازی اور روزہ دار ہے اور باوجود ان صفات کے خوبصورت بھی ہے کیا اوسکو نکاح کروگے؟ کہا ایسی لڑکی کون دیگا فرمایا میں دیتا ہوں جاؤ اور ایک درہم کی روٹی اور ایک درہم کا سالن اور ایک درہم کی خوشبو خرید لاؤ اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں لڑکا وہ خرید لایا اور آپنے اپنی صاحبزادی کو نکاح کرکے اوس کے گھر روانہ کر دیا۔ دُلہن جب دُلھے کے گھر گئی تو دیکھا کہ سوکھی روٹی کا ٹکڑا کہیں رکھا ہے پوچھا یہ روٹی کیسی؟ کہا کل میں اوسمیں سے کچھ کھا کر آج کے افطار کے لئے یہ ٹکڑا اوٹھا رکھا تھا یہ سنتے ہی صاحبزادی نے اپنے گھر کی راہ لی۔ دُلھے نے کہا میں جانتا تھا کہ شاہ کرمان کی لڑکی قناعت کرکے مجھ فقیر کے گھر میں نہ رہیگی۔ صاحبزادی نے کہا شاہ کرمان کی لڑکی تمھارے فقر کی وجہ سے واپس نہیں جاتی بلکہ تمھارا ضعف یقین اوسکو گھر سے نکال رہا ہے۔ مجھے تم سے تعجب نہیں اپنے والد بزرگوار سے تعجب ہے جو انھوں نے کہا تھا کہ ایک جوان عفیف کے ساتھ میں نے تمھارا نکاح کر دیا ہے بھلا ایسا شخص عفیف ہو سکتا ہے جس کو بغیر روٹی کے خدا پر اعتماد نہو۔ دُلھے نے کہا میں اسکی معذرت چاہتا ہوں کہا عذر کا حال تم جانو میں تو اوس گھر میں نہیں رہ سکتی جہاں کھانے کی کوئی چیز رہے۔ یا روٹی رہے گی یا میں رہونگی۔ اونھوں نے روٹی فقیر کو دیدیا اور قصہ فیصل ہوگیا دیکھئے یوں لڑکیوں سے یقین کی تعلیم ہوا کرتی تھی۔

شیخ اکبر رح نے فتوحات مکیہ کے باب ۳۶ میں اپنا چشم دید واقعہ لکھا ہے کہ ابو العباس سبطی رح کے پاس ایک شخص نے اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ فرمایا نکاح کرو۔ اوس نے نکاح کیا۔ پھر کئی روز کے بعد آکر کہا حالت سابقہ میں کچھ فرق نہ آیا۔ آپنے فرمایا دوسرا نکاح کرو اوس نے دوسرا نکاح کیا جب بھی دیکھا کہ ہموں آتش ور کا سہ ہے۔ چند روز

کے بعد پھر شکایت کی فرمایا تیسرا نکاح کرو چونکہ مرید صادق تھا اس بار بھی امتثال امر کیا دیکھا کہ اور مصیبت بڑھ گئی یک نہ شد دو شد سہ شد کا مضمون صادق ہے پھر شکایت کی فرمایا چوتھا نکاح کرو اوس نے بغیر کسی عذر و حیلہ کے چوتھا نکاح بھی کر لیا شیخ نے فرمایا اب کمال ہوگیا۔ چنانچہ اوسکے بعد خدائے تعالیٰ نے اوسکو غنی کر دیا حالانکہ عورتیں سب فقیرنیاں تھیں انتہے آپنے مرید کے یقین کو دیکھ لیا کہ شکایت فقر کی ہو رہی ہے اور پیر صاحب فرماتے ہیں نکاح کرو یعنے اور محتاج ہو پھر ایک نہیں دو نہیں تین نہیں چار فقیرنیاں جب اس فقیر کے سر ہوگئی ہونگی تو اوس بیچارے کی کیا حالت ہوگی؟ ہر وقت گدا بر گدا لعنت خدا کا مضمون پیش نظر رہتا ہوگا۔ مگر واہ رے خوش اعتقادیہ بھی تو نہ کہا کہ حضرت آپ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں خود فقر سے مر رہا ہوں انکو کہاں سے کھلاؤں اب پیر صاحب کے یقین کا حال دیکھئے اونھوں نے دیکھا کہ قرآن شریف میں ہے وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقرآء یغنھم اللہ من فضلہ یعنے جو مرد اور عورتیں تم میں ایسے ہوں جنکے جوڑے نہوں اونکا اور نیکبخت غلام اور لونڈیوں کا نکاح کر دو اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ تعالیٰ اونکو اپنے فضل سے غنی کر دیگا انتہے۔

وہ جانتے تھے کہ حالت افلاس میں نکاح دُھری مصیبت اور سراسر خلاف عقل ہے مگر اونکو اس وعدہ کا ایسا یقین تھا کہ اوسمیں شک اور احتمالات عقلیہ کو ذری بھی گنجایش نہ ملی اور سمجھتے تھے کہ یہ تاخیر فقط اعتقاد کی آزمایش کی غرض سے ہے اس لئے آخری حد یعنے چار تک پہونچا دیا۔ جب پیر و مرید آزمایش میں پورے اُترے اوسوقت حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا۔

اسی قسم کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی پیش آیا تھا چنانچہ

بخاری اور مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میرے بھائی کا پیٹ جاری ہو گیا ہے۔ فرمایا شہد پلاؤ دوبارہ آکر عرض کیا کہ پلایا مگر کچھ نفع نہیں ہوا۔ فرمایا پھر پلاؤ۔ پھر پلایا مگر پھر بھی کچھ نفع نہ ہوا پھر وہی ارشاد ہوا آخر تیسرے یا چوتھے بار میں فرمایا اللہ تعالیٰ سچ کہتا ہے اور تمھارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ پھر شہد ہی پلاؤ اس بار کے پلانے میں صحت ہو گئی۔

ہر چند امام ذہبی اور ابن قیم وغیرہ نے اسکی توجیہ میں اصول طبیہ سے مدد لی ہے مگر اصل بات یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے شہد کے باب میں فیہ شفاء للناس فرمایا ہے اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار شہد ہی پلانے کو فرماتے تھے اور شفا میں تعویق ہونے کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ صحابی کے یقین کا امتحان مقصود تھا۔ غرضکہ ہمارے دین میں یقین ایک ضروری چیز ہے اسی وجہ سے صوفیائے کرام کو خاص قسم کی توجہ اوس کے حاصل کرنے کے طرف تھی اور اس باب میں وہ تمام فرق اسلامیہ میں ممتاز ہیں جیسا کہ کتب تصوف اور ان حضرات کے تذکروں سے واضح ہے۔

یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ یقین ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جسکی نوعیت وجدان سے معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی بوٹی کھانے سے آدمی مرجائے تو دیکھنے والے کو ابتدا میں احتمال ہوگا کہ شاید وہ بوٹی زہریلی ہو پھر جب دس بیس آدمی اوسکے روبرو کھائیں اور وہ سب مرجائیں تو وہ احتمالی کیفیت زائل ہو کر ایک ایسی کیفیت دل میں پیدا ہو گی کہ جسکی وجہ سے آدمی وہ بوٹی نہ خود کھائیگا اور نہ کسی کو کھانے دیگا۔ اور اگر کھانے دیگا تو اوسی کو جس کا مرنا منظور ہو۔ یہ اوس کیفیت کا اثر ہے جو اوسکے دل میں اوس بوٹی کی تاثیر کی نسبت پیدا ہوئی تھی اس قسم کی کیفیت محسوسات میں تو آدمی بذریعہ

تجربہ وغیرہ اپنے اختیار سے حاصل کر سکتا ہے مگر جو چیز محسوس نہوا وسکے نسبت یہ کیفیت پیدا کرنا
آدمی کے اختیار سے خارج ہے کیونکہ عقل ایسی باتیں تلاش کرتی ہے جنکی وجہ سے یقینی کیفیت
پیدا نہ ہونے پائے یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ خدائے تعالی کے وجود کے قائل ہی نہیں
اور عالم کا کام مادہ اور اجزائے دیمقراطیسی سے متعلق کردیا کہ جتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں مادہ
کے انقلابات کا اثر ہے۔ ہر چند اسکے رد میں بہت سارے دلائل بیان کئے جاتے ہیں مگر
اونکی عقلیں اون دلائل کے جوابات بھی تراش لیتی ہیں۔ غرضکہ غیر محسوس امور کا یقین حاصل
کرنے میں عقلیں قاصر ہیں۔ جبتک منجانب اللہ وہ کیفیت دل میں ڈالی نہ جائے یقین حاصل
نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے حق تعالی فرماتا ہے (افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام
فھو علی نور من ربہ جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالی کی طرف سے شرح صدر اور انکشاف
نورانی ہوتا ہے جس سے آدمی اسلام کو قبول کرتا ہے۔ اوسکے بعد عقل اوس پر دلائل بھی
قایم کرلیتی ہے پھر اس شرح صدر کے مدارج مختلف ہیں اسلئے کہ جو شرح صدر انبیا علیہم السلام
کو ہوا تھا ممکن نہیں کہ عوام الناس کو ہو اسی وجہ سے یقین کے مدارج مختلف ہیں دیکھئے
خدائیتعالی کی ذات وصفات وآیات کا یقین جو انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام کو ہوتا ہے
اوس پر وہ آثار مرتب ہوتے ہیں جو عوام الناس کے یقین پر نہیں ہوسکتے۔ ہر چند اس قسم کا
ضعیف الیقین شخص بھی مسلمان سمجھا جائیگا مگر ضعف یقین کی وجہ سے اکثر وہ امور اس سے
سرزد ہونگے جو خلاف مرضی الہی ہیں جسکے باعث آدمی مستحق عذاب ہوتا ہے بخلاف کامل الیقین
حضرات کے کہ اونکو ہر وقت حق تعالی اور اوسکی ذات وصفات اور جزا و سزا کا گویا
مشاہدہ رہتا ہے جس سے خلاف مرضی الہی امور کا ارتکاب محال یا دشوار ہو چونکہ اسلامی
دنیا میں یہ درجہ نہایت بلند اور مقصود بالذات ہے اوسکو حاصل کرنے کی یہ تدبیر بتائی گئی

کہ عبادت الہی جہانتک ہوسکے زیادہ کیجائے کیونکہ عبادت کے معنی خضوع و تذلل کے ہیں اور
تذلل کے معنی لغت میں فرماں بردار ہونیکے ہیں جب آدمی خدائے تعالی کے روبرو عاجزی کیے
اور اعمال و اعتقادات میں فرماں بردار رہے تو امید قوی ہے کہ حق تعالی اسکے صلہ میں اوسکو
وہ یقین عطا فرمایگا جسکی وجہ سے کوئی امر خلاف مرضی الہی صادر نہو چنانچہ ہر شخص کو ارشاد
ہو رہا ہے قولہ تعالی واعبد ربک حتی یاتیک الیقین یعنے عبادت کیا کرو تاکہ خدا کیطرف
سے وہ یقین تمھیں عطا ہو جسکی وجہ سے مرضی الہی کے مطابق تم سے اعمال و افعال صادر ہوں
اور عبادت یقین کے ساتھ ہونے لگے جیسا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث صحیح
میں فرمایا ہے واعبد ربک کانک تراہ یعنے عبادت اس یقین کے ساتھ کیا کرو گویا خدائے تعالی
کو تم دیکھ رہے ہو شریعت میں اسکو احسان کہتے ہیں جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہے
جو مشکوۃ شریف کی کتاب الایمان میں بخاری اور مسلم سے منقول ہے کہ عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک
روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر تھے ایک شخص نہایت سفید لباس
پہنا ہوا آکر حضرت کے روبرو زانو سے زانو ملاکر بیٹھ گیا اور پوچھا کہ اسلام کیا چیز ہے
حضرت نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینی اور نماز زکوۃ روزے
اور استطاعت ہو تو حج ادا کرنا۔ کہا آپنے سچ کہا پھر پوچھا ایمان کیا چیز ہے فرمایا یقین کرنا
اللہ کا اور اوس کے ملائکہ اور کتابوں اور رسولوں کا اور یقین کرنا اسکا کہ خیر و شر اللہ
ہی کے طرف سے ہے کہا آپنے سچ کہا۔ پھر پوچھا احسان کیا چیز ہے فرمایا ان تعبد اللہ
کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنے ایسی طور پر عبادت کرو کہ گویا تم
اسکو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اسکو نہیں دیکھتے تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے جب وہ شخص
چلا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ سوال کرنیوالے

کون تھے ہیں نے کہا اللہ و رسولہ اعلم فرمایا وہ جبرئیل تھے تم لوگوں کو دین کی تعلیم کرنیکی غرض سے آئے تھے انتہی ملخصاً

اس ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ اعلی درجہ کا یقین اور مشاہدہ حاصل ہونیکے بعد بھی عبادت کرنیکا حکم ہے بلکہ عبادت اسی قسم کے یقین کے ساتھ کرنیکی ضرورت ہے غرضکہ آیۂ شریفہ واعبد ربك حتی یاتیك الیقین سے درجۂ احسان کے طرف اشارہ ہے جو درجہ ایمان سے بالاتر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو یقین نہیں ہوسکتا باوجود اسکے حضرت سب سے زیادہ عبادت کرتے تھے جس کا حال تمام اکابر صوفیہ قدست اسرارہم اپنے کتابوں میں ذکر فرماتے ہیں۔

ادنیٰ تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ جب خدائے تعالی کی ذات اور صفات کے یقین سے عبادت یعنے خضوع اور تذلل کی ضرورت ہو تو یقین کے بعد تو بطریق اولی ضرورت ہوگی۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ جسکو خدائے تعالی کی ذات وصفات کا یقین اعلےٰ درجہ کا ہو اور وہ اپنے خالق اور مالک کے روبرو عاجزی اور تذلل نہ کرکے خودسری اختیار کرے اور یہ کہے کہ میں تو کبھی اُسکے روبرو سر نہ جھکاؤنگا۔ ہاں یہ بات دوسری ہے کہ بےخود ہوجائے اور اسکو نہ اپنا خیال رہے نہ کھانے پینے وغیرہ حوائج کا ایسے شخص کو مجذوب کہتے ہیں اور وہ مثل شیرخوار لڑکوں کے مرفوع القلم ہوجاتا ہے مگر اس حالت کو یقین سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یقین سمجھ سے متعلق ہے جیسے آفتاب کے روشن ہونے کا آدمی کو یقین ہوتا ہے اور باوجود اسکے یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ازخود رفتہ اور مرفوع القلم ہوگیا اسلئے کہ اسکی سمجھ بوجھ باقی ہے۔ غرضکہ جبتک آدمی

ئیں سمجھ اور عقل باقی ہے کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا یقین ہو مرفوع القلم نہیں ہو سکتا بلکہ اس یقین کی بدولت وہ سب سے زیادہ عبادت کرتا ہے اسیوجہ سے جتنے اکابر صوفیہ گذرے ہیں سب نے عبادت میں اعلیٰ درجہ کی جانفشانیاں کیں۔

الحاصل ان حضرات کے اصول وہی ہیں جو شریعت میں مصرح ہیں مگر امنکے یہاں اصل اصول عمل ہے۔ جس طرح علما کو ذخیرہ علمی بڑھانیکی طرف توجہ ہے ان حضرات کو اعمال کا ذخیرہ بڑھانیکی فکر رہتی ہے کیونکہ قرآن شریف میں ہر جگہ ایمان کے ساتھ عمل کا ذکر ہے اور جنت بھی بظاہر جزائے اعمال ہی معلوم ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے قولہ تعالیٰ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور سب سے بڑی بات یہ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ یعنے کہو اون سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو جس سے خداے تعالیٰ تمھیں دوست رکھیگا اور تمھارے گناہ بخشدیگا انتہے۔

کسی مذہب و ملت والا خواہ ہندو ہو یا یہودی وغیرہ ایسا نہو گا جسکو خداے تعالیٰ کی دوستی کا دعویٰ نہو اس لئے کہ کوئی تھوڑا بھی احسان کرتا ہے تو آدمی اوسکو دوست رکھتا ہے چہ جائیکہ خداے تعالیٰ کے احسان جس نے عدم سے وجود میں لایا اور تمام حواس و قویٰ دئیے جنمیں سے ایک ایک لاقیمت چیز ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی معمولی عقل والا بھی خدا کو دوست نہ رکھے گو محبت میں مدارج ہوں مگر بلحاظ دعوی اس باب میں سب برابر ہیں مگر اصل فضیلت یہ ہے کہ آدمی خداے تعالیٰ کا محبوب بنے اوسکی تدبیر خداے تعالیٰ نے یہ بتائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو تو تم ہمارے محبوب ہو جاؤگے اب جو اہل اسلام میں عقلمند لوگ تھے انھوں نے ہمت کرلی کہ ہر چہ بادا باد ہم حضرت کی اتباع اور پیروی اس طرح کرینگے

کہ جو کچھ حضرت نے کیا اور فرمایا اوسمیں سرمو فرق نہ آئے خواہ دنیا میں تکلیف ہو یا ذلت پہلے اونھوں نے حضرت کی طرز معیشت پر نظر ڈالی دیکھا کہ باوجودیکہ حبیب رب العالمین اور مقصود کائنات ہیں مگر فقر فاقہ کے اعلی درجہ میں آپکا مقام ہے۔

مواہب لدنیہ میں بخاری اور مسلم سے نقل کیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا قسم کھا کر کہتی ہیں کہ متصل تین تین مہینے اس حالت میں گذرجاتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بیوی کے گھر میں آگ سلگنے کی نوبت نہیں آتی تھی عروہ رح نے پوچھا پھر کھاتے کیا تھے فرمایا کھجور اور پانی پر گذران تھی۔ اور مسلم میں روایت ہے سارا سارا دن گذرجاتا تھا اور مارے بھوک کے حضرت پیچ وتاب کھاتے تھے مگر ادنی درجہ کے چھوہارے بھی اتنے نہیں کہ اُنسے سیری ہوسکے۔ ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ پے درپے کئی راتیں ایسی گذرجاتی تھیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت کے سب گھر والے بھوکے سوتے تھے مسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت برآمد ہوئے کہ اوسوقت برآمد ہونیکی عادت نہ تھی اتفاقاً ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما بھی اوسوقت آگئے حضرت نے اون سے خلاف عادت آنیکا سبب دریافت فرمایا عرض کیا الجوع یا رسول اللہ یعنے بھوک شدت سے لگی ہے آپنے فرمایا میری بھی یہی حالت ہے پھر اونکو لیکر حضرت ایک انصاری کے مکان پر تشریف لیگئے انھوں نے ان حضرات کو دیکھتے ہی خدا کا شکر بجا لاکر کہا کہ آج مجھ جیسا خوش قسمت دنیا میں کوئی نہیں جس کے گھر ایسے مہمان ہوں اور ایک بکری ذبح کی اور روٹی اور گوشت پیش کیا آپنے ایک روٹی پر تھوڑا سا گوشت رکھکر فرمایا یہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے یہاں لیجاؤ کئی روز سے اونھیں کو نہیں ملا بعد فراغت حضرت نے فرمایا کہ اس نعمت سے بھی قیامت کے روز سوال ہوگا۔ ترمذی میں روایت ہے کہ ابوطلحہ

رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم کئی شخصوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں اسوقت اسقدر بھوک لگی ہے کہ پیٹ پر پتھر باندھنے کی ضرورت ہوئی چنانچہ ہر ایک نے ایک ایک پتھر دکھلایا حضرت نے اپنا قمیص مبارک اٹھایا تو دو پتھر شکم مبارک پر بندھے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ خلاف عادت بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں میں نے استفسار حال کیا فرمایا بھوک کی وجہ سے میں کھڑے نہیں رہ سکتا ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں بے اختیار رو دیا۔ بخاری اور مسلم وغیرہ میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ انتقال کے قریب حضرت نے اپنے گھر والوں کے لئے ایک دینار کے جو خرید فرمائے تھے جسکے عوض میں زرہ کو گرو رکھنے کی ضرورت ہوئی اسوجہ سے کہ ادائی قیمت کی کوئی تدبیر نہ ہو سکی۔ شفا میں قاضی عیاض رح نے یہ روایت بخاری و مسلم سے نقل کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک چمڑے کا تھا جسمیں بجائے روئی کے لیف (پوست خرما) بھرا ہوا تھا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں حضرت کا بستر مبارک وہی ٹاٹ تھا جو ہمیشہ بچھا رہتا تھا آرام کے وقت صرف دوہرا کر لیا جاتا تھا۔ ایک روز صرف چار تہ کرکے بچھایا گیا اوس پر حضرت خفا ہو گئے کیونکہ اوس کی نرمی نے کسی قدر زیادہ استراحت فرمائی اور فرمایا کہ آئندہ عادت کے مطابق دوہرا کر دیا کرو اسی قسم کی اور بہت سی روایتیں ہیں جنکا ماحصل یہ ہے کہ حضرت کی گذران بالکل فقیرانہ تھی۔

یہاں یہ خیال نکیا جاے کہ حضرت کا فقر اضطراری تھا اس لئے کہ یہ واقعات اوائل اسلام کے نہیں ہیں جو مکہ معظمہ میں سختیوں کا زمانہ تھا بلکہ مدینہ منورہ کے ہیں جہاں انصار نے مہاجرین کو اپنے املاک میں شریک کر لیا تھا جب اونھوں نے مہاجرین سے مال کو دریغ نکیا تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونکا کیا حال ہوگا۔ اس زمانہ میں مریدوں کا اعتقاد جیسا ہوتاہے معلوم ہے باوجود اسکے اون کے پیر نذرانوں سے امیر بنے رہتے ہیں پھر جب مہاجرین وانصار جیسے ہزاروں جان نثار حضرت کی خدمت میں ہوں اور وہ سب مفلس بھی نہیں بلکہ علاوہ ذاتی املاک کے مال غنیمت بھی وقتاً فوقتاً اونمیں تقسیم ہوتا تھا اور اونکا اعتقاد کی یہ کیفیت کہ ہروقت اپنے جان ومال حضرت پر نثار کرنے کو مستعد صرف اشارہ پہ مال تو کیا جان دینے کو بھی باعث نجات سمجھتے تھے تو ایسی قوم میں حضرت کی دنیوی حالت کیسی رہنی چاہئے تھی۔ پھر خود حضرت کی ذاتی حالت بھی کچھ ایسی نہ تھی کہ فقر وفاقہ کی نوبت پہونچتی بلکہ بفضلہ تعالی علاوہ سلطنت معنوی کے سلطنت ظاہری بھی حاصل تھی جس کا اثر یہ تھا کہ بے دریغ مال خرچ فرماتے تھے چنانچہ شفا میں صحاح سے یہ روایت منقول ہے کہ حضرت عائشہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ حضرت سے کسی نے کچھ مانگا اور آپنے اوسکو نہیں فرمایا ہو چنانچہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

ما قال لا قط الا فی تشہدہ	لولا التشہد لم تسمع لہ لاء

یعنے تشہد میں تو آپنے لا کہا (یعنے لا الہ الا اللہ) اسکے سوا پھر کبھی آپ سے لفظ لا نہیں سنا گیا جو کسی سائل کے جواب میں فرمایا ہو۔ کیا کوئی ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی ایسا ہواہے جو کسی سائل کو محروم نہیں کیا۔ یہانتک تو نوبت پہونچ گئی تھی کہ اگر کوئی شخص کچھ مانگتا اور حضرت کے پاس کچھ نہ ہوتا تو فرماتے کہ قرض لیلو ہم ادا کر دینگے۔ چنانچہ شفا میں ترمذی وغیرہ سے نقل کیاہے کہ کسی شخص نے حضرت سے کسی چیز کی درخواست کی آپنے فرمایا اسوقت میرے پاس کچھ نہیں ہے مگر تم وہ چیز خرید کر لو ہم اوسکی قیمت ادا کر دینگے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ خدا ے تعالی نے یہ تکلیف آپکو نہیں دی کہ جو آپکے پاس نہو اوسکے بھی ذمہ دار

ہوا کریں۔ اسکے سننے سے حضرت کے چہرۂ مبارک پر ناخوشی کے آثار نمایاں ہوئے کسی مزاج دان انصاری نے عرض کی یا رسول اللہ آپ خرچ کئے جائیے اور کبھی خوف نہ کیجئے کہ خدا تعالیٰ آپکو محتاج کریگا۔ اس کلام سے حضرت کے چہرۂ مبارک پر آثار بشاشت پیدا ہوئے اور تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں مجھے بھی ایسا ہی حکم ہے۔ انتہیٰ۔

اس سے ظاہر ہے کہ آیۂ شریفہ ولا تبسطھا کل البسط یعنے ہاتھ بالکل کشادہ مت کرو اس کے مخاطب کوئی دوسرے لوگ ہیں جن کا قدم توکل میں راسخ نہیں۔ اگر ایسے لوگ سب مال خرچ کر ڈالیں تو ضرورت کے وقت اونکو پچتانے کی نوبت آتی ہے اسلئے اونکو پہلے ہی سے منع فرمادیا۔

عرب کی عادت تھی کہ کبھی خطاب مخاطب سے کرتے اور مقصود دوسرا ہوتا۔ چنانچہ اسی قسم کا خطاب یہ ہے جو قرآن شریف میں ارشاد ہے فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۝ یعنے اپنے ماں باپ کو تو اف نہ کہہ اور نہ جھڑک اور کہہ اون سے بات ادب کی انتہیٰ۔ ظاہراً خطاب حضرت کی طرف ہے مگر دراصل مقصود دوسرے لوگ ہیں کیونکہ حضرت کے والدین اس خطاب کے وقت زندہ نہ تھے۔

ایک شخص نے حضرت سے سوال کیا اور آپکے پاس کچھ نہ تھا نصف وسق خرما (یعنے ۳۰ صاع) جو تخمیناً تین من پختہ ہوتے ہیں کسی سے قرض لیکر اوسکو عنایت فرمایا جب قرضدار تقاضے کو آیا تو آپنے بجائے آدھے کے ایک وسق دیکر فرمایا کہ نصف وسق ادائی میں لو اور نصف وسق عطیہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کو فقط دینا ہی دینا مقصود تھا۔

معوذ بن عفراء کہتے ہیں کہ میں نے ایک طبق میں کچھ خرمائے تر اور کچھ چھوٹی چھوٹی ککڑیاں رکھکر حضرت کی خدمت میں پیش کیا آپنے اوسکے عوض میں ایک کف بھر سونا عنایت فرمایا

رطب اور لکڑیوں کی مالیت چار چھ آنے سے زیادہ نہوگی مگر اوسکے عوض میں حساب نا دنیا کسیکا کام نہیں۔

ایک روز نو دہزار درہم حضرت کے پاس کہیں سے آئے آپ اونکو ایک بورئے پر ڈلوا کر تقسیم کرنے کو کھڑے ہو گئے جس نے جو مانگا دیا۔ یہانتک کہ سب اوسی وقت تقسیم ہو گئے۔

ایک شخص نے حضرت سے بکریاں مانگیں اتنا بڑا ریوڑ بکریوں کا اوسکو دیا کہ دو پہاڑوں کے بیچ کا میدان اوس سے بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ ایک شاعر نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے۔

واتاہ اعرابیا التمس الندی	اعطاہ شاء ضمها جبلان

وہ شخص اپنی قوم میں جا کر کہا کہ محمدؐ ایسی بخشش کرتے ہیں کہ فاقہ کا اونھیں کچھ خوف ہی نہیں۔

ایک ایک شخص کو سو سو اونٹ تو آپنے بارہا دئیے ہیں۔ قبیلۂ ہوازن کو آپ نے غلام لونڈیاں۔ بکریاں وغیرہ جو بخشش کئے اوسکی قیمت کا اندازہ پچاس کروڑ درہم کا کیا گیا ہے یہ سب روایتیں شفاء میں مذکور ہیں جنکو قاضی عیاض رح نے کتب معتبرہ سے نقل کیا ہے۔

اب دیکھئے کیا کوئی فقیر اتنی بخشش کر سکتا ہے؟ فقیر کو جانے دیجئے کیا کوئی تاریخ داں کسی بادشاہ کو نظیر میں پیش کر سکتا ہے جسکی سخاوت اس حد تک پہونچ گئی ہو ممکن نہیں۔ اسلئے کہ سلاطین تو فقر وفاقہ کو شقاوت سمجھتے ہیں اور کثرت خزائن کو سعادت پھر ایسا کونسا بادشاہ ہوگا جو سعادت کو چھوڑ کر شقاوت حاصل کرے۔ یہ حضرت ہی کا کام تھا کہ جتنا مال آگیا جلدی سے اوسے خرچ کر دیا تاکہ فقر کی دولت بے زوال ہاتھ سے جاتی نہ رہے۔

شفاء میں قاضی عیاض رح نے لکھا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کر کوئی چیز نہیں کھائی اور نہ کبھی اسکی شکایت کی حضرت کو غنا سے زیادہ فقر وفاقہ مرغوب تھا۔ بارہا یہ ہوا ہے کہ بھوک کی وجہ سے رات بھر پیچ وتاب کھاتے اور پھر دن کو بھی روزہ رکھتے۔ اگر آپ چاہتے اور دعا کرتے تو روئے زمین کے خزانے

حاصل ہوتے جنسے فراخی عیش بخوبی ہوتی۔ حضرت کے بھوک کی حالت دیکھ کر مجھے رونا آتا تھا۔
ایک بار شکم مبارک پر ہاتھ پھیر کر میں نے کہا کہ میری جان آپ پر فدا ہو دنیا سے اتنا تو آپ لیتے
جو بقدر کفاف ہو۔ فرمایا مجھے دنیا سے کیا تعلق۔ میرے بھائی اولوا العزم پیغمبر اس سے زیادہ
مصیبتوں پر عمر بھر صبر کرتے رہے۔ جب وہ اپنے رب کے پاس گئے تو انکا اکرام ہوا اور انکے
عوض میں بڑی بڑی عطایئں اور نعمتیں پایئں مجھے شرم آتی ہے کہ میں مرفہ الحالی میں زندگی بسر
کرکے اپنے بھائیوں سے پیچھے رہ جاؤں مجھے اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں کہ اپنے بھائیوں
اور دوستوں اور رفیق اعلی سے ملوں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان ارشادات
کے بعد ایک مہینہ نہ گذرا ہوگا کہ حضرت نے انتقال فرمایا انتہی۔

حضرت کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ اعلی درجہ کی ترقی مدارج فقر اختیاری سے وابستہ
ہے اور اہل انصاف پر عملی طور سے مبرہن فرما دیا کہ دعوے رسالت سے کوئی دنیوی حظ مقصود نہیں
صرف تعمیل امر الٰہی پیش نظر ہے کما قال تعالی وما اسئلکم علیہ من اجران
اجری الا علی رب العلمین یعنے کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تم سے تبلیغ رسالت
پر کچھ مزدوری نہیں مانگتا میرا اجر اللہ ہی پر ہے انتہی۔ یہیں سے حقانی اور شکم پرور لوگونکا
امتیاز ہوجاتا ہے جنکی جان فشانیاں اس مقولہ کو صادق کر دکھاتی ہیں کہ "این ہمہ شکل برائے اکل"۔

نیز شفا میں منقول ہے کہ ایک روز جبرئیل علیہ السلام حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور حق تعالی کی طرف سے بعد سلام یہ پیام پہونچایا کہ کیا آپ اس بات کو دوست رکھتے ہو
کہ یہ پہاڑ سونے کے ہوجایئں اور آپکے ساتھ رہیں؟ آپنے فرمایا کہ اے جبرئیل دنیا اوس شخص کا
گھر ہے جسکو گھر نہو اور اوسکا مال ہے جسکو مال نہو اور اوسکو وہی جمع کرتا ہے جسکو عقل نہو جبرئیل علیہ السلام
نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو خدا تعالی قول ثابت پر ہمیشہ ثابت رکھے

اور اوسی میں لکھا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے مکہ کی ریتلی زمین کی ریت اور کنکروں کو سونا بنا کر مجھ پر پیش فرمایا میں نے عرض کی کہ یا رب! میں یہ نہیں چاہتا میری دلی خواہش یہ ہے کہ ایک روز کھاؤں اور ایک روز بھوکا رہوں جس روز بھوکا رہوں نہایت عاجزی سے گریہ وزاری کروں اور جو کچھ مانگنا ہو تجھی سے مانگوں اور جس روز کھانا کھاؤں تیرا شکر بجا لاؤں اور تیری ثنا و صفت کروں انتہی۔

حضرت نے خوشی سے جو فقر اختیار فرمایا اوسکی وجہ بتلا دی کہ خدائے تعالی کے ساتھ ہر وقت تعلق لگا رہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ بھوک کی حالت میں نفس کسی چیز کی طرف خواہش نہیں کرتا کل شہوتیں اور خواہشیں مضمحل ہو جاتی ہیں اور صرف پیٹ بھرنے کی فکر رہتی ہے پھر جب معلوم ذرائع مسدود کر دیئے جائیں اور یہ یقین کامل ہو کہ سوائے خدائے تعالی کے کوئی حاجت روا نہیں۔ تو نفس کو خاص قسم کی توجہ اللہ تعالی کی طرف ہوتی ہے اور وہ تعلق پیدا ہوتا ہے جو کسی چیز سے نہ ہو سکے۔

شاہی ملازموں کو دیکھ لیجئے کہ جب اونکو یقین ہوتا ہے کہ اوس قسم کی حاجت روائیاں اور کہیں نہیں ہو سکتیں تو اونکی توجہ کس قدر بادشاہ کے طرف ہوتی ہے۔ بات بات میں رضا جوئی کا خیال عتاب کی فکر اور خوشامد کے نئے نئے تدابیر سوجھتے رہتے ہیں۔ غرضکہ بھوک وغیرہ مصائب و آلام میں خدائے تعالی کو یاد کرنا مسلمانوں کے نفوس کا ذاتی مقتضا ہے۔ برخلاف اسکے جب نفس آسودہ ہوتا ہے اور لذائذ دنیوی سے فرحت ہوتی ہے تو نشہ کی سی کیفیت اوس پر طاری ہوتی ہے۔ پھر جس قدر فرحت زیادہ ہو اوسکی بدمستی زیادہ ہوگی۔ اسی کو دیکھ لیجئے کہ امرا کی کیسی حالت رہتی ہے اونمیں شاذ و نادر افراد

ہوتے ہیں جو صرف فرائض کو پابندی سے ادا کرتے ہوں ورنہ اوسکی بھی نوبت نہیں آتی ۔
کیونکہ فرحتِ نفس کا مقتضا یہی ہے کہ خدا و رسول سے غفلت ہو جائے۔ یہی وجہ ہی کہ خدا تعالے
فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ یعنے فرحت والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا
الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فقر کو اختیار فرمایا اوس سے ثابت ہی کہ وہ تقرب
الی اللہ کا سبب قوی ہے مگر چونکہ ہر نفس میں یہ صلاحیت نہیں کہ فقر و فاقہ کی برداشت کرسکے
بلکہ بعض طبائع کا تو یہ حال ہے کہ فقر اونکو حد کفر تک پہونچا دیتا ہے جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں
کاد الفقر ان یکون کفرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عامہ بنائے گئے تھے
اس لئے اسلام میں نہایت سہولت ہوئی اور تونگری بھی ہم پہلوئے فقر ٹھیرائی گئی اس
شرط پر کہ دینی مقاصد میں کوتاہی نہو اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ دنیا اچھا گھر ہے اوس
شخص کے لئے جو اوس سے آخرت کا توشہ کرلے اور برا گھر ہے اوس شخص کے لئے جس کو
آخرت سے روکدے یہ روایت کنز العمال کی کتاب الاخلاق میں مذکور ہے ۔

اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان کتنا ہی مال حاصل کرے مگر اوس سے آخرت کا سامان کرے
تو وہ سعادت ہی سعادت ہے ۔ یہ ضرور نہیں کہ سب مسلمان فقیر ہی ہو جائیں ۔ ہر چند
مسلمان کے لئے تونگری بھی کوئی بری چیز نہیں مگر جو معنوی خوبیاں فقر میں ہیں وہ تونگری
میں کہاں ۔ اس لئے آپ اپنے اور اپنے اہل بیت کے لئے فقر ہی کو پسند فرماتے تھے جیسا کہ
شفا میں بخاری اور مسلم سے نقل کیا ہے کہ حضرت یہ دعا کیا کرتے تھے اللھم اجعل رزق
آل محمد قوتا یعنے اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آل کا رزق بقدر سد رمق مقرر فرما
کنز العمال کی کتاب الاخلاق میں روایت ہے کہ ایک بار حضرت نے فاطمہ رضی اللہ عنہا
کے ہاتھ میں کسی قسم کا زیور دیکھا ناگوار طبع مبارک ہوا اور اون سے فرمایا کیا تمھیں اچھا

معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم) کی بیٹی کے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہے۔ پھر خادم سے فرمایا کہ فلاں قبیلہ میں وہ لیجاؤ اور اونکے لئے تانت کا قلادہ اور ہاتھی دانت کے کنگن لے آؤ انتہی۔ یہ روایت کتب صحاح اور مستدرک حاکم میں مروی ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ کے گھر میں نہ غلام تھا نہ لونڈی حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام گھر کے کل کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتیں یہانتک کہ پیسنے سے آپکے دست مبارک میں چھالے پڑ گئے تھے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی غلام اور لونڈیاں آئیں علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو رائے دی کہ آخر وہ سب تقسیم ہونے والے ہیں اگر اکاد غلام یا لونڈی حضرت سے مانگ لو تو کاموں میں سہولت ہو جائیگی چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت کے یہاں گئیں مگر بجائے اسکے کہ حضرتؐ لونڈی یا غلام عنایت کرتے یہ ارشاد فرمایا کہ اس سے بہتر میں تمھیں ایک بات بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت تسبیح و تہلیل و تحمید کیا کرو۔ انتہی ملخصاً۔ دیکھئے اوروں کے حق میں تو وہ فیاضیاں کہ کبھی لفظ لا زبان پہ آتا ہی نہیں۔ اگر کچھ پاس نہوتا تو قرض لے کر حاجتمندوں کی حاجت روائیاں فرماتے اور خاص اپنے جگر گوشہ بتول علیہا السلام کے ساتھ یہ معاملہ کہ باوجود غلام اور لونڈیاں موجود ہونیکے یہ تدبیر بتائی جارہی ہے کہ خدا کو یاد کیا کرو۔ اسمیں کیا راز تھا؟ ادنٰے تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ کی دلی خواہش یہی تھی کہ اہل بیت کرام مدارج اخروی میں اعلےٰ درجہ کی ترقی کریں جسکا پہلا زینہ فقر اور ترک راحت دنیوی ہے یہی وجہ ہے کہ غیب سے ایسے مواقع پیش آتے گئے کہ اہل بیت کو خلافت نہ ملی اس لئے کہ تقدیر الٰہی میں یہ بات ٹھیر چکی تھی کہ خلافت نبوت تیس ۳۰ سال رہیگی۔ اوسکے بعد سلطنت قائم ہو جائے گی جیسا کہ اس حدیث شریف سے

ظاہر ہے عن سفینة رضی اللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقول الخلافة ثلاثون سنة ثم یکون ملکا رواہ احمد والترمذی وابو
داود کذا فی المشکوٰة اور چونکہ تیس سال تک خلافت نبوت کا باقی رہنا ضرور تھا
اس لئے حضرت امام حسن علیہ السلام کو ابتدا میں اوس کا خیال پیدا ہوا اور چھ مہینے تک
آپنے خلافت کی پھر جب اس چھ مہینے کے ختم پر تیس سال خلافت کے پورے ہو گئے تو یکایک
آپکو یہ خیال پیدا ہوا کہ ملک کی لڑائی میں مسلمان ناحق قتل ہو رہے ہیں اور ساتھ ہی آپنے
معاویہ سے صلح کر لی اور خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ ہرچند لوگ آپکو اشتعالک دیتے
اور عار دلاتے رہے مگر آپنے کچھ پروا نہ کی چنانچہ تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ جب آپ
خلافت سے علیحدہ ہوئے تو آپکے اصحاب نے نہایت گستاخی سے کہا یا عار المؤمنین!
آپنے فرمایا العار خیر من النار کسی نے آکر کہا السلام علیک یا مذل المؤمنین آپنے
فرمایا میں نے مسلمانوں کی ذلت کی غرض سے یہ کام نہیں کیا بلکہ اس بات کو مکروہ سمجھا کہ تم
لوگوں کو ملک کی لڑائی میں قتل کراؤں انتہی۔ تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ جب آپ بعد معزولی
کے کوفہ سے مدینہ منورہ کو جانے لگے تو کوفہ میں کہرام مچگیا کسی نے پوچھا حضرت اس امر پر
آپ کو کس چیز نے مجبور کیا فرمایا پہلے تو دنیا سے مجھے کراہت ہوئی دوسرے اہل کوفہ کی بیوفائی
دیکھو میرے والد بزرگوار پر انھوں نے کیسی کیسی مصیبتیں ڈھائیں۔ پھر جب آپ کوفہ سے
نکلے تو ایک شخص نے سامنے آکر کہا یا مسود وجوہ المسلمین! یعنے اے مسلمانوں کے
منہ کالا کرنیوالے آپنے فرمایا مجھ پر ملامت نہ کرو اسکا اصل سبب کچھ اور ہی ہے جسکو تم نہیں
جانتے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ بنی امیہ آپ کے
منبر شریف پر یکے بعد دیگرے بندروں کی طرح کود رہے ہیں اس پر آپ کو سورہ

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ سے خوش خبری دیگئی کہ جنت میں ایک نہر آپکو دیگئی ہے جس کا نام کوثر ہے (مقصود یہ کہ آپکے فیضان سے تمام اہل جنت ابداً لآباد سیراب رہینگے) اور سورۃ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ بھی اسی موقع میں نازل ہوئی جسمیں یہ مذکور ہے کہ ایک رات (لیلۃ القدر) ایسی آپ کو دیگئی ہے کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جانتے ہو وہ ہزار مہینے کونسے ہیں یہی بنی امیہ کی خلافت کے ہیں انتہی۔ تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ یہ روایت جامع ترمذی میں موجود ہے اور قاسم بن فضل جو اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمنے شمار کیا تو بنی امیہ کی خلافت برابر ہزار مہینے رہی۔ اور لکھا ہے کہ یہ روایت مستدرک حاکم میں بھی ہے۔ اور خصائص کبریٰ صفحہ (۱۱۹) میں بیہقی سے یہ روایت منقول ہے کہ جب آپ کو بنی امیہ کا منبر شریف پر کودنا ناگوار ہوا تو حق تعالےٰ نے آپ پر وحی کی۔ انما ھی دنیا اعطوھا فقرت عینہ یعنے بنی امیہ کو جو دیگئی وہ صرف دنیا ہے اس سے حضرت کی آنکھ ٹھنڈی ہوئی۔ غرضکہ تقدیر الٰہی میں یہ بات مقدر ہو چکی تھی کہ سلطنت جس کو ام الدنیا کہنا چاہئے بنی امیہ کے گلے ڈالی جاے اور اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدارج اخروی مختص ہوں۔ اور ان دونوں کا فرق قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے پہلے ہی سے بیان فرمادیا متاع الدنیا قلیل والاخرۃ خیر وابقے یعنے دنیا کی پونجی تھوڑی ہے اور آخرت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ چونکہ حضرت امام حسن علیہ السلام کو یقین تھا کہ اہل بیت میں خلافت ہرگز نہ آئیگی۔ اس لئے انتقال کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کو جو وصیت کی اوسمیں یہ بھی فرمادیا کہ خدا کی قسم میں ہرگز خیال نہیں کرتا کہ ہم لوگوں میں خدائے تعالیٰ نبوت اور خلافت جمع کریگا۔ دیکھو کہیں تم سفہاے کوفہ کے دام میں نہ آجانا۔ دیکھئے آپکو خلافت کے نہ ملنے کا کیسا یقین تھا

کہ اوس پر آپنے قسم کھالی - اور یہی ہونا بھی چاہئے تھا اسلئے کہ عقل یہ ہرگز قبول نہیں کرتی کہ حق تعالیٰ ان حضرات کو خاص فضیلت دیکر ایک ایسے کام کا مرتکب کرائے جسکو خود مکروہ جانتا ہے - خصائص کبریٰ میں امام سیوطی رح نے یہ روایت لکھی ہے اخرج البیہقی و

ابو نعیم عن ابی عبیدة بن الجراح و معاذ بن جبل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ہذا الامر بدأ نبوة و رحمة ثم یکون خلافة و رحمة ثم یکون ملکا عضوضا الحدیث یعنے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس امر کی ابتدا نبوت اور رحمت سے ہوئی اوسکے بعد خلافت اور رحمت ہوگی اوسکے بعد کاٹ کھانیوالا ملک ہوجائیگا - انتہیٰ - ابھی معلوم ہوا کہ خلافت نبوت کی مدت صرف تیس ۳۰ سال کی تھی اور اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اوسکے بعد کاٹ کھانیوالا ملک ہوگا یعنے ملوک و سلاطین کی یہ صفت ہوگی - تو اب کہئے کہ ان حضرات کو اگر خلافت ملتی تو وہ خلافت نبوت تو نہیں ہوسکتی تھی اس لئے کہ وہ مدت ختم ہوچکی تھی تو اب ان حضرات پر اس صفت کے صادق آنے کی ضرورت ہوتی حالانکہ عند اللہ و عند الناس یہ صفت مکروہ و مبغوض ہے غرضکہ حضرت امام حسن علیہ السلام مشیت کے بھید کو سمجھ گئے تھے اسوجہ سے آپنے دنیا پر لات ماردی - اور امام حسین علیہ السلام بھی گو سمجھے ہوئے تھے مگر مشیت الہٰی میں تو یہ تھا کہ علاوہ مراتب فقر و ترک دنیا کے مظلومیت و شہادت کے اعلیٰ اعلیٰ مدارج اخروی بھی حاصل ہوں اس لئے اوسکی تمہید امام حسن علیہ السلام کی شہادت ہی کے بعد پڑی چنانچہ تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ سے اہل کوفہ نے امام حسین علیہ السلام سے خط و کتابت شروع کردی تھی کہ آپ علی کرم اللہ وجہہ کے جانشین ہوجائیں مگر آپ ٹالتے رہے پھر جب یزید بادشاہ ہوا تو اوسکی بداطواریاں دیکھکر آپ کو کسی قدر

خیال پیدا ہوا چنانچہ کبھی کوفہ کو جانا پسند فرماتے اور کبھی نہ جانا آخر مشیت نے جاتے ہی کی رائے کو مستحکم کیا ہر چند صحابہ مانع ہوتے تھے اور ابن عمرؓ نے تو صاف کہدیا کہ آپ ہرگز یہاں سے نہ نکلیں کیونکہ خدائے تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا تھا چاہیں دنیا اختیار فرمائیں چاہیں آخرت۔ آپنے آخرت کو اختیار فرمایا چونکہ آپ بھی حضرت ہی کے جزو ہیں اسوجہ سے آپ ہرگز دنیا حاصل نہیں کر سکتے۔ مگر مشیت کب ٹل سکتی تھی آپنے کسی کی نہ مانی۔ آخر ہوا وہی کہ بجائے ترقی دنیوی ترقی اخروی کے جتنے مدارج تھے سب آپ سے طے کرائے گئے۔ اور بجائے سلطنت دنیوی کے سیادت اخروی عطا کیگئی۔ ہر چند ظاہر بینوں کے نظروں میں آپکی ذلت محسوس ہوئی مگر جو لوگ بالغ النظر ہیں وہ اس کمال ذلت کو کمال درجہ کی عزت مشاہدہ کرتے تھے جس طرح حدیث شریف میں ہے لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک یعنے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی بو سے بھی بہتر ہے یعنے بظاہر خراب اور باطن میں عمدہ اسی طرح ان حضرات کی دنیوی ذلت خدائے تعالی کے نزدیک کمال درجہ کی اخروی عزت ہے۔

مستدرک حاکم میں یہ روایت ہے عن انسؓ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مر بحمزۃ یوم احد وقد جدع ومثل بہ فقال لولا ان صفیۃ تجد لترکتہ حتے یحشرہ اللہ من بطون الطیر والسباع فکفنہ فی نمرۃ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ احد کے دن حمزہ رضی اللہ عنہ پر گذرے اور دیکھا کہ اونکے ناک کان وغیرہ اعضا کاٹ ڈالے گئے ہیں۔ فرمایا اگر صفیہ رضی اللہ عنہا کے غم کا خیال نہ ہوتا تو انکو میں اسی حالت پر چھوڑ دیتا تاکہ پرندے اور درندے کھالیں اور اللہ تعالی اونکے پیٹوں میں سے قیامت کے روز انکا حشر کرلے اسکے بعد ایک کمل میں لپیٹ کر اونھیں دفن فرمادیا۔

دیکھئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو وہ فضیلت حاصل تھی کہ تمام شہدا کے آپ سردار
بنائے گئے جیسا کہ مستدرک حاکم میں روایت ہے عن جابرؓ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال سید الشہداء حمزۃ بن عبد المطلب۔ باوجود اسکے اونکی
نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ اونکی لاش بیحرمتی سے اوسی طرح ڈالدیجائے
تاکہ ذلت کمال درجہ کو پہونچ جاے اور رفعت مدارج اخروی میں سے کوئی درجہ باقی رہنے
نہ پائے مگر صفیہؓ کے غم کے خیال سے اس قصد کو آپنے ترک فرما دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ
سید الشہدا کے وقت ایک بات فرو گذاشت ہوگئی تھی مگر حضرت امام حسینؓ کے مدارج
میں منجانب اللہ اوسکی بھی تکمیل ہوگئی۔ چنانچہ تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ زحر بن قیس جو
واقعہ کربلا میں یزید کے لشکر میں شریک تھا جب یزید کو فتح کی خوشخبری سنانے آیا تھا
منجملہ اور واقعات کے ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا چنانچہ اوسکا قول ہے فہاتیك
اجساد مجردۃ وثیابھم مرملۃ وخدودھم معفرۃ تصہرھم الشمس
وتسفی علیھم الریح وزوارھم العقبان والرخم بقاع سبسب
یعنے شہدا کربلا کے اجساد برہنہ اونکے کپڑے خون میں لت پت اور اونکے رخسار خاک آلود تھے
اور دھوپ اونکے جسموں کو پگلا رہی تھی اور ہوائیں اون پر خاک ڈال رہی تھیں اون کے
زیارت کرنیوالے مردار خوار پرندے تھے اور ایسے چٹیل میدان میں وہ پڑے ہوے تھے جو
آبادیوں سے کوسوں دور تھا انتہی۔ غرضکہ اس باب میں سید الشہدا حمزہ رضی اللہ عنہ سے
بھی آپ بڑھے رہے۔ اس موقع میں محبان اہل بیت علیہم السلام کی عجیب حالت ہے جب
شہادت کے واقعہ پر اونکی نظر پڑتی ہے تو یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ اون حضرات کی ایک ایک
ساعت جو بیکسی اور بے بسی کی حالت میں اون پر گذری ہے اگر عمر بھر اوس پر ماتم کیا جائے

تو تھوڑا ہے اور جب نظر شہادت کے واقعہ سے آگے بڑھتی ہے اور ان مدارج پر پڑتی ہے جو لاعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر کے مصداق ہیں تو فرحت بھی ایسی ہوتی ہے کہ جسکا حساب نہیں۔ یہ بات قابل تسلیم ہے کہ کسی کا دوست سفر کرے اور راستہ میں اوسکو بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا ہو تو اوسکے دوست کو ان مصائب کے سننے سے سخت صدمہ ہوگا پھر اگر ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوجائے کہ وہ ان صدمات کے بعد کہیں کا بادشاہ ہوگیا اور نہایت عیش وعشرت میں ہے تو وہ صدمہ ایک بڑی فرحت کے ساتھ مبدل ہوجائیگا۔

بخاری۔ نسائی اور ترمذی وغیرہ سے السیرۃ المحمدیہ میں مولانا کرامت العلی صاحب مرحوم نے نقل کیا ہے کہ حارثہؓ بن سراقہ رضی اللہ عنہ جب بدر میں شہید ہوے تو انکی والدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یارسول اللہ! آپ جانتے ہو کہ مجھ کو اپنے لڑکے کے ساتھ کیسی محبت تھی اب میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ وہ جنت میں پہونچ گیا ہے یا نہیں۔ اگر پہونچ گیا ہے تو میں صبر کرلونگی ورنہ آپ دیکھ لوگے کہ میں اوسکے غم میں کیا کیا کرونگی حضرت نے فرمایا اے حارثہ کی ماں! جنتیں کئی ہیں ایک نہیں ہے اور تمھارا فرزند فردوس اعلیٰ میں ہے یہ سن کر وہ ثابت قدم مردانہ بیوی نے کہا اب میں صبر کرتی ہوں انتہیٰ۔ کیوں نہو جب کسی دوست کے جنت میں جانیکا یقین کامل طور پر ہوجائے تو مسلمان کو اوس سے زیادہ کسی چیز پر خوشی نہیں ہوسکتی کیونکہ سوائے جنت کے کوئی ایسا مقام نہیں جہاں ابدالآباد ہر قسم کی نعمتوں کا مجموعہ ہو جب عموماً اہل جنت کا یہ حال ہو تو حضرت سید شباب اہل الجنۃ کے نعمتوں کا کیا ٹھکانا۔ اس موقع میں محبان اہل بیت علیہم السلام حالت موجودہ کے لحاظ سے جس قدر افتخار اور خوشی کریں تھوڑی ہے۔ اسلئے کہ ہمارے ولی نعمت فائز المرام

اور عمر بھر کی کوششوں میں پورے طور پر کامیاب ہوے

اسوقت طرفداران یزید یعنے خوارج جو عاشورہ کے روز خوشی کرتے ہیں کہ یزید کو فتح ہوئی اور اہل بیت کرام ذلیل ہوے تو ہم اون سے کھینگے کہ خوشی کا زمانہ گذر گیا اب حالت موجودہ کے لحاظ سے اوس پر عمر بھر نوحہ اور ماتم کرنا چاہئے کہ معلوم نہیں کس قعر مذلت میں پڑا ہوا ہے اور اوس عالم میں اوس پر کیا کیا گذر رہی ہے یہ مقولہ بالکل صحیح اور مطابق عقل ہے کہ الماضی لایذکر والحال یعتبر۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور نہ تھا کہ سلطنت اہل بیت کرام میں رہے اسلئے کہ وہ زمانہ بحسب علم الٰہی و تقدیر ازلی خلافت نبوت کا نتھا بلکہ اذیت رساں سلطنت کا تھا جسکا لازمہ ترفہ ہے اور حضرتؐ کو منظور نہ تھا کہ اہل بیت کرام دنیا میں مرفہ الحال رہیں۔ اسی وجہ سے آپ دعا فرمایا کرتے تھے کہ میرے آل کا رزق کفاف اور قوت بقدر سد رمق ہو تاکہ دولت فقر و فاقہ باعث ترقی مدارج اخروی ہو جو پائدار اور ابدا لآباد باقی رہنے والے ہیں

الحاصل جب بعض اکابر صحابہ نے دیکھا کہ حضرت اپنی ذات اور اپنے خاص اہل بیت کرام کے لئے فقر کو پسند فرماتے ہیں تو اونھوں نے بھی فقر ہی کو اختیار کیا اور اس باب میں بھی پوری اتباع کی۔ چنانچہ کنز العمال کی کتاب الفضائل میں یہ روایت ہے کہ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ ایک روز میں بصرہ کی مسجد میں گیا دیکھا کہ صحابہ کا مجمع ہے اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زہد کا ذکر ہو رہا ہے میں بیٹھ گیا۔ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک بار عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جسمیں میں بھی تھا جب عراق اور ملک فارس کے کئی شہر اور خراسان فتح ہوا اور ہم واپس آے تو وہاں کے عمدہ لباس جو ہم ساتھ لاے تھے پہن کر عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوے اونھوں نے

ہمیں دیکھکر منہ پھیر لیا سب صحابہ پر اونکی یہ حرکت نہایت شاق ہوئی اور اونکے فرزند عبداللہ بن عمر
کے پاس گئے اور اونکی اوس بے التفاتی اور جفا کا حال بیان کیا اونھوں نے کہا کہ آپ
لوگوں پر اونھوں نے اس قسم کا لباس دیکھا جو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پہنا تھا
نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلیئے بے التفاتی کی ہوگی۔ ہمارے خیال میں بھی یہ بات آگئی اور سب اپنے
گھر گئے اور اپنا قدیم لباس پہن کر پھر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوے ہمیں دیکھتے ہی
وہ اوٹھ کھڑے ہوے اور ایک ایک شخص پر سلام کرکے معانقہ کیا اوسوقت یہ معلوم ہورہا تھا
کہ گویا اونھوں نے ہمیں پہلے دیکھا ہی نہ تھا پھر ہم نے غنیمتیں جو عراق وغیرہ سے لائی تھیں
پیش کیں اونھوں نے اوسی وقت سب علی السویہ تقسیم کردیا۔ پھر ہمنے وہانکی غذائیں پیش
کیں اونکو چکھکر فرمایا اے گروہ مہاجرین وانصار! یہ خوش ذائقہ اور خوشبودار غذائیں
وہ ہیں جنکی وجہ سے تمھارے بیٹے اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو قتل کرینگے یہ کہکر وہ کھانے
اون لوگوں کی اولاد کے یہاں بھیجدیئے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو شہید ہوئے تھے
اور برخواست کرکے چلے گئے۔ ہم لوگ بھی اونکے ساتھ اوٹھے اور باہم گفتگو ہوئی کہ اونکے
ہاتھ پر قیصر وکسری کے ملک اور مشرق ومغرب کے بلاد مفتوح ہوے اب عرب وعجم کے وفود
اونکے پاس آئینگے جب امیر المومنین کی یہ حالت دیکھینگے کہ ایک فرتوت جبہ پہنے ہیں
جس پر بارہ پیوند لگے ہیں تو کیا خیال کرینگے؟ حالت موجودہ کے لحاظ سے ضرور ہے کہ کبار
صحابہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہادوں میں حاضر تھے اور مہاجرین وانصار اونسے
کہکر یہ جبہ بدلوائیں اور ایسا لطیف لباس پہنائیں کہ دیکھنے سے لوگوں پر ہیبت خلافت
طاری ہو۔ اور نیز یہ درخواست کریں کہ صبح وشام مہاجرین کے ساتھ عمدہ عمدہ غذائیں
کھایا کریں۔ سب نے کہا کہ یہ کام سوائے علی کرم اللہ وجہہ کے اور کسی سے نہوگا وہ امیر المومنین

کے سسرے ہیں جرأت سے کہہ سکتے ہیں یا اونکی صاحبزادی حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا جاے -
کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں حضرت کے خیال سے اونکی بات مان لینگے
غرضکہ یہ راے قرار پائی کہ پہلے علی کرم اللہ وجہہ کے پاس جایئں چنانچہ سب اونکے پاس گئے
اور وہ کل تقریر کی - ادھنوں نے فرمایا یہ کام میں نہ کرونگا - ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے کہو تو البتہ وہ جرأت کرسکتی ہیں - کیونکہ وہ امہات المؤمنین ہیں چنانچہ ہم لوگ عائشہ
اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے خدمت میں حاضر ہوے جو اتفاق سے ایک ہی مکان میں تھیں
اور وہ کل تقریر کرکے درخواست کی کہ عمر رضی اللہ عنہ سے اس باب میں گفتگو کریں عائشہ
رضی اللہ عنہا نے قبول کیا مگر حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے امید نہیں کہ وہ قبول
کرینگے - بہر حال دونوں بیویاں امیر المؤمنین کے گھر تشریف لے گئیں ادھنوں نے نہایت
اکرام سے اونکو بٹھایا - عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا - امیر المؤمنین کیا آپ مجھے کچھ کہنے کی
اجازت دوگے کہا یا ام المؤمنین! فرمائیے - انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جنت اور رضاے الہی کی طرف اوس حالت میں گئے کہ نہ دنیا کا ادھنوں نے ارادہ
کیا نہ دنیا اون کے پاس آئی اسی طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی حضرت کے پیچھے سدھارے
اور خداے تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اونکو ملادیا اون کا بھی
یہی حال رہا کہ نہ دنیا کا ارادہ ادھنوں نے کیا نہ دنیا اونکے پاس آئی اب خداے تعالی
نے آپکے ہاتھ پر کسری و قیصر کے خزانے اور اونکے ملک فتح کراے اور اونکے اموال آپکے
روبرو لاے گئے اور مشرق و مغرب کے لوگ آپکے مسخر ہوے ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں
کہ اس سے زیادہ دے اور اسلام کی تائید آپ سے کراے - اب آپکے پاس عجم کے ایلچی
اور عرب کے وفود آئینگے جب آپکا یہ جبہ دیکھینگے جس پر بارہ پیوند لگے ہیں تو کیا کہینگے

مناسب یہ ہے کہ آپ اسکو بدل کر کوئی نرم لباس پہنیں جس سے اونکی نظروں میں آپکی وقعت ہو
اور صبح وشام آپ مہاجرین وانصار کو ساتھ لیکر عمدہ عمدہ غذائیں کھائیں۔ یہ سُن کر عمر رضی اللہ عنہ
زار زار رونے لگے اور کہا آپکو میں خدا کی قسم دیتا ہوں آپ سچ سچ بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے انتقال تک کبھی گیہوں کی روٹی سیری سے دس روز یا پانچ روز یا تین روز متواتر
کھائی تھی یا انتقال تک کسی روز صبح بھی کھایا اور شام بھی؟ فرمایا کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا
پھر پوچھا کہ آپ جانتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے لئے کبھی مائدہ رکھا
جاتا تھا جو زمین سے ایک بالشت اونچا ہو یا کھانا زمین ہی پر رکھا جاتا اور مائدہ اوٹھالیا
جاتا تھا پھر دونوں بیویوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ازواج اور امہات المؤمنین ہو اور آپکا حق تمام مسلمانوں پر ہے خصوصاً مجھ پر لیکن آپ میرے
یہاں اس غرض سے تشریف لائی ہیں کہ مجھے دنیا کی رغبت دلائیں میں خوب جانتا ہوں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم صوف کا جبہ پہنتے تھے جو اتنا سخت و درشت ہوتا تھا کہ اکثر جسم مبارک اوسکی
خشونت سے چھل جاتا تھا کیا آپ بھی اسکو جانتی ہو؟ کہا سچ ہے۔ پھر کہا کیا آپ نہیں
جانتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر میں ٹاٹ پر آرام فرماتے تھے جو دن کو فرش
ہوتا اور رات کو بستر اور بارہا میں نے دیکھا ہے کہ بوریے کا اثر جسم مبارک پر رہتا تھا۔ اور
اے حفصہ! تم ہی نے مجھ سے کہا تھا کہ ایک رات تم نے ٹاٹ کو دوہرا کر کے بچھا دیا جسکی
نرمی سے حضرت کی آنکھ لگ گئی اور بلال کی اذان سے بیدار ہوے اور فرمایا اے حفصہ!
تم نے یہ کیا کیا دوہرے ٹاٹ پر سونے سے صبح تک مجھ پر نیند کا غلبہ رہا مجھے دنیا سے اور
دنیا کو مجھ سے کیا تعلق۔ اے حفصہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف کردیے گئے تھے باوجود اسکے آپ دن بھر بھوکے رہتے

اور اکثر اوسی حالت میں سوتے اور رکوع وسجود اور گریہ وزاری اور خشوع میں دن رات گذارتے یہانتک کہ خدائے تعالی نے اپنی رحمت اور رضوان میں آپکو بلا لیا - اور یہی حال ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تھا - اب عمر نہ عمدہ غذائیں کھائیگا نہ نرم لباس پہنے گا - اوسکو اپنے دونوں صاحبوں کی اقتدا کرنی ہے اور نہ کبھی وہ دو سالن کھا سکتا ہے سوائے نمک اور تیل کے اور نہ ہر مہینے میں سوائے ایک بار کے گوشت کھائیگا یہانتک کہ اوسکی عمر پوری ہوجاے یہ سنکر دونوں بیویاں تشریف لیگئیں اور جو کچھ سنا تھا سب صحابہ سے کہدیا پھر جس طرح عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا انتقال تک اونکی وہی حالت رہی - انتہی -

دیکھئے پوری اتباع اسے کہتے ہیں کہ تقریبًا کل صحابہ اور امہات المومنین ایک طرف ہیں اور بحسب مصلحت وقت بالاتفاق کہ رہے ہیں کہ حضرت لباس اچھا پہنے اور کھانے اچھے کھاے جس سے نفس کا بھی حق ادا ہو اور شوکت اسلام بھی نمایاں ہو اور دوسرونکی نظروں میں بادشاہ اسلام کی وقعت زیادہ ہو اور یہ سب بمقتضاے عقل تھا مگر عمر رضی اللہ عنہ نے (جو اوس وقت صحابہ میں افضل مانے جاتے تھے اور عقل وفراست میں اونکی نظیر نہیں مل سکتی) کسی کی نہ مانی اور صرف اتباع نبوی کے لحاظ سے فقر وفاقہ ہی میں عمر بسر کی یہ ہے حال اونکا جو سب سے زیادہ دینی عقل رکھتے تھے -

اب علی کرم اللہ وجہہ کا بھی تھوڑا سا حال سن لیجئے - کنز العمال کی کتاب الفضائل میں یہ روایت ہے کہ ارقم کہتے ہیں کہ میں رحبہ کوفہ میں دیکھا کہ علی کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک میں تلوار ہے اور فرمارہے ہیں کہ اس تلوار کو کوئی خرید کرنیوالا ہے اور قسم کھاکر فرماتے تھے کہ اس تلوار سے میں نے کئی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کفار سے میدان خالی کرالیا اگر میرے پاس تہ بندکی قیمت ہوتی تو اسکو ہرگز نہ بیچتا - انتہی - اس سے مترشح ہے

حضرت عمر و ابو بکر

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کہ آپکے پاس صرف ایک تہ بند تھا اور وہ بھی پرانا اگر دوسرا ہوتا تو اوس انمول اور متبرک تلوار
کو بیچنے کا ارادہ ہرگز نہ فرماتے پھر یہ بھی نہیں کہ کوئی بیش قیمت تہ بند آپکو مطلوب تھا اس لئے
کہ کنز العمال ہی میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپکے تہ بند کو
دیکھا کہ نہایت موٹا ہے اور خود آپنے اپنی زبان سے فرمایا کہ پانچ درہم کو اسے میں نے
خریدا ہے۔ دیکھئے پانچ درہم کوئی بڑی چیز نہیں ایک روپیہ کے اندازہ میں ہوتے ہیں
مگر ایک عرصہ تک آرزو رہی کہ کسی جائز طریقہ سے ملیں تو ستر عورت کیلئے اونسے تہ بند خریدیں
مگر نہ ملے یہانتک کہ اوس بے نظیر تلوار کو بیچنے کی ضرورت ہوئی۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے
کہ شاید یہ حالت آپکی خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں ہوگی جس سے یہ خیال پیدا ہو کہ اس درجہ آپکو
اون لوگوں نے تنگ کر رکھا تھا یہ خود آپکی عین خلافت کا واقعہ ہے کیونکہ یہ واقعہ کوفہ
کا ہے جس کو آپ ہی نے دار الخلافہ بنایا تھا آپ سے پہلے خلفاء مدینہ طیبہ میں مقیم رہے
غرضکہ اس قسم کے واقعات سے جو بکثرت سیر و تواریخ میں مذکور ہیں اہل انصاف سمجھ سکتے
ہیں کہ ان حضرات کو خلافت سے نہ آسایش مقصود تھی نہ نام آوری۔ بلکہ جہاں اور اختیاری
مصیبتیں تھیں یہ بھی ایک تھی جسمیں محض عبادت کی غرض سے اپنی جان کو ڈال رکھا تھا
چنانچہ کنز العمال میں کئی کتابوں سے یہ روایت منقول ہے کہ ابی مطر کہتے ہیں کہ میں ایک بار
مسجد سے نکل کر جا رہا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی کہ تہ بند اوٹھاؤ میں نے مڑکر دیکھا
تو علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور آپ کے دست مبارک میں درّہ ہے میں آپ کے
ساتھ ہولیا پہلے اونٹوں کے بازار میں تشریف لیگئے اور تاجروں سے فرمایا
کہ بیچو مگر قسم مت کھاؤ کہ اوس سے چیز بک تو جاتی ہے۔ مگر برکت جاتی رہتی ہے
وہاں سے کھجور بیچنے والے کے دوکان پر تشریف لیگئے دیکھا کہ ایک غلام رو رہا ہے

اوس سے حال دریافت کیا اوس نے کہا کہ ایک درہم کے کھجور اس سے میں نے خریدی مگر میرے مالک نے واپس کیا اور یہ نہیں لیتا۔ آپنے اوس سے واپس لینے کو فرمایا مگر اوس نے تامل کیا میں نے کہا تو جانتا نہیں یہ کون ہیں یہ علی امیر المومنین ہیں اوس نے کھجور لیکر درہم دیدیا پھر دوسرے خرما فروشوں کی دوکانوں پر گئے اور فرمایا کہ مسکینوں کو کھلاؤ گے تو تمھارے کسب میں برکت ہوگی۔ پھر مچھلی بیچنے والوں کی دوکانوں پر تشریف لیگئے اور فرمایا کہ ہمارے بازار میں طافی یعنے وہ مچھلی جو مر کر پانی کے اوپر آجاتی ہے نہ بیچنا پھر پارچہ فروشوں کی دوکانوں پر گئے اور فرمایا کہ تین درہم کا ایک قمیص ہمیں دو مگر جب دیکھا کہ دوکاندار آپکو پہچانتا ہے تو اوس سے نہیں خریدا اور دوسری دوکان پر تشریف لیگئے دیکھا کہ وہ بھی پہچانتا ہے تو اوس سے بھی نہ لیا۔ پھر ایک نوجوان لڑکے کی دوکان پر گئے جو آپکو پہچانتا نہ تھا اور تین درہم کا ایک قمیص خریدا جب اوسکا والد دوکان پر آیا تو کسی نے اوسکو خبر دی کہ تمھارے لڑکے نے امیر المومنین کے ہاتھ ایک قمیص تین درہم کو بیچا ہے اوس نے خفا ہو کر کہا کہ امیر المومنین سے ایک درہم زیادہ کیوں لیا اور ایک درہم لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ درہم واپس لیجئے فرمایا کیا وجہ؟ کہا اوس قمیص کی قیمت دو درہم ہے فرمایا بیع وشرا تراضی طرفین سے ہوگئی اب اسکی ضرورت نہیں انتہی۔ یہی روایت ملا محمد باقر مجلسی نے بھی بحار الانوار فی فضائل سید الاخیار کی نویں جلد میں نقل کی ہے۔

کنز العمال میں مروی ہے کہ زاذان کہتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ اپنی خلافت کے زمانہ میں بازاروں میں پھر کر راستہ بھولے ہووں کو راستہ بتلاتے کسی کی چیز گم ہوئی ہو تو اوسکی تلاش کرتے ضعیفوں کی مدد کرتے بقالوں اور عموماً دوکانداروں کے پاس جاکر

اونکو قرآن سناتے تھے ۔

اور نیز بحار الانوار فی فضائل سید الاخیار جو حضرات شیعہ کی معتبر کتاب ہے اوسمیں منقول ہے
کہ ایک روز علی کرم اللہ وجہہ کے روبرو خوان رکھا گیا جسمیں فالودہ تھا۔ آپنے اونگلی سے
اوسے چکھا اور فرمایا "طیبٌ۔ طیبٌ" یعنے مکرر فرمایا کہ یہ اچھا ہے اور اوسکے بعد
فرمایا کہ وہ حرام نہیں ہے لیکن میں جن چیزوں کا عادی نہیں ہوں اون کی عادت کرنا
نہیں چاہتا چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کبھی نہیں کھایا۔ اسلئے ایسی چیز کھانے کو
میں مکروہ سمجھتا ہوں۔ اور اوسی میں یہ روایت بھی ہے کہ ابوجندب کہتے ہیں کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ ایک بار سوکھی روٹی کھا رہے تھے اور درشت لباس آپکے جسم مبارک
پر تھا میں نے اس باب میں کچھ عرض کیا فرمایا اے ابوجندب! میں نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اس سے بھی زیادہ سوکھی روٹی کھاتے اور اس سے زیادہ خشن
لباس پہنتے تھے اگر میں ایسا نہ کروں تو مجھے خوف ہے کہ حضرت کے ساتھ نہ مل سکوں ۔
اور یہ روایت بھی اوسی میں ہے کہ قبیصہ ابن جابر کہتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو
نہیں دیکھا جو علی کرم اللہ وجہہ سے زہد اور دنیا کی بے رغبتی میں بڑھا ہوا ہو۔ اور نیز
یہ روایت بھی اوسی میں ہے کہ ضرار ابن حمزہ کہتے ہیں کہ ایک رات آپ بہت بیقرار تھے
اور دنیا کی طرف خطاب کرکے فرما رہے تھے "ہیہات غری غیری لاحاجۃ
لی فیک قد طلقتک ثلاثا لارجعۃ فیہا" یعنے اے دنیا! تو کسی اور کو فریب دے
مجھے تجھ سے کچھ حاجت نہیں میں تجھے تین طلاق دیچکا ہوں جن سے پھر رجعت نہیں ہوسکتی
اور اوسی میں کشف سے نقل کیا ہے کہ عنترہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں علی کرم اللہ وجہہ کی
خدمت میں گیا دیکھا کہ پرانی چادر اوڑھے ہوئے کانپ رہے ہیں میں نے عرض کی یا

امیر المومنین! حق تعالیٰ نے آپکے اور آپکے اہل بیت کیلئے اس مال میں ایک حق مقرر فرمایا ہے
اور آپ کی یہ حالت کہ اپنے نفس پر ایسی سختیاں اٹھا رہے ہیں کہ دیکھی نہیں جاتیں فرمایا
میں تمہارے اموال میں سے کچھ لینا نہیں چاہتا یہ چادر وہ ہے جسکو مدینہ سے لیکر میں نکلا تھا
اسکے سوا میرے پاس کوئی دوسری چادر نہیں۔ اور اوسی میں [illegible] ایک دفعہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے روبرو خوان لایا گیا جو سربمہر تھا کسی نے کہا حضرت خوان کو
سربمہر کرنا تو بخیلوں کا کام ہے حضرت نے تبسم فرمایا جب وہ کھولا گیا تو اوسمیں تھوڑا سا
ستو تھا اوسوقت آپ نے فرمایا میں یہ احتیاط اسواسطے کرتا ہوں کہ کہیں ایسی چیز کھانے میں
نہ آجائے جو مشتبہ ہو انتہیٰ۔

دیکھئے ستو جو غذاؤں میں بالکل بے قدر ہے اوسکا اسقدر قابل قدر اور عزیز ہونا
اس بات پر دلیل ہے کہ آپ بیت المال سے کچھ نہیں لیتے تھے جیسا کہ روایت سابقہ سے ظاہر ہے
نہج البلاغۃ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کیا ہے واللہ لدنیاکم ھذہ
اھون فی عینی من عراق خنزیر فی ید مجذوم یعنی خدا کی قسم یہ جو تمہاری دنیا ہے
میری آنکھوں میں اس سے بھی زیادہ خوار و ذلیل ہے جو خنزیر کی اوجھڑی کسی جذامی کے
ہاتھ میں ہو۔ دیکھئے اول تو اوجھڑی اوس پہ خنزیر کی اور وہ بھی جذامی کے ہاتھ میں کس قدر
مکروہ طبع ہوگی۔ یہ اپنے صدق دل سے فرمایا تقیہ کو اسمیں کوئی دخل نہیں۔

یہاں قابل غور یہ بات ہے کہ ایک وسیع سلطنت کے انتظامات کو بذات خود انجام دینا
وہ بھی اس احتیاط کے ساتھ کہ کہیں ایسی بات وقوع میں نہ آجائے جو باعث عتاب الٰہی ہو
اور اوس پر باغیوں کا مقابلہ اور جنگ کی تیاریاں جس سے کبھی فرصت ہی نہ ملی۔ کوئی
آسان بات نہیں۔ پھر علاوہ اسکے کوفہ جیسے غدار شہر میں بازار بازار اور دوکان

دو کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے پھرنا اور ان کو قرآن پڑھ پڑھ کر سنانا اور راہ بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتانا اور ضعیفوں کی مدد کرنا پھر اتنے کاموں کے بعد اپنے ذاتی کسب سے حلال روزی طلب کرنا کیا ہر کسی سے یہ ہونیکے کام ہیں؟

اب یہاں عقلا کو تھوڑی سی توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ جس خلافت کا یہ حال ہو کہ نہ کھانے کو پیٹ بھر روٹی ملے نہ پہننے کو کپڑا اور اوس پر لوگوں کے کاموں کی کثرت اسقدر کہ اپنے ذاتی کسب معاش کے لئے فرصت ملنی دشوار پھر ہر وقت یہ خوف لگا ہوا کہ مبادا کسی کام میں غفلت ہو تو عتاب الٰہی ہو جائے کیا ایسی خلافت اس قابل ہو سکتی ہے کہ آدمی شوق سے اوسکو قبول کرے؟ میری رائے میں تو ایسی خلافت قبول کرنیکے لئے کچھ نذرانہ بھی قبولا جائے تو کوئی عاقل اوسکو قبول نہ کریگا۔ مگر چونکہ وہ صرف عبادت ہی عبادت تھی اسلئے اون حضرات نے اوسکو قبول کیا تھا۔

بحار الانوار کی جلد نہم صفحہ (۵۰۰) میں ملائے مجلسی موصوف نے بتصریح لکھا ہے کہ صحابہ میں دین کے ساتھ معروف یہ حضرات ہیں۔ علی۔ ابوبکر۔ عمر۔ ابن مسعود۔ ابوذر۔ سلمان عمار۔ مقداد۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم۔ ایسے حضرات جن کے ورع کے شیعہ اور سنی دونوں قائل ہیں کیونکر خیال کیا جاسکتا ہو کہ خواہش نفسانی نے اونکو خلافت پر آمادہ کیا تھا غرضکہ وہ خلافت ایسی نہ تھی جیسی کہ فی زمانا سمجھی گئی ہے کہ جب کسی شیخ طریقت کا انتقال ہو گیا تو اونکا فرزند یا پوتا یا نواسہ مستحق خلافت ہو گیا اور فاتحہ سیوم کے روز سب مرید جمع ہوکر مستحق کو خلیفہ اور صاحب سجادہ بنادیا۔ اگر وہ خلافت بھی اسی قسم کی ہوتی تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر فرماتے اور اگر حضرت نے نہیں بھی فرمایا تو سب مسلمان بلحاظ جزئیت اونہی کو خلیفہ قرار دیتے۔

اور تو اور خود علی کرم اللہ وجہہ کی بھی نوبت نہ آتی برخلاف اسکے وہاں تو بات ہی کچھ اور رکھی
حاکم رح نے مستدرک میں یہ حدیث لکھی ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپکے بعد ہم کس کو امیر بنائیں فرمایا اگر ابوبکرؓ کو بناؤگے
تو اونکو ہادی اور امین اور دنیا سے بے تعلق اور آخرت کے راغب پاؤگے۔ اور اگر عمرؓ
کو بناؤگے تو اونکو توی امین اور ایسے شخص پاؤگے کہ خدا کے معاملہ میں کسی کی ملامت کا اونکو
خوف نہیں اور اگر علیؓ کو بناؤگے تو اونکو ہادی و مہدی پاؤگے جو تمھیں سیدھی راہ پر لیچلے
اور میں نہیں خیال کرتا کہ تم اونکو امیر بناؤگے انتہی۔ دیکھئے حاکم رح باوجودیکہ شیعی تھے
جیسا کہ کتب رجال سے ظاہر ہے۔ وہ اس روایت کو نقل کرتے ہیں تو کہئے کہ کس درجہ
وہ قابل وثوق ہوگی۔ غرضکہ جن حضرات کا نام آپنے لیا اونمیں قرب قرابت کا کوئی لحاظ
نہ تھا۔ بلکہ صلاحیت ذاتی مدنظر تھی۔ پھر صدیق اکبرؓ نے عمرؓ کو خلافت دی باوجودیکہ آپ کے
صاحبزادے موجود تھے۔ پھر عمرؓ نے خلافت کو شورہ پر محمول کیا۔ حالانکہ آپکے بھی صاحبزادے موجود تھے
تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ کسی نے عمرؓ سے کہا کہ آپ نے اپنے فرزند عبداللہ بن عمرؓ کو
خلیفہ کیوں نہیں بنایا فرمایا خدا تجھے غارت کرے۔ کیا ایسے شخص کو خلیفہ بناؤں جو اپنی عورت
کو اچھی طرح طلاق نہ دیسکا۔ مطلب یہ کہ خلافت کیلئے علم و لیاقت درکار ہے قرابت کا
کوئی لحاظ نہیں۔ اسی طرح عثمانؓ کے فرزند بھی موجود تھے مگر اونکو نہ آپنے خلیفہ بنایا نہ
مسلمانوں نے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا گیا آپ اپنا خلیفہ ہم پر مقرر
نہیں کرتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خلیفہ مقرر نہیں فرمایا پھر میں
کیونکر کرسکتا تھا۔

پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو خلیفہ مقرر ہوے سو وہ بھی خواہش سے نہیں۔ چنانچہ

تاریخ الخلفا وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو عمر رضی اللہ عنہ
ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا کہ ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپکے ہاتھ پر
بیعت کروں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی رو سے آپ کا امین امت ہونا
ثابت ہے اونھوں نے کہا اے عمرؓ! جب سے تم اسلام لائے ہو کبھی میں نے تم سے ایسی
بے وقوفی کی حرکت نہیں دیکھی جو اسوقت دیکھ رہا ہوں - کیا تم مجھے خلیفہ بنانا چاہتے ہو
حالانکہ صدیق - ثانی اثنین مسلمانوں میں موجود ہیں - ازالۃ الخفاء میں مولانا شاہ
ولی اللہ صاحب نے بخاری وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ عمرؓ کہتے ہیں کہ جب خلافت کا معاملہ
انصار سے طے ہوا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے میرا اور ابو عبیدۃ ابن الجراح کا ہاتھ پکڑ کر اون سے
کہا کہ میں راضی ہوں کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کرلو - اور ایک
روایت میں ہے کہ عمرؓ نے انصار سے کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرو اونھوں نے
کہا اے عمرؓ! تم مجھ سے قوی ہو - اونھوں نے کہا آپ مجھ سے افضل ہو پھر ابو بکرؓ نے وہی کہا
اور عمرؓ نے وہی جواب دیا - جب تیسرے بار ابو بکرؓ نے وہی کہا تو عمرؓ نے جواب دیا کہ میری
قوت آپکے ساتھ رہیگی - اور آپ افضل بھی ہیں یعنے فضیلت اور قوت دونوں آپکے لئے
ہیں اوسوقت آپنے بیعت لی انتہی - اور اوسی میں مستدرک حاکم سے نقل کیا ہے کہ ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور اوسمیں یہ بیان کیا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں
کہ کسی دن یا کسی رات میں نے امارت کی حرص نہیں کی اور نہ مجھے اوسکی رغبت تھی اور نہ
کبھی میں نے خدائے تعالی سے ظاہر میں یا پوشیدہ طور پر اوسکی درخواست کی لیکن جب
دیکھا کہ فتنہ کا خوف ہے اس لئے ضرورۃً قبول کیا - مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں
ایک ایسے بڑے کام کا بوجھ میں نے اٹھایا ہے کہ مجھ میں اوسکی طاقت نہیں جب تک

خدائے تعالیٰ مجھے طاقت نہ دے اور مجھے اب بھی آرزو ہے کہ کوئی شخص میری جگہ ہوا ور
اوسکو سرانجام دے انتہیٰ۔
تاریخ الخلفا میں مستدرک حاکم سے نقل کیا ہے کہ ایک روز ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی باغ
میں گئے دیکھا کہ ایک چڑیا جھاڑ کے سایہ میں بیٹھی ہے ایک لمبی سانس کھینچی کہا اے چڑیا!
تو بڑی خوش قسمت ہے کہ جھاڑوں سے کھالیتی ہے اور اونکے سایہ میں راحت پاتی ہے
کاش ابوبکر بھی تجھ سا ہوتا انتہیٰ۔ اور اوسی میں امام احمد رح کے کتاب الزہد سے نقل کیا ہے
کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قول تھا کہ کاش میں کسی ایماندار کے پہلو کا ایک بال ہوتا اور کبھی
فرماتے مجھے آرزو آتی ہے کہ کاش میں جھاڑ ہوتا جسکو جانور کھا لیتے انتہیٰ۔ ازالۃ الخفا میں
محب طبری کی کتاب الموافقہ سے نقل کیا ہے کہ ایک روز عمرؓ مدینہ منورہ کے راستہ میں
جا رہے تھے کہ حضرت علیؑ اودھر سے تشریف لائے اور آپکے ہمراہ امام حسن و امام حسین علیہما السلام
بھی تھے۔ علی کرم اللہ وجہہ بعد سلام اونکے ہاتھ میں ہاتھ ملائے ہوئے ساتھ ہولئے اور دونوں
صاحبزادہ دونوں بازو پر ہوگئے دیکھا کہ عمرؓ رو رہے ہیں پوچھا اے امیر المومنین! آپ
کیوں رو رہے ہو۔ کہا اے علی! مجھ سے زیادہ رونیکا مستحق کون ہے میری یہ حالت ہے
کہ میں اس امت کا والی بنایا گیا ہوں اور میں حکم کرتا ہوں معلوم نہیں میں گنہگار ہو رہا ہوں
یا اچھا کام کر رہا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ معاملات میں
عدل کرتے ہو مگر اس سے آپ کا رونا تھما نہیں۔ اسکے بعد امام حسن علیہ السلام نے آپکے
عدل وغیرہ کا حال بیان کرکے تسکین دی۔ جب بھی آپ روتے رہی اسکے بعد امام حسین
علیہ السلام نے آپکے عدل وغیرہ کا حال بیان کرکے تسکین دی اوسوقت آپکا رونا تھما۔
اوسپر دونوں صاحبزادوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیا آپ اسکی گواہی دیتے ہو دونوں

صاحبزادے اپنے والد ماجد کی طرف دیکھنے لگے علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہاں گواہی دو میں بھی
تمھارے ساتھ گواہی دیتا ہوں انتہیٰ۔ یہ رونا دھونا خلافت ہی کی بدولت تھا جس نے
اونکی جان کو آفت میں ڈال رکھا تھا۔

تاریخ الخلفا میں شعب الایمان سے نقل کیا ہے کہ عمرؓ آرزو کرتے تھے کہ کاش میں دنبہ
ہوتا لوگ جتنا چاہتے مجھے موٹا کرتے پھر جب کبھی اونکے یہاں کوئی دوست مہمان آتا
تو مجھے ذبح کرتے اور تھوڑا گوشت بھونتے اور کچھ کباب بناتے اور کھاتے انتہیٰ۔
غور کیجئے کہ کس قدر خوف ان حضرات پر طاری ہوگا کہ اس قسم کی تمنا کرتے تھے؟ اسی نرالی حالت
نے اونکو ایسا بنا دیا تھا کہ اون سے جو فعل صادر ہوتے وہ بھی نرالے ہوتے تھے۔ دیکھئے عمر
رضی اللہ عنہ کے حال میں تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہے کہ وہ اکثر راتوں کو گشت کرتے اور
لوگوں کے حالات خفیہ طور پر دریافت کرکے اونکی حاجت روائیاں کرتے اور دن کو فصل
خصومات قضاے حاجات انتظام سلطنت اور خبرگیری رعایا و برایا میں مشغول رہتے
یہاں تک کہ غنیمت کے اونٹوں کی خدمت بھی اپنی ذات سے کرتے تھے۔ چنانچہ اونکی پیٹھ
پر زخم پڑتے تو اپنا ہاتھ زخم میں ڈالکر صاف کرتے اور دوا لگاتے اور کہتے کہ میں ڈرتا ہوں
کہ کہیں خداے تعالیٰ تمھارے باب میں مجھ سے سوال نہ کرے انتہیٰ۔ عمر رضی اللہ عنہ کے
حالات پر نظر ڈالی جاے تو صاف معلوم ہوگا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے امر واجب الامتثال
کے لحاظ سے خالصاً لوجہ اللہ خدمت گذاری خلق کو آپنے قبول کیا تھا۔

خلافت علی کرم اللہ وجہہ

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا جب وقت آگیا اور صحابہ نے آپ سے
درخواست کی تو آپ نے بھی انکار ہی کیا چنانچہ تاریخ کامل وغیرہ میں لکھا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ
کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار جمع ہوئے جن میں طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔

اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت ہونی چاہئے چنانچہ سب
اسی غرض سے آپکے پاس آئے اور آپنے فرمایا مجھے اس خدمت کی حاجت نہیں آپ لوگ جسکو چاہو اختیار
کرو میں راضی ہوں۔ سب نے کہا ہم آپکے سوائے کسی دوسرے کو پسند نہیں کرتے کئی بار طرفین
سے یہی رد و قدح ہوتی رہی آخر سب نے کہا کوئی شخص ایسا نہیں جو آپ سے زیادہ اس
خدمت کا مستحق ہو جو قرابت آپکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور جو دین میں
آپکو قدامت حاصل ہے وہ کسی کو نہیں آپنے کہا مجھے معاف کرو۔ میں مصلحت اسی میں دیکھتا ہوں
کہ میں وزیر رہوں اور کوئی دوسرا امیر ہو سب نے کہا۔ خدا کی قسم ہم جبتک آپ کے ہاتھ پر
بیعت نہ کرینگے کوئی کام نہ کرینگے۔ آپنے مجبور ہو کر قبول فرمایا چنانچہ پہلے طلحہ رضی اللہ عنہ نے
آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔ حبیب ابن ذویب نے یہ دیکھتے ہی اِنَّا لِلّٰہ پڑھا۔ اور کہا کہ مجھے امید
نہیں کہ یہ کام انجام پائے اس لئے کہ پہلے جو ہاتھ بیعت کیلئے پیش ہوا وہ شل ہے۔ پھر زبیر
رضی اللہ عنہ نے بیعت کی اوسوقت بھی آپنے فرمایا کہ اگر آپ میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کو
پسند کرتے ہو تو خیر ورنہ میں آپکے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اونھوں نے کہا کہ ہم سب یہی پسند
کرتے ہیں کہ آپکے ہاتھ پر بیعت کریں انتہی۔ اور اوسی میں لکھا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے
جب آپکے پاس کچھ پیام کہلایا اوسوقت آپنے خطبہ پڑھا جسمیں یہ بات بھی فرمائی کہ جب
لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تو صحابہ جمع ہو کر میرے پاس آئے اور بیعت لینے کی
درخواست کی ہرچند میں نے انکار کیا مگر کسی نے نہ مانا اور یہی کہتے رہے کہ ہم سوائے آپکے
کسی سے راضی نہیں اگر آپ بیعت نہ لینگے تو لوگوں کے متفرق ہو جانیکا خوف ہے غرضکہ
جب لوگوں نے اتنا اصرار کیا تو اوسوقت میں نے بیعت لی انتہی۔
ناسخ التواریخ کی جلد سوم صفحہ (۱۷) میں لکھا ہے کہ جب علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لوگ

بیعت کیلئے حاضر ہوے فرمایا دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امرا له وجوہ والوان لا تقوم له القلوب ولا تثبت له العقول وان الآفاق قد اغامت والمحجة قد تنکرت واعلموا انی ان اجبتکم رکبت بکم ما اعلم ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلّی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا اور یہی روایت نہج البلاغۃ کے جلد اول میں بھی ہے ترجمہ اسکا یہ ہے۔ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑ دو اور خلافت کے لئے کسی دوسرے شخص کو تلاش کرو کیونکہ یہ کام ایسی مختلف اور رنگارنگ صورتوں میں پیش نظر ہو رہا ہے کہ جنکو دل برداشت نہیں کرسکتے اور عقلیں ثابت نہیں رہ سکتیں آفاق میں اندھیرا اور راستہ ناآشنا ہوگیا ہے۔ پھر یہ سمجھ رکھو کہ اگر میں تمھاری بات کو قبول کرلوں تو تم کو اوس کام پر مسلط اور مامور کرونگا جس کو میں جانتا ہوں پھر اوسوقت نہ کسی کی کوئی بات سنونگا اور نہ کسی کے عتاب کی پرواہ کروں گا اور اگر تم مجھے چھوڑ دوگے تو میں بھی تم جیسا ایک مسلمان ہوں جسکو تم خلیفہ مقرر کروگے امید ہے کہ تم سے زیادہ میں اوسکی بات سنونگا اور اطاعت کرونگا میرا وزیر ہونا تمھارے حق میں اس سے بہتر ہوگا کہ میں امیر رہوں انتہی۔

اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے خلافت کے قبول کرنیسے انکار کیا اور صاف فرمادیا کہ کسی اور کو خلیفہ بناؤ تو بہتر ہوگا اور میں بھی اوسکی اطاعت کرونگا اس سے منکشف ہی کہ علی کرم اللہ وجہہ خلیفۂ وقت کی اطاعت کو نہایت ضروری سمجھتے تھے اور نیک نیتی سے صاف فرمایا کہ تم جس کو خلیفہ بناؤگے اوسکی اطاعت تم سے بھی زیادہ کرونگا۔ اب اسکے بعد یہ خیال کرنا کہ خلفائے ثلاثہ کی اطاعت آپنے نہیں کی اور کی

دعونی والتمسوا غیری

ان ترکتمونی فانا کاحدکم

انا اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ

توجبری طور پر ہرگز قرین قیاس نہیں۔ پھر یہاں یہ بھی خیال نہیں ہو سکتا کہ آپنے تقیہ سے یہ فرمایا ہوگا
اس لئے کہ یہ موقعہ وہ تھا کہ جتنے ارباب حل وعقد وہاں موجود تھے وہ سب بالاتفاق آپکے
دست نگر تھے اور منتیں کر رہے تھے کہ آپ ہی بیعت لیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے
کہ آپنے جو فرمایا کہ اگر تم مجھے خدمت خلافت سے معاف رکھوگے تو میں بھی تمھارے جیسا
ایک شخص ہونگا اور امام کی اطاعت سب سے زیادہ کرونگا۔ اگر اسی بنا پر لوگ کسی اور کو
خلیفہ بنا لیتے تو آپکے نہ وصی ہونے میں کلام ہو سکتا نہ باب مدینۃ العلم ہونے میں فرق آتا
نہ دوسرے فضائل وصفات جو احادیث میں وارد ہیں بے موقع سمجھے جاتے اور حسب
اقرار وارشاد آپ مثل اوروں کے خلیفہ وقت کے مطیع ہوتے گو خدمت وزارت آپ ہی کو
مسلم ہوتی۔ اس سے ثابت ہے کہ وصی وغیرہ ہونے کو خلیفہ ہونا لازم نہیں اسی وجہ سے
آپنے خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

آپنے اپنی وزارت کو امارت پر جو ترجیح دی اوسمیں اوس حدیث شریف کے طرف
اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ
یعنے جس کا میں مولا ہوں علیؓ بھی اوسکے مولا ہیں۔ اس لئے کہ مولی ولی سے ماخوذ ہے اور
ولی کے معنے دوست اور ناصر کے ہیں جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
یعنے اللہ اون لوگوں کا ناصر و مددگار ہے جو ایمان لائے اور اولیاء اللہ بھی چونکہ حق تعالی
کی مدد کرتے ہیں اسلئے اونکا بھی لقب ولی ٹھیرایا گیا کما قال تعالی اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ
لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنے آگاہ رہو کہ اولیاء اللہ کو کچھ خوف نہیں اور
نہ وہ غمگین ہونگے۔ اگر کہا جائے کہ خدائے تعالی کی مدد کرنا ممکن نہیں تو اوسکا جواب یہ ہے
کہ حق تعالی فرماتا ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ یعنے اگر تم خدا کی مدد کروگے تو خدا بھی

وزارت امارت سے بہتر ہے
حدیث من کنت مولاہ
معنی مولی

تمھاری مدد کریگا اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو خدا کی مدد کرنے کی ضرورت ہے البتہ مدد مدد میں فرق ہے بندہ کی مدد اسی قدر ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق کار خیر میں اپنی قوت صرف کرے پھر جب اوس نے پورے طور پر اپنی قوت کو مرضیات آلہی میں صرف کیا تو اللہ تعالیٰ اوسکی پوری مدد کرتا ہے اور ولی اللہ کا لقب اوس پر صادق آجائیگا۔

مولیٰ لغت عرب میں کئی معنی میں مستعمل ہے چنانچہ لسان العرب میں لکھا ہے کہ اوسکے معنی رب۔ سید۔ منعم۔ معتق۔ ناصر۔ محب۔ تابع۔ جار۔ ابن عم۔ صہر۔ عبد معتق۔ اور منعم علیہ کے ہیں۔ ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ان سب معنی میں نصرت ملحوظ ہے اسی وجہ سے آزاد کرنے والے کو بھی مولیٰ کہتے ہیں اور آزاد کئے ہوے غلام کو بھی۔ کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے ممد و معاون ہوتے ہیں اور یہی وجہ اونکے محبت کی بھی ہے اور حلیف کا بھی یہی حال ہے کہ ایک دوسرے کی نصرت کا اقرار اور معاہدہ کرلیتے ہیں اس لئے ہر ایک دوسرے کا مولیٰ کہا جاتا ہے اس سے ثابت ہے کہ مولیٰ کے لئے افضل ہونا شرط نہیں جیسا کہ اس آیہ شریفہ سے بھی معلوم ہوتا ہے قولہ تعالیٰ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَائِیْ یعنے ذکریا علیہ السلام نے کہا کہ مجھے خوف ہے میرے موالی یعنے بنی اعمام سے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنے خدائے تعالیٰ اور جبرئیل اور نیک بخت اہل ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناصر و مددگار ہیں۔ دیکھئے اس آیہ شریفہ میں عموماً اہل اسلام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ قرار دیئے گئے۔ اور قرآن شریف میں ہے اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ یعنے تو ہمارا مولیٰ یعنے ناصر اور مددگار ہے ہم کو کافروں پر مدد دے۔ غرضکہ جتنے معنی میں مولیٰ مستعمل ہے سب میں نصرت اور دوستی ملحوظ ہے جس سے ظاہر ہے کہ مولیٰ کے اصلی معنی ناصر و مددگار کے ہیں اسی وجہ سے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میرا وزیر رہنا امیر رہنے سے اولیٰ ہے - کیونکہ وزیر خلیفہ وقت کا ناصر و مددگار رہتا ہے جس پر مولیٰ کے معنی پورے پورے صادق آتے ہیں اور اوس سے تمام مسلمانوں کی مدد کا بھی پورا موقعہ ملجاتا ہے اس صورت میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے ممد و معاون ہیں اسی طرح علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں - چنانچہ اسی کی مؤید یہ ہے کہ کسی نے علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کی خلافت میں بدنظمی ہے اور شیخین کی خلافت میں نہایت انتظام تھا آپنے فرمایا کہ انکے وزیر ہم تھے - اور ہمارے وزیر تم ہوا ور قاعدہ کی بات ہے کہ وزیر کی لیاقت کے مطابق انتظام ہوا کرتا ہے -

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وزیر ہونا بہ نسبت امیر اور خلیفہ ہونیکے مسلمانوں کے حق میں زیادہ تر مفید تھا جس کی خبر خود حضرت نے دی جو نہج البلاغہ وغیرہ کتب معتبرہ شیعہ سے ثابت ہے - اور تعجب نہیں کہ مسلمانوں نے جو آپ کے اس ارشاد کی مخالفت کرکے آپکو خلیفہ مقرر کیا اوسی مخالفت کی نکبت سے پوری مدت خلافت میں کل مسلمان پریشانیوں میں رہے - اس صورت میں یہ کیونکر ہوسکے کہ من کنت مولاہ کی حدیث سے آپ کی خلافت مقصود ہے اگر ایسا ہوتا تو حضرت امیر المومنین اس سے واقف ہوتے اور اوسکے خلاف کبھی نہ فرماتے -

یہ بات قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی کہ جب کل صحابہ مہاجرین و انصار وغیرہ نے بالاتفاق اور بطیب خاطر آپکے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہا تو اوسوقت تو آپنے انکار کیا اور خواہش اوسوقت کی کہ کل صحابہ ابوبکرؓ کی خلافت پر راضی ہوگئے تھے - ہاں یہ ثابت ہے کہ آپنے بیعت میں کسی قدر تاخیر کی اور بعضے روایات سے آپکا ملال بھی معلوم ہوتا ہے مگر اسکی

وجہ دوسری تھی۔ غرضکہ خلافت کا آپکو نہ شوق تھا نہ سوائے خوشنودی خدا و رسول کے اوس سے
آپنے کوئی نفع حاصل کیا۔

ازالۃ الخفا میں مستدرک حاکم سے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کسی واقعہ سے نہایت غمگین ہوئے اور امام حسن علیہ السلام سے بکمال حسرت فرمایا کہ کاش
میں بیس سال پہلے مرگیا ہوتا انتہی۔

اب کہئے کہ یہ خلافت آفت تھی یا راحت لوگوں کو اس مسئلہ میں اشتباہ اسوجہ سے ہوا
کہ اونھوں نے خلافت نبوت کو سلطنت دنیوی پر قیاس کر لیا جس سے تعلی اور آسایش
مقصود ہوتی ہے حالانکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ظاہر بینوں کی
نظر میں غالباً یہ بات ہوگی کہ علی کرم اللہ وجہہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد
جو تعلّی کیا وہ صرف نمایشی تھا دراصل وہ آپکی قدیم آرزو تھی جسکو رکاوٹوں نے پوری
ہونے نہیں دیا تھا پھر جب ایک مدت کے بعد وہ خواہش پوری ہوئی تو اوسوقت بھی
لوگ دیکھ نہ سکے اور عمر بھر آپکو راحت نہ لینے دی۔ چنانچہ ساتھ ہی لڑائیاں شروع ہوگئیں
مگر قرائن اوسکے خلاف میں گواہی دیرہے ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا
تعلّی ظاہری نہ تھا بلکہ خود طبیعت فقر دوست اور مسکنت پسند واقع ہوئی تھی۔ آپکو
دنیا سے کوئی تعلق نہ تھا۔

ناسخ التواریخ صفحہ ۱۶۳ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خط موسومۂ معاویہؓ نقل کیا ہے جس کا
ترجمہ یہ ہے کہ جب لوگ ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے تو تمھارے باپ ابوسفیان میرے
پاس آئے اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ سے زیادہ خلافت کا کوئی مستحق نہیں ہے
میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ جو کوئی آپکی مخالفت کریگا میں اوسکی سرکوبی کرونگا آپ ہاتھ بڑھایئے

میں آپکے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں مگر ہیں نے اوسکو قبول نہیں کیا انتہی ملخصاً۔ اگر انکو خلافت منظور ہوتی تو ابو سفیان جیسے شخص کا ذمہ دار مدد ہونا کوئی معمولی بات نہ تھی۔

یہاں شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ ابو سفیان کو علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ خاندانی عداوت تھی اسلئے اونکا بیعت پر اقدام کرنا خالی از مصلحت و مکر نہیں۔ مگر یہ صرف بدگمانی ہے ابو سفیان کو ضرور علی کرم اللہ وجہہ کی تائید کا خیال پیدا ہو گیا تھا اوسکی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک بوڑھے پرانے خیال کے آدمی تھے جنکی عمر کا اکثر حصہ جاہلیت میں بسر ہوا تھا عصوبت جاہلیت اونکی طبیعت میں متمکن تھی۔ چونکہ عرب کی خمیر اور جبلت میں عصوبت داخل ہے کہ جو قبیلہ نسب میں اپنے قریب ہوا وسکے مقابلہ میں اگر کوئی کھڑا ہو جائے تو قریب کے نسب والے قبیلوں کو اوسکی مدد کرنا ضروری ہے گو باہمی جھگڑے اور مخالفتیں ہوں چنانچہ اسکا ثبوت اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے جو تاریخ کامل کی جلد سیوم صفحہ (۶۴) میں لکھا ہے کہ جب بلوائیوں نے عثمانؓ پر سختی شروع کی آپ علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں جھپکر گئے اور فرمایا یوں تو میرے حقوق آپ پر بہت سارے ہیں مگر سب سے قطع نظر کرکے فرض کیا جائے کہ کوئی حق ثابت نہیں اور ہم جاہلیت ہی میں ہیں تو بھی عبد مناف کی اولاد پر بڑے عار کی بات ہے کہ ایک بنی تیم کا شخص یعنے طلحہ ادنسے حکومت چھین لے انتہی ملخصاً اسی بنا پر ابو سفیان کو سخت ناگوار تھا کہ ابو بکرؓ (جنکی قرابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دور کی ہے جو کعب بن لوی میں یعنے آٹھویں پشت میں ملے ہیں) علیؓ سے حکومت چھین لیں چونکہ بنی امیہ جنمیں ابو سفیان بھی ہیں اونکو بنی ہاشم سے بہت قریب کا تعلق ہے اسلئے اُن پر بحسب اصول حمیت علی کرم اللہ وجہہ کی مدد کرنا ضروری تھا۔ استیعاب میں لکھا ہے کہ جب ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تو ابو سفیان علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے

اور کہا کیسی بات ہو کہ قریش کا ایک چھوٹا گھر تم سے حکومت چھین لے خدا کی قسم اگر تم چاہتے ہو تو تمہاری مدد کے لئے اتنے سوار اور پیادے جمع کردوں کہ مدینہ میں جگہ نہ ملے انتہیٰ ملخصاً۔ اور نہج البلاغہ میں بھی یہی مضمون مفصل موجود ہے۔ انکو کثیر التعداد فوج فراہم کرنیکا اطمینان اسوجہ سے تھا کہ اکثر قبائل قریش عصوبت قومی سے ضرور آمادہ جنگ ہوجاتے۔ اور علی کرم اللہ وجہہ بھی سمجھ گئے تھے کہ ابو سفیان کی یہ باتیں صرف زبانی نہیں بلکہ صاحب عزم وارادہ ہیں جو کہتے ہیں وہ کر بتائینگے چنانچہ اسی خط میں جو معاویہؓ کے نام سے لکھا ہے یہ عبارت موجود ہے

وانت تعلم ان اباك قد قال ذلك ارادة حتى كنت انا الذي ابيت تقرب عهد الناس بالكفر مخافة الفرقة بين اهل الاسلام

یعنے تم جانتے ہو کہ تمہارے والد نے محبت جتانے کی غرض سے نہیں کہا تھا بلکہ اوسکا حزم وارادہ کرلیا تھا مگر میں نے انکار کیا اس خیال سے کہ اہل اسلام میں تفرقہ پڑ جائیگا۔

دیکھئے ابو سفیان جیسے مدبر شخص جن کی وجاہت تمام قبائل عرب میں مسلم تھی اور اونھیں کے تدابیر سے تمام عرب کے قبائل مدتوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرتے رہے۔ علی کرم اللہ وجہہ کو کمک دینے پر آمادہ ہوگئے تھے گو اسلام میں اونکی وجاہت ابوبکرؓ کے مقابلہ میں کچھ نہ تھی مگر علی کرم اللہ وجہہ کی قومی وجاہت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب قرابت اور ذاتی شجاعت اونکے تدابیر کے ساتھ ہوتی تو مسلمانوں میں ایک ہلکہ تو ضرور پڑ جاتا۔ مگر سبحان اللہ حضرت علیؓ ہی کا حوصلہ تھا کہ اوس طرف توجہ تک نہ کی اور خلافت سے صاف انکار کردیا۔ اب اسکے بعد وہ اظہار مظلومیت اور بیکسی کی روایتیں کہ خلافت لینے کی غرض سے آپ حضرت بی بی فاطمہ علیہا السلام کو ہر رات ہمراہ لیکر ایک ایک کے گھر جاتے اور مدد کی درخواست کرتے اور اس قسم کی روایتیں جو

آئندہ کسی موقع میں انشاء اللہ تعالیٰ لکھی جائینگی کیا صحیح ہو سکتی ہیں۔

آپکے دل کی بات یہ تھی کہ کسی طرح خلافت سے سبکدوش رہیں اسوجہ سے بہت سی تدبیریں کیں کہ کسی طرح اوس سے پیچھا چھوٹے مگر چونکہ تقدیر الٰہی میں ٹھیر چکا تھا کہ آپ خاتم الخلفا ہوں اسلئے مجبوراً قبول کرنا پڑا۔ دیکھئے پہلے صاف انکار کر دیا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور لوگوں کو سمجھا دیا کہ مجھے خلیفہ بنانے میں مصلحت نہیں البتہ وزیر بناؤ تو تمھارے حق میں اچھا ہے پھر تنگ ہوکر فرمایا میرا پیچھا چھوڑو اس کام کیلئے کسی اور کو تلاش کرلو جیسا کہ نہج البلاغہ صفحہ (۸۷ و ۸۸) میں مذکور ہے۔ پھر جب دیکھا کہ وہ مانتے ہی نہیں تو مجبور ہو کر فرمایا کہ اگر اسی کو ضرور سمجھتے ہو تو اس کام کیلئے مسجد میں ایک عام جلسہ کرو تاکہ تمام مسلمان حاضر ہوں مقصود یہ کہ سب کی رائے کبھی متفق نہو گی اسلئے حیلہ کو موقع ملجائیگا جیسا کہ ناسخ التواریخ میں لکھا ہے وہمی گفتند ما نحن بمفارقيك حتى نبايعك قال ان كان ولا بد من ذلك ففى المسجد یعنے سبنے کہا کہ ہم آپکو کبھی نہ چھوڑینگے۔ جبتک کہ آپکے ہاتھ پر بیعت نہ کرلینگے فرمایا اگر اسی کو ضروری سمجھتے ہو تو یہ تقریب مسجد میں ہو۔ مگر اوسکے ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ معلوم رہے کہ اوس مجمع میں اگر ایک شخص بھی خلاف کرے تو میں پھر کسی سے بیعت نہ لونگا جیسا کہ ناسخ التواریخ صفحہ (۲۰) میں ہے وہمچناں امیر المومنین در بدو ذم فرمود کہ اگر ہمہ یک تن از بیعت من سر تا بد سر دریں کار درنخواہم آورد انتہیٰ۔ اور اسی صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ ابن عباس گوید در روز بیعت علی سخت بیمناک بودم چہ بسیار کس دراں انجمن حاضر بودند کہ پدر و برادر ایشاں را علی با تیغ درگذرانیدہ ہمی گفتم مبادا ایک تن ازیں خونداراں سر برآرد و سخنے ناہموار گوید وامیر المومنین علی برنجد و نپذیرائی بیعت نشود ناگاہ کہ ہیچکس بجائے نماند الا آنکہ بتمام رضا و رغبت بیعت کرد انتہیٰ۔

دیکھئے وہ زمانہ کیسا تھا مصر کوفہ اور بصرہ وغیرہ بلاد کے مختلف خیالات کے لوگ جمع تھے
اور اہل بصرہ چاہتے تھے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنائیں اور اہل کوفہ کا رغبت بہ زبیر رضی اللہ عنہ
کی طرف تھی اور طرز کارروائی سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ ان حضرات کو بھی کسی قدر خیال تھا
اور اہل بصرہ کی آمد و شد جو ابتداء سے آپکے یہاں تھی بعضے کوتاہ اندیشوں کو اس طرف توجہ
دلاتی تھی کہ محرک اور باعث قتل معاذ اللہ آپ ہی ہیں جس سے عام جوش پھیلا ہوا تھا ایسے
موقعہ میں ظن غالب بلکہ یقین یہی تھا کہ ہزارہا مسلمان آپ کی مخالفت پر آمادہ ہو جائینگے
غرضکہ آپنے یہ ضرور خیال فرمایا تھا کہ اتنے مخالفین میں سے کوئی ایک تو ضرور ہی مخالفت کریگا
اسلئے شرط لگادی کہ اس مجمع عام میں سے کسی ایک نے بھی مخالفت کی تو پھر قبول خلافت پر
میں ہرگز مجبور نہ ہو سکونگا۔ اب غور کیجئے کہ جب اتنی طرح سے ٹالنے کے بعد بھی خلافت گلے
پڑی ہوگی تو کس قدر آپ تنگدل ہوئے ہونگے۔ کیا ایسے صریح صریح قرائن کے بعد بھی خیال
ہو سکتا کہ آپ طالب خلافت تھے۔ اصل وجہ اسکی یہ تھی جو خود آپنے ایک خطبہ میں علے
رؤس الاشہاد بیان فرمایا جو ناسخ التواریخ صفحہ (۲۱) کی جلد ہشتم میں نقل کیا ہے الا ان
اللہ عالم من فوق سمائہ و عرشہ انی کنت کارھا للولایۃ علی امۃ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم حتے اجتمع رأیکم علی ذلک لانی سمعت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم یقول ایما وال ولی الامر من بعدی اقیم علی حد
الصراط ونشرت الملئکۃ صحیفتہ فان کان عادلا انجاہ اللہ بعدلہ
وان کان جائرا انتقض بہ الصراط یتزائل مفاصلہ ثم یھوی الے
النار فیکون اول ما یلقی بہ النار انفہ وحر وجھہ ولکنی لما اجتمع
رأیکم لم یسعنی ترککم یعنے خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس بات کو مکروہ سمجھتا تھا

کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حکومت کروں اسلئے کہ خود میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے جو شخص میرے بعد حاکم ہوگا قیامت کے روز پل صراط پر پکڑا کیا جائے گا۔ اور فرشتے اوسکا نامہ اعمال کھولینگے۔ اور حساب شروع ہوگا۔ پھر اگر اوسکا عادل ہونا ثابت ہوگیا تو خدا تعالی اوسکو نجات دیگا۔ اور اگر ظالم ثابت ہو تو دوزخ میں گریگا۔ جس سے جوڑ بند اوسکے جدا جدا ہو جائینگے۔ اور آگ پہلے اوسکی ناک اور منہ کو جلائیگی غرضکہ اس حدیث کے لحاظ سے میں خلافت کو نہایت مکروہ سمجھتا تھا مگر جب تم سب نے اتفاق کرکے مجھی کو خلیفہ بنانا چاہا تو میں مجبور ہوگیا اور تم سے علیحدہ ہونا مجھ سے نہ ہو سکا۔ انتہی۔

اور نہج البلاغۃ میں آپکا قول نقل کیا ہے واللہ ما کانت لی فی الخلافۃ رغبۃ ولا فی الولایۃ اربۃ ولکنکم دعوتمونی الیہا وحملتمونی علیہا یعنے خدا کی قسم مجھے خلافت کی بالکل رغبت نہ تھی۔ اور نہ حکومت سے کوئی غرض تھی۔ لیکن تم لوگوں نے مجھے اوسکی طرف بلایا اور زبردستی مقرر کیا انتہی۔

یہ بے رغبتی اسی وجہ سے تھی کہ خلافت کی ذمہ داریاں نہایت سخت ہیں جسکا حال روایت سابقہ میں آپنے بیان فرمایا۔ غرضکہ خلافت کرنا آپ کو منظور نہ تھا اور یہ بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ سب مسلمان جس بات پر اتفاق کریں اوسکی مخالفت کریں اسلئے یہ خیال کیا کہ کل مسلمان اپنی خلافت پر ہرگز اتفاق نہ کرینگے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ خود آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کی خبر دی ہے کہ لوگ آپکو خلیفہ نہ بنائینگے۔ اس پیشین گوئی کے بھروسہ آپنے یہ شرط لگادی کہ جب تک سب اتفاق نہ کرینگے میں بیعت خلافت نہ لونگا مقصود یہ کہ نہ سب اتفاق کرینگے نہ بیعت لینے کی نوبت آئیگی۔ مگر مشیت ایزدی میں تو ٹھیرا ہوا تھا کہ آپ خاتم الخلفا ہوں اسوجہ سے اوسوقت کسی نے خلاف ہی نہ کیا اوسکے بعد پیشین گوئی کا

ظہور رہا چنانچہ تخمیناً آدھی امت آپکی امارت پر راضی نہوئی اور آخر تک خلافت ہی کا جھگڑا رہا جس سے مقصود خلافت جو اشاعت اسلام تھا حاصل نہو سکا۔ اس موقع میں آپنے ترک کرنا بھی مناسب نہیں سمجھا اسلئے کہ وہ عبادت تھی اور عبادت شروع کرنے پر لازم ہوجاتی ہے۔

غرضکہ آپنے جبراً خلافت کو قبول کیا جس سے مقصود مسلمانوں کی خوشنودی تھی جسمیں خدا و رسول کی خوشنودی متصور ہے کما قیل ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست	بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

اب کہئے کہ خلافت کی رغبت اور شکایت خلفاء ثلثہ کی روایتیں جو آپکی طرف منسوب کیجاتی ہیں کیا ان روایتوں کے مقابلہ میں وہ صحیح ہوسکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ورنہ لازم آئیگا کہ آپنے نعوذ باللہ جھوٹی قسمیں کھا کھا کر ضرورت کے وقت اپنی بے رغبتی بیان فرمائی۔

آپ جانتے تھے کہ خلافت میں علاوہ جواب دہی اخروی کے دنیا میں بڑے بڑے مصائب پیش آنیوالے ہیں اسکی تصدیق ہم احادیث سے کئے دیتے ہیں جن سے ظاہر ہے کہ کل پیش آنیوالے واقعات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو دیدی تھی۔ ان احادیث کو دیکھنے کے بعد کوئی منصف مزاج انکار نہیں کرسکتا کہ باوجود ان پیش آنیوالے مصائب پر مطلع ہونیکے آپ نے خلافت کو جو قبول کیا وہ بعینہ ایسا تھا جیسے فقر و فاقہ کو اختیار کیا یعنے بجز رضا جوئی خدا و رسول کے اُس سے اور کوئی مقصود نتھا۔ اور یہ جو خیال کیا جاتا ہے کہ اوروں نے ظلم کرکے آپ کی خلافت چھینی ان احادیث وغیرہ امور مذکورہ سے ثابت ہے کہ آپ کے نزدیک وہ ظلم نتھا بلکہ زبردستی خلافت جو گلے ڈالی گئی وہ ظلم تھا۔

نسائی رح نے خصائص علی کرم اللہ وجہہ میں بسند متصل روایت کی ہے کہ کلیب جرمی کہتے ہیں کہ میں علیؓ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک مسافر آیا اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں

کچھ کہنا چاہتا ہوں چونکہ آپ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اس لئے اوسکی طرف توجہ نہ کی
وہ کسی کے پاس بیٹھ گیا اور یہ واقعہ بیان کیا کہ میں عمرہ کے لئے گیا تھا۔ جب عائشہ رضی اللہ
عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو اونھوں نے مجھ سے پوچھا کیا تمھاری طرف کوئی قوم ہے
جس کا نام حروریہ ہے اور اونکو حروریہ کیوں کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی ایک مقام ہے
جس کا نام حرورہ ہے۔ وہاں کے لوگوں کو حروریہ کہتے ہیں فرمایا اوس شخص کو خوشخبری ہے
جو کہ اونکو ہلاک کرے اگر ابن ابی طالب چاہیں تو اونکی خبر دیسکتے ہیں۔ اسلئے میں اونکا
حال دریافت کرنے کو آیا ہوں۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ فارغ ہوئے تو پوچھا اجازت
چاہنے والا کہاں ہے وہ شخص پیش ہوا اور یہ واقعہ بیان کیا آپنے فرمایا کہ ایک روز
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اوسوقت سوائے
ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے کوئی نہ تھا حضرت نے مجھ سے فرمایا اے علی! تمھارا
کیا حال ہوگا جب فلاں قوم کے ساتھ مقابلہ ہوگا۔ میں نے عرض کی خدا اور رسول داناتر ہیں
پھر مشرق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ایک قوم ادھر نکلے گی وہ لوگ قرآن پڑھیں گے
مگر اونکے حلق کے نیچے نہ اوتریگا دین سے وہ ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے
اون میں ایک شخص ہوگا جس کا ہاتھ ناقص ہے اور اوس پر مثل سرپستان پارہ گوشت
ہوگا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا میں تمھیں قسم دیکر
پوچھتا ہوں کیا میں نے تمھیں اوسکی خبر نہیں دی تھی لوگوں نے کہا بیشک آپنے خبر دی تھی
فرمایا پھر تم نے مجھے خبر دی کہ وہ اون میں نہیں ہے اور میں قسم کھا کر کہتا تھا۔ کہ وہ اون لوگوں
میں ضرور ہے اوسکے بعد تم لوگ اوسے کھینچتے ہوئے مجھ تک لے آئے اور وہ ویسا ہی تھا
جس طرح میں نے کہا تھا لوگوں نے کہا درست ہے فرمایا خدا اور اوسکے رسول نے سچ کہا تھا انتہٰی

اس مضمون کی اور روایتیں بھی امام نسائی نے مختلف اسنادوں سے لکھی ہیں اور دوسری کتابوں میں بھی مذکور ہے جن کا ماحصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کے واقعہ کا تفصیلی حال بیان فرما دیا تھا کہ فلاں قسم کے لوگ ہونگے اور فلاں مقام میں یہ واقعہ پیش آئیگا اور اوس کا انجام یہ ہوگا۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جنگ کی خبر بھی دی تھی چنانچہ کنز العمال کی کتاب الفتن میں متعدد روایتیں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تم میں اور عائشہ رضی اللہ عنہا میں ایک واقعہ پیش آئیگا۔ علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا وہ واقعہ میری شقاوت کا باعث ہوگا فرمایا نہیں لیکن اوسوقت اونکو اونکی امن کی جگہ واپس کردو۔ ایک روز آپنے ازواج مطہرات سے فرمایا تم میں وہ کون عورت ہے جو اونٹ پر سوار ہوگی اور اوسکو دیکھ کر حواب کے کتے بھونکیں گے اور اوسکے اطراف بہت سے لوگ مارے جائینگے جب عائشہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ حواب پر پہونچا اور وہانکے کتے بھونکنے لگے تو آپنے پوچھا کہ اس مقام کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا حواب فرمایا میں یہاں سے لوٹ جاتی ہوں اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کیا حال ہوگا اوس عورت کا جسکو دیکھ کر حواب کے کتے بھونکیں گے لوگوں نے کہا آپ تو اصلاح کے لئے تشریف لائی ہیں۔ انتہیٰ۔

چونکہ مشیت ایزدی میں اس جنگ کا واقع ہونا مقرر تھا اسلئے آپ واپس نہیں ہوسکیں اور سخت لڑائی ہوئی جسمیں بہت سے لوگ مارے گئے اور حضرت کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ بعض امہات المومنین خروج کرینگی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنکر ہنس دیں

حضرت نے فرمایا دیکھو اے حمیرا! کہیں وہ تم ہی نہوں پھر علی رضی اللہ عنہ کی طرف مڑ کر فرمایا
کہ اگر تم سے اونکا کام متعلق ہوجائے تو اونکے ساتھ نرمی کرنا حاکم نے اس روایت کو ذکر
کرکے کہا ہے کہ صحیح علی شرط الشیخین۔

اس لڑائی میں زبیر رضی اللہ عنہ بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ تھے۔ اسکی بھی خبر
حضرت نے پہلے ہی دی تھی۔ چنانچہ کنز العمال کی کتاب الفتن میں ہے کہ جب علی کرم اللہ وجہہ
اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کی صف آرائیاں ہوئیں اور دونوں لشکر قریب ہوگئے
علیؑ نے آگے بڑھکر بآواز بلند زبیر ابن العوام کو پکارا جب وہ روبرو آئے تو فرمایا میں
تمھیں قسم دیتا ہوں کیا تم اوس روز کا واقعہ بھول گئے کہ فلاں مقام میں تم ہم دوستانہ
گفتگو کر رہے تھے اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور تم سے پوچھا کیا تم
علی کو دوست رکھتے ہو تم نے کہا وہ تو میری خالہ اور پھوپی کے بیٹے اور میرے دین پر ہیں
کیونکر ہوسکے کہ اون سے محبت نہ رکھوں پھر مجھ سے فرمایا کیا تم اونکو دوست رکھتے ہو میں نے
عرض کی کہ وہ میرے پھوپی کے بیٹے اور میرے دین پر ہیں کیا میں اونکو دوست نہ رکھونگا
یہ سن کر فرمایا اے زبیر! واللہ تم اونسے جنگ کروگے اور تم ظالم ہوگے یہ سن کر زبیر رضی اللہ عنہ
نے قسم کھا کر کہا بیشک یہ واقعہ صحیح ہے میں بھول گیا تھا اب ہرگز آپ سے نہ لڑونگا
چنانچہ وہ اوسی وقت جنگ سے علیحدہ ہوگئے۔ انتہیٰ۔

غرضکہ مشیت الٰہی میں اونکا اس جنگ میں شریک ہونا مقدر تھا اسلئے باوجود
حضرت کی خبر دینے کے بھول گئے اور حضرت عائشہؓ کا اس جنگ کیلئے نکلنا بھی اسی قسم
کا تھا چنانچہ کنز العمال کتاب الفتن میں ہے کہ عروہ رح نے عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ کس کو دوست رکھتے تھے فرمایا علی ابن ابی طالب کو

کہا پھر آپنے اون سے جنگ کیوں کی؟ کہا تمھارے باپ نے تمھاری ماں کو کیوں نکاح کیا تھا؟ کہا تقدیر الہی تھی فرمایا بس یہ بھی تقدیر الہی تھی۔

اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کا باغی ہونا بھی علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن چکے تھے بلکہ اکثر صحابہ جانتے تھے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے حضرت نے فرمایا تھا کہ باغی جماعت تمھیں قتل کریگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر میں تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکریوں کے ہاتھ سے شہید ہوے الغرض جتنے واقعات ہونیوالے تھے حضرت نے عام طور پر صحابہ کے روبرو بیان فرمادیئے تھے۔ چنانچہ کنز العمال کی کتاب الفتن میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس باب میں بکثرت روایتیں مذکور ہیں۔ یہانتک کہ وہ فرماتے ہیں کہ جتنے فتنے قیامت تک ہونیوالے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیئے تھے۔ اگر میں چاہوں تو جتنے فتنہ پرداز قیامت تک ہونگے جنکی ماتحتی میں تین سو یا اس سے زیادہ شخصوں کی تعداد ہو اونکے نام مع ولدیت اور مقام تک بیان کرسکتا ہوں۔ اور فرمایا سب سے پہلا فتنہ عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہے اور آخری فتنہ خروج دجال۔ جب حذیفہؓ اس تفصیل سے آیندہ آنیوالے واقعات جانتے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو بطریق اولی جانتے ہونگے۔ کیونکہ کنز العمال کی متعدد روایتوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکی نسبت اعلمھم علماً فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ برسر منبر فرمایا کرتے تھے کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو میں جواب دیسکتا ہوں۔ اور حدیث انا مدینۃ العلم و علی بابھا جو مشہور ہے اسی پر ناطق ہے۔ کیوں نہو جو خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپکو تھی وہ کسی کو نہ تھی چنانچہ امام نسائی نے کتاب خصائص علیؓ میں روایت کی ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مہرات

سحر کے وقت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اگر حضرت نماز میں ہوتے
توسبحان اللہ فرما دیتے جس سے میں اذن سمجھ لیتا ورنہ طلب فرما لیتے۔ چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
امام الاولیاء ہیں جیساکہ ابونعیم رح نے حلیتہ الاولیاء میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے علی کو امام الاولیاء مقرر فرمایا ہے انتہی اسی وجہ سے
تقریباً کل سلاسل اولیاء اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطہ سے حضرت تک پہونچتے ہیں
اس لئے ضرور تھا کہ تعلیم روحانی خاص طور پر آپکو ہوتی چونکہ خلافت کبری کے لوازم بھی اسی سے
متعلق ہیں اس لئے وقت خاص میں اوسکا حال بھی آپکو ضرور معلوم کرایا گیا ہوگا۔ بہرحال
یہ امر کئی قرینوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اون وقائع کی
خبر ضرور دی تھی جو آپکے زمانہ میں پیش آنیوالے تھے۔ یہانتک کہ خود آپ کی شہادت کی
خبر بھی آپکو تھی۔ چنانچہ ابوسانح کہتے ہیں کہ ایک بار علی سخت بیمار ہوئے میں عیادت کو گیا
اور آپکی خطرناک حالت دیکھکر کہا اے امیرالمومنین! اس بیماری سے مجھے خوف آتا ہے۔
فرمایا خدا کی قسم مجھے کچھ خوف نہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صادق و مصدوق
تھے آپنے مجھ سے فرمایا کہ تمھیں ایک زخم یہاں لگے گا اور ایک زخم یہاں اور دونوں کنپٹیوں
کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اون کے خون سے داڑھی رنگین ہو جائیگی اس روایت
کو حاکم نے ذکر کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اپنے قاتل کو بھی آپ بخوبی
جانتے تھے چنانچہ استیعاب میں لکھا ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ کے پاس عبدالرحمن بن
ملجم شقی ایک روز آکر سواری طلب کیا۔ آپ نے سواری دیکر یہ شعر پڑھا ؎
ارید حیاته ویرید قتلی الخ یعنے میں تو اوسکی حیات چاہتا ہوں اور
وہ میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے اوسکے بعد فرمایا کہ یہی میرا قاتل ہے کسی نے کہا

پھر آپ اسکو قتل کیوں نہیں کر ڈالتے آپنے فرمایا اسلئے کہ وہ ہنوز مرتکب قتل نہیں ہوا۔

ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے خبر دی دلقد استودعت صہ ۹۸

علم القرون الاولی وما ھو کائن الی یوم القیامۃ یعنے قیامت تک جو کچھ ہونیوالا

ہے اوس کا علم مجھ میں ودیعت رکھا گیا ہے اس سے توصاف ظاہر ہے کہ خلفائے

ثلاثہ کی خلافت کا علم آپ میں پہلے سے ودیعت رکھا گیا تھا۔

غرضکہ جب ہر ایک پیش آنیوالے واقعہ کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

آپ سے فرمادیا تو ممکن نہیں کہ مسئلہ خلافت جو اہم اور ضروری تھا اوس کو آپ سے

نہ فرمایا ہو حالانکہ خلفائے ثلثہ کی خلافت کی خبر ہر بار عام جلسوں میں آپ نے دی ہے

چنانچہ یہاں چند روایتیں لکھی جاتی ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ خلفائے ثلثہ کی خلافت

مشیت ایزدی میں مقرر ہو چکی تھی اور مختلف طریقوں سے حضرت نے بطور پیشین گوئی

فرمادیا اور اونکی مدح وثنا بھی کی۔

مشکوٰۃ شریف میں مسند امام احمد۔ ترمذی اور ابوداؤد سے منقول ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت نبوت تیس سال رہے گی انتہے۔ چنانچہ ایسا ہی

ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو سال۔ عمرؓ کے دس سال۔ عثمانؓ کے بارہ سال اور

علیؓ اور امام حسن علیہما السلام کے چھ سال۔

ازالۃ الخفا میں بخاری سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں ایک کنوئیں پر ہوں اور اوسپر ایک ڈول رکھا ہے

جس قدر خدائے تعالیٰ کو منظور تھا میں نے پانی کھینچا پھر اوسکو ابوبکرؓ نے لیا اور ایک

ڈول کھینچے مگر اونکے کھینچنے میں کسی قدر ضعف تھا پھر عمرؓ نے اوسکو لیا اونکے ہاتھ میں

وہ موٹ بن گیا اور خوب سا پانی کھینچکر لوگوں کو سیراب کیا انتہی۔ کتب سیر و تواریخ سے ظاہر ہے کہ اس خواب کا پورا پورا ظہور رہوا۔

مستدرک حاکم میں یہ حدیث ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ جی میں نے دیکھا ہے کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اوتری ہے اور اوسکے ایک پلہ میں آپ تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے میں ابوبکرؓ آپ کا پلہ بھاری ہوگیا پھر آپ اوٹھالئے گئے اور ابوبکرؓ بیٹھے رہے پھر جس پلہ میں آپ تھے اوسمیں عمرؓ بٹھائے گئے۔ ابوبکرؓ کا پلہ بھاری ہوگیا پھر ابوبکرؓ اوٹھالئے گئے اور اونکی جگہ عثمانؓ بٹھائے گئے۔ عمرؓ کا پلہ بھاری ہوگیا پھر عمرؓ اوٹھائے گئے اور اونکے ساتھ وہ ترازو بھی اوٹھالیگئی یہ سن کر آنحضرتؐ کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا۔

ترازو کا اوٹھ جانا یہ تبلا رہا ہے کہ مسلمانوں میں جو اعتدالی حالت تھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت میں نہ رہے گی اور افراط و تفریط شروع ہوجائیگی۔

ازالۃ الخفا میں ابوداؤد سے منقول ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آجکی رات ایک مرد صالح نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکرؓ پکڑے ہوئے ہیں اور اونکے ساتھ عمرؓ اور اونکے ساتھ عثمانؓ متعلق ہیں صحابہ نے تعبیر دی کہ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اولوالامر ہونگے انتہی۔

مستدرک حاکم میں یہ روایت ہے کہ انس بن مالکؓ کو بنی المصطلق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ دریافت کرنیکے لئے بھیجا کہ آپکے بعد ہم صدقات کس کو دیں؟ فرمایا ابوبکرؓ کو پھر اونھوں نے پچھوایا اونکے بعد؟ فرمایا عمرؓ کو پھر پچھوایا اونکے بعد؟

فرمایا عثمانؓ کو پھر پوچھا ایا اونکے بعد کس کو دیں؟ فرمایا اونکے بعد تمھاری ہلاکی ہے۔ چونکہ آیندہ کے واقعات کا کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا کہ ایک جماعت کثیر ضرور معاویہؓ کی طرف ہو جائیگی اس لیے آپنے تعیین خلیفہ کو مناسب نہیں سمجھا۔

ازالۃ الخفا میں سنن ابو داؤد سے منقول ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا ایک ڈول آسمان سے اُترا ابو بکرؓ نے اوس کے دونوں لکڑیوں کو جو اوس کے منہ پر لگی ہوئی تھیں پکڑ کر تھوڑا سا پانی پیا پھر عمرؓ آئے اونھوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر عثمانؓ آئے اونھوں نے بھی سیری سے پیا۔ پھر علیؓ آئے جب اونھوں نے اون لکڑیوں کو پکڑا تو وہ کھل گئیں اور کسی قدر پانی اوسمیں سے گر پڑا۔ انتہی یہ اشارہ ہے کہ تمام مسلمان آپکے قبضہ میں نہ آئینگے۔

ازالۃ الخفا میں صحیح بخاری سے منقول ہے کہ ایک عورت حضرت کی خدمت میں آئی آپنے فرمایا پھر کبھی آنا اوس نے کہا اگر آپکو نہ پاؤں یعنے آپ کا انتقال ہو جائے تو کس کے پاس جاؤں فرمایا ابو بکرؓ کے پاس انتہی۔ اس سے تعیین خلیفہ مقصود نہ تھا بلکہ یہ معلوم کرانا منظور تھا کہ ابو بکرؓ پہلے خلیفہ ہونگے۔

ازالۃ الخفا میں مستدرک حاکم سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب میں ایک فتنہ اور اختلاف پیدا ہونیوالا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ پھر ہمیں کیا اشارہ ہوتا ہے؟ فرمایا امیر اور اوسکے اصحاب کی رفاقت نہ چھوڑو یہ کہکر عثمانؓ کی طرف اشارہ فرمایا جس کا مطلب یہ کہ اوسوقت عثمانؓ امیر ہونگے انتہی۔ اس سے ثابت ہے کہ عثمانؓ کی خلافت میں جو نکتہ چینیاں کی گئیں وہ اونکی معزولی کا باعث نہیں ہو سکتیں۔

ازالۃ الخفا میں مستدرک حاکم اور جامع ترمذی سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے عثمانؓ سے فرمایا امید ہے کہ حقتعالیٰ تمھیں ایک قمیص پہنائیگا جسکو لوگ اوتار لینا چاہیں گے مگر تم اوسکو ہرگز اوتارنے نہ دینا انتہیٰ۔ اسی وجہ سے عثمانؓ نے عزل کو قبول نہیں کیا۔

عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب مسجد کی بنیاد ڈالی گئی تو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر اوٹھایا پھر ابوبکرؓ نے پھر عمرؓ نے پھر عثمانؓ نے یکے بعد دیگرے پتھر اوٹھا کر پایہ میں لگاتے گئے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کیسی مدد آپکی کر رہے ہیں۔ فرمایا اے عائشہ ایسی لوگ میرے بعد خلفاء ہونگے۔ حاکم نے مستدرک میں اس روایت کو ذکر کرکے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح علی شرط الشیخین ہے۔

عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب سے ایک شخص کو بلاؤ میں نے عرض کیا کیا ابوبکرؓ کو بلائیں؟ فرمایا نہیں۔ پھر عرض کی عمرؓ کو بلائیں؟ فرمایا نہیں۔ پھر عرض کی کیا آپکے عم زاد بھائی علی کو؟ فرمایا نہیں۔ پھر عرض کی کیا عثمانؓ کو بلائیں؟ فرمایا ہاں۔ جب وہ حاضر ہوئے تو مجھے ارشاد ہوا کہ تم اوٹھ جاؤ میں ایک طرف ہوگئی اور حضرت اون سے آہستہ آہستہ کچھ فرمانے لگے۔ میں یہ دیکھ رہی تھی کہ عثمانؓ کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا۔ ابو سہلہ جو عثمانؓ کے غلام ہیں کہتے ہیں کہ جب عثمانؓ گھر میں محبوس کئے گئے تو ہمنے کہا کیا ان لوگوں سے ہم مقابلہ نہ کریں؟ فرمایا نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا جس کے مطابق اب میں صبر کرتا ہوں۔ حاکم نے مستدرک میں یہ روایت ذکر کرکے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ غرضکہ خلفائے ثلثہ کی خلافت کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور مختلف ذرائع سے صحابہؓ کو بخوبی معلوم ہو گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رضامندی بھی ظاہر فرما دی تھی۔ اور صدیق اکبرؓ کو نماز میں امام اور اپنا قائم مقام بنا کر صحابہؓ پر یہ بات

ظاہر فرمادی کہ حضرت کے بعد انہی میں مقتدا ہونے کی صلاحیت سب سے زیادہ ہے۔

اب یہاں یہ دیکھنا چاہیئے کہ باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ابوبکرؓ خلیفہ ہونگے مگر خاص طور پر یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنے بعد خلیفہ بنائے جائیں اسکی کیا وجہ؟ بات یہ ہے کہ جس چیز کا ظہور خود بخود ہونیوالا ہو اور سب اوسکو مان لیں اوسمیں جو لطف اور عمدگی ہوتی ہے وہ جبری کارروائی میں نہیں ہوتی۔

ازالۃ الخفاء میں مستدرک حاکم سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا کہ دوات اور شانہ کی ہڈی لاؤ تو میں تمھیں ایسی بات لکھدوں کہ اوسکے بعد تم پھر کبھی گمراہ نہوں یہ کہکر آپنے منہ پھیر لیا پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ سوائے ابوبکرؓ کے دوسرے کو نہ خدا قبول کریگا نہ اہل ایمان انتہی۔ اوس زمانہ میں اکثر شانہ کی ہڈیوں پر بجائے کاغذ کے لکھا کرتے تھے۔ استخوان شانہ منگوانیسے مقصود وصیت نامہ لکھنا تھا مگر جب یہ دیکھا کہ صدیق اکبرؓ کی خلافت کا معاملہ تقدیر ازلی میں طے شدہ ہے اس لئے اوسکے لکھنے کو بے ضرورت سمجھا۔

حدیث قرطاس پر جو افسوس ہوا کرتا ہے کہ عمرؓ نے کاغذ لانے سے روک دیا اگر کاغذ لایا جاتا تو معلوم نہیں حضرت کیا وصیت فرماتے۔ سو اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ یہی تحریر فرماتے کہ صدیق اکبرؓ خلیفہ بنائے جائیں بعض صحابہ جو حضرت کے مزاج داں تھے تعمیل نہ کر سکے اس سبب سے کہ ایسی نازک حالت اور شدت مرض میں حضرت کو اوسکی تکلیف دینے کی کیا ضرورت؟۔

ازالۃ الخفاء میں مستدرک حاکم سے منقول ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کیا اچھی بات ہوتی کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرمادیتے۔ فرمایا اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کرتا اور تم لوگ اوسکی

نافرمانی کرتے تو تم پر عذاب نازل ہوتا لوگوں نے عرض کیا کہ علیؑ کو آپ خلیفہ مقرر فرمائیں تو
بہتر ہے فرمایا تم لوگ اونکو مقرر نہ کروگے اور اگر کروگے تو اونکو ہادی و مہدی پاؤگے
جو تم کو سیدھی راہ پر لیچلے انتھی۔ یہ پیشین گوئی تھی جس کا ظہور یوں ہوا کہ علیؑ کی خلافت میں
ایسے جھگڑے پڑگئے کہ آپ کو ہدایت اور اشاعت اسلام کی طرف توجہ کرنے کی نوبت ہی نہ آئی
بظاہر خیال ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ اہل بیت نبوی میں ہونے کی وجہ سے ابتدا سے
انتہا تک آپ ہی کی خلافت ہوتی اور تیس برس جو مدت خلافت تھی جس کا اختتام آپکے
وفات کے ساتھ ہوگیا تو اوس پوری مدت میں آپ ہی ایک خلیفہ رہتے مگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منظور تھا کہ آپ خاتم الخلفا رہوں جیسا کہ احادیث مذکورہ سے ظاہر ہے
تاریخ الخلفاء میں مستدرک حاکم سے منقول ہے کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء
الراشدین المھدیین من بعدی اس سے ظاہر ہے کہ خلفائے راشدین
یہ چاروں حضرات ہیں اس لئے کہ لفظ خلفاء جمع ہے اور جمع کے لئے کم سے کم تین افراد چاہئیں
انہی اسباب سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی ان حضرات کی خلافت راشدہ کو تسلیم
کرلیا تھا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ خلافت نبوت ہے اسمیں خاندان اور استحقاق جو سلاطین
میں دیکھا جاتا ہے کافی نہیں۔ چنانچہ جس حدیث میں الخلافۃ ثلاثون سنۃ ہے اوسی میں
ثم بعد ذلک ملک بھی ہے۔ کیونکہ حضرتؐ نے خبر دی تھی کہ تیس سال کی خلافت
راشدہ کے بعد سلطنت ہوجائیگی سو اوس کا ظہور ضروری تھا اور اوسکی ابتدا یوں ہوئی
کہ عثمانؓ شہید کئے گئے آپ بنو امیہ میں ہونے کی وجہ سے آپکی خلافت میں اس قبیلہ کے
لوگوں کو ترقی ہوئی خصوصاً معاویہؓ تو پہلے ہی سے شام کی حکومت پر مامور تھے
انھوں نے یہ خیال کیا کہ علیؓ نے بغرض خلافت عثمانؓ کو شہید کرایا اور قاتلوں کو دینے

میں بھی آپنے تامل فرمایا اسوجہ سے اور بھی یہ خیال مستحکم ہوگیا اور سلطنت شام آپکے مقابلہ پر آمادہ ہوگئی۔ اور یہیں سے ملک و سلطنت کی بنیاد پڑی چنانچہ خود معاویہؓ کا قول ہے کہ میں پہلا بادشاہ ہوں جیساکہ استیعاب میں اونکا قول نقل کیا ہے کہ انا اول الملوک

خصائص کبریٰ میں بیہقی سے منقول ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خلافت نبوت تیس ۳۰ سال رہے گی اوس کے بعد خدائتعالیٰ جسکو چاہیگا ملک دیگا معاویہؓ کو جب یہ حدیث پہونچی تو کہا کہ ہم ملک ہی پر راضی ہیں۔ غرضکہ حسب پیشین گوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدت خلافت راشدہ ختم ہوئی اور سلطنت کے آثار نمایاں ہوئے چنانچہ معاویہؓ نے اپنے لڑکے کو اپنا ولی عہد مقرر کیا جیسے سلاطین کا دستور ہے۔

تاریخ الخلفاء وغیرہ میں لکھا ہے کہ معاویہؓ نے یزید کے ولیعہد ہونے پر اہل شام سے بیعت لی۔ اوس کے بعد مروان کو لکھا کہ مدینہ والوں سے بھی بیعت لیجائے چنانچہ مروان نے خطبہ پڑھا کہ امیر المومنین نے مناسب سمجھا ہے کہ جس طرح ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے خلیفہ بنایا وہ بھی اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائیں تاکہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت پر عمل ہو عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ یہ سُن کر کھڑے ہوگئے اور کہا کہ یہ قیصر و کسریٰ کی سنت ہے۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نہ اپنی اولاد کو خلیفہ بنایا نہ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو پھر معاویہؓ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا کہ اے ابن عمر! آپ نے کہا تھا کہ میں ایک ایسی رات گذرنا پسند نہیں کرتا جسمیں مجھ پر کوئی امیر نہو اس لئے اب آپ یزید کی خلافت کے بارہ میں اختلاف کر کے مسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالئے۔ اونھوں نے خطبہ پڑھا کہ تمھارے پہلے جو خلفاء گذرے ہیں اونکے بھی فرزند تھے باوجود اسکے

اونھوں نے اپنے فرزندونکو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ بہتر اور اہل خیر کو اس خدمت کیلئے منتخب کرتے رہے تمھارا لڑکا اونکے فرزندوں سے بہتر نہیں ہے رہی تفرقہ اندازی سو میں بھی ایک مسلمان ہوں جسکی نسبت سب کا اتفاق ہو جائیگا میں بھی اوسکا تابع ہو جاؤنگا۔

تاریخ الخلفاء میں مصنف ابن ابی شیبہ سے منقول ہے کہ سعید بن جمہان نے سفینہؓ سے کہا کہ بنی امیہ کہتے ہیں کہ اب خلافت ہم میں ہے کہا زرقا کی اولاد جھوٹی ہے وہ خلیفہ نہیں بلکہ بادشاہ ہیں اور بادشاہ بھی کیسے ؟ سخت اور پہلے بادشاہ معاویہؓ ہیں۔

غرضکہ قرابت کی وجہ سے ولیعہد اور جانشین ہونا سلطنت کا لازمہ ہے خلافت نبوت میں قرابت سے کوئی تعلق نہیں اسی وجہ سے علی کرم اللہ وجہہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لائق خلافت تسلیم کرکے اونکے ہاتھ پر بیعت کی۔ چنانچہ ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی تو ابوسفیانؓ علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے اور کہا کہ قبیلۂ قریش کا ایک چھوٹا گھر تم پر غالب آگیا خدا کی قسم اگر تم چاہتے ہو تو میں مدینہ کو سوار اور پیادوں سے بھر دوں۔ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تم ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہے اور اوس سے اونکا کچھ ضرر نہوا ہم نے ابوبکرؓ کو خلافت کے اہل اور لائق سمجھا ہے اسلئے اونکے ہاتھ پر بیعت کی انتہی۔

دیکھئے ابوسفیانؓ نے عام قاعدہ کے مطابق علی کرم اللہ وجہہ کو دوستانہ رائے دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین آپکو ہونا چاہئے جو ہم خاندان ہیں اور اوس پر کمال ہمدردی ظاہر کرکے پوری مدد دینے کا وعدہ بھی کیا جس سے ظاہر ہے کہ اونکا یہ بیان زبانی نہ تھا جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے ورنہ اسوقت کوئی ایسی تدبیر سوچتے کہ بنی امیہ کو خلافت مل جائے آخر عثمان غنی ذی النورین رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے

جن کو اسلام میں بہت سے اعزازی حقوق حاصل تھے مگر علی کرم اللہ وجہہ کو غصہ اس بات پر آیا کہ باوجود اسلام لانیکے عام قاعدہ اور تعصب جاہلیت سے کیا تعلق اور ایسی جھڑکی دی کہ پھر کبھی ایسی مشورت کا نام نہ لیں۔ اگر علیؑ کے دل میں ذرا بھی مخالفانہ خیال ہوتا تو ابو سفیانؓ کو اس خیال سے کہ ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ اپنے مشورہ میں شریک کرتے اور ایک ایسی جماعت بنالیتے جو مخالفت کے ساتھ شہرت پاتی۔ حالانکہ کتب حدیث و تواریخ سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ کوئی ایسی جماعت اوس زمانہ میں قائم ہوئی تھی۔

ناسخ التواریخ میں (صہ ۱۶۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نامہ موسومہ معاویہؓ نقل کیا ہے اوس میں یہ عبارت موجود ہے **وقد کان ابوك اتانی حین ولی الناس ابا بکر فقال انت احق بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم لهذا الامر وانا زعیم لك بذلك علی من خالف علیك ابسط یدك ابایعك فلم افعل وانت تعلم ان اباك قد قال ذلك ارادة حتی کنت انا الذی ابیت لقرب عهد الناس بالکفر مخافة الفرقة بین اهل الاسلام** یعنے جب ابوبکرؓ کو لوگوں نے والی اور خلیفہ بنالیا تو تمھارے باپ ابوسفیان میرے پاس آئے اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ زیادہ تر اس امر کے مستحق ہوا اور میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ جو کوئی آپ کی مخالفت کریگا میں اوس کی سرکوبی کرونگا آپ ہاتھ بڑھائیے پہلے میں آپکے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ مگر میں نے اوسکو قبول نہیں کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے والد نے یہ بات کسی اور خیال سے نہیں کہی تھی بلکہ جزم و ارادہ سے کہا تھا۔ مگر میں نے ہی اس سے انکار کیا اسوجہ سے کہ لوگوں کے کفر کا زمانہ

قریب تھا مجھے خوف ہوا کہ کہیں مسلمانوں میں پھوٹ نہ پڑ جائے انتہی۔

دیکھئے آپ صاف فرما رہے ہیں کہ لوگوں نے ابوبکر کو والی بنا لیا اور یہ بات بھی آپ تسلیم فرماتے ہیں کہ والی اور خلیفہ بنانے کا حق اعلی درجہ کے لوگوں کو ہے جیسا کہ ناسخ التواریخ کی جلد سیوم میں ہے کہ امیرالمومنین نے معاویہ کے نام خط لکھا جسمیں یہ عبارت موجود ہے وانه بايعني القوم الذين بايعوا ابابكر وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يرد وانما الشورى للمهاجرين والانصار فان اجتمعوا على رجل سموه اماما كان ذلك لله رضى یعنے میرے ہاتھ پر ان لوگوں نے بیعت کی جنھوں نے ابوبکر و عمر و عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اوسکے بعد نہ کسی موجود شخص کو حق ہے کہ دوسرے کو اختیار کرے اور نہ غائب کو حق ہے کہ اوسکو رد کرے کیونکہ شوری کا حق مہاجرین و انصار کو ہے اگر وہ کسی شخص پر اتفاق کر کے اوسکو اپنا امام بنا لیں تو اوسی کی امامت پر خدا بھی راضی ہے انتہی۔

دیکھئے علیؓ کے ارشاد سے ثابت ہے کہ مہاجرین و انصار کو ابتدا سے خلیفہ بنانے کا حق تھا اور خلفائے ثلثہ کو جو انھوں نے خلیفہ بنایا سو اونکی خلافت سے خدا بھی راضی ہے اسی وجہ سے آپنے کبھی خلافت کا دعوی نہیں کیا تاکہ خلاف مرضی الٰہی نہو۔ اور نہج البلاغہ ص ۱۱۱ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کیا ہے کہ ما اختلفت دعوتان الا كانت احدهما ضلالة یعنے خلافت کے جب دو دعوے دار ہوں تو ایک ضرور گمراہی پر ہوگا۔ جب خلفائے ثلثہ کی خلافت باتفاق اہل شوری نافذ اور مرضی الٰہی کے مطابق ہوگئی اوسکے بعد دعوے کرنا ضلالت تھا اسلئے کبھی آپنے دعوی خلافت نہیں کیا۔

غرضکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خیالات ایسے نہ تھے جیسے دنیا داروں کے ہوا کرتے ہیں کہ کسی طرح خواہ جائز ہو یا نہ ہو حکومت حاصل کرلیں۔ آپکا نفس نفیس خاص توجہات نبوی کے فیضان سے للّٰہیت کے اوس درجہ پر ترقی کرگیا تھا کہ ہر شخص اپنے نفس پر اوسکو قیاس نہیں کرسکتا آپکو ہر کام میں اسلامی مصلحت پیش نظر رہا کرتی تھی۔

ازالۃ الخفا میں استیعاب سے نقل کیا ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کئی راتیں اور دن بیمار رہے اس عرصہ میں جب نماز کا وقت آتا تو فرماتے کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھادیں پھر جب حضرت کی وفات ہوئی تو میں نے سوچا نماز علم اسلام اور قوام دین ہے اس لئے ہم اپنے دنیوی معاملات میں بھی راضی ہوگئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو پسند فرمایا تھا اور انکے ہاتھ پر بیعت کی اور تمام مسلمانوں کی طرح اونکی اطاعت کرتے رہے۔ ہرچند بعض حضرات منصب امامت نماز کی توہین کرکے کہتے ہیں کہ امامت کوئی قابل وقعت چیز نہیں جس سے خلافت ثابت ہوسکے۔ مگر اہل انصاف اگر غور فرمادیں تو معلوم ہو کہ قرائن حالیہ اور خصوصیت مقامی کو فہم مطالب میں کس قدر دخل ہے۔ دیکھئے کوئی جلیل القدر بادشاہ دربار عام میں کسی بزرگ کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑا ہو اور مسند چھوڑکر علیحدہ بیٹھ جائے تو دیکھنے والوں کی نظر میں اوس بزرگ کی کیسی وقعت ہوگی اور امرا اور مقربین بارگاہ سلطنت کس ادب سے اوس سے ملیں گے۔ اب اگر کوئی خارجی شخص کہے کہ مسند سے اٹھ جانا کوئی قابل قدر بات نہیں سانپ بچھو کے آنے سے بھی اُٹھ جاتے ہیں تو اس فقرہ سے اوس بزرگ کی توہین تو ہوجائیگی مگر اصل واقعہ سے اوسکو کچھ تعلق نہوگا۔ ہرچند قیام دونوں میں ہے مگر اوس قیام تعظیمی کا اثر عموماً اہل دربار پر اور خصوصاً مقربان بارگاہ شاہی

جو ہوگا انہی کا دل اوسے جانتا ہے جس سے اوس بزرگ کی تعظیم پیدا ہو نکے دل خود بخود مائل ہوگئے
اب غور کیجئے کہ مسجد نبوی میں کبھی ایسا نہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی
میں کسی کو امامت کرنے کا شرف حاصل ہوا ہو بلکہ کسی کو اوسکی آرزو تک نہ آئی ہوگی
اگر کہا جائے کہ اوس مقام کے تشخص میں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود داخل تھا
تو بے موقع نہ ہوگا۔ پھر جب حضرت بیماری کی وجہ سے وہاں تشریف نہ لاسکے اور نماز
کا وقت آگیا تو کسی یہ جرأت نہ ہوسکی کہ سجادہ خاص پر قیام کرکے بطور خلافت یا نیابت
خدمت امامت کو انجام دے حالانکہ علی کرم اللہ وجہہ کو اوس مقام سے خاص تعلق تھا
یہانتک کہ جنابت کی حالت میں بھی آپ کو وہاں سے گذرنے کا حق تھا اس کے سوا
قرب قرابت اور اہل بیت ہونیکا جو شرف حاصل تھا کسی کو نہ تھا باوجود اسکے آپ سے
بھی نہ ہوسکا کہ اوس مقام میں کھڑے ہوکر اوس خدمت کو انجام دیں۔ اب صدہا صحابہ
جن کو اقسام کی خصوصیتیں حاصل تھیں دم بخود اور اس انتظار میں ہیں کہ دیکھئے کس کو
یہ شرف خلافت اور نیابت حاصل ہوتا ہے کہ اتنے میں ارشاد ہوا کہ ابوبکرؓ اس خدمت کو
انجام دیں۔ ہر چند بعض ازواج مطہرات نے اس انتخاب میں کلام کیا مگر اوس پر کچھ توجہ
نہ ہوئی بلکہ کمال عتاب سے پھر وہی ارشاد مکرر ہوا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ امامت کریں۔
پھر یہ انتخاب اتفاقی طور پر ایک، دو وقت کے لئے ہی نہ تھا بلکہ جب تک حضور اقدس
اس عالم میں تشریف رکھتے تھے اُنہی کو اپنا قائم مقام فرمایا اور کبھی اونکی عزت افزائی
کی غرض سے خود نے بھی اقتدا کی۔ غرضکہ قرائن حالیہ کے مشاہدہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
کی کچھ ایسی وقعت صحابہ کے دلوں میں جمی کہ خلافت کے وقت کسی کو چون وچرا کی گنجایش
ہی نہ تھی اور علی کرم اللہ وجہہ جیسے مزاج داں اور رمز شناس اصحاب نے معلوم کرلیا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کو خلافت کے لئے منتخب فرمایا ہے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے۔ اور اگر بعض صحابہ مثل سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کچھ کلام بھی کیا تو وہ مقتضائے بشریت سے تھا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ انصار میں حکومت رہے اور خود جس طرح ایام جاہلیت میں حاکم تھے اسلام میں بھی رہیں۔ بخلاف صدیق اکبرؓ کے کہ باوجود اوس تخصیص کے آپنے خلافت کا دعویٰ نہیں کیا البتہ حسب ارشاد نبوی یہ ضرور سمجھتے تھے کہ خلافت قریش میں رہے اور منا امیر و منکم امیر کو جائز نہیں رکھتے تھے۔

نہج البلاغہ جلد (۲) صفحہ ۳ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خط نقل کیا ہے جو اہل مصر کے نام آپنے تحریر فرمایا چنانچہ لکھا ہے وکتاب لہ علیہ السلام الی اہل مصر مع مالک الاشتر لما ولاہ امارتہا اما بعد فان اللہ سبحانہ تعالیٰ بعث محمداً صلی اللہ علیہ والہ نذیراً للعالمین ومهيمناً على المرسلين فلما مضى علیہ السلام تنازع المسلمون الامر من بعدہ فواللہ ما کان یلقی فی روعی ولا یخطر ببالی وان العرب تزعج ھذا الامر من بعدہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم عن اہل بیتہ ولا انہم منحوہ عنی من بعدہ فما راعنی الا انثیال الناس علی فلان یبایعونہ فامسکت بیدی حتی رأیت راجعۃ الناس قد رجعت عن الاسلام یدعون الی محق دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم فخشیت ان لم انصر الاسلام واہلہ ان اری فیہ ثلماً اوہدماً یکون المصیبۃ علی اعظم من فوت ولایتکم التی انما ھی متاع ایام قلائل یزول منہا ما کان کما یزول السراب وکما یتقشع السحاب فنہضت فی تلک الاحداث حتی زاح الباطل وزھق

واطمأن الدین و تنہنہتہ [۱۲] یعنے علیؓ نے جب مالک اشتر کو مصر کا والی بنا کر بھیجا تو اونکے ساتھ اہل مصر کے نام یہ نامہ روانہ فرمایا کہ بعد حمد و صلوٰۃ یہ معلوم کرو کہ خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جب آپ اس عالم سے تشریف لیگئے خلافت میں لوگ جھگڑنے لگے مگر خدا کی قسم مجھے خیال بھی نہیں آتا تھا کہ عرب خلافت اہل بیت کو خصوصاً مجھے ندیکر کسی دوسرے خاندان میں دیدینگے پھر کیا دیکھتا ہوں کہ فلاں صاحب یعنے ابوبکرؓ پر لوگ ٹوٹ پڑرہے ہیں اور بیعت کئے جاتے ہیں اس سے میں گھبرایا اور اسوقت تک بیعت سے ہاتھ روکا کہ بعض عرب مرتد ہوکر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مٹانے کی فکر کرنے لگے اسوقت مجھے خوف ہوا کہ اگر میں اسلام اور اہل اسلام کی مدد نکروں تو دین میں رخنہ پڑجائیگا یا وہ منہدم ہی ہوجائیگا اور اوسوقت حکومت جانے سے زیادہ مجھ پر مصیبت ہوگی۔ دراصل حکومت دنیوی چندروزہ مثل سراب کے سریع الزوال ہے۔ اس خیال سے میں اُن نئے خیال کے لوگوں کے مقابلہ میں کھڑا ہوگیا یہانتک کہ باطل دفع ہوا اور دین باطمینان قائم ہوگیا۔

اس روایت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ علی کرم اللہ وجہہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اور اونکے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو مسلمان سمجھتے تھے جیسا کہ فرماتے ہیں کہ اسلام اور اہل اسلام کی مدد کی اس سے ثابت ہوا کہ جو روائتیں پیش کیجاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ساتھ ہی سوائے تین شخصوں کے کل صحابہ مرتد ہوگئے سو وہ بے اصل محض ہیں جن کو غالباً ابن سبا نے بنایا ہوگا جس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ قریب میں معلوم ہوگا۔ دوسری یہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ دین کے اطمینان اور استقرار کا زمانہ تھا جیسا کہ فرمایا زاح الباطل وزھق واطمان الدین تیسری یہ کہ آپنے بطوع و رغبت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور عمومی مصلحت کے

لحاظ سے اپنی ذاتی حکومت سے دست بردار ہو گئے تھے۔ چوتھے یہ کہ جس طرح تمام اہل اسلام ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں کام کرتے تھے آپ بھی کرتے تھے۔ پانچویں یہ کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وتعاونوا علی البر والتقوے ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنے ایک دوسرے کی مدد نیک کاموں اور تقوے میں کرو اور گناہ و زیادتی میں مدد مت کرو چونکہ غاصب یقیناً مرتکب عدوان و زیادتی ہے اس لئے اوسکی مدد اس نص قطعی سے حرام ثابت ہو گی ہرچند یہ اسلام کی مدد تھی مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا استحکام اس سے ضرور ہوا اور علی کرم اللہ وجہہ کا تقویٰ ہرگز اسکو گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ غصب کا استحکام اور اوسکی تائید کریں۔ پھر اوس پر غصب کی تعریف بھی صادق نہیں آتی اس لئے کہ خود علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ خلیفہ بنانا مسلمانوں کا کام ہے جیسا کہ نہج البلاغہ وغیرہ میں مصرح ہے جس سے ثابت ہے کہ اوس زمانہ میں خلافت مسلمانوں ہی کا حق سمجھا جاتا تھا کہ جسکو چاہیں خلیفہ بناویں۔ اگر بالفرض ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی خواہش سے خلیفہ بن بیٹھے بھی ہوں تو اوسکو جائز رکھنا یا نہ رکھنا مسلمانوں کا کام تھا پھر جب انھوں نے جائز رکھا تو اپنا حق اونکو دیدیا اور ظاہر ہے کہ جب صاحب حق کسی کو اپنا حق دیدے تو اوس کا مالک ہو جاتا ہے۔ بہرحال اس سے ثابت ہے کہ جتنی روایتیں غصب خلافت سے متعلق بیان کی جاتی ہیں تعجب نہیں کہ ابن سبا اور اوسکی کمیٹی والوں کی بنائی ہوئی ہوں۔ چھٹے یہ کہ مسلمانوں نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت بغیر جبر و اکراہ کے اپنی خوشی سے کی جیسا کہ فما راعنی الا انثیال الناس علی فلان یبایعونہ سے ظاہر ہے۔

اب رہی یہ بات کہ بعض روایتوں سے علیؓ کی ناراضی معلوم ہوتی ہے سو اوسکی وجہ

دوسری ہے جسکو ازالۃ الخفاء میں مستدرک حاکم سے نقل کیا ہے کہ علی اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اوائل میں ہمیں جو غصہ آیا اوسکی وجہ یہ تھی کہ ہم خلافت کے مشورے میں شریک نہیں کئے گئے ورنہ ہم جانتے تھے کہ ابوبکرؓ مستحق خلافت ہیں کیونکہ وہ غار میں حضرت کے رفیق تھے جن کی شان میں ثانی اثنین حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اونکی شرف و بزرگی کو ہم جانتے تھے کہ حضرت نے اپنی زندگی ہی میں اونکو امام بنایا تھا۔

تاریخ الخلفاء میں مستدرک حاکم وغیرہ سے منقول ہے کہ جب مہاجرین و انصار بیعت کر چکے تو ابوبکرؓ خطبہ کے لئے منبر پر چڑھے اور حاضرین پر نگاہ ڈالی دیکھا کہ زبیر رضی اللہ عنہ نہیں ہیں اونکو بلوایا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی اور اونکے حواری اور حالت یہ کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں اونھوں نے کہا لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ مطلب یہ کہ مجھ سے قصور ہو گیا اب سرزنش نفرمایئے یہ کہکر بیعت کرلی اوس کے بعد ابوبکرؓ نے پھر غور کیا تو علیؓ بھی نہیں ہیں اونکو بلوایا جب وہ آئے تو فرمایا آپ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی ہوں اور داماد بھی ہوں اور ارادہ یہ کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالیں یہ سنتے ہی آپنے بھی لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ کہکر بیعت کرلی انتہی۔ اس روایت کی تصدیق ناسخ التواریخ کی اوس روایت سے ہوتی ہے جو ابھی مذکور ہوئی کہ علی کرم اللہ وجہہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ باوجودیکہ ابتداء میں ابوسفیان نے میرے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہا تھا مگر میں نے اس خوف سے انکار کردیا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑجائیگا اس سے ظاہر ہے کہ دعوے خلافت کی وجہ سے بیعت کرنے میں تعویق ہوتی تو فوراً آپ بیعت کرلیتے اس سے ثابت ہے کہ تعویق کا سبب وہی تھا جو حاکم کی روایت سے ابھی معلوم ہوا۔

یہ بیعت کرنا اسی وجہ سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ سب سے افضل ابوبکرؓ کو سمجھتے تھے چنانچہ ازالۃ الخفاء میں بخاری اور ابوداؤد سے منقول ہے کہ محمدؒ بن حنفیہ رحؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد یعنے علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خیر الناس کون ہیں فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر پوچھا اونکے بعد فرمایا عمر رضی اللہ عنہ

ازالۃ الخفاء میں اکثر روایتیں مختلف طریقوں اور متعدد کتابوں سے نقل کی ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے بارہا لوگوں کے سوال کے جواب میں اور خطبوں میں یہی فرمایا ہے کہ ابوبکرؓ اور اونکے بعد عمر خیر الناس اور افضل ہیں۔

اور استیعاب سے نقل کیا ہے کہ علیؓ نے علی رؤس الاشہاد فرمایا کہ جو شخص مجھ کو ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیگا میں اوسکو مفتری کی حد مارونگا۔

اور اوسی میں یہ روایت ہے کہ ایک روز علی کرم اللہ وجہہ نے لوگوں سے پوچھا کیا تمھیں خبر دوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص اس امت میں سے پہلے جنت میں داخل ہوگا لوگوں نے خواہش ظاہر کی۔ فرمایا پہلے ابوبکرؓ جائینگے اونکے بعد عمرؓ کسی نے کہا کیا آپ سے بھی پہلے یہ دونوں صاحب جائینگے؟ فرمایا ہاں خدا کی قسم یہی بات ہے وہ جنت میں داخل ہوجائینگے اور میں معاویہؓ کے حساب وکتاب میں رکا رہونگا۔

ازالۃ الخفاء میں ترمذی اور ابن ماجہ سے منقول ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جتنے میانہ سن ادھیڑ لوگ پچھلی امتوں کے اور اس امت کے جنت میں داخل ہونگے سب کے سید ابوبکرؓ وعمرؓ ہیں یہ کہکر فرمایا اے علی! تم اونکو اسکی خبر نہ دو۔

ازالۃ الخفاء میں مسند امام احمد سے منقول ہے کہ جنگ جمل کے روز علی کرم اللہ وجہہ نے

فرمایا کہ امارت کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات قرار نہیں دی بلکہ جو کیا ہمنے اپنی رائے سے کیا چنانچہ ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے خدا کی رحمت ابو بکرؓ پر ہوا انھوں نے دین کو قائم کیا اور خود نے بھی اوسپر استقامت کی اون کے بعد عمرؓ خلیفہ ہوئے خدا کی رحمت عمرؓ پر ہوا و نھوں نے دین کو خوب قائم کیا اور خود نے بھی استقامت کی یہانتک کہ دین نہایت آسایش میں رہا۔

ازالۃ الخفاء میں مستدرک حاکم سے منقول ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سابق ہیں اور دوسرے ابو بکرؓ اور تیسرے عمرؓ اونکے بعد فتنہ نے ہم میں بد نظمی ڈالدی خدا تعالی جسکو چاہیگا معاف کریگا۔

تاریخ الخلفاء میں یہ روایت ہے کہ جب علی کرم اللہ وجہہ بصرہ تشریف لیگئے ابن کوا اور قوس ابن عباد نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کیلئے آپ کو ولیعہد مقرر فرمایا تھا ہے کہا اگر مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ولیعہد مقرر فرماتے تو ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو آپکے منبر پر کھڑے رہنے ندیتا اور اپنے ہاتھ سے اونکو قتل کرتا اگرچہ سوائے اس چادر کے میرا کوئی رفیق نہوتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ حضرت ناگہاں قتل نہیں کئے گئے اور نہ مرگ مفاجات سے آپ کا انتقال ہوا بلکہ کئی رات دن بیمار رہے اور نماز کے وقت موذن آکر نماز کی خبر دیتا اور آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم فرماتے حالانکہ میں بھی وہاں موجود ہوتا اور مجھ کو ملاحظہ بھی فرماتے اور باوجودیکہ کسی بیوی نے اس باب میں کچھ کہا بھی تو اون پر خفا ہوکر ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کو امامت کا حکم دیا۔ پھر جب حضرتؐ کا انتقال ہوا تو ہم نے اپنے معاملہ میں غور کیا دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے معاملہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پسند فرمایا تو ہم نے اپنے دنیا کے معاملہ میں بھی

اونہی کو اختیار کیا کیونکہ نماز اصل اسلام اور قوام دین ہے اسلئے ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے
ہاتھ پر بیعت کی اور وہ اوسکے اہل بھی تھے اس لئے کسی دو شخصوں نے بھی اس باب میں
اختلاف نہ کیا پھر میں نے اونکا پورا حق ادا کیا اور اونکی اطاعت کی اور اونکے لشکر میں
شریک ہوکر جنگ کی جب وہ کچھ دیتے تو میں لے لیتا۔ اور جنگ پر بھیجتے تو جاتا اور اونکے
روبرو اپنے ہاتھ سے حد مارتا پھر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ
کام اونکے وقت میں بھی کرتا رہا انتہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو فرماتے ہیں کہ ابوبکرؓ کی
خلافت میں کسی نے اختلاف اور کلام نہیں کیا اس سے پوری پوری تصدیق آپ کے
اوس قول کی ہوتی ہے جو نہج البلاغہ صـ۹ میں ہے من اصلح بینہ و بین اللہ اصلح
اللہ ما بینہ و بین الناس و من اصلح امر اخرتہ اصلح اللہ لہ امر دنیاہ
و من کان لہ من نفسہ واعظ کان علیہ من اللہ حافظ یعنے جس نے
اپنے اور خدا کے درمیانی معاملات کو درست کرلیا تو خدا تعالی اوسکے اور لوگوں کے درمیانی
معاملات کو درست کردیتا ہے اور جس نے اپنی آخرت کا کام درست کرلیا خدا تعالی اوسکے
دنیوی کاموں کو درست کردیتا ہے اور جس کے لئے اوسکا خود نفس واعظ ہو تو خدا تعالے
ایک نگھبان اوس پر مقرر فرما دیتا ہے جو لغزشوں سے اوسکو محفوظ رکھتا ہے۔ اس سے
ظاہر ہے کہ ابوبکرؓ سے تمام صحابہ جو راضی تھے اوسکی یہی وجہ تھی کہ خدا تعالی کو اونھوں نے
راضی کرلیا تھا۔

یہ چند روایتیں گویا مشتے نمونہ از خروارے ہیں انکے سوا اور بہت سی روایتیں
کتب احادیث میں مذکور ہیں جن سے ظاہر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابوبکر صدیق
اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو اپنے سے افضل اور مستحق خلافت سمجھتے تھے اور اون کی

اطاعت کو اپنا فرض منصبی جانتے تھے۔

اب چند آیات بھی دیکھ لیجئے جن سے خلفائے راشدین کی خلافت کا ثبوت ہوتا ہے حق تعالےٰ فرماتا ہے ھو الذی جعلکم خلائف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجات لیبلوکم فیما اتاکم یعنے وہی اللہ ہے جس نے تمھیں زمین میں خلیفہ بنایا اور بعض کے درجے بعضوں سے بلند کئے تاکہ آزمائش تمھیں مال و جاہ میں جو تمھیں دیا ہے۔ دیکھئے اس آیۂ شریفہ میں گویا حق تعالےٰ اپنے علم ازلی اظہار فرماتا ہے کہ ہم نے مسلمانوں کو زمین کے خلیفہ بنائے جن میں سے بعضوں کو مدارج عالیہ عطا فرمائے خلفائے راشدین کی طرف اشارہ ہے اور ارشاد ہے کہ مقصود اس سے خلفاء کی آزمائش ہے چنانچہ خلفائے راشدین اس آزمائش میں کامل عیار ثابت ہوئے جیسا کہ کتب سیر و تواریخ سے ظاہر ہے۔ انھوں نے ہر کام میں مرضیات الٰہی کی اسقدر پابندی کی کہ باوجود سلطنت کے فقر و فاقہ کو اختیار کیا مسلمانوں کی قلیل التعداد جماعت کے ساتھ اسلام کے حدود اتنے بڑھائے کہ بعد والے کروڑ ہا مسلمان بھی انکی پوری حفاظت نہ کر سکے ان حضرات کی کارگزاریوں کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ تفسیر منہاج الصادقین صفحہ ۵۳۳ جو حضرات شیعہ کی معتبر تفسیر ہے اس سے مولوی محمد جہانگیر خاں صاحب مصنف تذکرۃ الخلفاء شکوہ آبادی نے آیۂ موصوفہ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ برہر تقدیر خطاب با اہل ایمان است کہ امت مرحومہ اند ومعنی آنست کہ اے مومنان شما را خلیفہ گذشتہ گردانید۔ اور اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ آیۂ تعز من تشاء کے تحت میں منہاج الصادقین میں لکھا ہے کہ مراد عزت باہل اسلام است باستیلائے دیار عرب و عجم و مراد ذلت اہل فارس و روم و غیر ایشاں از کفار امم جب بتصریح حضرات شیعہ ثابت ہے کہ خلفائے راشدین بلکہ جمیع صحابہ کو خدائے تعالےٰ نے خلفاء بنایا اور ان کو عزت دی تو ایسے معزز خلفا کی توہین و تذلیل کرنا اور انکی خلافت کے

غصبی خلافت کہنا کیونکر جائز ہوگا۔

قولہ تعالی ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا

عبادی الصالحون۔ تذکرۃ الخلفاء میں تفسیر منہاج الصادقین سے نقل کیا ہے۔

سعید ابن جبیر و مجاہد و ابن زید گویند کہ مراد بہ زبور از جنس کتب منزلہ ہست و ذکر

لوح محفوظ یعنے در جمیع کتب آسمانی نوشتہ ایم پس از انکہ در لوح محفوظ ثبت کردہ بودیم

یعنے حکم کردہ ایم کہ زمین دنیا را بندگان ما کہ امت پیغمبر آخر الزماں اند بمیراث گیرند

یعنے بہ فتح و نصرت و اجلائے کفار دراں تصرف نمایند۔ بنا بر قولہ تعالی لیظھرہ علی الدین

کلہ و از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مروی است کہ فرمود زویت لی الارض

فاریت مشارقھا و مغاربھا و سیبلغ ملک امتی ما زوی منھا یعنے فراہم

آوردہ شد برائے من ہمہ زمین پس نمودہ شدم بر مشارق و مغارب آں و زود باشد

کہ برسد ملک امت من آں مقدار کہ فراہم آوردہ شدہ برائے من از زمینے۔ دیکھئے اس آیۂ شریف

سے ثابت ہے کہ جو حضرات ان ملکوں کو فتح کرکے بحسب وعدہ الہی انکے وارث ہوئے

وہ سب صلحاء تھے جسکی تصدیق علامۂ مولف منہاج الصادقین نے بھی کی ہے۔ کیوں نہو

جنکو خود خدا تعالی عبادی الصالحون فرمادے انہیں کون کلام کرسکتا ہے۔ اب

دیکھئے کہ کل فتوحات خلفائے ثلثہ ہی کے زمانے میں ہوئے۔ جنکی عزت افزائی میں

خدا تعالی فرماتا ہے کہ عبادی الصالحون یعنے وہ خاص میرے صلحاء بندے ہیں انکو

مرتد و کافر وغیرہ کہنا کسقدر بے ادبی ہوگی اور جنکی اطاعت کرکے صحابہ نے یہ وراثت

حاصل کی انکو اولی الامر واجب الاتباع نہ سمجھنا اور یہ کہنا کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول

و اولی الامر کے روسے علی کرم اللہ وجہہ واجب الاتباع تھے سب نے اس آیۂ شریفہ کی

مخالفت کی جس کی وجہ سے صلحا کا اطلاق اون پر نہیں ہو سکتا کس درجہ بے موقع ہوگا۔

قولہ تعالی الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر ترجمہ وہ لوگ یعنے مہاجرین اگر حاکم وقت بنا کر زمین میں ہم اونکے پاؤں جمائیں تو وہ نماز کو قائم کرینگے اور زکوۃ دینگے اور لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم کرینگے اور برے کاموں سے منع کرینگے۔ یہ آیت شریف مہاجرین کے شان میں نازل ہوئی کیونکہ شروع آیت یہ ہے اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ یعنے جن مسلمانوں سے کافر لڑتے ہیں اور اونکو بھی کافروں سے لڑنے کی اجازت ہے اسواسطے کہ اون پر ظلم ہوا ہے اور کچھ شک و شبہہ نہیں کہ اللہ اونکی مدد کرنے پر قادر ہے وہ لوگ صرف اتنی بات کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے انتہی۔ اسکے بعد الذین ان مکناھم الایہ ہے۔

اہل بصیرت اس آیۂ شریفہ سے سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جس وقت حق تعالی نے مہاجرین کی مظلومیت اور حقانیت کے لحاظ سے اونکو جہاد کی اجازت دی۔ اوسوقت جانتا تھا کہ یہ سلسلہ ختم نہوگا اوسوقت تک کہ عرب و عجم داخل حدود اسلام نہ ہولیں اور وقتاً فوقتاً اونکو باطنی تائید دیجائیگی۔ اور جن کے ہاتھوں پر جو فتوحات ہونیوالے تھے۔ وہ سب کے سب پیش نظر تھے۔ ہر چند کسی مصلحت سے اونکے نام نہیں بتائے گئے مگر اس امر کی تصریح فرمادیگئی۔ کہ جو مظلوم گھروں سے نکالے گئے اس درجہ کے ہیں۔ کہ اگر اونکو خلافت دیجائے تو عمدگی سے اوسکو انجام دینگے۔ پھر جب وقت اوس کا آگیا تو غیب سے سب کے دلوں میں القاء ہوگیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرلیں۔ چنانچہ ایک ہی مجلس میں

یہ معاملہ طے ہوگیا۔ حالانکہ مختلف قبائل مختلف مزاجوں کے خود سر ہتھیار بند لوگ وہاں جمع تھے اور مخالفتیں بھی ہوتی رہیں۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ میں وہ جھگڑا طے ہوگیا۔ جو تیرہ سو سال سے اب تک طے نہیں ہوا اور نہ آیندہ اوسکے طے ہونے کی امید ہے۔ اس تھوڑی مدت میں اتنے بڑے مہتم بالشان وخطرناک امر کا طے ہونا بغیر اسکے کہ منجانب اللہ تائید و القا ہو ممکن نہیں۔ اسی کا نام فلتہ ہے۔ جس کی خبر عمر رضی اللہ عنہ نے دی ہے۔ کانت بیعة ابوبکرؓ فلتة وقی اللہ المسلمین شرھا یعنے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر جو بیعت کیگئی تھی بے سوچے سمجھے ناگہانی تھی۔ مگر اوسکے برے اثر سے خدائے تعالی نے مسلمانوں کو بچا رکھا۔ کیوں نہو وہ تو القاء ربانی تھا وہاں شر کو کیا دخل۔ اس ناگہانی بیعت کی وجہ یہ تھی۔ کہ خدائے تعالی کو منظور تھا کہ ابوبکرؓ خلیفہ مقرر ہوں۔ اسوجہ سے کسی کی کچھ چل نہ سکی اور دلوں میں عموماً آپ کا القا ہوگیا اور سب نے بطیب خاطر بے چون وچرا اوسکو مان لیا۔ اسکی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دی تھی جو مسلم شریف کی حدیث سے ظاہر ہے۔ کہ فرماتے ہیں یابی اللہ والمومنون الا ابوبکر ذکرہ فی المشکوٰۃ یعنے نہ خدائے تعالے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے خلافت سے راضی ہوگا اور نہ اہل ایمان۔ وہ سب دوسرے کی خلافت کا انکار کردینگے۔

دیکھئے یہہ آیہ شریفہ جس وقت نازل ہوئی تھی اوسوقت ممالک مقبوضہ اسلامیہ میں سے کوئی ملک مسلمانوں کے قبضہ میں نہ تھا چنانچہ ان مکنّاھم فی الارض سے بھی ظاہر ہے اوس حالت میں خدائے تعالی مہاجرین کی نسبت اپنا اطمینان ظاہر فرماتا ہے۔ کہ اگر ہم انکو حکومت دیں اور ملک پر قابض کرادیں تو وہ اچھے کاموں کا حکم کرینگے اور برے کاموں سے منع کرینگے۔ اب اگر خیال کیا جائے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت خدا و رسول کی مرضی کے

خلاف تھی اور علی کرم اللہ وجہہ مستحق خلافت تھے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ابوبکرؓ کو خلیفہ بنانا منکر تھا اور علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ بنانا معروف تھا تو لازم آئیگا کہ ان لوگوں نے نہ امر بالمعروف کیا نہ نہی عن المنکر کی اور خرابی اور فساد کا بیج بو دیا۔ تو جب اصل ہی منکر اور فاسد ہو تو ظاہر ہے کہ اوسکے ثمرات کل اوسی قسم کے اور بنا ر الفاسد علی الفاسد ہونگے۔

اب غور کیا جائے کہ حق تعالی تو فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو حکومت دیں تو وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرینگے اور خیال یہ کیا جائے کہ اونھوں نے کچھ بھی نہ کیا بلکہ اوسکے خلاف کیا تو یہ خیال اوس اطمینان آلہی کے مقابلہ میں کس قدر بدنما اور حیرت انگیز ہوگا۔ غرضکہ جس زمانہ میں ملک اونکے قبضہ میں دیا جا رہا تھا اور اسلامی فتوحات ہو رہے تھے اوس وقت جنکو اونھوں نے خلیفہ بنانے کا حکم کیا وہ بحسب نص قطعی امر بالمعروف تھا۔ اور اگر اونکے خلاف میں کسی دوسری کو خلیفہ بنانیکا کسی نے ارادہ کیا ہوگا جس سے اونھوں نے منع کیا ہوگا تو وہ نہی عن المنکر تھی۔

قولہ تعالی وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ترجمہ وعدہ دیا اللہ نے جو لوگ تم سے ایمان لائے اور نیک کام کئے البتہ حاکم کریگا انکو ملک میں جیسا کہ حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دیگا انکو دین انکا جو پسند کر دیا انکے واسطے اور دیگا انکے ڈر کے بدلہ میں امن وہ میری بندگی کریں گے شریک نہ کرینگے میرا کسی کو انتہی۔

تذکرۃ الخلفاء میں لکھا ہے کہ منہاج الصادقین جو شیعہ کی کتاب ہے اسمیں لکھا ہے

لیستخلفنهم ہر آئینہ خلیفہ گرواند ایشاں را ایں جواب قسم مضمر است تقدیرہ وعداللہ واقسم لیستخلفنهم مطلب یہ کہ خدا تعالی قسم کھا کر فرمایا کہ صحابہ کو زمین کا خلیفہ بنادیگا اسکے بعد لکھا ہے کہ در اندک فرصتے حق تعالی وعدۂ مومنان وفا نمودہ جزائر عرب و دیار کسری و بلاد و روم بدیشاں ارزانی داشت ولیمکنن لهم ہر آئینہ متمکن و ثابت سازد و یا قوت گرداند برائے مومنان صالح دینهم دین ایشاں را مراد دین اسلام است۔ الذی ارتضی لهم آں دینے کہ پسندیدہ و برگزیدہ است برائے ایشاں یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً یعنے خلافت و حکومت و جاہ ایشاں را از توحید و عبادت باز ندارد ایں دلیل اعجاز قرآن و حجت صحت نبوت آں قدوۂ عالمیاں است چہ ایں اخبار است از غیب و معلوم نمی شود مگر بوحی۔

دیکھئے خدا تعالی نے قسم کھا کر فرمایا کہ صحابہ کو خلافت دیگا اور جو دین کہ پسند فرمایا ہے انکو ثابت قدم کریگا اور باتفاق شیعہ وسنی یہ وعدہ اسی زمانہ میں پورا ہوا جیسا کہ منہاج الصادقین سے ابھی معلوم ہوا یعنے بمصداق لیستخلفنهم فی الارض کے مہاجرین میں سے ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کو حق تعالی نے خلافت بھی دی اور بلاد عرب و عجم وغیرہ کو انکے زیر فرمان بھی کیا کیونکہ انھیں حضرات کی عہد حکومت میں یہ ملک فتح ہوا ہے۔ اور بمصداق لیمکنن لهم دینهم کے انکو اور انکے ہاتھ پر بیعت کرنیوالوں کو دین میں ثابت قدم بھی کیا ورنہ عرب و عجم یورپ اور افریقہ کے کروڑہا کفار کے مقابلہ میں چند صحابہ کی ہستی ہی کیا جو سر بر ہو سکتے اور بمصداق لیبدلنهم من بعد خوفهم امنا کے جو خوف انکو قبائل عرب اور سلاطین عجم اور یورپ اور افریقہ سے تھا اسکو دفع کرکے انکو مطمئن بنا دیا۔ اب ان تمام وعدوں کے پورے ہونیکے بعد یہ کہنا کہ مسئلہ امامت کا فیصلہ نہ ہوا اور بغیر امام برحق کے یہ سب کام ہو گئے

یا یہ کہنا کہ سب وعدے تو پورے ہوئے مگر خلیفہ بنانے میں غلطی ہوگئی اس آیہ شریفہ کے کس قدر خلاف ہوے جاتا ہے۔

منہاج الکرامۃ جو حضرات شیعہ کی معتبر اور معتمد علیہ کتاب ہے اسکی ابتدا میں لکھا ہے کہ مسئلۃ الامامۃ التی یحصل بسبب ادراکہا نیل درجۃ الکرامۃ وھی احد ارکان الایمان المستحق بسببہ الخلود فی الجنان والتخلص من غضب الرحمان فقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ یعنے مسئلہ امامت ایمان کا ایک رکن ہے جس نے خلیفہ برحق کو مانا وہ جنتی اور خدا کے غضب سے چھوٹا اور جسنے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت سے مریگا۔ اگر اس تقریر کے لحاظ سے یہ کہا جاے کہ اسوقت صحابہ نے مسئلہ امامت پر غور نہ کیا اور خلیفہ برحق کو خلیفہ نہ بنایا اسی وجہ سے اونکے دین میں ایک ایسا نقص رہا ہے کہ انکے ایمان کا ایک رکن ہی فوت تھا اور انکی موت جاہلیت کی موت ہوئی تو لازم آئیگا کہ خلفاے ثلثہ کو خدا تعالی نے خلیفہ نہیں بنایا بلکہ لوگوں نے خدا و رسول کی مخالفت کرکے خلاف وصیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انکو خلیفہ بنا لیا۔ اور ہرچند خدا تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے حسب وعدہ اتنا بڑا ملک انکو فتح کرا دیا جس کا انسے فتح ہونا عادۃً محال تھا مگر اتنا نہ ہوا کہ حسب وعدہ خلیفہ برحق کو خلیفہ بناے جسکی وجہ سے انکا دین خدا کی مرضی کے مطابق ہوتا اور موت جاہلیت سے وہ نجات پاتے آیات مذکورہ اور دوسری آیتوں میں تو صحابہ کی بڑی بڑی تعریفیں ہیں اونکی نسبت یہ خیال کرنا وہ جاہلیت کی موت مرے اور وہ معاذ اللہ بے ایمان یا ناقص الایمان تھے کس قدر گستاخی ہے اہل انصاف اس آیہ شریفہ میں اور تفسیر منہج الصادقین کی عبارت

میں ادنی تامل کریں تو معلوم ہو جائیگا کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کی خلافت اور امامت برحق تھی اور کل صحابہ کو اپنے امام کی معرفت پوری حاصل تھی اور انکا ایمان کامل تھا کوئی رکن ایمان کا انسے فوت نہیں ہوا اور جو طریقہ انھوں نے اختیار کیا وہ مطابق مرضی الہی تھا۔

جب ہم نصوص قطعیہ پر غور کرتے ہیں تو اینیں جتنے وعدہ ہیں بحسب واقعات متفقہ شیعہ وسنی سب خلفائے ثلثہ اور اونکے متبعین پر صادق آتے ہیں اور وقائع گواہی دیرہے ہیں کہ جتنے تعریفیں اور وعدے نصوص میں وارد ہیں سب انھیں کے حق میں ہیں اگر ان نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں کسی نص قطعی میں یہ ہوتا کہ علی کرم اللہ وجہہ سب سے پہلے خلیفہ ہونگے تو البتہ نصوص میں تعارض واقع ہوتا مگر ایسا نہوا۔ اس لئے نصوص قطعیہ کی مخالفت ہرگز درست نہیں ہوسکتی۔

کلینی میں ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے شرائط جہاد و مجاہدین پوچھے گئے آپنے صحابہ کے اوصاف وفضائل میں جو آیتیں قرآن شریف میں وارد ہیں پڑھیں اور فرمایا کہ اس قسم کے لوگ جہاد کرسکتے ہیں اور اسکے شرائط بیان کئے اسکے بعد پوچھا گیا کہ آیۂ شریفہ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا سے جہاد کی اجازت تو انھیں مظلوموں کو دیگئی تھی جو مکہ سے نکالے گئے تھے پھر قیصر وکسری اور مشرکین عرب سے جو جہاد کیا گیا اسکی کیا وجہ فرمایا وظلم قیصر وکسرے ومن کان دونھم من قبائل العرب والعجم بما کان فی ایدیھم مما کان المومنون احق بھم منھم فقد قاتلوھم باذن اللہ عزوجل والحجۃ ھذہ الایۃ یعنے قیصر وکسری اور دوسرے قبائل عرب وعجم کا یہ ظلم تھا کہ جو ملک انکے ہاتھ میں تھے انکے مستحق اہل ایمان تھے اور وہ انکو دینا نہیں چاہتے تھے اس لئے اس آیۃ کی دلیل سے باجازت خدا تعالی صحابہ نے ان سے

جہاد کیا۔ اس سے ثابت ہے کہ خلفائے ثلثہ نے باجازت الٰہی قیصر و کسریٰ وغیرہ سے جہاد کیا اور کل شرائط ان حضرات میں موجود تھے۔ اور حدیث شریف من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ سے بھی مقصود یہی ہے کہ جہاد وغیرہ امور امام وقت کی رای سے ہوں جو متمم شرائط جہاد ہے اس سے ثابت ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ صحابہ جو خلفاء ثلثہ کے ممد و معاون تھے جانتے تھے کہ وہ اپنے وقت کے امام برحق ہیں۔

کلینی صفحہ (۱۰۸) میں روایت ہے کہ من اصبح من الامۃ من لا امام لہ ظاھرًا فھو ضال اس سے ظاہر ہے کہ امام ظاہر کی اطاعت ضرور ہے چونکہ اسوقت ابوبکرؓ وغیرہ امام ظاہر تھے اس لئے انکی اطاعت نکرنے کو گمراہی سمجھتے تھے۔

الحاصل خلفائے ثلثہ کی خلافت آیات و احادیث و اجماع صحابہ اور خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اعتراف اور قرائن حالیہ و مقالیہ سے ثابت ہے اور یہ جو خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلافت نہ ملنے کی وجہ سے خلفائے ثلثہ سے ناراض اور مخالف تھے سوا اسکا کوئی ثبوت نہیں برخلاف اسکے ان حضرات کے ساتھ خلوص و اتحاد متعدد قرائن و روایات سے ثابت ہے۔ اس سے زیادہ کیا ہو کہ عمرؓ کے ساتھ اپنی صاحبزادی کا نکاح کر دیا جو باتفاق حضرات شیعہ و اہل سنت ثابت ہے۔

تاریخ الخلفاء میں دارقطنی سے منقول ہے اور نیز تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ جب ابوبکرؓ جہاد کی غرض سے سوار ہو کر مدینہ کے باہر ہوئے علی کرم اللہ وجہہ آپکے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور کہا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہاں جاتے ہیں! آپکو میں وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے روز آپسے فرمایا تھا کہ تلوار کو میان کر و اور ہمیں اپنی جدائی کی مصیبت نہ ڈالو اب آپ مدینہ کو واپس چلیں خدا کی قسم اگر آپکی مفارقت کا

درد و الم ہمیں ہو یعنے آپ شہید ہو جائیں تو اسلام میں پھر کبھی انتظام نہو گا چنانچہ آپ واپس ہوئے اور لشکر کو روانہ کر دیا۔

یہ تھی علی کرم اللہ وجہہ کی محبت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور اسلام کی غمخواری کا اونکا دار الخلافہ سے جدا ہونا گوارا نہوا۔ اور یہ غمخواری اور ہمدردی صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کے ساتھ مخصوص نتھی بلکہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی آپنے اسی قسم کی ہمدردیونکا اظہار کیا جیسا کہ نہج البلاغہ صفحہ ۱۳۰ میں مذکور ہے۔

ناسخ التواریخ کی جلد دویم صفحہ ۱۰۷ میں لکھا ہے کہ ابوبکرؓ جب ملک عرب کے انتظام اور مرتدوں کی تنبیہ اور سرکوبی سے فارغ ہوئے۔ اس خیال میں تھے کہ روم پر چڑھائی کیجائے شرجیلؓ ایک روز صبح ہی آئے اور کہا کہ آپ روم کی فتح کا ارادہ کیوں نہیں فرماتے کہا مجھے بھی کئی روز سے اسکا خیال آر ہا ہے مگر تم جو اسوقت تحریک کر رہے ہو اسکی کیا وجہ کہا آجکی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ ایک پہاڑ پر ہیں اور میں بھی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوں پھر میں ایک مکان پر چڑھا اور وہاں سے ہموار زمینوں اور شہروں پر جا رہا ہوں اور آپنے انکے لوٹنے کا حکم دیا ہے میرے ہاتھ میں اسوقت ایک سبز علم تھا میں کسی گاؤں پر گیا وہاں کے لوگوں نے مجھسے امن طلب کی اور میں نے دی پھر جب میں وہاں سے آپکے پاس آیا تو آپ کو ایک حصار میں پایا جسکو آپ ہی نے فتح کیا تھا آپ وہاں سونے کی کرسی پر تشریف رکھتے ہیں اور ایک شخص آپکے پاس سورہ انا فتحنا پڑھ رہا ہے۔ ابوبکرؓ نے خواب کی تعبیر دیکر مہاجرین اور انصار کو جمع کیا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو متفق اور ہمارے دلوں کو ایک دوسرے کے موافق کیا اب میرا خیال ہے کہ روم کی طرف لشکر روانہ کروں اس باب میں آپ صاحبوں کی کیا رائے ہے۔ عمرؓ نے کہا کہ یہ سب

جانتے ہیں کہ کسی کو آپ پر سبقت نہیں خدا تعالیٰ کا فضل آپکی رفاقت دیگا مناسب ہے کہ لشکر روانہ فرمائیں حق تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ملک اور دوسرے ملک کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسی طرح عثمانؓ۔ عبدالرحمان بن عوفؓ۔ طلحہؓ زبیرؓ وغیرہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے تقریریں کیں آپنے علی کرم اللہ وجہہ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے ابوالحسن آپ اس باب میں کیا فرماتے ہیں کہا کہ خواہ آپ بذات خود جائیں یا لشکر بھیجیں آپکو فتح ہوگی کہا یہ کس دلیل سے آپ کہتے ہو کہا یہ بات میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ ابوبکرؓ نے یہ حدیث سنکر فرمایا اے مسلمانو علیؓ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے وارث ہیں انتہیٰ۔

دیکھئے اس روایت سے جو حضرات شیعہ کے پاس بھی مستند ہے کس وضاحت سے ثابت ہو رہا ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ کو ابوبکرؓ کے ساتھ دلی اتفاق اور صفائی تھی کیونکہ جب انہنے اس بات پر شکر کیا کہ ہم سب کے دل متفق اور موافق ہیں تو علی کرم اللہ وجہہ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے تمھارے ساتھ اتفاق اور موافقت نہیں ہے اور کیونکر آپ خلاف واقع یہ خبر دیتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے آپ میں اور صدیق اکبر اور عمرؓ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کمال درجہ کی الفت اور محبت تھی جسکی خبر خود خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں دی ہے

قولہ هوالذی ایدك بنصره وبالمومنین والف بین قلوبهم لو انفقت ما فی الارض جمیعًا ما الفت بین قلوبهم ولکن الله الف بینهم انه عزیز حکیم یعنے اے نبی خدا ہی نے اپنی نصرت سے اور مسلمانوں سے آپکی مدد کی خدا نے مسلمانوں کے دلوں میں باہمی الفت ڈالدی۔ تمام زمین میں جو کچھ ہے اگر آپ خرچ کرکے انکے دلوں میں الفت ڈالنا چاہتے تو بھی نہیں ہوسکتا لیکن خدا نے انمیں باہمی الفت دی

بحوالہ فتح صادق ص ۱۳

یقیناً خدا تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمة اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا یعنے اللہ کی رسی یعنے دین کو تم سب مضبوط پکڑے رہو اور متفرق مت ہوا اور یاد کرو اللہ کی نعمت کہ جو خاص تم سے متعلق ہے کہ تم آپسمیں ایک دوسرے کے دشمن تھے خدا تعالےٰ نے تمھارے دلوں میں باہمی الفت ڈالدی اور اس نعمت کی وجہ سے تم آپسمیں بھائی بھائی ہوگئے۔ دیکھئے خدا تعالیٰ کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ صحابہ میں پیشتر اسقدر دشمنی تھی اسکے بعد دوستی ہونا محال تھا۔ پھر جب خدا تعالیٰ نے انھیں الفت دی تو اسقدر کہ آپسمیں بھائی بھائی ہوگئے۔ اب کھئے کہ باوجود ایسی معتبر شہادت آلہی کے کیا خیال ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونکے دلوں میں باہمی کدورتیں تھیں اگر خدا تعالیٰ کی شہادت کے بعد بھی کوئی کہے کہ ان کبار صحابہ کے دلوں میں باہمی کدورت تھی تو اوسکا جواب نہیں پھر اس محبت کے آثار بھی ظاہر ہیں جو خارج از قیاس نہیں کہ تمام ملک عرب بلکہ تمام دنیا ایک طرف اور یہ چند صحابہ یک طرف اور غلبہ بھی اُنھیں کا رہا۔ اگر سب یکدل نہوتے تو ممکن نتھا کہ اُنسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد ہوسکتی۔ اسی وجہ سے حق تعالی نے مدد کے موقع پر اُنکی الفت باہمی کا ذکر فرمایا اور دوسرے موقع میں فرمایا ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم یعنے آپسمیں جھگڑے مت کرو ورنہ بزدل ہوجاوٴگے اور تمھاری ہوا جاتی رہے گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اونمیں مخالفت اور جھگڑے نہ تھے ورنہ بزدل ہوجاتے اور ہوا پھر جاتی اور مغلوب ہوجاتے اور ان تمام آیتوں پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں جو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تائید ہوئی فی الحقیقت حضرت ہی کی تائید تھی۔ اس کا
اصلی سبب مسلمانوں کی باہمی یکدلی و اخوت اور اتفاق تھا۔ اسوجہ سے تمام ملک عرب کو
ازسرنو فتح کرلیا اسکے بعد شام عراق۔ افریقہ جیسے وسیع اور باقاعدہ سلطنتوں کو فتح کرکے
وہاں اسلام کا جھنڈا قائم کردیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو الفت اور اخوت
باہمی کل صحابہ میں عطا کی تھی۔ اسوقت موجود تھی ورنہ بحسب آیۂ شریفہ مسلمانوں کی ہوا
بگڑ جاتی اسوقت تک کسی قسم کی مخالفت عموماً صحابہ اور خصوصاً کبار صحابہ کے دلوں میں
آئی نہ تھی۔ پھر جب عثمانؓ کی شہادت کے بعد مخالفت پیدا ہوئی تو خلیفہ برحق یعنے علی
کرم اللہ وجہہ سے صرف ایک ملک شام بھی فتح نہ ہوسکا یہ نکبت باہمی مخالفت کی تھی۔
اہل انصاف کو ان قرائن پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آجائیگی کہ جتنی روایتیں علی کرم اللہ وجہہ
اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے باہمی مخالفت کی بیان کیجاتی ہیں سب ابن سبا کی بنائی
ہوئی ہیں جس کا حال انشاء اللہ آئندہ معلوم ہوگا۔ غرضکہ اسی بنا پر ابوبکرؓ نے آپکو شورہ
میں شریک کیا جو لازمہ اتفاق و اتحاد ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ اور آپ نے بھی جو
علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سینہ بسینہ پہونچا تھا وقت پر ظاہر فرمادیا کہ خواہ آپ
جائیں یا لشکر بھیجیں آپ ہی کی فتح ہے۔ اب کہئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام
طور پر مجمعوں میں یہ خبر دی تھی کہ کسریٰ اور قیصر کے خزانے مسلمانوں کو غنیمت میں ملیں گے
اور خاص طور پر علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ یہ ملک ابوبکرؓ کے ہاتھ پر فتح ہونگے تو اب آپکی
خلافت میں کونسی کسر رہگئی شاید یہاں یہ کہا جائیگا کہ سپہ سالاری کی حیثیت سے یہ فتوحات
ہونگے مگر یہ احتمال علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے ثابت نہیں ہوسکتا اسلئے کہ آپ نے
صاف بیان کردیا جس کا حال آئندہ معلوم ہوگا کہ ان لوگوں نے ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی

جن کو خلیفہ بنانے کا حق ہے۔

اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کو کیوں دی تھی
اور اس علم سینہ بسینہ کے لئے آپکی کیا خصوصیت تھی۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالی کو منظور تھا
کہ مسئلہ خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں راز سربستہ رہے اور کسی کی
دل شکنی نہ ہو کیونکہ اگر حضرت کسی ایک کو اپنے اہل بیت یا رفقا یا جانبازوں میں سے
اپنا جانشین مقرر فرماتے تو بہتوں کی دل شکنی ہوتی۔ مثلاً علی کرم اللہ وجہہ کو مقرر فرماتے
تو اوروں کو یہ کہنے کا موقع ملجاتا کہ ان تمام جانفشانیوں سے حضرت کا مقصود معاذ اللہ
یہی تھا کہ اپنے خاندان میں سلطنت قائم کر جائیں جیسے دنیا داروں کا دستور ہے اگر نبوت
آسمانی ہوتی تو دنیا داروں کی طرح اہل خاندان کی خصوصیت نہ ہوتی۔ علی ہذا القیاس جسکو
مقرر فرماتے لوگوں کی دل شکنی ضرور رہوتی کیونکہ آدمی کی طبیعت میں حسد اور تعلی کا
مادہ رکھا گیا ہے ہرچند فیضان صحبت سے صحابہ رذائل نفسانیہ سے دور اور پاک ہوگئے
تھے مگر باقتضائے بشریت صفات بشریہ کا کبھی کبھی بعض صحابہ میں دورہ ہو بھی جاتا تھا
اسی وجہ سے کسی صحابی کو اہل سنت معصوم نہیں سمجھتے اور اگر اصحاب نفوس قدسیہ کی
دل شکنی نہ بھی ہوتی تو انکے قرابتداروں اور قبیلے والوں کی ہوتی۔ بہرحال آپ کی مروت
اور مصلحت کا اقتضا یہی تھا کہ یہ مسئلہ وفات شریف تک مبہم رہے۔ مگر چونکہ علم الٰہی میں
یہ امر طے شدہ تھا کہ ابوبکرؓ خلیفہ ہونگے جسکی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی آپ کو
منظور ہوا کہ امت کو بھی اسکی اطلاع رہے چونکہ علی کرم اللہ وجہہ بحسب حدیث شریف
امام الاولیا رہیں اور اولیا اللہ کو اخفاء راز کی خاص طور پر تعلیم دیجاتی ہے اسوجہ سے
یا کسی اور وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس علم کیلئے آپکو مخصوص فرمایا اور آپنے بھی

اس رازِ سربستہ کو اسوقت تک مخفی رکھا کہ اسکے ظاہر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ اگر
اسوقت بھی ظاہر نہ فرماتے تو ممکن تھا کہ قلت اہل اسلام اور کثرت اعداء کی وجہ سے ہمتیں
پست ہوجاتیں۔ غرضکہ علی کرم اللہ وجہہ ابوبکرؓ کی خلافت اور اسکے لوازم یعنے اشاعت
اسلام کو جو انکے ہاتھ پر ہونیوالی تھی بخوبی جانتے تھے اسی وجہ سے آپنے کبھی دعوےٰ خلافت
نہیں کیا ورنہ ممکن نہ تھا کہ آپ اپنے اسلامی حق کو چھوڑ بیٹھتے یا آپ سے مقابلہ کرکے کوئی
اسکو چھین سکتا کیونکہ آپ میں ایسے اسباب جمع تھے کہ انکے مقابلہ میں کسی کا سر بر ہونا
ہرگز قرین قیاس نہیں۔ بہرحال روایت سابقہ سے ثابت ہے کہ علی کرم وجہہ کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرا دیا تھا کہ ابوبکرؓ کو ہر موقع میں فتح ہوگی اسی قسم کی یہ روایت
بھی ہے جو ناسخ التواریخ کی جلد دوم صفحہ (۱۸۹) میں ہے کہ جب ابوبکرؓ نے دیکھا کہ مہاجرین
و انصار روم کے مقابلہ کیلئے کافی نہیں سرداران یمن کے نام احکام بھیجے کہ میں چاہتا ہوں
کہ آپ لوگوں کو شام کی طرف اس غرض سے روانہ کروں کہ سرکشوں سے اس ملک کو خالی کرالیں
جن کو اسلام کی اشاعت میں کوشش و جانفشانی کا خیال ہو وہ اپنی خوشی سے یہاں آجائیں
یہ احکام انسؓ کو دیکر فرمایا کہ بہت جلد سرداران یمن کو پہنچا کر انکے جواب لے آؤ چنانچہ انھوں
نے تھوڑے عرصہ میں واپس آکر کہا کہ سب آنے کو تیار ہیں چنانچہ دوسرے ہی روز سے
قبیلوں کی آمد شروع ہوگئی پہلے قبیلہ حمیر سامان جنگ سے نہایت آراستہ و پیراستہ ہوکر
مع زن و فرزند پہنچا۔ ابوبکرؓ انکو دیکھ کر نہایت خوش ہوے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب قبیلہ حمیر اپنے عورتوں اور بچوں کو لیکر آئیں تو مسلمانوں
کو خوش خبری دو کہ خدا تعالیٰ انکو فتح دیگا۔ علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اس حدیث کی تصدیق
کی اور فرمایا کہ ایسا ہی ارشاد نبوی ہوا ہے انتہیٰ۔

ہر چند اسمیں ابوبکرؓ کی خلافت کا ذکر نہیں مگر نشانی ایسی بتلائی گئی کہ اس سے آپکی خلافت ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ قبیلۂ حمیر کو کیا ضرورت تھی کہ یمن سے روم کو فتح کرنے جاتے جب تک کوئی خلیفۂ وقت انکو حکم نہ کرے اور دوسرے قبیلوں کی حمایت اور مدد نہ ہو جسکے لئے خلیفۂ وقت کی تائید اور سرپرستی کی اشد ضرورت ہے۔

غرضکہ یہ عظیم الشان کام بغیر خلیفۂ وقت کے ممکن نہیں پھر انکے اجتماع کو مسلمانوں کے فتح کی علامت قرار دی جس کی وجہ سے ابوبکرؓ خوش ہوئے اور علی کرم اللہ وجہہ نے بھی آپکی تصدیق کی جب صدیق اکبرؓ کے حکم پر اُنکا آنا اور علیؓ کی تصدیق سے انکا اجتماع علامت فتح ہونا مسلمانوں پر ثابت ہو گیا ہوگا تو ایمانی راہ سے صحابہ کو ابوبکرؓ کی خلافت حقہ ہونے پر کس قدر وثوق ہوا ہوگا۔ پھر جب اسکا مشاہدہ بھی ہو گیا کہ لاکھوں کے مقابلہ میں تھوڑے تھوڑے صحابہ مظفر و منصور ہوتے گئے تو اس مشاہدے کے بعد صدیق اکبرؓ کی اطاعت خدا و رسول کی اطاعت اور باعث خوشنودی خدا و رسول ہونے میں کس کو کلام ہوگا اسی وجہ سے جس طرح صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جان دینے کو شہادت اور باعث حیات ابدی سمجھے تھے ابوبکرؓ کے حکم پر بھی یہی سمجھتے تھے۔ دیکھئے باوجودیکہ آپکی ابتدائی خلافت یعنے سلہ ۱۱ھ سے کبھی آسایش نہ ملی حضرت کے انتقال کے ساتھ تقریباً کل ملک عرب مرتد ہو گیا تھا صرف اہل حرمین مسلمان رہگئے تھے جیساکہ ناسخ التواریخ کی جلد دوم صفحہ (۱۱۱) میں لکھا ہے اور مسیلمہ کذاب و طلحہ و سجاح وغیرہ مدعیان نبوت ہزاروں کی فوج لیکر مسلمانوں کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے چند مہاجرین و انصار نے جن کے نسبت باشندگان ملک عرب کے ساتھ عشر عشیر کی بھی نہیں ان سرکشوں اور ہر ایک قبیلے کے ساتھ نہایت سرگرمی سے مقابلہ کیا اور سب کو ہزیمت دیکر از سر نو تمام ملک عرب پر قبضہ کیا جسمیں تقریباً دو سال شبانہ روز آتش حرب

مشتعل رہی اس سے ہنوز فراغت نہیں ہوئی تھی کہ صدیق اکبرؓ نے حکم دیدیا کہ ملک عراق پر
چڑھائی کیجائے اور اسکے ساتھ ہی ملک شام اور روم پر فوج کشی کے لئے آمادہ ہوگئے اسوقت
کسی نے بھی نہ کہا کہ حضرت جنگ عرب سے ابتک ہمارے زخم بھی چنگے نہیں ہوئے کہ آپ ایسی سلطنتوں سے
مقابلہ میں ہمیں بھیجتے ہو کہ ہمکو انکے ساتھ کسی بات میں کوئی مناسبت نہیں۔ انکے افواج
قاہرہ کے مقابلہ میں ہمارا لشکر عشر عشیر بھی نہیں انکی طرف سامان حرب ضرورت سے زیادہ ہے
ادھر بے سامانی انتہا کی حق تعالیٰ فرماتا ہے واعدوا لهم ما استطعتم من قوة
ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم یعنے اے مسلمانو جہانتک
تم سے ہوسکے سامان جنگ اور گھوڑے تیار کر رکھو جس سے تمھارا خوف کفار کو ہو۔ بجائے
اسکے کہ ہمارا خوف اون پر طاری ہو ہم پر وہ ہنسیں گے پھر خدا تعالیٰ نے ہم لوگوں پر رحم کر کے
فرمایا الآن خفف الله عليكم وعلم ان فيكم ضعفا فان يكن منكم مائة
صابرة يغلبوا مائتين یعنے دو کے مقابلہ میں ایک لڑ سکتا ہے اور آپ ایک کو
نو کے مقابلہ میں بھیجنا چاہتے ہیں جو بالکل قرآن کے خلاف ہے۔ غرضکہ خلیفہ وقت کے
حکم کو وہ خدا و رسول کا حکم سمجھتے تھے اگر ذرا بھی آپکی خلافت میں شک ہوتا تو اس خطر جان کے
موقعہ میں ہرگز حکم نہ مانتے اور مذکورہ نصوص قطعیہ پیش کر کے پہلو تہی کر لیتے اور علی کرم اللہ وجہہ
اگر آپ کی خلافت کو حق نہ سمجھتے تو ضرور فرماتے کہ خلیفہ ناجائز کے حکم پر جان دینی ہرگز
جائز نہیں اگر برملا کہنے میں تامل تھا تو کم سے کم اپنے احباب کو تو کسی طرح روک لیتے حالانکہ جو
حضرات آپکے جان نثار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی ان معرکوں میں شریک تھے بہرحال صحابہ
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین سمجھتے اور نہایت تعظیم
کرتے تھے چنانچہ ناسخ التواریخ کی جلد دوم صفحہ (۱۶۰) میں لکھا ہے کہ جب ابوبکرؓ نے یزید بن

ابی سفیان کو ایک ہزار لشکر کا افسر بنا کر شام کو بھیجا اور وہ سب سوار ہو کر روانہ ہوئے تو
آپ انکی مشایعت کی غرض سے پیادہ پا ساتھ ساتھ چلنے لگے انھوں نے کہا حضرت ہم لوگ خدا
کے غضب سے ڈرتے ہیں یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا ہمیں پیادہ ہونے کی اجازت دیں
آپنے فرمایا میں خدا کی راہ میں چل رہا ہوں انتہیٰ۔ دیکھئے ان حضرات کا کیسا قوی اعتقاد تھا
کہ ادنیٰ سی بے ادبی کو بھی باعث غضب الٰہی سمجھتے تھے اور ابو بکرؓ کی کس قدر وقعت تھی
کہ اونکے پیادہ پا چلنے میں سواروں نے غضب الٰہی کا خیال کر لیا تھا۔ جس طرح ابو بکرؓ
کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلوص تھا اسی طرح حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی تھا جیسا کہ
واقعات ذیل سے ثابت ہے۔

ناسخ التواریخ کی جلد دوم صفحہ (۲۷۸) میں لکھا کہ جب مسلمانوں نے حمص تک فتح کر لیا
اور بڑے بڑے نامی افسروں کو قتل کیا تو ہرقل نے چاہا کہ سلطنت کی پوری قوت عرب کے
مقابلہ میں صرف کرے چنانچہ اپنے ملک کے پانچ بادشاہوں کو بلا کر آٹھ لاکھ ساٹھ ہزار فوج
انکے ماتحتی میں دی اور نہایت عار دلا کر مسلمانوں کے مقابلہ میں روانہ کیا اور اسلامی
فوج وہی شکستہ حال زخمی جو روزانہ جنگ کرتی ہوئی قدم بڑھائے جاتی تھی کل تخمیناً تیس ہزار
کی تھی ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کمال پریشانی سے حالت موجودہ کو لکھ کر خلیفہ وقت عمرؓ سے
کمکی فوج کی درخواست کی جب انکا خط پڑھا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لاحول ولا قوۃ
الا باللہ۔ اسکے بعد صحابہ سے خطاب کر کے کہا اس موقع میں آپ صاحبوں کی کیا رائے ہے
اگر کہئے تو میں خود مسلمانوں کو لیکر انکی مدد کو جاؤں علیؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں
کی حفاظت اور انکی فتح کا کفیل ہو گیا ہے آپکا جانا مناسب نہیں۔

نہج البلاغہ صفحہ (۱۳۰) میں مذکور ہے کہ جب عمرؓ نے روم کے مجاہدین کے ہمراہ اپنی ذات

جانا چاہا تو علیؓ نے کہا انك متى تسر الى هذا العدو بنفسك فتلقهم فتنكب

لا تكن للمسلمين كانفة دون اقصى بلادهم ليس بعدك مرجع يرجعون

اليه فابعث اليهم رجلا مجربا واحضر معه اهل البلاء والنصيحه

فان اظهر الله فذاك ما تحب وان تكن الاخرى كنت ردءا للناس

ومثابة للمسلمين یعنے اگر آپ اپنی ذات سے کفار کی طرف جائیں اور خدانخواستہ
آپکو ہزیمت ہو تو پھر آپ سے مسلمانوں کا بچاؤ مشکل ہے اور آپکے بعد انکا مرجع نہو گا جسکے
طرف وہ رجوع کریں اسلئے کسی تجربہ کار شخص کو روانہ کیجئے اگر اسکو فتح اور غلبہ ہوا تو آپ کا
مقصود بر آیا ورنہ آپ اونکی مدد کروگے اور ملجا و ماوی ہوگے۔

دیکھئے اس سے کیسی محبت اور خیر خواہی آپ کی ظاہر ہوتی ہے اگر معاذ اللہ آپکے دل میں
ذرہ برابر بھی کدورت ہوتی تو عمرؓ کو روانہ کردینے کا اچھا موقعہ تھا کیونکہ آنکا بھی خیال جانے پر
آگیا تھا۔ آپکا کلام بر کمال اقتدار اور فصاحت و بلاغت اظہر من الشمس ہے اکا دتوجیہ ایسی بیان
کر دیتے کہ عمرؓ کا وہ خیال مستحکم ہو جاتا عقلا ایسے مواقع میں رائے دیکر اپنے کام نکالا کرتے ہیں چنانچہ
ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ ایکبار علی کرم اللہ وجہہ معاویہ کی فوج کو چیرتے پھاڑتے انکے خیمہ تک پہنچ گئے
اور بہ آواز بلند فرمایا کہ اے معاویہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم تم اپنی ذاتوں سے مقابلہ او معرکہ آزمائی
کر لیں جو غالب ہو اسیکی فتح سمجھی جائے معاویہ یہ سن کر چپ ہو گئے عمرو ابن عاصؓ نے کہا آ
معاویہ علیؓ بات تو ٹھیک کہتے ہیں۔ انھوں نے کہا میں جانتا ہوں کہ تم چاہتے ہو انکے مقابلہ
میں میرا خاتمہ ہو جائے تعجب نہیں کہ عمرو بن عاص کو اس رائے سے وہی مقصود ہو جو معاویہ نے
خیال کیا تھا غرضکہ علی کرم اللہ وجہہ کو رائے دینے کا اچھا موقعہ مل گیا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو
دار السلطنت سے روانہ کرکے کوئی کارروائی کرتے مگر انکو اسکا خیال ہی نہ تھا اس لئے کبھی

خیرخواہی اور کمال خلوص سے یہ رائے دی کہ آپ کا جانا مناسب نہیں اس سے اہل انصاف پر منکشف ہو سکتا ہے کہ ان حضرات میں خلوص تھا یا مخالفت۔

ناسخ التواریخ کی جلد دوم میں لکھا ہے کہ جب مسلمانوں نے لشکر عجم کو ہزیمت دیکر ایک حصہ ملک پر قبضہ کر لیا اور بڑے بڑے سردار اُنکے مارے گئے اور بہت سی غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئی تو یزدگرد کو اسکا سخت صدمہ ہوا اور تیس ہزار کا لشکر جنکے ساتھ تیس جنگی ہاتھی تھے میدان کارزار میں بھیجا اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ مسلمانوں کو ہزیمت ہوگئی اور مثنی ابن حارثہ جو لشکر اسلام کے سپہ سالار تھے انکے ساتھ صرف تین ہزار آدمی رہگئے انھوں نے عمرؓ سے کمک طلب کی آپنے جریر بن عبداللہ بجلی کو مع لشکر مناسب روانہ کیا ان دونوں سپہ سالاروں یعنے مثنی اور جریر میں ناچاقی ہوگئی مثنے کہتے تھے کہ میں سابق سے سپہ سالار ہوں تمکو میری اطاعت چاہیے جریر کہتے تھے کہ مجھے خلیفہ وقت نے مستقل طور پر روانہ کیا ہے میں تمھاری اطاعت نہ کرونگا یہ مخالفت بہت کچھ طول کھینچی۔ جب عمرؓ کو اسکی خبر ہوئی اور دیکھا کہ مخالفت باہمی کا انجام بُرا ہے صحابہ سے مشورت کی سب نے کہا کہ اسوقت آپ ہی کا وہاں جانا مناسب ہے مگر علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا یہ رائے قرین صواب نہیں مناسب ہے کہ قدیم مہاجرین میں سے یا اُن انصار میں سے جو جنگ بدر میں شریک تھے کسی کو منتخب فرما کر سپہ سالار مقرر کیجیے عمرؓ نے کہا آپ ہی انتخاب کیجیے آپ نے کہا سعد بن ابی وقاص اس کام کیلیے مناسب ہیں چنانچہ انھیں کو آپنے سپہ سالار بنا کر روانہ کیا اور سب کا اتفاق ہو گیا انتہیٰ۔

دیکھیے اس موقع میں بھی کل صحابہ کی رائے تھی کہ عمرؓ اپنی ذات سے جائیں مگر علی کرم اللہ وجہہ کو آپکی تکلیف گوارا نہ ہوئی اور ایسی تدبیر بتائی کہ مقصود حاصل ہو گیا۔ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ یہ قرائن مخالفت کے ہیں یا اتحاد کے۔

ناسخ التواریخ جلد دویم صفحہ (۳۰۶) میں لکھا ہے کہ جب یرموک فتح ہوا جہاں ایک لاکھ پانچہزار کفار مارے گئے اور چالیس ہزار زندہ گرفتار ہوے اور کفار کے حوصلے پست ہوگئے ابو عبیدہ ابن جراح نے سرداران لشکر سے مشورہ کیا کہ اب قیساریہ پر چڑھائی کیجائے یا بیت المقدس پر راے یہ قرار پائی کہ عمرؓ اس باب میں جو حکم کریں اسکی تعمیل کیجائے چنانچہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپکو لکھا آپنے یہ مسئلہ شورے میں پیش کیا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ بیت المقدس کو لشکر روانہ کیجئے اسکے بعد قیساریہ بھی فتح ہوجائیگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی خبر مجھے دی ہے عمرؓ نے علی رضی اللہ عنہ کی راے اور حدیث کو لکھ کر یہ حکم لکھا کہ بیت المقدس کا ارادہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ فتح ہوجائیگی انتہی۔

روایت فتح بیت المقدس

اس قسم کی صدہا روایتوں سے ثابت ہے کہ آئندہ ہونیوالے واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھے اور جنکو جو مناسب تھا انکو خبر دی۔ علیؓ نے عمرؓ سے جو کہا کہ بیت المقدس کو لشکر روانہ کیجئے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم لشکر روانہ کرو جس سے آپکی خلافت ثابت ہوتی اسیوجہ سے آپنے خلفاء کے احکام میں دست اندازی نہیں کی صرف راے دیتے یا کوئی حدیث معلوم ہوتی تو نہایت خلوص سے بیان فرمادیتے۔

ناسخ التواریخ جلد دوم صفحہ (۳۰۹) میں لکھا ہے کہ جب قتال و جدال کے بعد بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا گیا تو کفار نے کہا کہ جب تک خلیفہ وقت عمرؓ یہاں آکر بذات خود ہم سے معاہدہ نہ کریں۔ ہم قلعہ خالی نہ کرینگے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بغیر خونریزی کے فتح ہوجاتی ہے اسلئے عمرؓ کو انکی درخواست پر مطلع کیا آپنے صحابہ سے اس باب میں مشورت کی عثمانؓ نے کہا کہ آپکے جانے میں کفار کو نخوت پیدا ہوگی اور نہ جانے میں جس طرح دوسرے ملک اور قلعے فتح ہوے وہ بھی فتح ہوجائیگا جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ کفار نے لڑائی سے ہاتھ

روک کر جو آپکو طلب کیا ہے یہ فتح کی علامت ہے اگر آپ جانے میں توقف کرلیں تو صلح میں تاخیر ہوگی اور تعجب نہیں کہ بہت خونریزی ہو۔ عمرؓ نے آپ ہی کی رائے کو پسند کیا اور روانہ ہوگئے انتہیٰ

ہر چند آپ کی یہ رائے اُن رایوں کے خلاف میں تھی جو آپ ہمیشہ دیا کرتے تھے مگر چونکہ آپکا صدق اور خیر خواہی مسلم تھی اسلئے عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ہی کی رائے پر عمل کیا۔

ان قرائن سے یہ بات ثابت ہے کہ ان حضرات میں باہمی ملال کا جو خیال کیا جاتا ہے وہ بے اصل محض ہے۔

ناسخ التواریخ جلد دوم صفحہ ۳۱۲ میں ہے کہ عمرؓ نے ۱۸ھ میں یزید بن ابی سفیان کے ہمراہ چھ ہزار کا لشکر دیکر قیساریہ پر بھیجا قسطنطین ہرقل کا بیٹا جو وہاں رہتا تھا فوج اسلام کی آمد دیکھکر اپنے باپ سے مدد طلب کی باوجودیکہ خود اسکے پاس اسی ہزار کا لشکر قیساریہ میں موجود تھا۔ ہرقل نے بیس ہزار فوج جرار مع غلہ وغیرہ بھیجا جس سے ایک لاکھ فوج کفار قیساریہ میں جمع ہوگئی۔ یزید رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کو حالت موجودہ کی خبر دیکر کمک کی درخواست کی جب انکا نامہ پڑھا گیا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا قیساریہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ فتح ہوجائیگا عمرؓ نے صرف تین ہزار فوج کا اضافہ کیا اور اسی سے قیساریہ کو مسلمانوں نے فتح کرلیا انتہیٰ۔

علی کرم اللہ وجہہ نے خواہ کشف سے معلوم کیا ہو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی اطلاع آپکو دی ہو بہرحال فکر کے وقت تسکین دینی کمال محبت کی دلیل ہے اور عمرؓ نے بھی اسی اطمینان پر صرف تین ہزار فوج کا اضافہ کیا ورنہ کہاں لاکھ لشکر تازہ دم محفوظ مقامات میں اور کہاں نو ہزار شکستہ حال کیونکہ یہ وہی لشکر ہے جو لاکھوں کا مقابلہ کرتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔ معلوم نہیں انمیں زخمی اور تھکے ہوئے کتنے ہونگے۔

ناسخ التواریخ جلد دوم صفحہ ۳۹۵ میں لکھا ہے کہ جب سعد بن ابی وقاص کے ہاتھ پر بہت سا

ملک عجم فتح ہوا تمام عجم پر انکا رعب چھا گیا تھا۔ پھر جب کسی واقعہ میں عمر رضی اللہ عنہ نے انکو حکومت سے معزول کیا اور یہ خبر یزدگرد بن شہریار کو پہنچی تو اوسکا حوصلہ بڑھ گیا اور خیال کیا کہ اب مسلمانوں کا مقابلہ آسان ہے اسلئے ملک کے افسروں کو افواج فراہم کرنے کا حکم دیا اور قسم کھائی کہ جبتک تمام عرب کو تباہ کرکے بادشاہ اسلام کو گرفتار نہ کرلوں جنگ سے باز نہ آؤنگا چنانچہ ڈیڑھ لاکھ فوج اور ستر سے زیادہ ہاتھی نہاوند میں جمع کئے عمار بن یاسر جو اسوقت حاکم کوفہ تھے انھوں نے عمرؓ کو ان واقعات کی خبر دی عمرؓ نے صحابہ سے مشورہ کیا ہر ایک نے اپنی رائے ظاہر کی عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسوقت آپ مسلمانوں کو لیکر کوفہ میں اقامت فرماویں تو بہتر ہوگا۔ عمرؓ نے علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آپکی کیا رائے ہے فرمایا کہ ہمارے دین کے معاملہ کو فوج کی قلت و کثرت سے کوئی تعلق نہیں یہ اللہ کا دین ہے جسکو اس نے ظاہر اور غالب کیا اور یہ خدا تعالی کا لشکر ہے جسکو اسنے جمع کرکے اسکی مدد کی چنانچہ جہاںتک پہنچا ہے ظاہر ہے۔ ہماری نظر اوسکے وعدہ پر ہے وہ بیشک اپنا وعدہ پورا اور اپنے لشکر کی مدد فرمائیگا۔ قیم یعنے امیر کی مثال ایسی ہے جیسے موتیونکی لڑی کی گرہ کہ اگر وہ کھل جائے تو سب دانے متفرق ہوجاتے ہیں جن کا پھر جمع ہونا مشکل ہے۔ اگرچہ عرب آج کے دن گنتی میں کم ہیں مگر اسلام اور اتفاق کی وجہ سے بہت ہیں آپ قطب بنے رہئے جس طرح کہ چکی کیلی کے اطراف گھومتی ہے اسی طرح اس چکی کو آپ اپنے اطراف گھمائیے اگر آپ مدینہ سے نکلیں تو عرب ہر طرف سے ٹوٹ پڑینگے جس کا انتظام دشوار ہوگا اور عجم آپکی تاک میں لگے رہیں گے اور یہ خیال کرینگے کہ آپ اصل عرب ہیں آپ پر غلبہ ہوتے ہی بیفکری ہوجائیگی۔ اور یہ جو خیال کیا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں پر چڑھائی کرینگے سو یہ نہوگا کیونکہ جس طرح آپ اس بات کو مکروہ سمجھتے ہیں خدا تعالی نے اس سے زیادہ مکروہ سمجھا ہے۔ رہا یہ کہ انکی فوج بہت ہے سو ہماری لڑائیاں اور فتوحات جتنے ہوے انمیں فوج کی کونسی کثرت تھی سوائے اسکے کہ صرف خدا تعالی کی مدد تھی انتہی۔ علی کرم اللہ وجہہ

نے جو اس موقع میں تقریر کی نہج البلاغہ صفحہ (۱۳۶) میں بھی منقول ہے جسکی عبارت یہ ہے ان ھذا
الامر لم یکن نصرہ ولا خذلانہ بکثرۃ ولا قلۃ وھو دین اللہ الذی اظہرہ وجندہ
اعدہ وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیثما طلع ونحن علی موعود من اللہ واللہ
منجز وعدہ وناصر جندہ ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز
یجمعہ ویضمہ فاذا انقطع النظام تفرق الخرز وذھب ثم لم یجتمع بحذافیرہ
ابدا والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فھم کثیرون بالاسلام
عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحی بالعرب واصلھم دونک
نار الحرب فانک ان شخصت من ھذہ الارض انتقضت علیک العرب
من اطرافھا واقطارھا حتی یکون ما تدع وراءک من العورات اھم
الیک مما بین یدیک۔ انتہی دیکھئے کس صفائی اور خلوص سے آپنے عمرؓ کو قیم قرار دیا
جسکے معنی سید اور سیاست کرنیوالے کے ہیں جیسا کہ لسان العرب میں لکھا ہے۔ اور حدیث شریف
میں ہے ما افلح قوم قیمتھم امراۃ یعنے جس قوم کی سردار عورت ہو انکو فلاح نہیں اور قیم شوہر
کو بھی کہتے ہیں اسی وجہ سے کہ عورت کا حاکم و فرمانروا ہے اگر علی کرم اللہ وجہہ کے دل میں کسی قسم کا
غبار اور عمرؓ کی خلافت سے انکار ہوتا تو اس موقع میں ان الفاظ کو استعمال کرنے کی کوئی ضرورت
نہ تھی اگر سچی خیرخواہانہ رائے دینے کی ضرورت تھی تو صرف اتنا ہی فرمادینا کافی تھا کہ ہماری
رائے تو یہ ہے کہ آپ مدینہ سے باہر نہ جائیں اسی مقام میں ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ علی علیہ السلام
بعقیدت شیعی اگرچہ خلافت عمرؓ را از در غصب میدانست لیکن در کارہا و لشکر کشیہا او را
رعایت می فرمود و رائے نیکو میزد چہ غلبہ لشکر اسلام ازیں کم نبود کہ کافراں بوحدانیت خدا و نبوت
پیغمبر اقرار میدادند و راہ بکوچہ سلامت نزدیک میکردند انتہی۔

مطلب یہ کہ علی کرم اللہ وجہہ عمرؓ کو غاصب خلافت تو جانتے تھے مگر اس خیال سے کہ غلبۂ اسلام باعث اشاعت توحید و نبوت ہے عمدہ رائیں دیا کرتے تھے۔ فی الحقیقت اشاعت توحید و اسلام ایک عمدہ چیز ہے اسکے مقابلہ میں خلافت کا جھگڑا کوئی چیز نہیں مگر جس طرح آپ عمرؓ کی حکومت کو تسلیم کرکے نیک رائیں دیا کرتے تھے معاویہؓ کے وقت ایسا نہیں کیا حالانکہ انکا بھی مقصود ظاہراً اشاعت اسلام ہی تھا کیونکہ کل کتب تواریخ بلکہ خود ناسخ التواریخ سے ثابت ہے کہ فتوحات شام کے وقت وہ لشکر اسلام میں شریک تھے اور انکے زمانے میں بھی فتوحات ہوئے اگر علی کرم اللہ وجہہ ان سے فرمادیتے کہ جس طرح میں عمرؓ کو اشاعت اسلام کے باب میں نیک رائیں دیا کرتا تھا تمھیں بھی دونگا تو وہ بسر و چشم قبول کرتے اور کبھی جنگ و جدال کی نوبت ہی نہ آتی مگر یہ ممکن نہ تھا کیونکہ علی کرم اللہ وجہہ جہاں اشاعت اسلام کو ضروری سمجھتے تھے خلیفۂ وقت کی اہلیت کو بھی ضروری سمجھتے تھے جس کے ذریعہ سے اشاعت اسلام ہو اسی وجہ سے اشاعت اسلام کو آپنے کئی سال موقوف رکھا اور خلافت حقہ کے قائم کرنے میں مصروف رہے۔

علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت اور راست بازی اس درجہ کی تھی کہ دینی کاموں میں کسی بات کا اثر آپ پر نہیں پڑتا تھا اور نہ کبھی پولیٹکل خیالات آپکے نزدیک آنے پاتے تھے۔ دیکھئے خلافت کے ساتھ ہی آپنے عثمانؓ کے قرابتداروں کو جو حکومت کی اہلیت نہیں رکھتے تھے معزول کرنا شروع کر دیا حالانکہ آپکے خیرخواہوں نے اس باب میں بہت کچھ کلام کیا مگر آپنے کسی کی نہ مانی مغیرہ بن شعبہ نے بہت کچھ کہا کہ حضرت اس وقت معاویہؓ کو چھیڑنا مناسب نہیں اگر بالفعل انکو شام پر بحال رکھیں تو پھر قرابتداران عثمانؓ سے کچھ خوف نہیں آپنے فرمایا خلاف شریعت میں کوئی کام نہ کرونگا جب تک وہ بیعت نہ کریں انکو نہ چھوڑونگا اس قسم کے اور بہت سے واقعات ناسخ التواریخ وغیرہ میں مذکور ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ آپکے دل میں ہوتا اسکو علانیہ

فرما دیتے کسی کے خوف سے چھپاتے نہ تھے غرضکہ آپنے عمرؓ کو جو فہیم وغیرہ کہا وہ آپ کی دلی بات تھی تصنع اور تقیہ وغیرہ کو اسمیں کوئی دخل نہ تھا۔ اور عمرؓ نے بھی آپ ہی کی رائے پسند کی اسکے بعد پوچھا کہ جو لشکر روانہ کیا جائے اسکی امارت کس کو دینا چاہیے فرمایا کہ نعمان مزنی اسکے لائق ہیں آپنے اونھیں کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔ اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ ان معاملات سے کسقدر باہمی اخلاص اور ارتباط ثابت ہوتا ہے۔

ناسخ التواریخ کی جلد دوم صفحہ ۲۳۴ میں لکھا ہے کہ جب ابوموسی اشعریؓ نے ملک فارس کو فتح کیا اور غنیمت وغیرہ تقسیم کرکے عمرؓ کو لکھا کہ اب خراسان پر چڑھائی کرنے کی اجازت ہو تو مناسب ہے عمرؓ نے لکھا کہ جو ملک فتح ہوا ہے اسکا ہم شکر کرتے ہیں اسی کا انتظام اچھی طرح رکھو خراسان کی طرف بڑھنے کا خیال دل سے نکالدو اور خود بصرے کو چلے آؤ علی کرم اللہ وجہہ نے کہا آپ یہ کیا لکھ رہے ہیں کہا خراسان ہم سے بہت دور ہے اور وہانکے لوگ خونریز اور عہد شکن ہیں اسلئے میں وہانکا قصد مناسب نہیں سمجھتا۔ علی کرم اللہ وجہہ نے اس ملک کی تعریف کی اور وہانکے جو قلعے فتح ہونے والے تھے بیان کرکے اس پر چڑھائی کرنے کی رغبت دلائی چنانچہ اسی بنا پر عمرؓ نے احنف ابن قیس کو بارہ ہزار کا لشکر دیکر روانہ فرمایا انتہی۔ کیا بغیر خلوص کے اس قسم کی رائیں دینا قرین قیاس ہے۔

ناسخ التواریخ کی جلد دوم صفحہ ۲۵۲ میں لکھا ہے کہ ۱۷ھ ہجری میں عمرؓ نے جب بلاد عجم کی جنگ سے ہاتھ روکنے کا حکم دیا تو ابوعبیدہ ابن الجراح نے آپ کو لکھا کہ اس مدت میں جو جنگ سے مہلت ملی اور سپاہی آسودہ ہوگئے اور شراب نہایت رغبت اور شوق سے پینے لگے اس باب میں کیا حکم ہے عمرؓ نے علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ مسلمان شراب سے احتراز نہیں کرتے اور جو حد اسکی مقرر ہے اسکی انھیں کچھ پروا نہیں اس باب میں آپ کی کیا رائے۔ آپنے فرمایا ان السکران اذا سکر هذی

واذا ھذی افترے واذا افترے فعلیہ ثمانون یعنے جب نشہ اثر کرتی ہے تو آدمی بیہودہ بکنے لگتا ہے اور جب بیہودہ بکتا ہے تو اسمیں افترا کی بھی نوبت پہنچ جاتی ہے اور مفتری کی حد اشتی دُرّے ہیں اسلئے شرب خمر کی بھی حد اشتی دُرّے مقرر کرنا مناسب ہوگا چنانچہ عمرؓ نے انکے جواب میں لکھا کہ اس خط کے پہنچنے کے بعد جو شخص شراب پیوے اسکو اشتی درے مارے جائیں اور ایسے لوگوں کو فقر و فاقہ میں مبتلا رکھو۔ ابو عبیدہؓ نے جب مسلمانوں کو یہ حکم سنایا اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ اب حلب پر چڑھائی ہے اسکے بعد انطاکیہ کا قصد کیا جائیگا۔ جہاں خود ہرقل رہتا ہے مسلمانوں نے یہ سب سنکر نہایت خوشی سے کہا کہ ہم ہر بات میں اطاعت کرنے کو موجود ہیں انتہی۔

یہاں مسلمانوں کی انقیاد اور فرماں برداری پر غور کرنا چاہئے کہ عمرؓ نے حد شراب اشتی درے مارنے کو لکھا اور کسی نے یہ نہ کہا کہ آخر ہم بھی قرآن پڑھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی صحبت میں رہ چکے ہیں نہ کہیں قرآن میں حد شرب اشتی درے ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اتفاقی طور پر ایسے واقعات ہوجاتے تھے مگر اشتی درے کبھی حضرت نے نہیں مارے۔ بات یہ ہے کہ ان حضرات کا ایمان کامل تھا گو مقتضائے بشریت کبھی قوائے طبعی غالب ہوجاتے تھے مگر اس حالت کے بعد جب آیۂ شریفہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کا خیال آجاتا تو سوائے اطاعت کے دوسرا خیال نہ آتا عمل کو چھوڑ کے چون چرا کرنا اور باتیں بنانی ضعف ایمان کی دلیل ہے اسلئے وہ اطاعت میں گرم رہے۔ پھر عمرؓ کو انکے ایمان پر کس قدر وثوق تھا کہ بلا تامل علی کرم اللہ وجہہ کی رائے لکھدی اور یہ خیال بھی نہیں کیا کہ ایسی نازک حالت میں کہ کفار کے ملک میں گھرے ہوے ہیں اور مقابلہ ایسے سلاطین سے ہے جنکی شان و شوکت قوت اور تمول تمام دنیا میں مشہور ہے خصوصاً عرب تو قدیم سے

انکا کلمہ ہی پڑھتا تھا ایسے موقع میں صرف حد شرب ہی میں زیادتی نہیں بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی حکم لکھدیا کہ ان لوگوں کو فقر و فاقہ میں رکھو جس کا مطلب یہ ہوا کہ انکے پاس مال زیادہ ہو گیا ہے وہ چھین لیا جائے۔ انکی جانفشانیوں کے صلہ میں قدر ہوئی سو یہ ہوئی کہ مر مر کے جو مال غنیمت حاصل کیا تھا وہ بھی چھین جا رہا ہے اور استحقاق شرعی بھی بالائے طاق ہے آشنا ہونے پر بھی ان حضرات کے لب پر حرف شکایت نہیں بلکہ نہایت خوشی سے جان دینے کو چلے جا رہے ہیں سبحان اللہ یہ اونھیں کے نفوس قدسیہ تھے جو دینی امور میں کیسی ہی سختی کیجائے ملال تک نہیں آتا تھا۔

یہاں تھوڑے سے غور و تامل کی ضرورت ہے کہ جس قوم کے شرابیوں کی یہ حالت ہو تو اس قوم کے متقی لوگوں کا کیا حال ہوگا اب کہئے کہ ہم سے یہ جرأت کیونکر ہو سکے کہ علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت یہ خیال کریں کہ خلفائے ثلثہ سے انکو بغض تھا اور جس طرح معمولی لوگ برتاؤ کیا کرتے ہیں معاذ اللہ آپ بھی کیا کرتے تھے اولیاء اللہ کا مقولہ ہے **شعر**

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن	آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

آپ تو امام الاولیا ہیں آپکے نسبت یہ کیونکر خیال ہو سکے۔

عمرؓ کی عادت تھی کہ بڑے بڑے معاملات میں شورہ کر لیا کرتے تھے کیونکہ حقتعالی مسلمانوں کی تعریف میں فرمایا ہے والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰۃ وامرھم شوری بینھم یعنے مسلمانوں کے کام باہمی مشورت سے ہوا کرتے ہیں اور خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ شاورھم یعنے صحابہ سے مشورت کیا کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علوم لدنی حاصل تھے صحابہ کو کہاں نصیب باوجود اسکے آپکو انسے شوری کرنے کا حکم تھا۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ جس سے رائے لیجاتی ہے اسکو خاص قسم کی موافقت اور انس

پیدا ہوتا ہے حق تعالی نے جو آیۂ موصوفہ میں مسلمانوں کی تعریف کی کہ وہ شوری سے کام کیا کرتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ہر شخص کو خیر خواہانہ رائے دینے کا حکم ہے چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے الدین النصیحۃ یعنی کامل دین خیر خواہی ہے۔ غرضکہ آیۂ موصوفہ میں مسلمانوں کا باہمی اتحاد اور موافقت بیان کیگئی اس اتحاد اور موافقت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اگر کسی سے رائے میں غلطی بھی ہوجائے تو دوسرا اُسکی اصلاح کر دیتا ہے چنانچہ عمرؓ نے ایک بار کسی زانیہ کو رجم کرنے کا حکم دیا اتفاقاً وہ حاملہ تھی علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً کہدیا کہ یہ حاملہ ہے اگر اسوقت اسکو رجم کیا جائے تو بچہ بے قصور ضائع ہو جائیگا۔ عمرؓ نے قبول کرلیا اور فرمایا لولا علی لھلک عمر یہ امرھم شوری بینھم کے برکات تھے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا فرض ادا کیا اور عمرؓ نے اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر انکا شکریہ ادا کیا۔ اس زمانے میں اگر کوئی ایسا واقعہ پیش ہوجائے تو عمر بھر اپنے جلسوں میں بطور افتخار کہا کریں کہ ہم نے ایسے بڑے شخص کو زک دی مگر اُن حضرات کے نفوس قدسیہ اس قسم کی تعلی کو ہرگز گوارا نہیں کرتے تھے دیکھئے کسی روایت میں دیکھا نہ جائیگا کہ علی کرم اللہ وجہہ نے کسی جلسہ میں بطور افتخار فرمایا ہو کہ میں نے عمرؓ کو ایسا ذلیل کیا آخر ان حضرات ہی کی باتیں حدیث کی شکل میں ہم تک پہنچی ہیں اگر ایکبار بھی آپ یہ فرماتے تو ضرور حدیث کی کتابوں میں اسکا ذکر ہوتا اگر اس واقعہ کو نکتہ چینی سمجھا جائے تو پہلے یہ فرض کرنا ہوگا کہ معاذ اللہ ان حضرات کے نفوس بھی ہمارے ہی جیسے رشک۔ حسد۔ کینہ اور خود غرضی سے بھرے ہوئے تھے اور حق تعالی نے جو انکی تعریف کی ہے رحماء بینھم اور آیۂ شریفہ فاصبحتم بنعمتہ اخواناً نعوذ باللہ خلاف واقع ہے۔

صاحب ناسخ التواریخ نے اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ عمرؓ خلافت کے اہل نہ تھے کیونکہ انکی رائے میں خطا پڑی۔ اور انکی عمر بھر کی جانفشانیاں اور حسن تدابیر جنکو خود ہی نے ذکر کیا ہے سب کو

نسیاً منسیا کردیا۔

غزوۂ بدر میں جب کفار مکہ گرفتار ہوئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ اونکو قتل کیا جائے یا فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ فدیہ لیکر چھوڑ دینا مناسب ہے عمرؓ نے کہا قتل کرنا مناسب ہے اور بعضے صحابہ نے ابوبکرؓ کی رائے پر اتفاق کیا اور بعض نے عمرؓ کی رائے پر اس کے بعد یہ آیۃ شریفہ نازل ہوئی ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتے یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ واللہ عزیز حکیم۔ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم یعنے نبی کو سزاوار نتھا کہ قیدیوں کو مال لیکر چھوڑ دیتے اور قتل نہ کرتے تم لوگ اے صحابہ سامان دنیا چاہتے ہو اور اللہ آخرۃ اور اللہ عزت والا حکمت والا ہے اگر کتاب میں پہلے سے اس قصور کی معافی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے کیا اُسپر بڑا ہی عذاب نازل ہوتا۔

چونکہ فدیہ کی رائے دینے والوں پر اس آیۃ شریفہ سے سخت عتاب الٰہی معلوم ہوا اسوجہ سے حضرت پر اور ابوبکرؓ پر گریہ طاری تھا کہ اتنے میں عمرؓ آئے اور عرض کی یارسول اللہ آپ کیوں رو رہے ہیں فرمایا اگر فدیہ لینے پر عذاب نازل ہوتا تو تمھارے سوائے کوئی نجات نہ پاتا۔ چونکہ عمرؓ ایسے واقعات دیکھ چکے تھے اس لئے اگر کوئی غلطی ہوتی تو فوراً متنبہ ہوجاتے اور خوف الٰہی آپ پر طاری ہوجاتا اسی وجہ سے کہا لولا علی لھلک عمر جس طرح آیۃ شریفہ میں ہے لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم۔

غرضکہ رائے میں غلطی ہونا کوئی نئی بات نہیں مقتضائے بشریت ہے اس سے کسی مرتبہ میں فرق نہیں آتا۔ غرضکہ جتنے مخالفت کے قصے بیان کئے جاتے ہیں ان تصریحات سے ثابت ہے کہ وہ بے اصل محض ہیں اور اون حضرات میں باہمی کمال درجہ کی محبت تھی۔

تاریخ الاسلام میں مولوی محمد احسان اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ کے تیرہ[۱۳] صاحبزادے تھے جنکے نام محمدؐ۔ عباس۔ جعفر۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان وغیرہ تھے۔

اب غور کیجئے کہ اولاد کے نام جن بزرگوں کے رکھے جاتے ہیں اونکی کیسی وقعت اور محبت اوسمیں ملحوظ ہوا کرتی ہے۔ کبھی سنا نہیں گیا کہ کسی نے اپنے لڑکے کا نام فرعون یا ابوجہل رکھا ہو۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۵۵ میں متعدد کتب احادیث سے منقول ہے کہ ایک بار عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے اثنائے خطبہ میں نہایت بلند آواز سے کہا یاسارِیۃَ الجبل یاسارِیۃَ الجبل۔ یاسارِیۃَ الجبل یعنے اے ساریہ پہاڑ کے متصل ہوجاؤ۔ ساریہ ایک شخص تھے جن کو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر پر امیر بناکر عجم کی طرف روانہ فرمایا تھا جس کو کئی دن گذرے تھے لوگوں نے دیکھا کہ کہاں ساریہ اور جبل کیسا۔ اور خطبہ کو اوس سے تعلق ہی کیا اس حرکت سے عین خطبہ میں لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور یہانتک نوبت پہونچی کہ بعضوں نے صاف کہدیا کہ عمرؓ کو جنون ہوگیا ہے۔ علی کرم اللہ وجہہ نے لوگوں سے فرمایا تم عمرؓ کے معاملات میں دخل نہ دو۔ دیکھ لوگے کہ کوئی بات اسمیں ضرور نکل آئیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک مہینے کے بعد جب اوس لشکر کا ایک شخص فتح کی خوشخبری دینے کو آیا تو اوس نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک روز ہم لوگ ملک عجم میں جبل نہاوند کے قریب تھے اور ایسا وقت آگیا تھا کہ ہمکو شکست ہوجائے اتنے میں عمرؓ کی آواز آئی کہ یاساریۃ الجبل یہ سنتے ہی ہم نے پہاڑ کو اپنی پیٹھ پر کرلیا اور کفار سے مقابلہ کیا چنانچہ تھوڑے عرصہ میں ہماری فتح ہوگئی انتہیٰ ملخصاً۔

علی کرم اللہ وجہہ چونکہ امام الاولیاء تھے جانتے تھے کہ عمرؓ کی خلافت فقط ظاہری نہیں بلکہ خلیفۃ اللہ ہیں۔ دیکھنے کو تو یہاں ہیں مگر عالم پر حکومت کررہے ہیں دور و نزدیک اون کے

حق میں یکساں ہے ان اسرار کو دوسرے کیا جانیں انھوں نے بے سمجھی سے کھ دیا کہ عمرؓ مجنون ہوگئے کیونکہ بے تکی باتیں فتور دماغ کی علامت ہیں تعجب نہیں کہ یہ خیال مستقل و رسخیہ ہو جاتا اور عمرؓ معزول کر دیئے جاتے مگر علی کرم اللہ وجہہ نے فوراً روک دیا اور اس فتنہ کو جڑ پکڑنے نہ دیا دیکھئے اگر آپکو عمرؓ سے مخالفت ہوتی تو یہ عمدہ موقع ہاتھ آگیا تھا لوگوں کے خیالات کو تائید دیتے اور فرماتے کہ بیشک اس بے تکی بات سے اونکا جنون ثابت ہوتا ہے اسلئے اب وہ قابل خلافت نہ رہے۔

اس واقعہ کو ناسخ التواریخ کی جلد دوم میں صفحہ (۱۰۴) میں لکھا ہے کہ مع القصہ اینوقت سختی غلبہ باعجم افتاد وعرب راپس بردساریہ بن عامر الخثعمی درمیان جنگ ناگاہ آوازے شنیدیست کہ گوئیندہ گفت یا ساریۃ الجبل الجبل یعنے از جانب کوہ برحذر باش چوں ساریہ بجانب کوہ نگر جماعتے از عجم را دید کہ کمین نہادہ اندپس با مردم خود برایشاں حملہ برد و آں جماعت را بعضی بکشت و برخی را ہزیمت کرد از پس ان عرب دیگر بارہ قوت کردند و از جیب و راست و قلب و جناح بیکبار جنبش نمودند و حملہ گراں افگندند چنانچہ اعاجم را نیروئے درنگ نماند پس پشت با جنگ کردند و عرب از دنبال ایشاں بتاختند و ہمی مردم را بخاک انداختند در جنگ نہاوند صد ہزار کس از عجم کشتہ شد انتہی ملخصاً۔

مصنف علامہ نے نصف واقعہ کو تحریر فرما دیا کہ یا ساریۃ الجبل الجبل کی آواز غیب سے آئی۔ رہا یہ کہ وہ کلام عمرؓ کا تھا سو کسی مصلحت سے اوسکو حذف کر دیا۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوح الشام صفحہ (۲۱۵) میں لکھا ہے کہ جب مسلمانون نے شام کے بہت سے شہر فتح کرلئے تو ہرقل گھبرایا اور تمام صوبوں سے فوجیں طلب کر کے دس لاکھ کا لشکر مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیجدیا اور ادھر صرف تیس ہزار آدمی تھے ابوعبیدہ ابن الجراح جو سردار لشکر

اسلام تھے انھوں نے عمرؓ کی خدمت میں عرضی لکھی کہ ہرقل کا لشکر اتنا کثیر التعداد ہے کہ صرف جنگجو سپاہی
اسمیں آٹھ لاکھ ہیں اس لئے کمکی فوج جلد روانہ فرمائی جائے اور عبداللہ ابن قرط کو دیکر تقید کی
کہ جس قدر ممکن ہو جلد پہنچایئں چنانچہ وہ آٹھ دن میں مدینہ منورہ پہنچے ایسے وقت مین کہ صحابہ جمعہ
کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں جمع تھے اور خط عمرؓ کو دیا آپنے منبر پر کھڑے ہو کر تمام حضار کو سنایا
جس سے تمام صحابہ سخت متفکر ہوئے پھر عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے
علی کرم اللہ وجہہ نے کہا میں اس لڑائی کا حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں فرماتے تھے
کہ یہ لڑائی ایسی سخت ہوگی کہ ہمیشہ کے لئے یادگار رہے گی اور صلیب کی پرستش کرنیوالے اسمیں
ہلاک ہونگے۔ امیرالمومنین آپ ابو عبیدہ کے نام تسکین کا خط لکھدیجئے چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے
حسب مشورہ علی کرم اللہ وجہہ انکے نام خط لکھا جس کا حاصل مضمون یہ ہے۔
کہ فتح لشکر کی کثرت سے متعلق نہیں ہے بلکہ خدا کی مدد پر موقوف ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ
تھوڑے لوگ لشکر کثیر پر غالب آجاتے ہیں اب تم خدا پر توکل کرو اور صبر سے کام لو۔ اور خط لپیٹ کر
عبداللہ بن قرط کے حوالہ کیا انھوں نے دعائے خیر کی درخواست کی اور آپنے انکو دعائیں دیں
پھر وہ عرض سلام کی غرض سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہوئے اسوقت وہاں
علی کرم اللہ وجہہ مع ہر دو صاجزادے اور حضرت عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم حاضر تھے
وہ کہتے ہیں کہ بعد عرض سلام جب میں رخصت ہونے لگا تو علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اے ابن قرط
کیا ابھی جاتے ہو میں نے عرض کی جی ہاں مگر مجھے فکر ہے کہ اگر میں عین معرکہ کے وقت وہاں پہونچوں
اور وہ لوگ میرے ساتھ کمکی فوج نہ دیکھیں گے تو بے صبری کا اندیشہ ہے اسلئے میری آرزو ہے کہ
لڑائی سے پیشتر میں وہاں پہونچ جاؤں اور امیرالمومنین نے جو نصیحتیں زبانی فرمائی ہیں انکو سناؤں
علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم نے عمرؓ سے دعا نہیں کرائی کیا تم نہیں جانتے کہ انکی دعا پھیری نہیں جاتی

روایت جنگ شام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حق میں فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے انکا
حکم موافق قرآن کے حکم کے ہوتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر دنیا پر عذاب اترتا
تو عمرؓ کے سوائے کوئی اس سے نجات نہ پاتا کئی آیتیں انکی شان میں نازل ہوئیں وہ زاہد اور
پرہیزگار اور نوح علیہ السلام کے مشابہ ہیں اور اس قسم کی بہت سی فضیلتیں بیان کیں انتہی۔

مقصود یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ کی جب دعا تم نے لی تو اب کسی قسم کی فکر نہ کرو کیونکہ جنکے
یہ فضائل ہوں انکی دعا کبھی رد نہیں ہوسکتی۔ اس سے ظاہر ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی کس قدر
وقعت علی کرم اللہ وجہہ کے دل میں تھی اور کیسا خلوص تھا۔

اور اسی میں یہ روایت بھی ہے کہ جب سعید ابن عامر مکہ معظمہ اور طائف سے ایک ہزار کا
لشکر جمع کر کے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی تائید کو نکلے اور امیر المومنین عمرؓ سے اجازت لینے کو مدینہ منورہ
آئے اسوقت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں وصیتیں کیں علی کرم اللہ وجہہ بھی وہاں تشریف رکھتے تھے
بعد ختم کلام فرمایا کہ اے سعید اپنے امام امیر المومنین کی وصیتوں کو یاد رکھو یہ وہ شخص ہیں کہ اون سے
مسلمانوں کے چالیس عدد کی تکمیل ہوئی انکی شان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اگر تم انکی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤگے۔ اور یہ بھی علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب عبیدہ
ابن الجراح سے ملاقات ہو تو اون سے یہ کہو کہ اگر کوئی دشواری پیش آجائے تو امیر المومنین کو
لکھ کر مجھے بلوالو تو انشاء اللہ تعالی شام کی زمین کو میں الٹ دونگا انتہی۔

سبحان اللہ اطاعت اسے کہتے ہیں۔ متواتر خبریں آرہی ہیں کہ آج فلاں شہر فتح ہوا
اور آج فلاں خطہ اہل اسلام کے قبضہ میں آیا جس سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھے جارہے ہیں
خالد ابن الولید وغیرہ شجاعان اسلام اپنی شجاعتوں کے جوہر دکھارہے ہیں کہ ایک ایک
شخص ایک ایک ہزار جنگجو سپاہیوں کا مقابلہ کر کے انکو ہزیمت دیکر شہرۂ آفاق ہورہا ہے

اور علی کرم اللہ وجہہ ہیں کہ ہمت اور شجاعت کا دریا آپ میں جوش زن ہے اور یہ وثوق ہے کہ
بنفس نفیس سلطنت شام کو الٹ دیں باوجود اسکے یہ نہ ہو سکا کہ بغیر اجازت امیر المومنین عمر
رضی اللہ عنہ کے اس جنگ میں شریک ہوں آخر ابو عبیدہ کو کہلایا کہ جب سخت ضرورت ہو تو
امیر المومنین کو لکھ کر مجھے بلوالو۔ اگرچہ اس قسم کی روایتوں میں کلام کرنا آسان ہے مگر عقل
حقیقت شناس سے اگر کام لیا جائے تو یہی روایتیں صحیح معلوم ہونگی اسلئے کہ اگر صحابہ میں
ایسی موافقت اور خلیفہ وقت کی اطاعت نہ ہوتی تو ایسے بڑے بڑے قدیم منتظم اور آباد سلطنتیں
جنکی مالی فوجی اور قومی طاقت کے مقابلہ میں لشکر اسلام کی قوت دیکھی جاوے تو فیصدی صفر
کے سوائے اور کچھ جواب نہیں ہو سکتا ممکن نہیں کہ انکو فتح کر سکتے۔ کیونکہ مخالفت باہمی کا یہ
انجام ہوتا ہے کہ ہوا بھر جاتی ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولا تنازعوا فتفشلوا
وتذهب ريحكم یعنے اے مسلمانو آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ اس سے بزدل ہو جاؤ گے اور
تمھاری ہوا بگڑ جائیگی انتہیٰ۔

دیکھئے کہ مخالفت باہمی ہی کا نتیجہ تھا کہ وہی علی کرم اللہ وجہہ ہیں کہ فوج کفار کی تعداد
لاکھوں کی سن کر فرماتے ہیں کہ میں ملک شام کو الٹ دونگا اور خود بنفس نفیس ایک لاکھ فوج
ہمراہ لیکر چودہ مہینے معاویہ کا مقابلہ کرتے رہے اور دونوں طرف برابر کی فوجیں تھیں بلکہ آپکی
طرف کثیر التعداد صحابہ موجود تھے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں بہادران عرب کے
دلوں پر اپنی جوانمردی کا سکہ جما دیا تھا باوجود اسکے ایک ملک شام بھی فتح نہ ہو سکا! اور عمرؓ
کے وقت میں شام عراق اور عجم فتح ہوئے اور یورپ وافریقہ میں جہانتک گئے فتح کرتے گئے
کبھی ایسا نہ ہوا کہ بغیر فتح کے واپس آ گئے ہوں۔ حالانکہ اسلامی فوج کی تعداد کبھی ایک لاکھ تک
نہیں پہنچی اور کفار کی فوجیں لاکھوں کی شمار میں تھیں اور صرف فوج ہی نہیں ہاتھیوں کی فوج کے

ساتھ مقابلے رہتے تھے۔ خالد بن الولید رضی اللہ کو اگر سیف اللہ کا خطاب تھا تو آپ اسد اللہ الغالب تھے اور ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خالدؓ کو آپکی شجاعت اور قوت کے ساتھ کوئی نسبت نہ تھی مگر بات یہ تھی کہ انکو جوانمردی دکھانے کا موقع اس زمانے میں ملا تھا کہ تمام صحابہ ایک دل تھے اور اس اتفاق کی وجہ سے مسلمانوں کی ہوا بندھی ہوئی تھی اور علی کرم اللہ وجہہ کو وہ زمانہ ملا جسمیں بحسب روایات صحیحہ فتنہ کا دروازہ کھل گیا تھا اور بحسب آیہ موصوفہ منازعت باہمی کی وجہ سے جُبن اور بزدلی مسلمانوں کے دلوں پر چھا گئی تھی۔

الحاصل آیات اور احادیث اور قراین قویہ دیکھنے کے بعد ہر منصف مزاج مسلمان کا وجدان گواہی دیگا کہ علی کرم اللہ وجہہ اور ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہم میں کمال درجہ کا اتحاد اور اتفاق تھا۔ اور مخالفت کی روایتیں بے اصل محض ہیں۔ آپکو ان حضرات سے اسدرجہ خلوص تھا کہ اگر غائبانہ بھی کوئی اونکا ذکر بے طوری سے کرتا تو آپ منع فرمادیتے چنانچہ ناسخ التواریخ صفحہ (۲۵۹) میں لکھا ہے کہ جنگ صفین میں عبداللہ بن عمر اور محمد بن حنیفہ کا جب مقابلہ ہوا تو علیؓ نے اونکو پکار کر بلا لیا انھوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمپر غالب آجائیں انھوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم یہ فاسق تو کیا اگر اوسکا باپ عمر خطاب بھی ہوتا تو آپ کی شان نہ تھی کہ آپ اوسکے مقابلہ میں جاتے امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا یا بنی لا تقل لابیہ الاخیرا یعنے اے لڑکے اون کے والد کی شان میں سوائے خیر کے کوئی توہین کا لفظ نہ کہو۔

کنز العمال میں متعدد کتب حدیث سے روایت ہے کہ عمرؓ نے علی کرم اللہ وجہہ سے آپکی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا پیام اپنے لئے کیا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کم عمر ہیں کہا کہ مجھے اسکے سوائے اور کچھ مقصود نہیں کہ میرا نسبی تعلق بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

باقی رہے میں نے حضرت سے سنا ہے کہ کل سبب اور نسب قیامت کے روز منقطع ہو جائینگے
مگر میرا سبب و نسب باقی رہیگا۔ اگرچہ میں حضرت کی مصاحبت میں مدتوں رہا مگر چاہتا ہوں
کہ یہ تعلق بھی باقی رہے۔ اے علی! روے زمین پر ایسا کوئی شخص نہیں جو اونکی مصاحبت کی
اسقدر توقع رکھتا ہو جس قدر مجھے ہے۔ یہ سن کر علی کرم اللہ وجہہ راضی ہوے اور فرمایا میں نے
آپ کے ساتھ اونکا نکاح کر دیا عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت خوشی سے صحابہ کی مجلس میں آکر
کہا کہ مجھے نکاح کی مبارک باد دو۔ اونھوں نے مبارک باد دیکر پوچھا کہ اے امیرالمومنین!
کن کے ساتھ آپنے نکاح کیا۔ فرمایا علی ابن ابی طالبؑ کی صاحبزادی کے ساتھ اور اوس کی
وجہ بیان کی اور چالیس ہزار درہم اونکا مہر مقرر فرمایا انتہیٰ۔

اگرچہ حضرات شیعہ کو بھی اس واقعہ کا اقرار ہے مگر کچھ ایسی بدعنوانی سے اوسکو بیان
کرتے ہیں کہ غیرت دار آدمی کو اوس کا سننا بھی ناگوار ہے۔

ناسخ التواریخ کی جلد چہارم صفحہ (۱۲۸) میں یہ روایت منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہرا
علیہا السلام بیمار ہوئیں تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما عیادت کیلئے آپکے دولتخانہ پر گئے مگر آپنے اندر
آنے کی اجازت نہیں دی اوس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ جبتک فاطمہ رضی اللہ عنہا
کو میں راضی نہ کرلونگا کسی چھت کے سایہ میں نہ بیٹھونگا چنانچہ رات بھر زیر سما رہے۔ عمر رضی اللہ عنہ
یہ دیکھ کر علی کرم اللہ وجہہ کے پاس گئے اور کہا کہ ابوبکر ایک ضعیف رقیق القلب شخص ہیں
اور اونکو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق صحبت اور مصاحبت غار حاصل ہے کئی بار وہ اور میں
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کو گئے مگر اونھوں نے آنیکی اجازت نہیں دی اگر آپ اس باب
میں سفارش کریں تو ہم حاضر ہو کر اونکو راضی کرلینگے۔ علی کرم اللہ وجہہ نے قبول فرمایا اور فاطمہ
رضی اللہ عنہا سے اجازت دینے کو کہا اونھوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم نہ میں اونکو آنیکی

معلوم نہیں ... (حاشیہ پر ہاتھ سے لکھی عبارت، ناخوانا)

اجازت دونگی نہ اون سے بات کرونگی - علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں اس کام کا ضامن ہو گیا ہوں - فرمایا جب آپ ضامن ہو گئے تو خیر اجازت دیجئے چنانچہ بعد اجازت وہ گئے اور معذرتیں کیں مگر آپنے قبول نہیں کیا اوسوقت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا ویل یا ثبور لیت امی لم تلدنی یعنے یہ بڑی تباہی کی بات ہے کاش مجھے میری ماں نہ جنی ہوتی انتہیٰ - اگرچہ یہ روایت سنیوں کی کتاب میں دیکھی نہیں گئی - مگر تسلیم کر لی جائے تو اس سے اتنا تو ثابت ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین کے ساتھ محبت تھی اور خلافت کا کوئی جھگڑا نہ تھا اس لئے کہ کس قدر آپکو ان حضرات کی پاس خاطر تھی کہ باوجودیکہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے بڑی قسم کھائی تھی مگر آپنے اوسکا بھی خیال نہ کیا اور اتنا نہ دریافت کیا کہ قسم توڑنے پر اونھیں مجبور ہونا پڑا - اگر آپکو ان حضرات سے ذرا بھی ملال ہوتا تو صاف فرما دیتے کہ تم جانو اور وہ مجھے ان جھگڑوں سے کیا کام پھر قسم کا بھی توی حیلہ موجود تھا -

اس روایت سے اسکا بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خاندان نبوت سے کس قدر خلوص تھا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رنج و ملال کس درجہ اون پر شاق ہوا ہو گا کہ قسم کھائی کہ جب تک اونکو راضی نہ کر لونگا کسی گھر کے چھت کے سایہ میں نہ بیٹھونگا - پھر جب آپنے معذرت قبول نہیں کی تو خلافت بلکہ زندگی آپکی نظروں میں ہیچ ہو گئی جو لیت امی لم تلدنی سے ظاہر ہے - اگر یہاں یہ خیال کیا جائے کہ یہ سب تقیہ کی راہ سے تھا تو اسکو عقل قبول نہیں کرتی اسلئے کہ فدک جسکے نہ دینے کا رنج فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تھا اوس سے اونکو کوئی ذاتی نفع نہ تھا اسکے مصارف اونھوں نے وہی رکھے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے - اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اونھیں ایسی بات ضرور پہونچی تھی جس پر عمل کرنے میں وہ مجبور تھے کیونکہ خدا و رسول کے احکام جاری کرنے میں

حاکم مجاز نہیں کہ کسی کی رو رعایت کرے جیسا کہ علی کرم اللہ وجہہ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے جو نہج البلاغہ صفحہ (۱۰۰) میں ہے لا یقیم امر اللہ سبحانہ الا من لا یصانع ولا یضارع ولا یتبع المطامع یعنے خدائے تعالیٰ کے حکم کو وہی جاری کریگا جو نہ کسی کے ساتھ سازش کرے اور نہ ایسے کام کرے جو اہل باطل کے مشابہ ہوں اور نہ لوگوں کی خواہشیں پوری کرنا اوسکے مدنظر ہو۔ غرضکہ ابو بکرؓ معذور تھے اور حضرت فاطمہؓ سے انھیں کوئی خصومت نہ تھی اگر معاذاللہ کوئی ذاتی خصومت ہوتی تو بار بار رضاجوئی کے واسطے آپکے گھر نہ جاتے اور معذرتیں کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی کیونکہ خلافت کے مسئلہ میں توکوئی رکاوٹ باقی رہی نہ تھی جس سے یہ خیال ہو کہ خلافت حاصل کرنے کی یہ تدبیر نکالی تھی۔ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بمقتضائے بشریت اس مقدمہ میں کسی قسم کا رنج بھی تھا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلوص کے اثر سے وہ دفع ہو گیا تھا جیسا کہ تحفۂ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ قطع نظر بیہقی وغیرہ کتب اہل سنت کے کتب شیعہ مثل محجاج السالکین وغیرہ سے ثابت ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رنج اور خفگی معلوم ہوئی تو آپ اونکے پاس چلے گئے اور کہا کہ اے صاحبزادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ فدک کے باب میں جو کہتی ہیں سچ ہے مگر میں نے آپکے والد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صاحبوں کے اور عملہ کی قوت کے بعد فقراء و مساکین میں فدک کے محاصل کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا آپ بھی اوسی طرح تقسیم کیا کرو۔ اوھنوں نے کہا خدا کی قسم یہ میرے ذمہ ہے میں ایسا ہی کرونگا۔ فرمایئں خدا کی قسم ایسا ہی کروگے ؟ کہا خدا کی قسم ایسا ہی کرونگا۔ اسپر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا اللہ تو گواہ رہ اور یہ اقرار لیکر اونسے راضی ہو گئیں چنانچہ ابو بکر رضی عنہ نے وہ عہد پورا کیا انتہیٰ۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو حدیث شریف نحن معاشر الانبیاء لا نورث

پیش کی اسکی تصدیق ائمہ اہل بیت بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ کلینی صفحہ (۱۷) میں ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثھم۔
اسکا مطلب صاف ہے کہ انبیاء دنیوی کوئی چیز میراث میں نہیں چھوڑتے انکی میراث صرف احادیث ہیں جن کے وارث علماء ہوتے ہیں انتہی۔

دیکھئے لفظ انما حصر کے لئے ہے جس کے معنی یہ ہوے کہ انبیاء کی میراث صرف علم ہے اسکے سوا کوئی چیز ترکہ میں نہیں چھوڑتے۔ کلینی صفحہ (۱۴۳) میں ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من المتاع سیفا ودرعا وعنزۃ ورحلا وبغلتہ الشھباء فورث ذلک کلہ علی بن ابی طالب یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ متاع دنیوی سے صرف تلوار اور زرہ اور چھوٹا نیزہ اور کجاوا اور مادہ خچر تھا اور اس سب کے وارث علی بن ابی طالب ہوے۔ اس روایت سے یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جس قدر ترکہ تھا اسکے وارث علی کرم اللہ وجہہ ہوے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عباس حضرت کے چچا موجود تھے پھر علی کرم اللہ وجہہ کو یہ ترکہ کیونکر پہنچا۔ اس کا جواب اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جو کلینی صفحہ (۱۴۴) میں ہے کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو آپنے عباسؓ سے فرمایا یا عم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میراث محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس شرط پر لیتے ہو کہ اسکا قرض ادا کریں اور وعدہ پورا کریں انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں ایک بوڑھا شخص کثیر العیال اور غریب ہوں۔ آپکے قرضوں اور وعدوں کا ادا کرنا کس سے ہو سکے۔ آپ سخاوت میں ہوائے تند کا مقابلہ کرتے تھے

پھر مکرر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی فرمایا اور عباسؓ نے وہی جواب دیا اسکے بعد علی علیہ السلام
سے وہی فرمایا جو عباسؓ سے فرمایا تھا آپنے قبول کیا۔ چنانچہ حضرت نے اپنی خاتم خود۔ درع۔ نشان
قمیص۔ ٹوپی۔ ذوالفقار۔ دلدل دو اونٹنیاں۔ دو گھوڑے۔ دو مادہ خچر وغیرہ اشیاء آپ کو
عطا کئے انتہی ملخصاً۔

اب غور کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث یہی تھی جو مذکور ہوئی اور کل میراث کے
وارث علی کرم اللہ وجہہ ہوے۔ جسکی تصریح حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں اور آپ نے
دیکھ لیا کہ اسمیں فدک کا نام بھی نہیں اگر زمین فدک ترکہ میں ہوتی تو اس موقع پر حضرت اس کا
ضرور ذکر فرماتے کہ اسکو بیچکر قرض کی ادائی کیجائے اور تعجب نہیں کہ عباسؓ بھی اس جائداد
کی وجہ سے اس خدمت کو قبول کر لیتے بہرحال یہ وقت ذاتی جائداد بتلانے اور ادائی دیون
وغیرہ کی وصیت کرنے کا تھا۔ جب چھوٹی چھوٹی اشیاے منقولہ پر آپنے علی کرم اللہ وجہہ کا قبضہ
کرادیا تو ایک بڑی آمدنی کی زمین جس پر مدتوں جھگڑے رہے اسکا ذکر حضرت ضرور فرمادیتے
اور اگر کسی مصلحت سے ذکر نہیں فرمایا تو علی کرم اللہ وجہہ ضرور پوچھ لیتے کہ ادائی دیون میں آمدنی
فدک سے بھی مدد لیسکتا ہوں یا نہیں مگر آپنے بھی نہیں پوچھا اس سے ظاہر ہے کہ فدک کو ترکہ
سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اسکے مصارف جداگانہ مقرر تھے۔ غرضکہ فدک کے معاملے میں جو ابوبکرؓ
پر الزام لگادیا جاتا ہے خود علی کرم اللہ وجہہ اور ائمہ کرام نے اسکا جواب دیدیا مگر فاطمۃ الزہرا
علیہا السلام کو وہ حدیث پہنچی نہ تھی اسلئے آپنے اسکا تذکرہ کیا پھر جب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے
اسکے اصلی واقعات سن لئے تو تسلیم کیا اور جھگڑا اٹھ گیا مگر بعد والے لوگوں نے اپنے اغراض
پورے کرنیکی غرض سے روایتیں بنالیں جن سے ابتک انکا جھگڑا اٹھا ہوا ہے اگر وجدان سے
کام لیا جائے تو وہ بھی یہی گواہی دیگا کہ ان نفوس قدسیہ کی یہ شان نہیں کہ دنیاداروں کی طرح

تھوڑی سی زمین کے لئے عمر بھر خصومت میں لگے رہیں۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد منقول ہے من بالغ فی الخصومة اثم ومن قصر فیھا ظلم ولا یستطیع ان یتقی اللہ من خاصم یعنے جو شخص خصومت میں مبالغہ کرے وہ گناہگار رہے اور جو تھوڑی خصومت کرے وہ ظالم ہے اس سے خدائے تعالیٰ کا تقوی نہیں ہوسکتا۔ انتہی اب کہئے کہ کیونکہ خیال کیا جائے کہ فاطمہ زہرا علیہما السلام نے مقدمہ فدک میں خصومت کی جسکی وجہ سے ظالم یا گنہگار قرار دیئے جائیں یا کہا جائے معاذ اللہ وہ متقی نہ تھیں اور علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت یہ کیونکر خیال ہوسکے کہ آپنے لوگوں کو تو یہ ارشاد فرمایا تھا مگر آپکے گھر میں اسپر عمل نہ تھا۔

اور یہ بھی روایتیں نقل کیجاتی ہیں کہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام نے انتقال کے وقت تک ابوبکرؓ سے ترک کلام کردیا تھا۔ حالانکہ کلینی صفحہ (۵۴۱) میں ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام یقول قال ابی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما مسلمین تھاجرا فمکثا ثلاثا لا یصطلحان الا کان خارجین من الاسلام ولم یکن بینھما ولایۃ فایھما سبق الی کلام اخیہ کان السابق الی الجنۃ یوم الحساب یعنے ابوعبد اللہ علیہ السلام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دو مسلمان باہمی رنجش کی وجہ سے تین ۳ روز تک ایک دوسرے سے بات نہ کریں اور اس عرصہ میں صلح نہ کرلیں تو وہ دونوں اسلام سے خارج ہوجائینگے اور انہیں ولایت نہیں پھر جو شخص پہلے بات کرلے وہ قیامت کے روز جنت میں پہلے جائیگا اب غور کیجئے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کی نسبت یہ گمان ہوسکتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ ایسے گناہ کے مرتکب ہوئے جس سے آدمی اسلام سے خارج ہوجائے اس قسم کی کل روایتیں

یقیناً بنائی ہوئی اور موضوع ہیں اور انکی تصدیق کرنے والے اپنے پر قیاس کرکے تصدیق کرلیتے ہیں
جو ہرگز نہیں چاہئے کیونکہ اگر ان حضرات کی وہی حالتیں ہوں جو ہماری ہیں تو نفوس قدسیہ میں
اور ہمارے نفوس میں فرق ہی کیا ہوا۔ اب اگر ان روایتوں کو صحیح کرنے کی غرض سے نفس امارہ
اور نفس قدسی اور مطمئنہ کو ایک کردیں تو اسکا کچھ علاج نہیں۔

جس طرح ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے آپ کو صفائی تھی اسی طرح عثمانؓ سے بھی تھی جنانچہ
ناسخ التواریخ کی جلد دوم صفحہ (۵۲۶) میں لکھا ہے کہ عثمان نیم شبے بخانہ علی علیہ السلام آمد و گفت
یا ابا الحسن حق خویشاوندی و قرابت را فرو مگذار و شفقت خویش را از من دریغ مدار و نزد یک
این قوم شو و ایشان را بکتاب خدا و سنت رسول دعوت کن و آنچه خواستار شوند بدیر فتار باش
دیکھئے عثمانؓ کو علی کرم اللہ وجہہ پر کس قدر اعتماد و وثوق تھا کہ ایسی نازک حالت میں
کل صحابہ میں سے بلوائیوں کی تفہیم کے لئے آپکا انتخاب کیا اور آپنے بھی اوسکو قبول کرکے
یہانتک سعی کی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود ضامن ہوگئے۔ جیسا کہ ناسخ التواریخ
میں اسکی تصریح کی ہے۔ اگر دشمنی ہوتی تو علی کرم اللہ وجہہ صاف کہدیتے کہ مجھے ان جھگڑوں سے
کیا غرض بلکہ بلوائیوں کو اور تائید و اشتعال دیتے۔

اور یہ بھی ناسخ التواریخ صفحہ (۵۲۹) میں ہے۔ و از ہر جانب سنگ پارہ ہائے مسجد را
برگرفتند بسوے عثمان روان کردند پس عثمان را از منبر فرود آوردند و او بیہوش بود
ہمچنانش بخانہ بردند حسن بن علی علیہ السلام و سعد ابن وقاص وغیرہ تا در سرائے رفتند
عثمان از ایشان عذر خواست تا باز شدند آنگہ علی علیہ السلام بعیادت عثمان روان شد
و او را دیدار کرد۔ دیکھئے اس سے کس قدر باہمی محبت اور خصوصیت معلوم ہوتی ہے کہ باوجود
اس خطرناک حالت کے امام حسنؑ نے عثمانؓ کو گھر تک پہونچایا اور علی کرم اللہ وجہہ سنتے ہی

اونکی عیادت کے لئے تشریف لیگئے اگر مخالفت ہوتی تو خوش ہونے کا موقع تھا بلکہ ماتم میں خود بھی شریک ہوتے پھر عیادت کے وقت جب بنی امیہ نے تہمت لگائی کہ آپ ہی نے فتنہ برپا کرایا تو جواب میں فرمایا جیسا کہ ناسخ التواریخ میں لکھا ہے علی بانگ برایشاں زد و گفت دور شوید اے مردم احمق اے آزاد کردگاں پسر آزاد کردگاں شما لائق پاسخ نیستید چنداں کہ کار شما را باصلاح آوردم ہم خود تباہ کردید۔ اس سے ظاہر ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ کو منظور تھا کہ عثمانؓ کی خلافت باقی رہے اور فتنہ فرو ہو جیسا کہ باصلاح آوردم سے ظاہر ہے مگر بنی امیہ نے حضرت کی بات چلنے ندی اور بنی بنائی بات کو بگاڑ دیا۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جو کچھ آپنے کیا خلوص و صداقت سے کیا اگر تقیہ کی راہ سے ہوتا تو بنی امیہ کی چاپلوسی کرتے حالانکہ اونکو آپ نے ایسی سنائی کہ وہ دم نہ مار سکے۔

اسکے بعد جب بلوائیوں نے عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ اور کھانا پانی بند کر دیا اوسوقت عثمانؓ نے کوٹھے پر چڑھ کر علی کرم اللہ وجہہ کو پکارا جیسا کہ ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ عثمانؓ بر بام سرائے آمد وندا درداد کہ ایا علی ابو طالب درمیان شما جائے دارد گفتند نیست و خاموش شد وانہ بام فرود آمد و ایں خبر بہ علی علیہ السلام بردند علی غلام خویش قنبر را بدو فرستاد و پیام داد کہ شنیدم مرا نداکردی بگوئے حاجت چیست گفت ایں قوم آب از من باز گرفتہ اند و گردہے از فرزندان و عزیزان من تشنہ اند اگر توانی مرا آب فرست علی علیہ السلام آں جماعت را خطاب کرد کہ اے مردم کردار شما نہ با مسلمانان مانند است و نہ با کافران ہمانا کافران فارس و روم اسیری کنند لکن آب و نان می دہند۔ آب را ازیں مرد باز مگیرید قوم ابا داشتند لاجرم علی علیہ السلام سہ مشک آب بدست چندیں از بنی ہاشم بدو فرستاد تا ہمگنان بخوردند و سیراب شدند۔ دیکھئے بمجرد اسکے کہ آپکو عثمانؓ کے پکارنے کی خبر پہونچی فوراً چلے آئے اور

بلوائیوں کو زجر و توبیخ کی اور اوس خطرناک حالت میں پانی پہونچایا۔ عثمانؓ کا علی کرم اللہ وجہہ کو تخصیص کے ساتھ پکارنا اور خبر پہونچتے ہی آپ کا وہاں تشریف لیجانا وغیرہ امور کس توضیح سے محبت و خصوصیت باہمی کو بتلا رہے ہیں اگر ایسے کھلے قرائن بھی نظر انداز کر دیئے جائیں تو کہنا پڑیگا کہ درایت کوئی چیز نہیں صرف اسم بے مسمیٰ ہے۔

جب علی کرم اللہ وجہہ کو یقین ہوا کہ بلوائی عثمانؓ کو ضرور شہید کرینگے تو امام حسن علیہ السلام کو حفاظت کیلئے روانہ فرمایا چنانچہ تاریخ الخلفاء صفحہ (۱۰۹) میں ہے فبلغ علیاان عثمان یراد قتلہ فقال انما اردنا مروان فاما قتل عثمان فلافقال للحسن والحسین اذھبا بسیفکما حتی تقوما علی باب عثمان فلا تدعا احدا یصل الیہ

یعنے جب علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا کہ بلوائیوں نے عثمانؓ کے قتل کا ارادہ کر لیا ہے تو فرمایا کہ ہم صرف اسقدر چاہتے تھے کہ مروان کو دیدیں رہا عثمانؓ کا قتل سو اس کا خیال بھی نہ تھا پھر امام حسن اور امام حسین علیہما السلام سے فرمایا کہ تم دونوں مسلح ہوکر عثمانؓ کے دروازے پر جاؤ اور کسی کو اون تک پہونچنے نہ دو چنانچہ دونوں صاحبزادے مسلح ہوکر تشریف لیگئے اور بلوائیوں نے تیراندازی شروع کی اسی میں لکھا ہے کہ امام حسن زخمی ہوئے اور آپ کا جسم مبارک خون آلود ہوگیا اور قنبر کا سر پھوٹا محمد بن ابی بکر نے جب یہ حالت دیکھی تو بلوائیوں سے کہا کہ اگر بنی ہاشم حسنین کا یہ حال دیکھیں گے تو ضرور کمک کے لئے آئینگے اور ہمارا مقصود فوت ہوجائیگا اسوقت مناسب یہی ہے کہ دوسری طرف سے دیوار کود کر گھر میں پہونچ جائیں اور اونکو قتل کر ڈالیں۔

جب علی کرم اللہ وجہہ کو عثمانؓ کی شہادت کی خبر پہونچی تو بدحواس دوڑے اور دونوں صاحبزادوں سے فرمایا کہ تمھاری موجودگی میں امیرالمومنین کس طرح قتل کئے گئے اور

کمال غصہ سے امام حسن علیہ السلام کو طمانچہ اور امام حسین علیہ السلام کے سینہ پر مارا اور بہت سخت وسست سنائی اگرچہ اس واقعہ کو ناسخ التواریخ صفحہ (۵۳۶) میں دوسرے طور پر لکھا ہے۔ مگر شہادت کے وقت امام حسن علیہ السلام کا وہاں موجود رہنا اوس سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آتش فتنہ بالا گرفت عثمان را از پس یکدیگر چند در بود پس قوم آتش بیاوردند و بر درختیں زدند و بہ درون آمدند در دیگر را آتش زدند حسن بن علی علیہما السلام وغیرہ نزد عثمان بودند عثمان با حسن گفت ایں وقت در ہائے سرائے را قوم برائے کار بزرگ می سوزند و پدر تو علی بن ابی طالب ایں ہنگام در حق تو اندیشناک است ترا سوگند میدہم کہ نزد او شوی پس حسن علیہ السلام از نزد او بیروں شد و ایں وقت بہ سرائے عثمان در آوردند۔

بہر حال علی کرم اللہ وجہہ کی ہمدردی ہر طرح سے ثابت ہے اور اس روایت سے عثمانؓ کا غایت خلوص ظاہر ہے کہ امام حسن علیہ السلام ہر چند واپس جانا نہیں چاہتے تھے مگر آپنے اونکو مجبور کیا اور منت کرکے قسمیں دیدیکر روانہ فرمایا صرف اس خیال سے کہ علی کرم اللہ وجہہ کو تشویش ہوگی۔ سبحان اللہ وفاداری اور غمخواری اسے کہتے ہیں۔ علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے جگر گوشوں کو شریک حال کیا تو عثمانؓ نے اوسکا جواب دیا کہ سر جائے تو قبول مگر آپ کے دل پر تشویش نہ آنے پائے۔

روایات مذکورۂ بالا سے یہ بات نہایت وضاحت سے معلوم ہوگئی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلفائے ثلثہ کے ساتھ ایک خاص قسم کی خصوصیت اور محبت تھی اور اونکے فضائل اور خلیفۂ برحق ہونیکے قائل تھے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ہر وقت اسلام میں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو امانت و دیانت سے نبوت کے کاموں کو بطور خلافت و نیابت انجام دے جنکے فضل و کمال

اہل حل وعقد اتفاق کرکے اوسکو اپنا امیر تسلیم کرلیں چنانچہ یہ امور خلفائے ثلثہ میں پائے گئے۔
چونکہ ابھی معلوم ہوا کہ خلافت نبوت ایسی چیز نہیں کہ کوئی متدین شخص اوسکا طالب ہو سکے
اسی وجہ سے جب آپ کی نوبت آئی تو اوسکے قبول کرنے سے آپ انکار کرگئے اور بہت دیر کی
رد وقدح کے بعد بمجبوری قبول فرمایا۔ اب جو خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو
آرزو تھی کہ آپ خلیفہ اول بنائے جائیں سو یہ بالکل خلاف درایت وروایت ہے۔ کیونکہ
مختلف متعدد روایتوں سے ابھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ علی کرم اللہ وجہہ
کو اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا نہ اور کسی کو بلکہ قرائن واشارات اور پیشین گوئیوں کے
ذریعہ سے معلوم کرا دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اہل اسلام خلیفہ مقرر کرلینگے اور خدا تعالیٰ کو بھی
یہی منظور ہے تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ باوجود اس علم کے آپ خلاف مرضی خدا ورسول ایسی چیز
کی آرزو کرتے جسمیں ہزارہا ذمہ داریاں ہوں اور سردست کوئی نفع بھی نہیں یہانتک کہ
معمولی کھانا اور کپڑا خلیفہ کو نصیب ہونا مشکل تھا جسکے ثبوت میں خود علی کرم اللہ وجہہ کے حالات
گواہ عدل ہیں۔ جن سے نہ شیعہ کو انکار ہے نہ سنیوں کو یہی وجہ تھی کہ شیخین بلکہ خود علی کرم اللہ وجہہ
تمنا کرتے تھے کہ کاش ہم پہلے ہی مرگئے ہوتے۔ اب کہئے کہ ایسی خلافت کی آرزو عقل کی رو سے
کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔ ہرچند روایات خلافت شیخین حاکم نے مستدرک میں کثرت سے ذکر
کئے ہیں اور حاکم شیعی شخص ہیں اگر اس سے بھی قطع نظر کرکے تسلیم کرلیا جائے کہ جو احادیث
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باب میں وارد ہیں سنیوں کی بنائی ہوئی ہیں تو بھی عقل اسکو
قبول نہیں کرتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا ولیعہد اور جانشین
مقرر فرما دیا تھا اور کل صحابہ نے عدول حکمی کی کیونکہ عدول حکمی کے لئے کوئی ایسا قوی سبب
چاہئے کہ عمر بھر کی خوش اعتقادیوں پر پانی پھیر کر چند ساعتوں میں پوری مخالفت پر آمادہ کرسکے

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک کل صحابہ حضرت کے امر پر جان فدا کرنے کو سعادت ابدی کا ذریعہ جانتے تھے اور کیا یہ کسی کا عقیدہ تھا کہ حضرت کے حکم بعد وفات قابل نفاذ نہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ جانتے تھے کہ جو کچھ آپؐ نے قرار دیا اور حکم فرمایا وہ بالکل ہمیشہ کے لئے قابل نفاذ ہے۔

ابوبکرؓ کو مثل معاویہؓ کے پہلے سے کوئی حکومت حاصل نہ تھی جس سے فوج کشی کر کے سب کو مقہور کرنے کا احتمال ہو سکے نہ اونکا قبیلہ ایسا پر زور اور جنگ جو تھا جسکی ہیبت کل صحابہ پر طاری ہوگئی ہو بلکہ اونکا قبیلہ تمام قبائل قریش میں چھوٹا اور کم وقعت سمجھا جاتا تھا جیسا کہ ابوسفیانؓ کے قول سے ابھی معلوم ہوا۔ غرضکہ کوئی سبب ایسا خیال میں نہیں آتا جس سے کل صحابہ بلکہ خود علی کرم اللہ وجہہ کو مخالفت امر نبوی پر مجبور کیا ہو کیونکہ علی کرم اللہ وجہہ اگر مامور یا مستحق تھے تو اونکا فرض تھا کہ کبھی اوس سے تقاعد نہ کرتے جیسے عثمانؓ شہید ہوگئے مگر خلافت کو نہ چھوڑا صرف اس بنا پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنایۃً فرمایا تھا کہ اے عثمانؓ! امید ہے کہ خدا تعالیٰ تمھیں ایک قمیص پہنائے اگر لوگ اوسکو اوتارنا چاہیں تو تم اوتارنے نہ دو جیسا کہ حاکم نے اس روایت کو مستدرک میں بیان کیا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ وہ روایت جو علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر میں ولیعہد ہوتا تو ابوبکرؓ کو حضرت کے منبر پر کھڑے رہنے نہ دیتا صحیح ہے۔ غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا جانشین قرار دیتے تو ممکن نہ تھا کہ ہنوز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین بھی نہیں ہوئی تھی کہ کل صحابہ عدول حکمی کر کے ابوبکرؓ کو جانشین مقرر کر دیتے کیونکہ دنیوی حیثیت سے ابوبکرؓ میں کونسی ایسی بات تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ایک طرف رہ گیا اور اون کی چل گئی۔ اور حضرت علیؓ بھی اوس عدول حکمی میں شریک ہوگئے۔

کلینی میں روایت ہے قال امیرالمومنینؑ فی کلام له خطب به علی المنبر یاایها الناس اذا علمتم فاعملوا بما علمتم لعلکم تهتدون ان العالم العامل بغیرہ کالجاهل الحائر الذی لایستفیق عن جهله ولاتدهنوا فی الحق فتقصروا یعنے فرمایا علی کرم اللہ وجہہ نے بر سر منبر کہ اے لوگو جب تمھیں کسی بات کا علم آگیا تو اس پہ عمل کرو اس صورت میں امید ہے کہ تم ہدایت پاؤگے۔ جو جاننے والا برخلاف علم عمل کرے وہ مثل جاہل حیران کے ہے کہ جہل سے اسکو افاقہ ہی نہیں اور حق بات میں مداہنت نہ کرو ورنہ نقصان اٹھاؤگے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اگر علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی خلافت متصلہ کا علم ہوتا تو آپ کبھی مداہنت نہ کرتے کیا ممکن ہے کہ لوگوں کو تو آپ برسر منبر عمل کرنے کو فرماویں۔ اور خود آپ ہی عمل نہ کیے ہوں۔

کلینی میں روایت ہے عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الفقهاء امناء الرسل مالم یدخلوا فی الدنیا قیل یارسول اللہ وما دخولهم فی الدنیا قال اتباع السلطان فاذا فعلوا ذالك فاحذروهم علی دینکم یعنے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فقہا رسولوں کے امانتدار ہیں اسوقت تک کہ دنیا میں داخل نہوں کسی نے پوچھا کہ انکے دنیا میں داخل ہونے کی کیا صورت فرمایا بادشاہ کی متابعت جب وہ یہ کام کرنے لگیں تو تم ان سے ڈرو کہ کہیں تمھارا دین خراب نہ کردیں دیکھئے ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام تک جب یہ روایت پہونچی تو علی کرم اللہ وجہہ تو اسکو ضرور جانتے تھے اور متعدد روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ خلفائے ثلثہ کی خلافتوں میں اہل شوری میں شریک تھے

اور دربار خلافت میں ہمیشہ جایا کرتے بلکہ معین و مددگار رہتے اور اونکی اطاعت پوری پوری کرتے تھے اگر آپ انکو سلاطین سمجھتے تو انکی مجلسوں میں کبھی داخل نہ ہوتے اور کبھی دنیا داری کا عار اپنے ذمہ نہ لیتے کیونکہ آپ باتفاق فریقین اورع تھے اس سے ظاہر ہے کہ خلفائے ثلثہ کی خلافت کو آپنے خلافت حقہ تسلیم فرمالیا تھا۔

کلینی میں روایت ہے عن معاویۃ بن وھب قال سمعت اباعبد اللہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عند کل بدعۃ تکون من بعدی یکاد بھا الایمان ولیا من اھل بیتی موکلا بہ یذب عنہ ینطق بالھام من اللہ ویعلن الحق وینورہ ویرد کید الکائدین یعبر عن الضعفاء فاعتبروا یا اولی الابصار وتوکلوا علی اللہ یعنے ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی بدعت نکلے جس سے ایمان میں کسی قسم کی خرابی واقع ہو اسوقت ایک ولی میرے اہل بیت سے موکل ہو جائیگا کہ ایمان سے ان خرابیوں کو دفع کرے اللہ کی طرف سے اسکو الہام ہوا کریگا جسکو وہ بیان کریگا اور حق کا اعلان کرکے اسکو روشن کردیگا اور کید کرنیوالوں کے کید کو رد کردیگا اس روایت سے ثابت ہے کہ خلفائے ثلثہ کی خلافت مکر وکید سے حاصل نہیں کیگئی تھی ورنہ علی کرم اللہ وجہہ کا فرض ہوتا کہ اپنے الہاموں کے ذریعہ سے حق کا اعلان کرکے مبرہن اور روشن اور انکے کید کو ظاہر فرمادیتے۔

کلینی میں روایت ہے عن محمد بن جمھور العمی یرفعہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ظھرت البدع فی امتی فلیظھر العالم علمہ فمن لم یفعل فعلیہ لعنۃ اللہ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری امت

میں بدعتیں ظاہر ہوں تو عالم کو ضرور ہے کہ اپنا علم ظاہر کرے اور جس نے ایسا نہیں کیا اسپر خدا
کی لعنت ہے غور کیا جائے کہ اگر خلفائے ثلثہ کی خلافتیں اور اونکے احکامات بدعت تھے
تو علی کرم اللہ وجہہ پر انکی تائید کرنا حرام تھا حالانکہ فریقین کی کتابوں سے ثابت ہے کہ
آپ ہر موقع میں ان حضرات کی تائید کو دین کی تائید سمجھتے تھے ورنہ آپ انکی مجلسوں میں
ہرگز نہ جاتے جس سے انکی تعظیم ہوتی تھی کیونکہ اسوقت آپکا جانا بحیثیت اتباع اور اطاعت
تھا نہ بحیثیت حاکمیت یا اکراہ ۔

کلینی میں روایت ہے عن محمد بن جمهور رفعه قال من اتی ذا بدعة
فعظمه فانما یسعی فی هدم الاسلام یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
جو شخص کسی بدعتی شخص کے پاس جاکر اسکی تعظیم کرے یا اسکو بزرگ بنائے تو اس نے بنیاد
اسلام کو ڈھانے میں کوشش کی اب غور کیجئے کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ خیال ہوسکتا
ہے کہ آپنے اسلام کے ڈھانے میں کوشش کی ہوگی ۔ نعوذ باللہ من ذالك ۔

کلینی میں روایت ہے کہ ابو عبد اللہ عٰ نے فرمایا کہ نہ اہل بدعت کے ساتھ رہو نہ ان کے
ہمنشین بنو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اپنے دوست اور قرین کے
دین پر ہوتا ہے ۔

اور اسکے صفحہ (۳۵۵) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے بعد
اہل بدعت کو دیکھو تو ان سے تبری کرو اور گالیاں دو اور بدگوئی کرو انتہی ملخصاً الحاصل متعدد
روایتوں سے ثابت ہے کہ اہل بدعت سے احتراز اور تبری ضرور ہے اور علی کرم اللہ وجہہ
نے خلفائے ثلثہ سے کبھی علیحدگی اختیار نہیں کی بلکہ انکے ہمنشین رہا کرتے تھے اس سے اہل انصاف
سمجھ سکتے ہیں کہ خلفائے ثلثہ کی خلافت بدعت نہ تھی بلکہ خلافت حقہ تھی جسکی تائید آپ بنفس نفیس فرماتے تھے

علی کرم اللہ وجہہ تو لڑکپن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میں رہچکے تھے
ابتداء سے دیکھا کئے کہ کفار نے کیسی کیسی ایذائیں حضرت کو دیں چنانچہ خود حضرت ارشاد
فرماتے ہیں کہ جس طرح مجھے ایذائیں دیگئیں کسی نبی کو نہیں دیگئیں باوجود اسکے آپنے دعوے
نبوت سے کبھی تقاعد نہیں کیا اسی طرح علیؑ کا بھی فرض تھا کہ دعوے خلافت سے تقاعد نفرماتے
کیونکہ وہ خلافت خلافت نبوت تھی جس سے نبوت کے کام متعلق تھے حالانکہ کسی روایت سے
ثابت نہیں کہ آپنے بالاعلان دعوے خلافت کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اونکے طرفداروں
نے آپکو دھمکی دی جس سے آپ نے ڈر کر دعوے چھوڑ دیا۔

اگر کہا جائے کہ آپنے تقیہ کیا تو یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا اسلئے کہ ابوبکرؓ کا قبیلہ کچھ باوقعت
نہ تھا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا بخلاف اس کے علی کرم اللہ وجہہ کا قبیلہ تمام عرب میں جس
شوکت وشکوہ کا تھا اظہر من الشمس ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جان فدا کرنیوالے
کل صحابہ تھے اور حضرت علیؑ کی جو قرابت اور خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
تھی ظاہر ہے اور مقتضائے طبع انسانی ہے کہ اپنے کریم اور شفیق آقا کے قرابتدار نہایت عزیز
ہوا کرتے ہیں اور اوسکے انتقال کے ساتھ ہی وارث قوی کو اوسکا جانشین بنا دیتے ہیں
جیسا کہ کتب تواریخ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ دیکھئے باوجودیکہ علی کرم اللہ وجہہ نے امام حسن
علیہ السلام کو اپنا ولیعہد مقرر نہیں فرمایا مگر آپکی شہادت کے ساتھ ہی جتنے مسلمان آپکے
زیر فرمان تھے سب نے اونکو آپ کا جانشین تسلیم کر لیا حالانکہ وہ وقت سخت آزمائش
اور فتنہ کا تھا ادھر ایک بڑی سلطنت شام کا مقابلہ درپیش اور ادھر اپنی باغی فوج
یعنے خوارج کا خوف لگا ہوا۔ بخلاف اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت
تو مخالفت کا نام بھی نہ تھا۔ اسکا انکار نہیں ہوسکتا کہ علی کرم اللہ وجہہ کو بلحاظ قرابت

یہ اطمینان ضرور حاصل تھا کہ کوئی صحابی آپکا مخالف نہیں۔ چنانچہ حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے کہ نزال ابن سبرہ نے علی سے پوچھا کہ آپکے اصحاب کون ہیں فرمایا کل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اصحاب ہیں۔

ان قرائن سے ثابت ہے کہ اگر پہلے سے آپ خلیفہ مقرر ہو چکے تھے تو آپکو تقیہ کرنیکی کوئی ضرورت نہتھی۔ صرف دعوے کرنا کافی تھا۔ پھر آپکی شجاعت پر نظر ڈالی جائے تو عقل ہرگز گوارا نہیں کرتی کہ آپنے بزدلی کی ہو دیکھئے جنگ خیبر وغیرہ کے معرکوں میں جو آپنے داد شجاعت دی کتب احادیث سے ظاہر ہے پھر یہ شجاعت حضرت ہی کے زمانہ پر منحصر نہیں بلکہ معاویہؓ کے مقابلہ میں جو معرکہ آرائیاں آپنے کیں انکا بھی جواب نہیں۔ حالانکہ اوسوقت آپکی عمر شریف ساٹھ سال سے متجاوز تھی اسلئے کہ آپ کی عمر شریف انتقال کے وقت ترسٹھ سال کی تھی جیسا کہ استیعاب میں لکھا ہے اور کل مدت خلافت چار سال اور چند ماہ ہے جب اس پیرانہ سری میں آپکی شجاعت کا یہ حال ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جبکہ تخمیناً تیس ۳۰ سال کی عمر تھی جو عین شباب کا زمانہ ہے کیا حال ہوگا۔

تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ جب لشکر معاویہؓ نے عمار بن یاسرؓ کو شہید کیا تو علی کرم اللہ وجہہ نے صرف بارہ شخصوں کو ہمراہ لیکر لشکر پر حملہ کیا اور تمام لشکر کے صفوں کو چیرتے ہوئے معاویہؓ کے ڈیرے کے قریب پہونچ گئے اور پکار کر فرمایا اے معاویہ طرفین کے لوگ مفت مارے جانے سے کیا فائدہ فیصلہ اسی پر قرار دیا جائے کہ تم ہم اپنی ذات سے لڑیں جو اپنے حریف کو مارے وہی مستقل ہو جائے۔ عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا بات تو ٹھیک کہ رہے ہیں انھوں نے جواب دیا یہ تمھارا ظلم ہے تم جانتے ہو کہ اونکے مقابلہ میں جو آیا مارا گیا۔ عمرو نے کہا اونکے مقابلہ سے تمھارا ٹل جانا بے موقع ہے کہا اس سے تمھارا مطلب معلوم ہو گیا تم

تم چاہتے ہو کہ مجھے کھپا کر آپ حکومت کے مزے اڑائیں یہ معاف کیجئے۔ اور اوسی میں لکھا ہے
کہ جب معرکہ صفین میں اہل شام کی فوج کثیر نے علی کرم اللہ وجہہ کے میمنہ لشکر پر حملہ کیا اور
اونکے پاؤں اکھڑے اور میدان خالی ہوگیا تو حضرت پاپیادہ میسرہ کی طرف روانہ ہوئے
اوس وقت تینوں صاحبزادے آپکے ہمراہ تھے ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ آپ پر ہونے لگی
ابوسفیان کا غلام جس کا نام احمر تھا حضرت پر لپکا آپکا غلام کیسان نام اوسکے مقابل ہوا
بعد معرکہ آرائی کے احمر غالب آیا حضرت آگے بڑھے اور اوسکو پکڑنا چاہا وہ بھاگا مگر اوسکی
ذرہ آپ کے ہاتھ میں آگئی اوسی سے اوسکو سر تک اوٹھا کر زمین پر ایسا دے مارا کہ اوسکے
دونوں مونڈھے اور بازو ٹوٹ گئے۔ اور اودھر میسرہ کی فوج سے بھی ایک قبیلہ شکست
کھا کر بھاگا اور میدان خالی ہوگیا۔ شامیوں نے جب آپ کو اس حالت میں دیکھا ہر طرف سے
ٹوٹ پڑے امام حسن علیہ السلام نے عرض کی کہ حضرت دوڑ کر اپنے لوگوں میں جا ملیں تو
بہتر ہوگا فرمایا تمھارے باپ کے لئے ایک روز معین ہے نہ دوڑنے سے اوسمیں دیر
ہوگی نہ چلنے سے وہ جلد آجائے گا خدا کی قسم تمھارے باپ کو اسکی کچھ پروا نہیں کہ وہ موت
پر واقع ہوں یا موت اون پر واقع ہو۔ اب کھئے کہ جن کی پیرانہ سری میں یہ حالت ہو تو
عین شباب کے زمانہ میں کیا حال ہوگا۔

مروج الذہب وغیرہ میں لکھا ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ ایک روز عثمان رضی اللہ عنہ
کی مجلس میں حاضر ہوئے آپنے حضار مجلس سے پوچھا کہ اگر کسی نے اپنے مال کی زکوٰۃ پوری
ادا کی تو کیا اوس مال سے پھر اور کوئی حق متعلق ہوگا؟ کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا
نہیں یا امیر المومنین۔ یہ سنتے ہی ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک چپت اونکے لگائی اور کہا
اے یہودی کے لونڈے! تو جھوٹ کہتا ہے اور یہ آیت پڑھی لیس البر ان تولوا

وجوھکم قبل المشرق والمغرب الآیۃ اسکے بعد عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا
تم لوگ اس بات میں کوئی حرج سمجھتے ہو کہ جو واقعات ہم پر پیش ہوتے ہیں اونکے لئے بیت المال
سے کچھ مال لیکر خرچ کریں اور مسلمانوں کو بھی دیں ؟ کعب احبار رح نے کہا کچھ مضایقہ نہیں
ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی فوراً ایک لاٹھی اونکو دے ماری اور کہا اے یہودی کے
لونڈے ! تجھے اتنی جرأت ہوئی کہ ہمارے دین کے مسئلے بنانے لگا ۔ عثمان رضی اللہ عنہ کو اونکی
ان بے موقع حرکتوں سے سخت رنج ہوا اور فرمایا کہ تم مجھے بہت ایذا پہونچانے لگے ۔ مناسب
یہ ہے کہ یہاں سے اور کہیں چلے جاؤ چنانچہ وہ شام کو چلے گئے ۔ چونکہ آپ کا اسپر اصرار تھا کہ ہر
مسلمان کو ضرور ہے کہ اپنا کل مال راہ خدا میں صرف کرکے فقیر بنا رہے وہاں بھی اسی قسم کے
مناظرے مباحثے ہونے لگے اور لوگ کچھ تو استفادہ کی غرض سے اور کچھ چھیڑ کر باتیں سننے
کیلئے آپکے پاس جمع ہوتے اور جہاں بیٹھتے وہاں ایک مجمع ہو جاتا ۔ معاویہ نے اونکی شکایت
عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھی کہ مجھے خوف ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی تقریر سے لوگوں کے
خیالات آپ سے برگشتہ ہو جائیں ۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے اسکے جواب میں لکھا کہ اونکو مدینہ
بھیجدو ۔ چونکہ معاویہ کو اونسے مخالفت ہوگئی تھی بطور سزا ایسے اونٹ پر سوار کرکے روانہ
کیا جسپر صرف لکڑیوں کا کجاوہ تھا جس سے آپکے پاؤں سخت زخمی ہوئے یہانتک کہ لوگوں
نے کہا شاید ان زخموں سے آپ مر جائینگے ۔ کہا یہ ممکن نہیں جب تک میں کئی شہروں سے
نہ نکالا جاؤں ۔ اسکے بعد بہت سے پیش آنیوالے واقعات بیان کرکے اپنی تجہیز و تکفین
و دفن کرنے والوں کے نام تک بتا دئے ۔ اس اثنار میں ابو العاص کی اولاد کے بھی کچھ حالات
بطور پیشین گوئی بیان کئے ۔ اتفاقاً اوسی روز عبد الرحمن بن عوف کے ترکہ کے دراہم عثمان
رضی اللہ عنہ کے روبرو لائے گئے جنکی ڈھیر قد آدم سے اونچی تھی ۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے

بطور ذکر محاسن فرمایا کہ عبدالرحمٰن اچھے شخص تھے مجھے امید ہے کہ اونکی حالت اچھی ہوگی کیونکہ وہ
صدقات دیتے اور مہمان داری کرتے تھے کعب احبار نے کہا کہ اے امیرالمومنین! آپ سچ
کہتے ہیں۔ یہ سنتے ہی ابو ذر رضی اللہ عنہ نے ایک لاٹھی اونکے سر پر رسید کی اور کہا کہ اے
یہودی کے لونڈے! وہ شخص جو مر گیا اور اتنا مال چھوڑ گیا اوسکی بنسبت تو یقینی طور پر کہتا ہے
کہ خدا نے خیر دنیا اور خیر آخرت اوسکو دی حالانکہ خود میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
سنا ہے جو فرماتے تھے کہ مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں مروں اور ایک قیراط کے برابر مال چھوڑ دوں
عثمان رضی اللہ عنہ نے اونکی یہ حرکت دیکھکر کہا کہ اب آپ یہاں سے اور کہیں تشریف لیجائیں
کہا میں مکہ کو جاتا ہوں تاکہ خدا کے گھر سے فائدہ اوٹھاؤں اور عبادت میں مشغول رہوں یہاں تک
کہ وہیں مر جاؤں۔ کہا یہ نہیں ہوسکتا۔ کہا شام کو جاؤں۔ فرمایا نہیں کہا بصرہ کو۔ کہا ان
شہروں کے سوا اور کوئی مقام تجویز کیجئے کہا اگر مجھے دارالہجرت یعنے مدینہ ہی میں رہنے دیں تو
پھر مجھے کسی شہر کو جانے کی ضرورت نہیں اور جب آپ یہ نہیں چاہتے تو جہاں آپ کو منظور ہو روانہ
کردیجئے۔ فرمایا میں تمھیں ربذہ کو روانہ کرتا ہوں۔ یہ سنتے ہی اللہ اکبر کا نعرہ مار کر کہا صدق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنے حضرت نے سچ فرمایا تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے
پوچھا کہ حضرت نے کیا فرمایا تھا؟ کہا میں مکہ اور مدینہ سے روکدیا جاؤنگا اور ربذہ میں مرونگا
اور میری تجہیز و تکفین کے متکفل وہ لوگ ہونگے جو عراق سے حجاز کو جاتے ہونگے۔ اسکے بعد
ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ منگوایا اور اپنی بیوی اور صاحبزادی کو اوسپر سوار کرکے
ربذہ کی طرف روانہ ہوے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان کو اونکے ساتھ کردیا اور فرمایا
کہ اون سے کسی کو ملنے نہ دو۔ جب وہ شہر کے باہر ہوے تو علی کرم اللہ وجہہ کو یہ کیفیت معلوم
ہوئی آپ اپنے دونوں صاحبزادوں اور بھائی عقیل اور عبداللہ بن جعفر اور عمار بن یاسر کو

ہمراہ لیکر اونکی مشایعت کے لئے تشریف لیگئے مروان حائل ہوکر کہا کہ اے علی! امیر المومنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ کسی کو اون سے ملنے اور مشایعت کرنے نہ دوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے غصہ سے اوسکی سواری کے جانور کو زور سے کوڑا مار کر فرمایا ہٹ کمبخت خدا تجھ کو آگ میں ڈالے پھر اوسکی کچھ پرواہ نہ کرکے تھوڑی دور تک ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے اور رخصت کرکے واپس تشریف لائے۔ ادھر مروان نے جاکر یہ کل واقعات عثمان رضی اللہ عنہ سے کہدیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ علی کرم اللہ وجہہ کی اس حرکت سے سخت ناخوش ہوئے۔ لوگوں نے علی کرم اللہ وجہہ سے کہا۔ کہ امیر المومنین آپ پر نہایت غصہ میں ہیں۔ آپنے فرمایا اونکا غصہ ایسا ہے جیسے گھوڑا لگام پر غصہ کرتا ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ عثمان رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لیگئے انھوں نے کہا اے علی! تم نے جو مروان کے ساتھ کیا اور مجھ پر جرأت کی اور میرے فرستادہ شخص کو اور میرے حکم کو رد کردیا اسکی کیا وجہ ہے؟ علیؓ نے کہا مروان مجھے پھیرنا چاہتا تھا میں نے اوس کو پھیر دیا۔ آپکے حکم کو نہیں رد کیا عثمانؓ نے کہا تمھیں یہ معلوم نہ تھا کہ میں نے اوسکو حکم دیا تھا کہ کسی کو ابوذر سے ملنے نہ دے۔ علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کیا تم جس بات کو طاعت الہی سمجھکر حکم دیں وہ حق ہے اور اسکے خلاف باطل؟ کیا ایسی باتوں میں بھی ہم تمھاری اطاعت کرینگے؟ خدا کی قسم یہ تو کبھی نہ ہوگا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا مروان کا بدلہ دو کہ جس طرح تم نے اوسکے جانور کو مارا ہے وہ بھی تمھارے جانور کو مارے۔ علیؓ نے کہا اوسکا جانور میرا ہی جانور ہے کہو کہ اوس کو مارا کرے اور خیال رہے کہ اگر وہ مجھ سے سخت کلامی کریگا تو میں اوسی قسم کی سخت کلامی تم سے کرونگا۔ پھر اس قسم کی سخت کلامیاں طرفین سے ہوئیں جس سے عثمان رضی اللہ عنہ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور اُٹھکر گھر میں چلے گئے اور علی کرم اللہ وجہہ اپنے گھر تشریف لائے انتہی ملخصاً۔

ناسخ التواریخ میں بھی یہ واقعہ مع شئے زائد بتفصیل لکھا ہے جس سے ظاہر ہے کہ شیعہ اور سنی

دونوں اس واقعہ کے قائل ہیں۔ اب غور کیجئے کہ مروان علاوہ اسکے کہ عثمانؓ کا قرابتدار تھا اونکا
وزیر بھی سمجھا جاتا تھا ایسے شخص پر حملہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں وزیر پر اس قسم کا حملہ کرنا زیادہ بھی
ایسی حالت میں کہ بادشاہ وقت کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوا اور اوسکو تعمیل سے روکدینا کیا کسی سے
ہوسکتا ہے؟ یہ اسد اللہ الغالب ہی کی شان تھی کہ ایک ادنی معاملہ میں جو ایک مسلمان
شخص کی شایعت سے متعلق تھا خلیفۂ وقت سے بگاڑ لیا۔ کیا اسکے بعد بھی یہ قرین قیاس ہوگا
کہ آپنے دیکر خلافت چھوڑ دی۔ اور اپنی صاحبزادی کے نکاح کے معاملہ میں خاموش ہوگئے
جس کا حال انشاء اللہ تعالی آیندہ معلوم ہوگا۔

چونکہ یہ مسئلہ ایک معرکۃ الآرا رہے اسلئے اگر مقصود سے زائد بھی اسمیں خامہ فرسائی کیجائے
تو بیموقع نہو گی۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کا اسطرح نکالا جانا گو مسلمانوں کے دلوں پر ایک برا اثر
ڈالتا ہے مگر اوسکے ساتھ یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ اونکا یہ اجتہاد کہ ہر مسلمان کا فقیر رہنا ایک
ضروری امر ہے اوسکا اثر کس قدر برا ہوتا۔ تھوڑے لوگ فقیر پسند اور خوش اعتقاد تو اونکی مان لیتے
اور ایک جماعت ہم خیال بن جاتی مگر یہ ممکن نہیں کہ سب اونکے سے ہوجائیں کیونکہ اون کی
طبیعت خاص قسم کی تھی جیسا کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے جو استیعاب میں ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ابوذر عیسی علیہ السلام کے زہد پر ہیں
اس تخصیص سے ظاہر ہے کہ سب اونکے جیسے زاہد نہیں ہوسکتے تھے۔ اس صورت میں ایک
بڑی جماعت اونکے مخالف ہوجاتی کیونکہ نہ قرآن شریف میں ہے نہ حدیث میں کہ ہر آدمی فقیر
بنا رہے اگر یہی بات ہوتی تو زکوۃ کا حکم ہی نہ ہوتا کیونکہ زکوۃ تو جب واجب ہو کہ ایک سال
تک مال نصاب ملک میں رہے اوسوقت اوسکا چالیسواں حصہ دینے کا حکم ہے اور قطع نظر
اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی اغنیاء موجود تھے چنانچہ خود عثمان رضی اللہ عنہ

ابوذرؓ کا اجتہاد کہ مسلمان فقیر رہیں

اتنے مالدار تھے کہ پورے لشکر کا سامان کر دیا جس سے حضرت نہایت خوش ہوئے اگر ہر شخص فقیر بنا
ضرور ہوتا تو حضرت اون پر خفا ہو جاتے کہ تم نے اتنا مال کیوں رکھا۔ غرضکہ غنا پسند بھی ایک
جماعت بنجاتی اور دونوں جماعتوں میں سخت ناچاقی ہوتی کیونکہ ابوذر رضی اللہ عنہ تو مغلوب الغیظ
تھے بغیر لاٹھی کے بات ہی نہیں کرتے تھے پھر طرفین سے لاٹھی چلتی تو اوسکے بعد شمشیر کی نوبت بھی
پہنچ جاتی اسی فتنہ و فساد کے لحاظ سے عثمان رضی اللہ عنہ نے اونکو شہروں سے علیحدہ کر دیا
اور ایسی جگہہ تجویز کی کہ وہاں غنی کا گذر ہی نہو۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اسکی بھی اصل کچھہ
اور ہی ہے وہ یہ ہے کہ تقدیر الٰہی جاری ہو چکی تھی کہ وہ ربذہ میں رہیں چنانچہ خود انہوں نے
تصریح کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونسے کہہ چکے تھے کہ وہ ربذہ میں رہینگے اس
پیشین گوئی کے پوری ہونیکے لئے اونسے ایسے امور وقوع میں آئے کہ ضرورت تھی کہ عثمان رضی اللہ عنہ
مجبور ہو کر کہیں روانہ کر دیں۔ پھر اوس مقام کی تعیین میں نہ اونکی درخواست تھی نہ اور کوئی
سبب بلکہ منجانب اللہ اون پر القا ہو گیا۔ ورنہ عجم یا افریقہ کے کسی جنگل میں روانہ کر دیتے۔
غرضکہ ہوتا وہی ہے جو منظور الٰہی ہے اور ظاہر میں اسباب قائم کر دیے جاتے ہیں۔ اسی پر جتنے
وقائع صحابہ کے زمانہ میں پیش آئے سب کو قیاس کر لیجئے۔

اب ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کا حال بھی سن لیجئے۔ تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ ۳۲ھ
میں جب آپکے انتقال کا وقت قریب پہونچا تو آپنے اپنی صاحبزادی سے فرمایا کیا کوئی آتا ہوا
نظر آرہا ہے؟ کہا نہیں۔ فرمایا ابھی میرا وقت نہیں آیا پھر فرمایا ایک بکری ذبح کر کے اوسکا
گوشت پکالو اور فرمایا کہ قریب میں صلحاء کی ایک جماعت آئیگی اور وہ لوگ مجھے دفن کرینگے
جب وہ دفن سے فارغ ہو جائیں تو اونسے یہ کہنا کہ ابوذر آپ لوگونکو قسم دیگئے ہیں کہ جبتک
آپ کھانا نہ کھائیں سوار نہو دیں۔ جب گوشت پک گیا فرمایا دیکھو تو کوئی آتا ہوا نظر آتا ہے؟

عرض کی جی ہاں کئی سوار آرہے ہیں فرمایا اب مجھے قبلہ رو بٹھا دو جب بٹھا دیئے گئے تو یہ الفاظ
کہے بسم اللہ و باللہ و علی ملۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور یہ جملہ ختم ہوتے ہی روح پاک عالم علوی کی طرف پرواز کر گئی اور انتقال ہوگیا صاحبزادی
اوس جماعت کی طرف گئیں اور اونسے کہا کہ خدا آپ لوگوں پر رحم کرے ابوذر کی تجہیز و تکفین
کر دیجئے کہا وہ کہاں ہیں اشارہ سے تبلا دیا اونھوں نے کہا الحمد للہ خدائے تعالی نے ہمیں
یہ کرامت بخشی کہ ہم اونکی نماز میں شریک ہوگئے۔ اوس جماعت میں عبد اللہ بن مسعود وغیرہ
کئی صلحا تھے ابن مسعودؓ نے رو کر کہا کہ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تموت
وحدہ و یبعث وحدہ یعنے ابوذر تنہا مرینگے اور تنہا اوٹھیں گے پھر غسل دیکر اونکو کفن دیا
اور نماز پڑھی اور دفن کرکے جب جانے لگے تو صاحبزادی نے فرمایا کہ اُنھوں نے آپکو قسم دی ہے
کہ یہاں کھانا کھا کر جائیں چنانچہ کھانا بھی تیار ہے انھوں نے خوشی سے قبول کیا اور بعد فراغت
روانہ ہوئے۔

کلام علی کرم اللہ وجہہ کی شجاعت میں تھا اور واقعہ مذکورہ سے ثابت ہوگیا کہ چھوٹے چھوٹے
اجتہادی امور میں بھی آپ پر خلیفۂ وقت کا رعب نہیں ہوتا تھا اور سلطنت کے مقابل ہو جاتے تھے۔

ناسخ التواریخ صفحہ (۱۸۱۴) میں لکھا ہے کہ جنگ سفین میں صرف ایک رات جو اپنے
ہاتھ سے لشکر شام کو علی کرم اللہ وجہہ نے قتل کیا بروایت سمعانی معاویہ رضی اللہ عنہ کے
قول سے ثابت ہے کہ وہ نوسو (۹۰۰) سے زیادہ آدمی تھے۔

اب خیال کیجئے کہ نوسو آدمی کم نہیں ہوتے اگر بلا مزاحمت اتنے آدمیونکو کوئی شخص باندھکر
قتل کرے تو بھی اوس کا ہاتھ یاری نہ دیگا۔ پھر عین معرکۂ جنگ میں اور وہ بھی ایسے وقت
کہ ایک فوج جرار کا مقابلہ ہو جسمیں سے ہر شخص کا یہ خیال کہ اگر آپکو مارلے تو فیصلہ ہو جائے

اور ہر طرف سے شمشیر و تیر کا مینہ برس رہا ہو ایسی حالت میں اپنے آپ کو بچا کر اتنے لوگوں کو قتل کرنا کیا سوائے اسد اللہ الغالب کے دوسرے سے ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت آیۃ من آیات اللہ تھے۔

مواہب لدنیہ اور اوسکی شرح زرقانی میں یہ روایت منقول ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ خیبر میں قلعہ کا دروازہ اکھاڑ کر اوس سے سپر کا کام لیا وہ دروازہ اتنا سنگین تھا کہ ستر آدمیوں نے بڑی مشقت سے اوسکو حرکت دی۔ دیکھئے قلعہ کا دروازہ اتنا بڑا کہ ستر آدمیوں سے ہل نہ سکے وہ بھی پڑا ہوا نہیں بلکہ اپنی جگہ پر منصوب اوسکو اکھاڑ کر سپر بنانا کیا معمولی طاقت انسانی کا کام ہے؟ ہرگز نہیں۔

ناسخ التواریخ میں صفحہ ۲۱۶ لکھا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ مقام رفیع میں لب فرات اپنے لشکر میں بیٹھے تھے کہ علی کرم اللہ وجہہ کا لشکر پہونچا۔ معاویہؓ نے عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ دیکھو ابوالحسن کا لشکر نہایت آراستہ و پیراستہ چلا آرہا ہے۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا اے معاویہ! اب آمادہ جنگ ہو جاؤ سخت مصیبت کا سامنا ہے تم نہیں جانتے کہ علی بن ابی طالب کیسے شخص ہیں خدا کی قسم اگر تمام لشکر شام ایک دل ہوکر اونکا مقابلہ کرے اور وہ تن تنہا ہوں تو بھی اونکو کچھ خوف نہوگا اور بلا خوف و ہراس وہ سب سے لڑینگے اور فتح پائیں گے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ درست ہے مگر آدمی کو چاہئے ہمت نہ ہارے۔ دیکھئے دشمن جب آپکی اسقدر شجاعت مان گئے ہوں تو فی نفسہ کیا حال ہوگا۔ نہج البلاغہ صفحہ (۵۴) میں علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کیا ہے واللہ لو تظاہرت العرب علی قتالی لما ولیت عنہا یعنے خدا کی قسم اگر تمام عرب ایک دوسرے کی مدد کرکے مجھ سے جنگ کرنا چاہیں تو میں ہرگز اونسے منہ نہ موڑونگا انتہیٰ۔ اب کہئے کیا اس شجاعت کا یہ لازمہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اپنا حق شرعی چھین لے اور منہ

دیکھتے رہ جائیں؟ یا اپنی صاحبزادی کو معاذ اللہ کوئی غصب کر لے اور دم نہ مار سکیں۔ غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے آپکی معرکہ آرائیاں اور کارہاے نمایاں اس درجہ تک پہونچ گئے تھے کہ آپکی شجاعت شہرۂ آفاق تھی۔ اب کہئے کیا ایسے شجیع اور زور آور سقدر نعوذ باللہ بزدل ہوئے ہونگے؟ کہ معاذ اللہ عمر رضی اللہ کی اوس ناشایستہ حرکت سے کچھ جنبش نہ ہوئی ہوگی؟ اور کیا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہ اقرار کر لیا ہوگا کہ ہمارے خاندان کی .... کا معاذ اللہ یہ پہلا غصب تھا؟ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوسکے بعد معاذ اللہ اس فعل شنیع کا سلسلہ قایم ہوگیا اور کئی .... معاذ اللہ غصب ہوئے۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ جس شخص کی نظر کتب تواریخ میں اہل بیت کرام کے حالات پر پڑی ہو وہ کبھی ان روایتوں کو صحیح نہیں سمجھ سکتا گو کسی مذہب وملت کا آدمی ہو میری دانست میں اس قسم کی روایتوں کا موجد اور باعث عبداللہ بن سبا معلوم ہوتا ہے جسکی بے دینی اور فتنہ انگیزی اور الحاد و زندقہ حضرات شیعہ اور اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے۔

ناسخ التواریخ کی جلد سوم صفحہ (۶۱۶) میں لکھا ہے کہ علی علیہ السلام جب معجزہ ظاہر کرنے اور غیب کی خبر دینے لگے تو ایک کوتاہ نظر جماعت اونکی الوہیت کی قائل ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشتر ہی یہ خبر دی تھی کہ یهلك فيك محب غال و مبغض غال یعنے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے علی! تم سے جو حد سے زیادہ محبت رکھے گا وہ بھی ہلاک ہوگا اور جو حد سے زیادہ عداوت رکھے گا وہ بھی ہلاک ہوگا اور امیر المومنین علیہ السلام بھی فرمایا کرتے تھے کہ یهلك فی رجلان محب مبطر یضعنی غیر موضعی ومبدحتی بمالیس فی ومبغض مفتر یرمینی بما انا منه بری یعنے میری وجہ سے دو قسم کے لوگ ہلاک ہونگے ایک وہ دوست جو حق بات قبول نکرے اور حسن مقام

میں میں نہیں ہوں اوسمیں مجھے قائم کرے اور جو باتیں مجھ میں نہیں ہیں وہ میری مدح میں بیان کرے دوسرا بغض رکھنے والا مفتری جو ایسے الزام مجھ پر لگائے جن سے میں بری ہوں۔ امیرالمومنین علیہ السلام جب قتل خوارج سے فارغ ہو کر واپس آرہے تھے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ ماہ رمضان میں کھانے پینے میں مشغول ہیں اونسے پوچھا کیا تم مسافر ہو؟ یا بیمار ہو؟ کہا دونوں نہیں فرمایا اگر اہل کتاب سے ہو تو جزیہ دیکر ان مواخذوں سے چھوٹ جاؤ کہا ہم اہل کتاب نہیں ہیں عبداللہ بن سبا جو فرقۂ غالیان شیعہ کا پہلا شخص ہے اوس نے کہا کہ انت انت یعنے آپ آپ ہی ہو یعنے ہم جانتے ہیں کہ آپ کچھ اور ہی ہو مطلب یہ کہ آپ خدا ہو امیرالمومنین علیہ السلام عملی طور پر اپنی عبودیت ثابت کرنیکے لئے سواری سے اوترے اور زمین پر سجدہ کیا پھر فرمایا اے کم بختو! میں بھی خدا کا ایک بندہ ہوں خدا سے ڈرو اور تجدید اسلام کرو اون لوگوں نے انکار کیا پھر آپنے یہی فرمایا مگر اوِنھوں نے قبول نہ کیا آخر آپ سوار ہوے اور حکم دیا کہ اونکی مشکیاں باندھکر مقام تک لے چلیں جب منزل کو پہونچے تو فرمایا نزدیک نزدیک دو گڑھے کھودے جائیں ایک کھلا ہوا دوسرا بند اور دونوں کے بیچ میں راستہ رہے پھر جو گڑھا بند تھا اوسمیں اوس جماعت کو داخل کر کے بازو کے گڑھے میں لکڑیاں سلگائیں جس کا دھواں اوس گڑھے میں بھر گیا مگر اس عذاب کا اون پر کچھ اثر نہوا اور باوجودیکہ بار بار اونکو کہا جاتا تھا کہ توبہ کر لو تو تمھیں چھوڑ دیتے ہیں مگر اونھوں نے اوس پر کچھ توجہ نہ کی یہاں تک کہ جب آگ کی حرارت سخت ہوئی اور موت اونکی آنکھوں میں پھر گئی تو اوسوقت امیرالمومنین سے خطاب کر کے کہا کہ اب ہمیں یقینی طور پر ظاہر ہو گیا کہ آپ اللہ ہو کیونکہ آپکے چچیرے بھائی جن کو آپنے نبی بنا کر بھیجا تھا اونھوں نے کہا ہے کہ سوائے رب النار کے یعنے اللہ کے کوئی دوسرا آگ سے عذاب نہ دے اور جب آپ آگ سے عذاب کر رہے ہیں تو ثابت ہو گیا کہ آپ اللہ ہو

اور یہی کہتے ہوئے جلکر خاک سیاہ ہوگئے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت نے
عبداللہ بن سبا کی سفارش کی کہ وہ اپنے کئے پر نادم ہوگیا ہے معاف کردیا جائے آپنے انکی سفارش
اس شرط پر قبول کی کہ وہ کوفہ میں نہ رہے بلکہ مدائن کو چلا جائے چنانچہ وہ چلا گیا اور مدائن ہی میں تا آنکہ
جب امیر المومنین علیہ السلام شہید ہوئے تو اپنے اعتقادات کو ظاہر کرنا شروع کیا اور لوگ اوسکی
پیروی کرنے لگے چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کہا کہ خدا کی قسم اگر ستر تھیلیوں
میں علی علیہ السلام کا دماغ لاؤگے تو بھی ہم یقین نہ کرینگے کہ وہ مرگئے وہ ہرگز نہ مرینگے جبتک کہ
عرب کو ایک لکڑی سے نہ ہانکیں گے انتہی ملخصاً۔

اس سے ثابت ہے کہ اوس جماعت کا سرغنہ اور مقتدا عبداللہ بن سبا تھا جو آگے بڑھکر
علی کرم اللہ وجہہ سے ہمکلام ہوا اور چند لوگوں کو اس غرض سے قتل کرا دیا کہ عوام الناس مسلمانوں
کے نزدیک آپکی الوہیت صرف اس دلیل سے مسلم ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانداروں
آگ میں جلانے سے منع فرمایا تھا کیونکہ دوزخ میں جلاکر عذاب دینا صرف خدا تعالی ہی کا کام ہے
کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ صرف اس دلیل سے کسی کی الوہیت ثابت ہو جائیگی ہ مگر اوس نے دیکھا کہ
جب اتنے لوگ (جنکی تعداد ستر تھی جیسا کہ بحار الانوار میں لکھا ہے) صـ۲۸۴ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی
محبت کا اظہار کرکے جرم عشق میں مارے جائینگے اور موت بھی کیسی ہ جو بحسب حدیث الوہیت
پر دلیل بنائی گئی تو یہ واقعہ بغیر اثر کئے نہ رہے گا۔ چونکہ طبائع مختلف ہوتے ہیں بعضے سادہ لوح
آپکی الوہیت ہی کے قائل ہو جائینگے اور بعض یہ سمجھ جائینگے کہ انھوں نے فرط محبت سے خدا
کہدیا اقلاً نبوت میں تو ضرور شریک ہونگے جیسے ہارون علیہ السلام موسی علیہ السلام کی نبوت
میں شریک تھے اور بعضے اس افراط کو بھی پسند نہ کرینگے تو اسکے تو ضرور قائل ہونگے کہ آپ وصی
ہونے کی وجہ سے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور تھے۔ غرضکہ یہ شخص بڑا ہی ہوشیار تھا

ص ۳۴۴

جن امور کو پیش نظر رکھا تھا اونکا ویسا ہی ظہور ہوا چنانچہ بحار الانوار میں قائلین الوہیت علی
کرم اللہ وجہہ کے قتل و احراق کا واقعہ بیان کر کے لکھا ہے ثم احیا ذالک رجل اسمہ
محمد بن نصیر النمیری البصری ان اللہ لم یظہر الا فی ھذا العصر وانہ
علی وحدہ فالشرذمۃ النصیریۃ ینتمون الیہ وھم قوم اباحیۃ ترکوا
العبادات والشرعیات واستحلوا المنہیات والمحرمات ومن مقالتہم
ان الیہود علی الحق ولسنا منہم والنصاری علی الحق ولسنا منہم
یعنے فرقہ نصیریہ جو محمد بن نصیر کی طرف منسوب ہے وہ قائل ہے کہ اللہ تعالی اس زمانہ میں ظاہر ہوا
اور علی اللہ تھے اون لوگوں نے عبادت اور شریعت کو بالکل ترک کر دیا اور تمام محرمات اور
منہیات کو حلال کر دیا انکا قول ہے کہ یہود و نصاری سب حق پر ہیں مگر ہم وہ لوگ نہیں انتہی۔

اس فرقہ نے بھی ابن سبا کی تقلید کی کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ جو لوگ آپکی الوہیت کے
قائل تھے جنکو آپنے قتل کیا وہ رمضان میں علانیہ کھاتے پیتے تھے۔

ابن سبا ظاہرا مسلمان تو ہو گیا تھا مگر اوسکو مسلمان ہرگز نہیں کہہ سکتے یقیناً وہ یہودی اور
منافق تھا کیونکہ کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ علی رضی اللہ عنہ خدا تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو آپنے نبی بنا کر بھیجا تھا جسکے وہ اور اوسکے کمیٹی کے لوگ قائل تھے۔ بحار الانوار صفحہ (۳۴۵)
میں بسند یہ روایت کیا ہے عن عبد اللہ بن سنان عن ابیہ عن ابی جعفر علیہ السلام
ان عبد اللہ بن سبا کان یدعی النبوۃ ویزعم ان امیر المومنین علیہ السلام
ھو اللہ تعالی عن ذلک یعنے ابو جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن سبا نبوت کا
دعوی کرتا تھا اور کہتا تھا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام اللہ ہیں تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا
اور بحار الانوار صفحہ (۳۴۵) میں یہ روایت بھی ہے عن ابان بن عثمان قال سمعت

ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول لعن اللہ عبد اللہ بن سبا ادعی الربوبیۃ
فی امیر المومنین یعنے ابان بن عثمان کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ امام حسین علیہ السلام سے میں نے
سنا ہے جو فرماتے تھے کہ خدا عبد اللہ بن سبا پر لعنت کرے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی ربوبیت
کا قائل تھا۔

الحاصل کتب شیعہ سے بھی ثابت ہے کہ عبد اللہ بن سبا یہودی تھا اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم
اجمعین نے اوس پر لعنت کی ہے اور علی کرم اللہ وجہہ نے اوسکو جلانے کا حکم دیا تھا کیونکہ اگر
تھوڑی محبت بھی اوسکو ہوتی تو وہ قابل لعنت نہ ہوتا بلکہ مقتضائے احادیث محبت اہل بیت
مرحوم اور محبوب ہوتا۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جو دشمن دوستی کے پیرایہ میں ظاہر ہوتا ہے
وہ کس قدر فتنہ انگیز اور قابو جو ہوتا ہے اور بدنامی کے کیسے کیسے تدابیر سوچتا ہے؟ اسی دشمنی کا
یہ اثر تھا کہ اس قسم کے روایتیں تراشیں۔ جنمیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت یہ الزام قائم
کر دیا کہ خلیفہ وقت نے زبردستی آپ کی صاحبزادی کو نعوذ باللہ چھین لیا اور غصب کیا اور
آپ منہ دیکھتے رہ گئے۔ کیا کوئی مسلمان اوس زمانہ میں یہ الزام اسد اللہ الغالب پر لگا سکتا تھا؟
معاذ اللہ حضرت تو کیا حضرت کے غلام از خود رفتہ ہو کر معلوم نہیں اوسکا کیا انجام کرتے؟
اس سے ثابت ہے کہ اس قسم کی روایتیں آپ کی وفات کے بعد کی بنائی ہوئی ہیں اوس
یہودی کو نہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت سے کام تھا نہ عداوت سے بلکہ اوسکی اصل
دشمنی یہودیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے ساتھ تھی! اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت کو شکار کی ٹٹی بنا کر مختلف طریقوں سے عداوت کا اظہار کیا
دیکھئے باوجودیکہ ابن سبا کا یہودی اور ملعون ہونا خود حضرات شیعہ کی تصریحات سے
ثابت ہے مگر اوس زمانہ کے بعض بھولے مسلمان اوسکے دام میں آ گئے چنانچہ ناسخ التواریخ

ابھی معلوم ہوا کہ علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد اوس نے اپنے عقیدہ کو ظاہر کرنا شروع کیا اور لوگ اوسکی پیروی کرنے لگے خدا ایسے لوگوں سے محفوظ رکھے کہ اچھوں کے لباس میں آکر مکر پھیلاتے ہیں اور مسلمانوں کے دین و دنیا کو غارت کرتے ہیں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شعر

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست	پس بہر دستے نباید داد دست

نہج البلاغۃ جلد دوم صفحہ (۱۸۱) میں علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کیا ہے قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا اخاف علی امتی مومنا ولا مشرکا اما المومن فیمنعہ اللہ بایمانہ واما المشرک فیقمعہ اللہ بشرکہ ولکنی اخاف علیکم کل منافق الجنان عالم اللسان یقول ما تعرفون ویفعل ما تنکرون یعنے علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر کسی مومن اور مشرک سے خوف نہیں ہے اسلئے کہ مومن کو اوس کے ایمان کی وجہ سے خدا تعالی گمراہ کرنے سے روکدیگا اور مشرک کے فساد کو اوسکی شرک کی وجہ سے اکھیڑ دیگا (کیونکہ لوگ جب جان لیں گے کہ وہ مشرک ہے تو وہ اوسکے دام میں نہ آئیں گے) لیکن اے مسلمانو! مجھے خوف ہے تو ایسے لوگوں سے ہے جن کے دل میں نفاق ہو یعنے منافق ہوں اور زبان سے ایسے علم کی باتیں کہیں جو تم جانتے ہو اور کام ایسے کریں جو تم جانتے نہیں انتہی۔ خاص علی کرم اللہ وجہہ سے یہ ارشاد فرمانے کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ ابن سبا کے طرف اشارہ مقصود تھا کیونکہ اوس کا یہی حال تھا کہ اہل بیت کی محبت ظاہر کرکے وہ کام کر رہا تھا کہ مسلمانوں کو گمراہ اور دین کو تباہ کرے جس طرح پولس صاحب یہودی نے تقدس ظاہر کرکے عیسی علیہ السلام کے دین میں تفرقہ ڈالا جسکا تھوڑا سا حال لکھا جاتا ہے۔

علامۂ خیر الدین افندی الوسی نے الجواب الفسیح میں اسلامی و نصاریٰ کے تواریخ سے
نقل کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد جب عیسائیوں کی حقانی پراثر تقریریں یہود کے
دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے لگیں اور یہودی جوق جوق عیسوی دین قبول کرنے لگے تو پولس صاحب
جو یہود کا بادشاہ تھا کل عیسائیوں کو شام کے ملک سے خارج کر دیا مگر جب دیکھا کہ اس سے
بھی کچھ فائدہ نہوا اور عیسویت ویسی ہی ترقی پذیر ہے تو مجبور ہو کر اراکین دولت سے کہا کہ
یہ فتنہ روز افزوں ترقی کر رہا ہے اور اوسکے فرو ہونے کی کوئی تدبیر نہیں بنتی - اب میں ایک
رائے سوچا ہوں خواہ وہ اچھی ہو یا بری تم میری موافقت کرو اونھوں نے قبول کیا اور
اوس نے معاہدہ لیکر سلطنت سے علیحدہ ہو عیسائیوں کا لباس پہن اونمیں چلا گیا -
انھوں نے اس حالت میں اوسکو دیکھتے ہی خدا کا شکریہ ادا کیا اور بہت کچھ آؤ بھگت کی
اوس نے کہا کہ اکابر قوم کو جلد جمع کر دیں کچھ اونسے کہنا چاہتا ہوں سب فوراً جمع ہو گئے
اوسوقت اوس نے یہ تقریر کی کہ جب تم لوگوں کو میں نے شام سے نکالدیا تو مسیح نے مجھ پر لعنت کی
اور میری سماعت - بصارت اور عقل سب چھین لی جس سے میں اندھا بہرا اور دیوانہ ہو گیا
اس حالت میں مجھے متنبہ اور یقین ہوا کہ بیشک سچا دین وہی ہے جس پر تم ہو - اب میں
بفضلہ تعالیٰ اپنے باطل دین اور دنیائے فانی کی سلطنت کو چھوڑ کر تمھاری رفاقت اور
فقر و فاقہ کو سعادت ابدی جانتا ہوں اور عہد کر لیا ہوں کہ بقیہ عمر توریت کی تعلیم اور
اہل حق کی صحبت میں بسر کروں - آپ صاحبوں سے میری اسقدر خواہش ہے کہ ایک چھوٹا سا
گھر بنا دو جسمیں عبادت کیا کروں اور اسمیں بجائے بستر راکھ بچھا دو - میں نہیں چاہتا
کہ عمر دو روزہ میں کسی قسم کی آسائش حاصل کروں یہ کہکر توریت کی تلاوت اور اوسکی تعلیم
میں مشغول ہو گیا -

یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اگر کسی بستی کا زمیندار ایسے حقانی پر جوش الہامی کلمات کہے اور حالت
موجودہ بھی کسیقدر اوسکی تصدیق کرتی ہو تو طبیعتوں میں ایک غیر معمولی جوش پیدا ہو جاتا ہے
چہ جائیکہ بادشاہ وقت سلطنت ترک کرکے زمرۂ فقرا میں داخل ہو جائے اور منشاء اوسکا
ایک زبردست الہام بیان کرے جس نے تخت و تاج شاہی سے لباس فقر و بستر خاک پر قانع
کر دیا اور حالت موجودہ بھی از سرتاپا اوسکی تصدیق کر رہی ہو تو پھر اوس زمرۂ فقرا میں
کس کا دل ایسا ہوگا کہ جان و مال اوسپر فدا کرنے پر آمادہ نہو غرضکہ عبادت خانہ فوراً تیار
ہوگیا اور اوسمیں اوس نے عزلت اختیار کی دوسرے روز جب سب معتقدین جمع ہوئے
تو دروازہ کھلا اور نہایت شان و شوکت سے برآمد ہوئے آنکھوں میں خمار لب پر آہ سرد۔
آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی۔ حالت مستانہ اور نہایت پر جوش لہجہ میں تقریر شروع کی۔ اثنائے
تقریر میں کہا کہ ایک بات میرے خیال میں آتی ہے اگر مناسب سمجھو تو قبول کرو سب ہمہ تن
گوش ہوگئے۔ کیا جتنی جہان کو روشن کرنیوالی چیزیں عالم غیب سے آتی ہیں وہ اللہ کے حکم
سے آتی ہیں کیا یہ بات سچ ہے؟ سب نے کہا جی ہاں یقیناً سچ ہے کہا میں صبح و شام دیکھتا
ہوں کہ آفتاب ماہتاب وغیرہ نجوم و کواکب سب مشرق کی طرف سے نکلتے ہیں اس لئے
میری رائے میں قبلہ بنانیکے لئے مشرق سے بہتر کوئی سمت نہیں۔ نماز اسی طرف پڑھنی چاہئے
سب نے بطیب خاطر آمنا و صدقنا کہکر بیت المقدس کو خیرباد کہدیا جو تمام انبیا کا قبلہ تھا
جب نہایت آسانی سے یہ معرکہ طے ہوگیا تو پھر عبادت خانہ میں تشریف لیگئے اور دو روز تک
خلوت ہی میں تشریف رکھے تاکہ عشاق دیدار کی آتش شوق خوب مشتعل ہو سب معتقدین کو
سخت تشویش ہوئی اور تیسرے روز جب اونکا ہجوم ہوا تو برآمد ہوکر نئے نئے افادات و تحقیقات
شروع کئے اثنائے تقریر میں بعد تمہید فرمایا کہ مجھے ایک اور بات سوجھی ہے سب تحقیق جدید

سننے کے تو پہلے ہی سے مشتاق تھے یہ مژدہ سُن کر سنبھل بیٹھے اور ہمہ تن گوش ہو گئے فرمایا کیا
یہ بات سچ ہے کہ جب کوئی معزز شخص کسی معمولی آدمی کے پاس ہدیہ بھیجے اور وہ قبول نکرے
تو اوسکی کسر شان ہوتی ہے ؟ سب نے کہا بیشک نہایت درجہ کی کسر شان ہے - کہا جتنی
چیزیں زمین اور آسمان میں ہیں خدا تعالی نے سب تمہارے ہی لئے بنائی ہیں ایسے ہدیہ
کو رد کر دینا یعنے بعض اشیاء کو حرام سمجھنا کیسی گستاخی ہے عقیدتمندی یہی ہے کہ جتنے چھوٹے
بڑے حیوانات ہیں سب کو شوق سے کھانا چاہئے سب نے آمنا و صدقنا کہکر نہایت
خوشی سے وہ بھی قبول کر لیا - جب اسمیں بھی کامیابی ہو گئی تو اُن مریدان راسخ الاعتقاد
حق پسند کی تحسین و آفریں کر کے رونق افروز خلوت سرائے خاص ہوئے اور تین دن تک
وہیں رہے جس سے عقیدتمندوں کو سخت پریشانی اور ملاقات کا نہایت شوق ہوا
چوتھے روز دروازہ کھولکر مشتاقان دیدار کو تسلی دی اور پھر پوچھا کیا تم نے سنا ہے کہ
کوئی آدمی مادر زاد اندھے کو بینا اور ابرص کو چنگا اور مُردوں کو زندہ کیا ہے ؟ لوگوں نے
کہا یہ ممکن نہیں - کہا دیکھو مسیح یہ سب کام کرتے تھے اس لئے میں تو یہی کہونگا کہ مسیح آدمی نتھا
خود اللہ تعالی تھا جو چند روز تم لوگوں میں ظاہر ہو کر چھپ گیا یہ سنتے ہی خوش اعتقادوں کے
نعرے آمنا و صدقنا کے ہر طرف سے بلند ہوئے اور سوائے معدودے چند کے سب نے
بالاتفاق کہدیا کہ بیشک مسیح آدمی نہ تھا - غرض تین ہی معرکوں میں اوس نے میدان مار لیا
اور سب کو خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بنا کر ایک نئی سلطنت اور مذہب قایم کر لیا -

یہ حیرت کا مقام ہے کہ اون سادہ لوحوں نے یہ بھی نہ پوچھا کہ حضرت آپ کو عیسائی
ہونے کا دعوے ہے پھر یہ مخالف باتیں کیسی ؟ آخر ہم بھی اپنے نبی کے کلام اور اونکے طریقے
واقف ہیں کبھی اس قسم کی بات اون سے نہیں سنی اور اگر یہ الہامات ہیں تو جس نبی کے

امتی ہونیکا دعوے ہے اوسکے طریقہ کے مخالف الہام کیسے؟ بہرحال جدت پسند طبائع حسن ظن کرکے اوسکے مکر و تزویر کے دام میں پھنس گئے۔ مگر ایک شخص کامل الایمان جسکا شمار اون لوگوں میں تھا جن کو اس زمانہ کی اصطلاح میں لکیر کے فقیر کہا کرتے ہیں اٹھ کھڑا ہوا اور سب کو مخاطب کرکے کہا تم پر خدا کی مار اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ یہ کمبخت تمھارا دین بگاڑنے کو آیا ہے ہم نے خود مسیح علیہ السلام کو دیکھا ہے کبھی اون سے اس قسم کی باتیں نہیں سنیں مگر ایک شخص کا کہنا نقار خانہ میں طوطی کی آواز تھی کسی نے نہ سنا آخر وہ بزرگ اپنے چند رفقا کو لیکر علیحدہ ہو گئے۔

کتب تواریخ سے ثابت ہے کہ کوئی زمانہ ایسا نہ گذرا ہوگا جو ایسے لوگوں سے خالی ہو اسی زمانہ کو دیکھ لیجئے کہ کیسے کیسے مذاہب لوگ ایجاد کرتے جاتے ہیں۔ اکثر سنا جاتا ہے کہ بعض متصوفہ اپنے خاص مریدوں کو تعلیم دیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور خدا کے بندے نہ تھے بلکہ خود خدائے تعالی حضرت کی شکل میں آیا تھا اسوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدہ و رسولہ کہنا کسر شان نبوی ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ان حضرات نے بھی وہی کیا جو پولس صاحب نے کیا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ بزرگان دین ہمہ اوست کے قائل ہیں اسلئے نماز و روزہ وغیرہ عبادات سب فضول ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ حضرات پولس صاحب سے بھی فائق نکلے اسلئے کہ اونھوں نے صرف قبلہ کو بدلا تھا یہاں تو سرے سے عبادت ہی ساقط ہے اسلئے قبلہ بدلنے کی ضرورت ہی نہ رہی یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت سارا عالم خدائے بیچوں ہے تو خدائے تعالی کو تکلیف کرکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں تشریف لانے اور قرآن اُتارنے کی کیا ضرورت جو اوامر و نواہی اور وعدوں اور وعیدوں سے بھرا ہوا ہے۔ پھر اگر ماں بہن سے لوگ نکاح کریں اور مردار وغیرہ کھایا کریں تو کون پوچھنے والا ہے۔ اسی طرح ابن سبا جو باتفاق شیعہ و سنی یہودی بے دین اور مخرب دین اسلام تھا وہی کام کیا جو پولس صاحب نے کیا تھا بلکہ غور سے دیکھا جائے تو

ابن سبا ہوشیاری میں بڑھا ہوا نظر آئیگا اسلئے کہ پولس صاحب سے باوجود سلطنت کے یہ نہو سکا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں اونکی الوہیت ذہن نشین کریں اور ابن سبا نے علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی ہی میں یہ مسئلہ لوگوں کے ذہن نشین کر دیا جس کا اثر ابتک جاری اور ایک فرقہ اوس کا قائل ہے۔ اس تقریر سے ظاہر ہے کہ ناسخ التواریخ صفحہ (۶۱۶) کی جلد سیوم میں جو لکھا ہے (کہ علی علیہ السلام جو معجزات دکھلائے اور غیب کی خبریں دینے لگے تو ایک جماعت آپ کی الوہیت کی قائل ہوگئی) وہ صحیح نہیں اس لیئے کہ ناسخ التواریخ ہی سے ابھی معلوم ہوا کہ امیر المومنین علیہ السلام بعد قتل خوارج جب واپس تشریف لا رہے تھے اوسوقت ایک جماعت کو دیکھا کہ ماہ رمضان میں کھانے پینے میں مشغول ہیں اون سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ مسلمان ہو یا اہل کتاب؟ پھر فرمایا کہ اگر اہل کتاب ہو تو جزیہ دیکر تکلیفات شرعیہ سے رہائی حاصل کرو یہ سن کر ابن سبا نے کہا کہ ہم اہل کتاب نہیں بلکہ آپکی الوہیت کے قائل ہیں اوسپر آپنے اونکے احراق کا حکم دیا۔ اب کہئے کہ اونکو معجزات دیکھنے کی نوبت ہی کب آئی۔ وہ تو نہ حضرت کے لشکر میں تھے نہ کبھی آپنے اونکو دیکھا تھا آپ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ مسلمان ہیں یا یہودی یہانتک کہ اونکا دین دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی۔ غرضکہ اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ ابن سبا یہودی تھا اور یہود کی مخالفت مسلمانوں کے ساتھ اور اونکا سخت دشمن اسلام ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **ولتجدن اشد الناس عداوة للذین امنوا الیهود والذین اشرکوا** یعنے یہود اور مشرک سب سے زیادہ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ وہ ابتدا سے اس تاک میں تھے کہ جس طرح نصاریٰ کے دین کو بگاڑا مسلمانوں کے دین کو بھی بگاڑ دیں اور اونمیں تفرقہ ڈالدیں۔ مگر صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں اونکو موقع نہ مل سکا۔ کیونکہ ان دونوں خلافتوں

میں ادنیٰ ادنیٰ امور پر سخت دار و گیر ہوا کرتی تھی دیکھئے بعضے قبائل عرب نے صرف یہ کہا تھا کہ ہم زکوٰۃ بارگاہ خلافت میں نہ بھیجکر اپنے طور پر ادا کر دینگے۔ اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صاف حکم دیدیا کہ اون سے جہاد کیا جائے حالانکہ عمر رضی اللہ عنہ جیسے سخت گیر شخص نے کہا کہ اوائل خلافت کا زمانہ ہے تالیف قلوب سے کام لیجئے ایسے خفیف امور پر اتنی سختی مناسب نہیں مگر آپنے نہ مانا یہانتک کہ خود اپنی ذات سے مہاجرین و انصار کو لیکر جہاد کے لئے روانہ ہوگئے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کی بیدار مغزی اور حفظ ماتقدم اور فتنوں کا انسداد تو اظہر من الشمس ہے۔

غرضکہ خلافت اولیٰ اور ثانیہ کے حالات تواریخ میں دیکھے جائیں تو معلوم ہو کہ ادنیٰ ادنیٰ امور پر خاص قسم کی توجہ مبذول رہتی تھی جس سے کسی کو فتنہ انگیزی کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ اس لئے یہود کی دلی عداوت کا کوئی اثر اوسوقت ظاہر نہو سکا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب ممالک اسلامیہ کے حدود وسیع ہوے اور مسلمانوں میں تمول بڑھگیا کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے غنی تھے اپنی خلافت میں آپنے سب مسلمانوں کو غنی بنادیا چنانچہ مروج الذہب میں آپکی خلافت کے حال میں لکھا ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ کا ترکہ صرف نقد پچاس ہزار دینار یعنے اشرفی تھا اسکے سوا ہزار گھوڑے ہزار غلام ہزار لونڈیاں تھیں اسکے سوا زمین مکانات اور املاک کثرت سے تھے ایک گھر آپنے بصرہ میں ایسا وسیع بنایا تھا کہ جتنے تجار وغیرہ اطراف و جوانب سے آتے اوسی میں اترتے تھے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک گھر جو کوفہ میں تھا اوسکے کرایہ کی آمدنی روزانہ ہزار اشرفی تھی اسکے سوا اور بہت سے گھر اور املاک تھے۔ عبدالرحمن بن عوفؓ کے یہاں سو گھوڑے اور ہزار اونٹ اور دس ہزار بکریاں تھیں اور اونکے ترکہ کا ربع ثمن یعنے بتیسویں حصہ کا جو حساب کیا گیا تو چوراسی ہزار درہم ہوئے

زید بن ثابتؓ نے اتنا سونا اور چاندی ترکہ میں چھوڑا کہ کلہاڑیوں سے توڑا جاتا تھا اور زمین وغیرہ
املاک کی قیمت لاکھ اشرفی تھی یعلیٰ بن امیہ کا ترکہ نقد پانچ لاکھ اشرفی تھا سوائے قرضوں کے
جو لوگوں کے ذمہ تھے اور زمین وغیرہ املاک کی قیمت ایک لاکھ اشرفی تھی انتہیٰ۔

لکھا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بخشش سے نزدیک اور دور والے برابر مستفید تھے
اور ظاہر ہے کہ متمول آدمی کو تعیش اور دنیوی کاموں میں لگا دیتا ہے اسلئے اوسوقت
حکومت میں کسی قدر ضعف آگیا چنانچہ ناسخ التواریخ وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب علی کرم اللہ
وجہہ نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے لوگوں کے خیالات ظاہر کیے کہ آپنے اپنے قرابتداروں کو
بہت آسودہ کردیا ہے تو انھوں نے جواب میں کہا کہ معاویہ گو میرے قرابتدار ہیں مگر اونکو
میں نے مقرر نہیں کیا بلکہ عمر رضی اللہ عنہ نے اونکو مقرر کیا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ
نہیں جانتے کہ معاویہ عمر رضی اللہ عنہ سے اتنا ڈرتے تھے کہ اونکا غلام یرفان بھی اون سے
نہیں ڈرتا تھا۔ غرضکہ وہ دار وگیر اسلامی کاموں میں جو پہلے تھی اسوقت نہ رہی اور یہود کو
اب موقع مل گیا اور اس کام کیلئے ایک کمیٹی قائم کی جس کا میر مجلس عبداللہ بن سبا تھا کیونکہ
اتنا بڑا کام جسکا بڑا اثر لاکھوں پر پڑے ممکن نہیں کہ ایک آدمی کے کہنے سے سرانجام پاسکے۔

مورخین شیعہ وسنی کا اس پر اتفاق ہے کہ عبداللہ بن سبا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے
عہد خلافت میں مسلمان ہوا جس کا مطلب ظاہر ہے کہ منافقانہ اسلام ظاہر کرکے فتنہ انگیزی
اور دین میں رخنہ اندازی شروع کی۔ اور ایک جماعت یہود کو اپنے جیسے مسلمان بنا کر
رخنہ اندازی کی بنیاد ڈالی۔ پہلے بڑے بڑے اسلامی شہروں میں دورہ لگا کر وہاں کے
حالات سے واقف ہوا اور جہاں جہاں جیسا موقع ملا حسب مناسبت تعلیم کی مثلاً کہیں
یہ بات بنائی کہ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام پھر دنیا میں آئینگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی آئیں گے

یہ تمہید اس بات کی تھی کہ شدہ شدہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خدا کا بیٹا وغیرہ قرار دے اور ابتدا ایک ایسے مسئلے کی جو ہمارے دین میں بھی مسلم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پھر نزول کرینگے اور کہیں یہ بات بتائی کہ علی رضی اللہ عنہ مرے نہیں جیسا کہ ناسخ التواریخ صفحہ (۶۱) کی جلد سوم میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا کے پاس ایک بڑی جماعت ہو گئی تھی اونکا عقیدہ تھا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرے نہیں بلکہ سیر افلاک میں مشغول ہیں چنانچہ رعد و برق اونھیں کی آواز ہے جب ابر گرجتا ہے تو یہ لوگ (السلام علیک یا امیر المومنین) کہتے ہیں انتہیٰ۔ ابتدا میں اوسکو یہ خیال ضرور رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خلاف واقع اعتقادات مسلمانوں میں پیدا کردیے جائیں مگر کسی مصلحت سے اوس پر زور نہ دیا اور اہل بیت کرام کی محبت کو اپنی کامیابی کا ذریعہ بنایا کیونکہ اوس وقت تک عموماً اہل اسلام اوسکو ضروری سمجھتے تھے۔ رہا فرقہ خوارج جو اوسے ضروری نہیں سمجھتے سو اونکا وجود علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت میں ہوا۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ اس مقام پر اس حصہ کو ختم کردیں۔ اگر خدا چاہا تو آیندہ حصہ ششم میں ابن سبا کے متعلق مفصل حالات اور اوسکی کارگذاریاں اور فتنہ پردازیاں وغیرہ بیان کرینگے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ وَسَلَّمَ عَلَىٰ خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ فقط

بالخیر

العلم زین والجہل شین

ضمیمہ مقاصد الاسلام

در مطبع صحانی واقع حیدرآباد دکن طبع شد سنہ ۱۳۲۹

طبع اول ۱۰۰۰ جلد

فی جلد ۱

علوم عربیہ کی ضرورت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفیٰ باللہ شھیداہ

دیباچہ

(اما بعد) اسلام کا مہر تابان جس وقت فاران کی چوٹیون سے طلوع کرنے والا اور خداشناسی کا ماہ منور جس زمانہ مین بدر کمال بنکر چمکنے والا تھا۔ اور حضرت ختم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبوت ورسالت کا بیش بہا خلعت تفویض ہونا تجویز پا چکا تھا اسوقت عالم کون وفساد جمیع مفاسد کا جلوہ گاہ بنا ہوا تھا۔ دنیا عجیب روحانی سکتہ کے عالم مین مبتلا تھی۔ توحید ذات وصفات باری (عز اسمہ) اور خالص خدا پرستی کو تقریبًا تمام لوگ بھولے ہوے تھے۔ دنیا کے تمام حصون مین فاسد عقیدے۔ غلط رائین اور باطل پرستیون کی اشاعت ہو چکی تھی۔ کوئی خدائے واحد کی جگہ دو مقابل وجود (نور وظلمت یا یزدان واہرمن)

کو قایم کرکے نیکی و بدی کے اختیارات کو اون مین تقسیم کر دیا۔ کوئی چاند۔ سورج کی
پرستش کا شیفتہ کوئی نور و ضیا پر فریفتہ ہو رہا تہا۔ کوئی آتش پرستی کا دلدادہ اور مثل
پروانہ اوس پر اپنی انمول عزیز جان کا فدا کرنا کوئی بات ہی نہ خیال کرتا تہا۔ کوئی دریا۔
جہیلوں اور پتھرون کی عقیدت مین ڈوبا ہوا تہا۔ اور یقین کرتا تہا کہ میری کشتی کا
پار لگانا انہین کے ہاتھ ہے۔ کسی کی عقل پر ایسے پتھر پڑے تھے کہ انگھڑ
اور گھڑے ہوئے پتہرون کو معبود سمجھتا اور حصول تمنائے دلی کے خیال مین اون کے
آگے سر پتہرون سے دے مارتا تہا۔ کوئی نیچر (طبیعت) ہی کو خالق اشیا
سمجھتا اور خالق نیچر سے بالکل بے خبر اور منکر ہو رہا تہا۔ کوئی مادہ کو ازلی۔ ابدی
اور کائنات کی علت موجبہ جانتا اور خالق کائنات کے بذاتہ منشائے ذوات
ہونے کو کسی صورت سے نہین مانتا تہا۔ بعض قومین جو خدا پرستی کا دم بہرتی
اور اپنے کو خالص خدا کا بندہ بتاتی تہین اون کی حالت سب سے زیادہ خراب تہی۔
اسپر طرہ وہ نہایت ناشائستہ فسق و فجور۔ اخلاقی تمدنی خرابی تہی جس کے لئے
عرب مشہور تہا سچ ہے ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔ اہل عرب
ایک لیٹرے۔ چور۔ قزاق۔ خانہ بدوش اور ایسی قوم تہی کہ جس مین ذرا ذراسی
باتون پر ہمیشہ خونریزیان ہوا کرتی تہین مثال کے طور پر صرف حرب لبسوس
ہی کے واقعات و حوادث کو ملاحظہ فرمایئے جو چالیس برس تک نہایت
شد و مد سے قایم رہی جس مین ابتدا سے آخر تک ستر ہزار آدمی ہلاک
ہوئے تہے اوس کی بنیاد صرف یہی بتائی جاتی ہے کہ لبسوس نامی ایک
عورت کے مہمان کی اونٹنی کسی شخص کے چراگاہ مین جو بنی بکر مین سے
تہا چلی گئی اوس نے اوس ناقہ کے تہن کاٹ ڈالے۔ اوس عورت نے
اپنے بہانجے کے پاس جو بنی تغلب مین سے تہا اس بے عزتی۔ ظلم

اور ذلت کی فریاد کی اوس نے چڑ کر اوسکو مار ڈالا۔ مقتول کے
بھائیون نے خونخواہی کی تیاری کی اور آل بنی بکر اور بنی تغلب
مین جنگ شروع ہوا پھر رفتہ رفتہ تمام قبائل عرب مین پھیل گیا۔

اسی طرح ایک اور لڑائی جو حرب داحس کے نام سے مشہور ہے
تریسٹھ (۶۳) برس تک ہوتی رہی اسکا سبب بھی صرف اتنا تھا کہ داحس
نامی ایک گھوڑا گھوڑ دوڑ مین سب سے آگے بڑھا چاہتا تھا کہ ایک شخص نے
آگے بڑھکر اوسے بدکا دیا اس بات پر دو قبیلے لڑ پڑے کہ قبیلون کے قبیلے
پامال ہوگئے۔

کینہ و قساوت قلبی کا یہہ حال تہا کہ عورتین اپنے زخمی اور مقتول دشمنون کا
کلیجہ نکالکر دانتون سے چباتین۔ ناک۔ کان۔ اور ہاتھ پیر کاٹ کر تاگہ مین پرو کر ہار
اور پہنچیون کی طرح پہنتی تہین چوری اور قزاقی مین یہانتک ناموری حاصل کی تھی
کہ غیر قومون نے سارسین (محرف سارقین) کا خطاب دے رکہا تہا۔ غرض
ملک عرب خون خرابے۔ قتل اولاد۔ چوری۔ لوٹ۔ کینہ۔ قساوت۔ حرامکاری
بے شرمی۔ شراب خواری۔ قمار بازی۔ جہالت و ضلالت وغیرہا جمیع افعال
ذمیمہ اور اخلاق ناشایستہ کا مرکز بنگیا تہا۔ یہہ وہ اسباب تھے کہ جنکا بالطبع یہہ
اقتضا تہا کہ پردۂ غیب سے ایک ہاتھ ربانی قوت و قدرت کے ساتھہ پیدا ہو
اور ان بدچلنیون اور گمراہیون پر جنھون نے ایمان و اخلاق کی گردنون پر چھری
پھیر رکہی تھی جہاڑو پھیر دے۔ پس ایسے اسباب کی موجودگی پر یہہ کیون کر ممکن تھا
کہ خدا کی رحمت کو جنبش و حرکت نہوتی اور وہ اپنے درماندہ اور ناچار بندون کو
جہالت و ضلالت کے تیرہ و تار بیابان مین آوارہ و سرگردان رہنے دیتا اور ہلاکت
سے نہ بچاتا۔ پس جسطرح ظلمت بالطبع نور کو اپنے طرف کہینچ لیتی ہے اسی طرح

انسان کی اس درماندہ اور قابل رحم حالت نے خدا کی رحمت کو اپنی جانب کھینچ لیا۔
اور زمانہ کی رفتار کے مطابق وہ عظیم القدر رات آن پہونچی جسکی صبح کو مخلوق پرستی
کی تاریکی کا خاتمہ اور اوس آفتاب جہان تاب کا طلوع مقدر تہا جس کا نام توحید
ہے۔ خدا کے فرشتے (جبرئیل علیہ السلام) نے اوس کے پاک رسول
(صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو رات کے سناٹے اور صبح کی خوش آیند خاموشی مین
یکہ وتنہا۔ کوہ حرا کی چوٹیون پر اوس بیچون وبیچگون کی ذات کے تصور مین
آنکھین بند کئے لیٹے ہوے تھے نہایت محبت امیز خطاب کے ساتھ
پکارا کہ یا ایہا المدثر قم فانذر وربک فکبر وثیابک فطہر
والرجز فاہجر ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر۔ یعنے اے کپڑے
مین لپٹ کے پڑنے والے اٹھو۔ اور اپنی گمراہ قوم کو مخلوق پرستی اور بد اعمالی
کے نتائج سے جو اس دنیا سے گذرنے کے بعد پیش آنے والے ہین
ڈراؤ۔ بت پرستون کے مقابلے مین جو اپنے ناچیز بتون کی بڑائی اور تعریف
کرتے ہین اپنے خدائے قادر مطلق کی عظمت وبزرگی ظاہر کرو۔ پاکی اور
پاکدامنی کو لازم سمجہو۔ شرک وبت پرستی کی نجاست وناپاکی سے اپنے کو بچاؤ
اور اس سب سے بڑی نیکوئی (یعنے گمراہی وضلالت سے چہڑانے نجات
ابدی۔ حیات سرمدی کی سیدہی راہ دکہانے) کا احسان لوگون پر مت رکہو
تاکہ ہمارا لطف واحسان تم پر اور زیادہ ہو اور اس مشکل کام مین جو تکلیفین اور
اذیتین تمکو پہونچین خالص اپنے خدا کے لئے برداشت کرو)

پس اس ندائے غیبی وصدائے قلبی کے سنتی ہی وہ ذات مقدس جنکی مبارک
شان مین لولاک لما خلقت الافلاک وارد ہے۔ اور جو مصلح بنی آدم
جنکے وجود باجود سے تمام عالم کی ہدایت وابستہ تہی پہاڑ سے اتر کر اپنی خفتہ

بخت قوم کو پاس تشریف فرما ہوکر جہالت و ضلالت کی گہری نیند سے جگانا شروع کیا بمقتضائے فطرت الانسانی کے مطابق کچھہ تو اشارہ پاتے ہی فوراً جاگ اوٹھے اور کچھ ذرا دیر کے بعد چونکے اور کچھ جھنجوڑنے اور ہلانیکے بعد بیدار ہوے اور کچھہ خواب غفلت مین ایسے ڈوبے کہ اپنے آرام مین خلل انداز سمجھکر اون کے دشمن جانی بن گئے اور بیہودہ بک بک جھک جھک سے اوس نور خدا کو خاموش کرنا چاہا مگر اوس مجسم رحمت کے صبر و استقلال اور حلم و شفقت کا کیا کہنا کہ اون بے انتہا تکلیفون ۔ اذیتون کی ۔ د جو خود اونہین لوگون کے ہاتہون سے پہونچتی تہین جنکی دائمی بھلائی اسکو منظور تھی کبھی کچھ شکایت نکی بلکہ ستم کے بدلے کرم جفا کے بدلے دا اللّٰھم اھد قومی) جیسے شفقت آمیز الفاظ مین دعا کی ۔ اور خدا پر توکل کرکے شب و روز اون کی نصیحت و ہدایت مین مصروف رہا ۔ یہانتک کہ اوس کی زبان پاک کے آلہی تاثیرون ۔ ربانی برکتون نے یہہ حیرت انگیز نتیجہ پیدا کیا کہ صرف تئیس سال کے محدود و قلیل عرصہ مین باوجود ہزارہا موانع نکہوکا عوارض اور صدہا مصائب کے وہی عرب جو باطل پرستی بدکاری ۔ بداخلاقی اور طرح طرح کی گہٹا ٹوپ تاریکی مین صدیون سے ادہر اودہر ٹہکراتا پہرتا بہولے " د قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا ۓ خالص ایمان بائید اور مکارم اخلاق کی چکاچوند روشنی سے منور ہوگیا دین کی تکمیل مین کوئی دقیقہ باقی نرہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہی خدمت رسالت و نبوت کو کما حقہ پوری پوری طرح سے ادا کردے فی الواقع آپ نے جس کامل و اکمل طور پر جناب احدیت کے صفات جلال و کمال کو بیان فرمایا ہے وہ ہمارے احاطہ ادراک و قوائے عقلی سے باہر ہے بے شک اوسکا ادراک و انکشاف عقل

انسانی پر بغیر وحی الہی کے ناممکن تہا ہم کو خوب معلوم ہے کہ کسی بڑے سے بڑے حکیم کی حکمت فاضل سے فاضل فلاسفر کی فلسفہ یا نبی و رسول اسکا ادراک و انکشافات ایسی صحیح اور کامل طور پر نہیں کر سکتے۔ بے شبہ یہہ حضرت ختمیت مآب (جان و دلم فدائے نامش باد) ہی کا حصہ تہا اور اونہیں کی ذات مبارکت پر ختم ہوگیا اور یہی معنی آنحضرت کے خاتم الانبیاء اور افضل الرسل ہونیکے ہیں۔ اور نعمائے روحانی جو خداوند تعالی نے وقتاً فوقتاً موافق عقل و تمیز۔ حالت و حیثیت بنی آدم انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کے ذریعہ سے اون کو مرحمت فرمائیں اسلام اون میں آخرترین اور افضل ترین نعمت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے انسان کو عطا ہوی اور خدائے عز اسمہ کا انبیا علیہم السلام کے بہیجنے سے جو مقصود تہا وہ پورا ہوگیا۔ کما قال اللہ تعالی "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" (یعنے آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمکو اپنی نعمت پوری دے چکا اور میں تمہارے لئے دین اسلام ہی کو پسند کرتا ہوں) چونکہ نبوت و رسالت کی راہ آئندہ کیلئے بالکل مسدود کر دی گئی تھی کما قال اللہ تعالی "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین" تو آپ نے اس برحق سچے اور خدائی دین کے حفاظت و اشاعت کی باگ علمائے دین متین اور فضلائے شرع مبین (شکر اللہ سعیہم) کے مبارک ہاتھوں میں سونپ دی جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم العلماء مصابیح الارض وخلفاء الانبیاء وورثتی وورثۃ الانبیاء" (یعنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علما زمین کے چراغ انبیاء کے خلیفہ میرے اور انبیاء کے وارث ہیں)

کیونکہ انبیاء مال و زر نہین چہوڑ گئے جو کوئی اوس کا وارث ہوتا جیسا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درہما وانما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر" پہر علوم دینیہ کی طرف قوم کو راغب کرنیکی غرض سے خداوند تعالی سے وہ وہ وعدے لئے جس سے سلیم طبیعتون کی کاہلی اور ملال رفع ہوکر مدارج عالیہ کے تحصیل کی رغبت پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر دین چند مخصوص مسائل۔ احکام اور عقائد کا نام ہے اگر دین کے وہ خصوصیات وعقائد جو اوس کے امتیاز کے باعث ہین کسی شخص مین نہ پائے جائین تو وہ شخص اوس کے افراد سے محسوب نہوگا۔ اسی طرح اس ملت بیضاء محمدیہ اور شریعت غراء نبویہ (یعنے دین اسلام) کے بہی خاص خاص خصوصیات وعقائد ہین جنکی حفاظت واشاعت محض علماہی کے نفوس قدسیہ سے ہے۔ والبتہ ہے خدانخواستہ دنیا سے علماے دین کا وجود مفقود ہوجائے تو پہر دین اسلام کا نام لیوا عنقا صفت ہوجائے گا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "موت العالم ثلمۃ فی الاسلام" یعنے عالم کی موت اسلام مین رخنہ ہے ظاہر ہے کہ جبتک اوس عالم کا کوئی جانشین نہو اس رخنہ کا انسداد محال ہے تقریر بالا سے ثابت ہے کہ دین کی حفاظت واشاعت علوم دینیہ کی ترویج وحمایت پر موقوف ہے اور دینی علوم کی ترقی کا بڑا وسیلہ شرعی اصول کا ابقاء اور علوم دینیہ کی تعلیم ہے چونکہ ہمارے تمام اصول شرعیہ اور علوم دینیہ مقدسہ عربی زبان مین نازل ہوے ہین جسکا لازمی نتیجہ یہہ نکلا کہ ہر مسلمان جس مین کچہہ بہی حمیت اسلام ہو اوس پر واجب ہے کہ علوم عربیہ کی حفاظت واشاعت کی طرف توجہ کرے۔ چنانچہ احکم الحاکمین رب العزت عزشانہٗ

کا ارشاد ہے "فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین و
لینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون"
زمانہ سابق اور حال کو صرف سرسری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوسکتا ہے کہ
اوس زمانہ میں جبکہ اسلام کا آفتاب عروج و کمال کے نصف النہار پر تاباں تھا ایک
عالم کے جانشین اوس کے صدہا شاگرد ہوا کرتے تھے زمانہ موجودہ میں لاکھوں
ہزاروں نہیں تو صدہا علما کے ایک دو سے زیادہ جانشین نہیں ہوتے آج کل
مسلمانوں کی علمی دنیا میں جو افسردگی چھائی ہوئی ہے اوس پر لحاظ کرکے بمشکل
یہہ دھر باور آسکتا ہے کہ کبھی ہم میں بھی ایسے لوگ تھے جو علوم دینیہ کی دھن میں بر
عظیم دریا اور سمندر کا طے کرنا ایک بات سمجھتے تھے جو ایک کتاب کی خاطر صدہا
میل پاپیادہ جاتے تھے۔ اگر اون کے دلوں میں وہ جوش مذہب۔ دماغوں میں وہ دینی
ولولہ نہوتا تو ہم تک اس مقدس مذہب کے اصول و علوم کا پہونچنا محض ایک خیالی
بات اور امر محال تصور کیا جاتا محدثین کے حالات پڑہنے سے رحلت خود
ایک مقدس اصطلاح معلوم دیتا اور طالب علم کے ذوق میں سفر کرنا علمائے سلف کا لازم
و خاصہ نظر آتا ہے ایک حدیث کی خاطر کوسوں اور منزلوں کا سفر اختیار کرنا بھی ان کے
یہاں کوئی بات ہی نہ تھی انہوں نے اپنی برگزیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس
ارشاد (اطلبوا العلم ولو بالصین یعنے علم کی جستجو کئے جاؤ اگرچہ وہ چین میں
ہو) کی کامل طور پر تعمیل کی یہہ حضرات رات دن صرف اس خیال میں مصروف ہے
اور جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے "قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فوعاہا وحفظہا
ثم اداہا الی من لم یسمعہا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل
فقہ الی من ہو افقہ منہ" یعنے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند تعالے

اوس بندے کو ہر سفر کیھ جس نے میرے اقوال سنے اور یاد رکھکر اون
لوگون کو پہونچایا جنھون نے سنا نہین کیونکہ بہت سے روایت کرنے والے
سمجھدار نہین ہوتے اور بعض سمجھدار تو ہوتے ہین مگر جنکو وہ پہونچاتے ہین
اون مین ایسے بھی لوگ ہونگے جو اون سے زیادہ سمجھدار اور افقہ ہون۔ انتہی
اونھین ہمیشہ اس فرض منصبی سے سبکدوش ہونیکی فکر دنیاوی اور تمام ضرورتون
سے زیادہ بیچین کی ہوئی تھی ہر چند اس تیرہ سو سے کچھ زیادہ عرصہ مین ہر ملک و
قوم کے حالات مین بڑے بڑے انقلاب واقع ہوے ملاحدہ اور زنادقہ نے
بہت کچھ کوششین کین کہ کسی طرح دین مین خلل واقع ہو اور یہ دین محفوظ نرہے
گو زمانہ کی کایا پلٹ نے مسلمانون کے احوال مین بھی تغیر پیدا کیا مگر بفضلہ تعالے
علماء کی بے انتہا جان توڑ کوششون نے ان کے زہریلے خیالات کے آثار کو
ہباءً منثورا بنا دیا۔ اون کے گرد وغبار تک کو بھی اسلام کے روے رخشان پر نہ آنے
دیا۔ انھین جو لوگ اپنی تصدیق کے سچے تھے باوجود ہزارہا دھمکیون اور توہین وتذلیل
کے ان حضرات نے اپنے استقلال کو نہ چھوڑا اور جسطرح امم سابقہ کے علماء
زمانہ کا ساتھ دیکر دین مین تحریفین کرتے تھے جسکی خبر خداوند تعالی نے اپنے
پاک قرآن مجید مین دی ہے فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم
ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا الخ برخلاف اسکے
ان حضرات نے اوسکا خیال تک آنے نہ دیا اور جس طرح اس زمانہ کے بعض
اہل علم طمع دنیوی یا توہین وتذلیل کے خیال سے معنوی تحریفین کرکے قوم مین
رسوخ حاصل کرنا چاہتے ہین انھون نے اس کے برخلاف قصدًا اسیوجہ سے
فقر و فاقہ اختیار کیا کہ طمع دنیوی یا خیال توہین کسی ناشایستہ حرکت کا باعث نہو جائے
ہزارون مصائب سیکڑون موانع اور لاکھون عوارض کے باوجود بھی یہ بزرگان دین

حصول علوم دینیہ مین ساعی رہے چنانچہ حضرت امام مالک سعید ابن المسیب
تابعی سے روایت فرماتے ہین کہ مین ایک حدیث کی خاطر راتون دنون پاپیادہ
چلا ہون۔ امام دارمی رح نے طلب حدیث مین حرمین شریفین۔ خراسان۔ عراق۔
شام اور مصر کا سفر اختیار کیا۔ امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات مین ذکر
کرتے ہین کہ آپ سالہا سال تک غریب الوطن رہے اتفاقاً ایک بار آپ
سخت بیمار ہوے طبیب بلایا گیا اور آپ معالجہ کیلئے پیش ہوے جب قارورہ
دیکھا گیا تو طبیب نے کہا کہ مرض تو اور کچھ معلوم نہین دیتا مگر بے سالن کے غذا
استعمال کرنے کی وجہ سے طبیعت اوس کو قبول نہین کرتی اسوجہ سے یہ بیماری
لاحق ہوی ہے آپ نے اوس کی تصدیق کی اور فرمایا کہ فی الحقیقت چالیس سال
سے مین نے کبھی سالن نہین کہایا طبیب نے سالن کہانیکی ضرورت بتلائی آپ
نے قبول نہ کیا اور انکار کرتے رہے اس لئے کہ آپ کو نفس پروری منظور نہ
تھی جس سے کاہلی اور بلادت پیدا ہوتی ہے آخر طبیب اور مشائخ علم کے
اصرار پر بہ مجبوری شکر سے روٹی کہانے پر راضی ہوے۔

ایسے اور صدہا واقعات ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان حضرات کرام نے
اپنے رسول کی اطاعت اور لذائذ اخروی کے شوق مین لذائذ دنیوی اور خواہشات
نفسانی کی کچھ پرواہ نہ کی۔ چونکہ زمانہ کی روش کسی خاص اصول کی پابند نہین جن اسلامی
علوم کے مبارک مبادی کو ہمارے معزز اسلاف نے اپنی جانفشانیون سے
ترقی عروج کے درجہ پر پہونچایا تہا وہ اون کی ترقی و عروج کے مبارک زمانہ تک نہایت
قابل قدر رہے اور عزت کی نگاہون سے دیکھے گئے اب بقول کسی ؎

خزان رسید و گلستان بآن جمال نماند	سماع بلبل شوریدہ رقت و حال نماند
نشان لالہ این باغ از کہ می پرسی	ہر آنچہ تو دیدی بجز خیال نماند

وہ علوم جو کل اہل اسلام کے مایہ فخر و ناز ہین اب نہایت حقارت آمیز نگاہون سے
دیکھے جاتے ہین اور ایسی کس مپرسی حالت مین ہین کہ اگر ہم اون کی نسبت کان
لم یکن ہوگئے کہدین تو بیجا نہوگا حالانکہ مسلمانون کو ہر زمانہ مین اون علوم اور علماء
کی سخت ضرورت ہے جیسا کہ اس حدیث شریف سے واضح ہے قال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مثل العلماء کمثل النجوم فی السماء
یھتدی بھا فی ظلمات البر والبحر فاذا انطمست النجوم اوشک ان یضل
الھداۃ ۔ یعنے علماء کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان مین ستارے اگر ستارے
نہون تو جو لوگ راہ پر ہین وہ بھی گمراہ ہوجائینگے انتہی۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ
علماء ہی کے انفاس قدسیہ کی برکت ہے کہ ہر وقت جو شبہات اور وساوس شیاطین
الجن والانس مسلمانون کے دلون مین ڈالتے رہتے ہین وہ دفع ہوجاتے ہین۔ اگر
ان حضرات کا وجود بافیض نصیب نہو تو اس تاریکی کے زمانہ مین بہت سارے گمراہ
ہوجائین چونکہ دین کی حفاظت کا مدار انہی حضرات سے متعلق ہے اسلئے اون
کارگذاری کی حق تعالی کے نزدیک یہ قدر ہے کہ اون کے کتاب کی سیاہی
شہداء کے خون کے ساتھ تلے گی جیسے حدیث شریف مین وارد ہے
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوزن یوم القیامۃ مداد العلماء ودم الشہداء
یعنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ علماء نے جس سیاہی سے لکھا
ہے وہ اور شہیدون کا خون قیامت کے روز تولا جائیگا اوسوقت ان کی سیاہی
کا وزن ہی غالب ہوگا انتہی۔ کیون نہو مجاہدون نے جو ملک اپنی جانبازی اور
زور بازو سے خون بہا بہا کر فتح کیا تھا اونکی بدولت وہان اسلام پہونچا مگر اوس کا وہان
ہمیشہ کیلئے باقی رہنا علماء ہی کی کوششون۔ جانفشانیون اور زور قلم سے وابستہ ہے
یہی وجہ ہے کہ طالب علوم دینیہ مجاہد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہے دیکھا

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم طالب العلم افضل من المجاہد فی سبیل اللہ "
ایک اور حدیث مین وارد ہے "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم العلم افضل
عند اللہ من الصلوٰۃ والصیام والحج والجہاد فی سبیل اللہ " یعنی اللہ تعالیٰ
کے نزدیک علم نماز روزہ حج اور جہاد فی سبیل اللہ سے بہتر ہے اور اسکی
وجہ دوسری حدیث شریف سے معلوم ہوتی ہے " قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
العلم حیوٰۃ الاسلام وعماد الدین " یعنی علم اسلام کی حیات و دین کا ستون
انتہے۔ ظاہر ہے کہ جس چیز سے اسلام کی حیات ہے اور بقا متعلق ہے اوس سے
عبادت کیونکر افضل ہو سکتی ہے کیونکہ کل عبادتون کا مدار اسلام پر ہے اور اسلام
کا مدار علم پر۔ ان تمام احادیث شریفہ سے ظاہر ہے کہ خداوند عز اسمہ اور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے نزدیک علوم دینیہ اور اوس کے طلب کرنیوالے اور علمائے
کرام کا کیسا مرتبہ اور کسقدر رفعت و عظمت ہے اس کے برخلاف آج کل جدہر
دیکھو ہر طرف سے علماء پر ناحق اعتراضون کی بوچھار ہے جس کے جی مین جو
آتا ہے کہہ بیٹھتا ہے کوئی کہتا ہے کہ قوم کو انہی لوگون نے تباہ کیا اسلئے کہ
اون کے فوائد کے مسائل (مثلاً سود خواری کی حلت۔ عورتون کو اجنبی مردون کے
ساتھہ میل جول کی اجازت وغیرہ امور) اون کو یہہ لوگ نہین بتلاتے حالانکہ
دنیوی ترقی اور آسایش ان امور سے متعلق ہے کوئی کہتا ہے کہ عربی خصوصًا
دینی علوم پڑہا کر یہہ لوگ مسلمانون کو بے وقوف اور مفلس بناتے ہین۔ پھر اونکے
القاب ایسے ایسے تراشے جاتے ہین (مثلاً قل اعوذی۔ کٹ ملا۔ ملا ئے مسجد کے
بورے بند ہنے سمیٹ نے والے اولڈ فیشن وغیرہ) جن کے سننے سے
غیرت دار آدمی کبھی مولویت کا نام بھی نلے سکے چنانچہ اسیوجہ سے بعضون کو
داڑہی قصر کرنے ترکی ٹوپی بلکہ کوٹ پتلون پہننے کی سخت ضرورت ہوتی ہے

تاکہ لوگ ملا نا سمجھیں حالانکہ خدا نے ہی ارشاد فرمایا ہے کہ ھل یستوی
الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولو الالباب یعنی کیا برابر ہو
جو عالم ہیں اور وہ لوگ جو جاہل ہیں برابر ہو سکتے ہیں نصیحت پکڑتے ہیں [illegible]
چند فقروں سے استنے گہرائے کہ [illegible] پس ان حضرات کو دیکھیے
جو قوم کے پیشوا ہو گذرے ہیں اونہوں نے کیسی کیسی ذلتیں اور سختیاں
جھیلے۔ ادنی ادنی بات پر قید کیے گئے درے مارے گئے بازار کوڑے لگائے
جاتے رہے۔ یہانتک کہ قتل کی بھی نوبت پہونچی مگر واہ رے استقلال کہ ان
تمام مصائب کی کچھ بھی پرواہ نہیں مصرع آفرین باد برین ہمت مردانہ تو۔
جنکی ہزارہا نظیرین کتب تواریخ میں موجود ہیں۔ باوجود اسکے اون حضرات نے
نہ کبھی وضع بدلی نہ مولویت کو چھپایا بلکہ عام مجلسوں میں علی الاعلان احادیث نبویہ کو
پکار کر کہدیتے تھے خواہ قوم اوس کو اپنے حق میں مضر سمجھے یا مفید خیال کرے بیشک
ایسے ہی حضرات کی شان مبارک میں ولا یخافون لومۃ لائم وارد ہے
جنکو جنت اور نعیم ابدی کی خوشخبری دی گئی ہے اور جسطرح ہو سکتا شہر بشہر ان کی اشاعت
کرتے اسکا باعث صرف یہی تھا کہ یہہ حضرات اشاعت دین میں جو مصائب پیش
آتے اون کو سرمایہ عزت اخروی سمجھتے تھے۔ اون کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی پیروی ہر امر میں پیش نظر رہتی تھی وہ جانتے تھے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو بڑی بڑی مصیبتیں جھیلنی پڑی ہیں جنکے خیال سے اون کی وہ مصیبتیں راحت سے
مبدل ہوجاتین۔ پس اہل اسلام پر واجب ہے کہ تیرہ سو سال سے کروڑہا مسلمان جسطرح
اپنے دین کی حفاظت کرتے چلے آئے ہیں اوسیطرح یہہ حضرات بھی اوس کے
حفاظت کی طرف اپنی توجہ مبذول فرماوین کہ وما علی الرسول الا البلاغ
یہہ امر مسلم الثبوت ہے کہ علم کی فضیلت کا بجز جاہل کے کوئی اور شخص انکار نہیں کرسکتا

پس بمصداق "الانسان عدو ما جهل" وہی شخص علم کے مدارج و مناقب سے منکر ہوگا جو علم سے محروم ہے۔

ابن المعتز نے منثور الحکم میں لکھا ہے کہ عالم جاہل کو بخوبی پہچانتا ہے کہ وہ کس حیثیت اور رتبہ کا آدمی ہے کیونکہ اس کی عمر کا ایک حصہ جہالت کی تباہیوں اور سیاہ کاریوں میں گذر چکا ہے اور اس تاریکی کے زمانہ میں وہ ہزاروں آفتوں کا ہدف رہ چکا ہے اس کے برخلاف جاہل عالم کے مراتب کو ہرگز نہیں پاسکتا کیونکہ اسپر کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا جس میں وہ علم کے مراتب اور اوس کے فوائد پر غور کرسکتا اور علم کی وقعت اوس کے جان گزین ہوسکتی۔

کتاب ادب الدین والدنیا میں لکھا ہے کہ بزرجمہر سے کسی نے پوچھا علم افضل ہے یا مال؟ انہوں نے کہا کہ "علم" پھر اوس شخص نے اعتراض کیا۔ پھر کہا ہم عالموں کو دیکھتے ہیں کہ وہ مالداروں کے دروازوں پر سر لگائے پڑے رہتے ہیں مگر ہم نے کسی غنی کو نہیں دیکھا جو کسی عالم کے آگے ہاتھ دراز کیا ہو؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا چونکہ علماء مال کی منفعت سے واقف و عالم ہیں۔ اور مالدار لوگ علم کی فضیلت سے نابلد اس لئے اسطرح وقوع میں آتا ہے۔ غرض جسقدر علم کی ضرورت اور فضیلت ثابت کیجاسکے تھوڑی اور جسقدر بیان ہوا ہے وہ مشتے نمونہ از خروارے تصور کیا جائے

خداوند تعالی نے علم الدین کو ہر مکلف پر فرض کیا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ" جس سے ظاہر ہے کہ علم ایک دینی حق ہے اس میں دنیا سے کوئی تعلق نہیں یہہ بات اور ہے کہ اوس کے ضمن میں دنیا بھی حاصل ہوجائے جیسا کہ تجربہ سے ظاہر ہے مگر یہہ نہیں ہوسکتا کہ علم صرف دنیا کی غرض سے حاصل کیا جائے۔ اور اوس پر اون فضائل کی توقع کیجائے جن کا وعدہ دیا گیا ہے آجکل دنیا کچھ ایسی وقعت کی

نظرون سے دیکھی جارہی ہے کہ خلقت و پیدائش کی غرض و غایت لوگ محض دنیا ہی کو سمجھے
ہوے ہین برخلاف اسکے حدیث صحیح مین وارد ہے کہ الدنیا مزرعة الآخرة
یعنی دنیا آخرت کی کہیتی ہے۔ چنانچہ اسی مضمون کو صائب یون ادا کرتا ہے ؎

ہیچ کارے گرچہ صائب بے تامل خوب نیست ۔۔۔ بے تامل آستین افشاندن از دنیا خوش است

جس سے ظاہر ہے کہ دنیا کے حصول کی غرض آخرت ہونی چاہئے اسکے
برعکس آجکل امور خیر و آخرت ہی کو دنیا طلبی کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے جس کا نتیجہ
ہے کہ ان لوگون کے دلون مین عموما یہ خیالات پیدا ہوگئے ہین کہ علوم عربیہ
دینوی تنزل کا باعث ہین لیکن بنظر انصاف تاریخی صفحات دیکھے جائین تو ظاہر
ہوسکتا ہے کہ آدمی علوم عربیہ پڑہنے کے بعد بھی دنیاوی ترقی کر سکتا ہے
یا نہین جہانتک ہمارے معلومات ہین ہم کو ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ
ہر زمانے مین علما نے بڑی بڑی ترقیان کین۔ بلکہ اگر کلیہ نہین تو اکثریہ ضرور کہہ سکتے
ہین کہ جب کسی نے ابتدائے ترقی کے زینہ پر قدم رکہا وہ شخص عالم تہا گو بوجہ اشغال
دنیاوی اوسکا نام طبقات علماء مین نہ لکہا گیا ہو کیونکہ علوم عربیہ مین بعض وہ علوم ہین
جو صرف قوت فکریہ کو بڑہاتے ہین اور ہر قسم کے صحیح مطالب اور عمدہ نتائج نکالنے
مین مدد دیتے ہین بعض دائرہ خیال کو وسیع کرتے ہین اور عموما ترتیب تعلیم اور انتخاب
کتب درسیہ مین یہہ لحاظ ضرور رکہا جاتا ہے کہ نصاب مین وہ کتابین ضرور داخل کیجائین
جنسے قوت فہم بتدریج ترقی پذیر ہو دقت پسند اور نکتہ رس ہوجائے یہہ امر محتاج
دلیل نہین کہ جب کئی سال تک ذہن سے وہ کام لیا جائے جس سے روز بروز
اوس کی قوت بڑہے اور صفائی پیدا ہو تو وہ کس اعلی درجہ کی قوت پر ہوگا پہر کیا
باوجود اس مشاقی کے کسی کام مین رکے گا؟ ہرگز نہین بلکہ بذریعہ اون قواعد کے
جنکا مشق ایک مدت تک کیا ہے اپنے مقاصد مین کامیاب ہی ہوگا

یہہ بات اور ہے کہ قسمت و مقدر یاری ندین اس مین تو وہ لوگ بھی برابر ہین جنہون نے
تمام عمر پہر دوسرے فنون و ذرائع دینوی حاصل کئے مگر قوت لایموت کے محتاج ہین
جنکے صدہا نظائر صفحۂ عالم پر موجود ہین لیکن باین ہمہ عالم اور ون سے بڑہا ہوا ہی
ہوگا دیکہہ لیجئے جب کسی اجنبی ملک سے کوئی عالم آجاتا ہے تو لوگ بجب مدارج
اس کی تعظیم و توقیر کرتے ہین نہ اسکو اسبابات کے حاصل کرنے مین مال کی
ضرورت ہے نہ شان و شوکت کی غرض عالم خاص فقر و فاقہ ہی مین کیون نہ مبتلا ہو
ضرور کسی ایک قوم کا سردار اور اون مین معزز بنا رہیگا۔ اور اسکو وہ وجاہت حاصل
ہوگی جو دوسرون کو نصیب نہین ہو سکتی ظاہر ہے کہ یہہ وجاہت اگر ترقی دنیا کا
مقصود اصلی نہین تو اس کے رکن اعظم ہونے مین بھی کلام نہین بلکہ اگر غور سے
دیکہا جائے تو ظاہر ہو سکتا ہے کہ مالی ترقی سے بھی صرف وجاہت ہی مقصود
ہوتی ہے پہر جب عالم کو وہ وجاہت حاصل ہو کہ مالدار لوگ بھی اسکی دست بوسی کو
اپنا فخر سمجہین تو اس سے زیادہ دینوی ترقی کیا ہو سکتی ہے پہر جب اسکو باوجود
دینوی وجاہت کے دینی وجاہت بھی حاصل ہو تو دنیا اور دین مین اس سے زیادہ
فائز المرام کون ہو سکتا ہے ابن خلکان وغیرہ نے اپنے تاریخون مین ذکر کیا ہے
کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید کا لشکر شہر رقہ مین خیمہ زن تہا اتفاقاً اس موقعہ پر حضرت
عبداللہ بن مبارک کا گذر شہر مذکور مین ہوا انکے استقبال کیلئے لوگون کا وہ ہجوم تہا
کہ غبار سے افق پر غبار چہا گیا اور کشمکش مین آدمیون کی جوتیان پارہ پارہ ہو گئین
حرم سرائے خلافت کے چوبی برج سے خلیفہ کی ایک کنیز نے جو یہہ ہنگامہ دیکہا
تو حیرت زدہ ہو کر پوچہنے لگی کیا ماجرا ہے ما کسی نے کہدیا خراسان کے عالم
حضرت عبداللہ ابن مبارک امیر المومنین فی الحدیث اس شہر مین تشریف فرما ہوے
ہین انکے لینے کیلئے لوگون کا یہہ ہجوم ہے شوخ مزاج کنیزک نے بیساختہ پکار کر

کہدیا، واسد حکومت اسکو کہتے ہین۔ ہارون کی کیا حکومت ہے جس کیلئے لوگ اہل کاروان کے زور و دباؤ سے چلے آتے ہین۔ دیکھئے علم کی بیچہ عظمت و شان ہے کہ جو وجاہت دین کے ایک عالم کو حاصل تھی وہ خلیفہ وقت کو بھی میسر نہ تھی۔ مقدمہ ابن خلدون مین لکہا ہے کہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ جب دربار علم سے کمال کا خلعت پہنکر اپنے وطن بخارا کو تشریف فرما ہوے تو بخاریون نے نہایت خوشی کے ساتھہ ان کے استقبال کا اہتمام کیا شہر سے تین میل کے فاصلے پر خیمہ استادہ کئے گئے اور تمام اہل بخارا ان کی پیشوائی کے واسطے آئے حتی کہ کوئی قابل الذکر آدمی شہر مین نہ رہا۔ انکو ان کے اہل وطن اس شان سے شہر مین لائے کہ ان کے سر پر سے روپیہ اور اشرفیان نثار کیجاتی تہین۔

ہمارے علوم کا دوسرا مرکز شہر نیشاپور بھی اپنے ہمسر بخارا سے پیچھے نہین رہا امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ نیشاپوریون نے جب امام بخاری کے تشریف لانے کی خبر سنی تو کئی منزل آگے جا کے انکا استقبال کیا اور شہر مین جس شان سے وہ داخل ہوے وہ شوکت مین نے کسی عالم یا حاکم کی آمد مین نہین دیکھی۔ جس سے ظاہر ہے کہ عالم لوگ جسطرح خدا و رسول کے نزدیک معزز اور محترم ہین اسیطرح زمانے کی نظرون مین بھی وقعت و حرمت کی جا یاتے ہین غرض علوم عربیہ ترقی دنیاوی کے لئے بھی بکمال درجہ کے مدد اور معاون ہین۔

اہل کمال کے لئے مالدار ہونا ان کی خوبی مین داخل نہین اور نہ اس کے عدم وجود سے ان کی عظمت کم یا زیادہ ہوسکتی ہے مگر باین ہمہ متمول اور باکمال ہونا یہہ دونون صفتین باہم منافی بھی نہین گو حالات خاص نے اسکا مخالف پہلو زمانہ کے ذہن نشین کر دیا ہے اور اس پہلو کے ذہن نشین ہو جانے سے بجائے نفع کے بہت کچہ نقصان پہونچ چکا ہے مگر ہم کو تجربہ اور تاریخی صفحات دکہلاتے ہین

کہ علمائے سلف نے علمی شان کو قائم رکھکر اعلی سے اعلی دنیاوی عہدہ حاصل کئے اور ان کے فرائض قابل ستایش طریقہ سے انجام دئے منجملہ ان کے چند علماء کے نام ہم ذیل مین ذکر کرتے ہین جو عہدۂ جلیلۂ وزارت تک ترقی کرکے تحسین وآفرین کا تمغہ حاصل کئے۔

(اول) امام ابو الفضل ابن خزابہ بغدادی جو ملک کافور والی مصر کے وزیر تھے امام دارقطنی نے ان سے روایت کی ہے اور حافظ ذہبی اونکی نسبت فرماتے ہین "کان من الحفاظ الثقات ویروی فی حالۃ الوزارۃ" یعنے امام موصوف حافظ ثقہ ہین جو حالت وزارت مین روایت کرتے ہین۔

(دوم) ابن حزم جو خلیفہ مستظہر باللہ کے وزیر رہ چکے ہین۔

(سیوم) کمال الدین فقیہ شافعی جو نور الدین زنگی والی شام ومصر کے وزیر رہ چکے ہین۔ قاضی ابن خلکان نے ان کی نسبت لکھا ہے "کان عظیم الریاسۃ خبیرا بتدبیر الملک" یعنے فقیہ مذکور بڑے ریاست والے سیاسی اور پولیٹیکل امور کے بڑے سمجھدار تھے۔

ان کے سوا اور سینکڑون نظائر تاریخی صفحات ہمارے پیش نظر کرتے ہین لیکن بمضمون "العاقل تکفیہ الاشارۃ" اور بخوف طوالت استیفا غیر ضروری سمجھا گیا۔

اس کے سوا عہدہاے جلیلۂ قضائت وافتا وغیرہ پر تو ہمیشہ حضرات علماہی کے خدمات رہ چکے ہین۔ ابن خلدون وغیرہ نے حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مین لکھا ہے کہ آپ جب بعہدۂ سفارت خلیفہ عبد الملک اموی کے دربار سے قیصر روم کے پاس تشریف لے گئے تھے تو قیصر کے دل پر آپ کی دانشمندی نے یہہ اثر ڈالا کہ اوس نے خلیفہ کو لکھ بھیجا مجھے تعجب ہے مسلمانون نے ایسے شخص کے ہوتے کیون دوسرے کو خلیفہ بنا لیا۔ دیکھئے یہہ علم کا اثر ہے کہ

غیر ملت والے بادشاہ نے آپ کو خلافت کے لائق تصور کر لیا۔ علما کے تمول کا
یہہ حال تہا کہ امام دعلج بغدادی شیخ کے سرکار سے مکہ مکرمہ۔ عراق اور سیستان کے
علماء حدیث کو بیش بہا وظائف مقرر تھے۔ مکہ مکرمہ مین ایک مکان جسکا نام دار العباس
تہا اونہون نے تیس ہزار اشرفی کو خریدا تہا۔ جب آپ وفات پائے تو معز الدولہ
نے تین لاکہہ اشرفی آپ کے ترکہ مین سے لی۔ امام ابو الہیثم کے نسبت
لکہا ہے کہ آپ بڑے مالدار تھے تین یا چار دفعہ انہون نے اپنے ہموزن
چاندی خیرات کی تہی۔ حافظ ابن العربی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے تمول کا اندازہ اس سے
ہو سکتا ہے کہ شہر اشبیلیہ (واقع اندلس) کی شہر پناہ انہون نے اپنے
جیب خاص سے تعمیر کرائی تہی۔ حافظ رئیس ابن ابی ذہل کی سالانہ آمدنی اتنی تہی
کہ عشر کی بابت ایک ہزار خروار غلہ کی سال بسال اون کے سرکار مین آتی۔ امام
ابو یوسف رح کا جو اقتدار خلیفہ ہارون الرشید کے دربار مین رہا اوس سے ایک
عالم واقف ہے۔ ایسے صدہا نظائر و امثال موجود ہین جنسے علماء کے تمول
سلاطین کے پاس رسوخ اور سلطنت کے معزز عہدون پر رسائی کا پتہ چلتا ہے
غرض علماء کی جو عظمت مسلمانون کے دلون مین رہی اوس کے کچہ نہ کچہ آثار اب
بہی پائے جاتے ہین گو زمانہ کے انقلاب نے جو تہ بہ تہ پردے علمائے
سلف کے حالات پر ڈال رکہا ہے انہون نے اون کی بہت سی اعلی اور مفید
خوبیون کو عالم کی نظرون سے اوجہل کر دی۔ جب اونکی اصلی تصویرین چہپ
گئین تو ذہنون مین اون کے غلط نقشے کہنچے اور جب اون غلط نقشون کی پیروی
کیگئی تو قدم راہ ثواب سے ڈگمگا کر دور جا پڑے اور مقصود اصلی فوت ہو گیا
مگر ہم دیکہتے ہین کہ علمائے سلف کو خاص مقبولیت عامۂ خلق مین حاصل ہوئی۔
اور عموماً اہل ملک نے جس محبت اور ادب کی نظر سے اون کو دیکہا اونکی کیفیت

پیدا کر ایک قسم کا تغیر ہوتا ہے اگر صرف اون ہی کے تابع ہم مسلک اور ہم مشرب حضرات
اون کی توقیر کرتے اور اون پر شیدا رہتے تو ہم سمجھتے کہ یہ سارا کرشمہ مذہبی
عقیدت کا ہے مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مخالف فرقہ اور غیر قومیں اون کو تعظیم و
وقعت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اور اون کی صحبت میں اپنے ہی جیسا محو اور سرگرم
رہتے ہیں اور انکی غور و فہم شرح ہو تو کہنا پڑتا ہے کہ یہ محض مذہبی خیالات
کا اثر نہیں ہو سکتا بلکہ انسان کی عظمت کیوجہ خدا تعالی کا خاص فضل اور صفت علم ہی ہے
جو خداوند تعالی نے خاص اپنی مہربانی سے عطا و مبذول فرمایا۔
یہ بات سابق میں معلوم ہو چکی ہے کہ علماء انبیاء کے جانشین اور اون کے
میراث یافتہ کہلاتے ہیں لیکن اوسکی وجہ صرف یہی ہے کہ جس طرح انبیاء و مرسلین اعلاء
کلمۃ اللہ اور حفاظت و اشاعت اسلام کیلئے مبعوث ہوتے تھے اسیطرح
یہ حضرات بھی انہیں کی اتباع و پیروی پر مامور ہیں جب ایسی ضرورت ہر زمانہ میں رہی ہے
تو اس زمانہ میں اوس کی کسقدر ضرورت و حاجت ہونی چاہئے کیونکہ اس وقت
دوران میں علوم جدیدہ کی آندھی پرانے نورانی دینی خیالات کو تباہ و برہم کرنیوالی
ہر طرف سے بادل کی طرح اوٹھ رہی ہے اسپر آریہ اور ملاحدہ کے
اعتراضوں کی بوچھار الگ بالائے ناگہانی بنکر پیچھے لگی ہے جنکے جواب سوائے
چند علماء کے ہر عالم بھی نہیں دیسکتا۔ اور مستعد مبلغین کی جماعتیں اپنی قومی سرمایہ
ترقی کرتی جاتی اور ہمارے دینی بھائیوں اور ہم مذہب افراد کو ہم سے چھین کر
اپنے قبضہ میں لے رہی ہیں علاوہ ازین ہمارے نامی گرامی علماء جو اس عالم فانی
سے دار البقاء کو سدھارتے ہیں تو یہاں اون کی جگہ نہ کوئی اون کا قائم مقام اور
جانشین ہوتا ہے اور نہ قوم کی طرف سے کچھ اسکی فکر کیجاتی ہے۔ نیز یہ بات
بھی ظاہر و باہر ہے کہ قرآن شریف اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب

علم کے سیکہنے اور سکہانے کے متعلق فضائل و احکام وارد ہوئے ہیں۔ و صرف یہا علادین کا ہے۔ انہیں وجوہات کو پیش نظر رکھکر خیر خواہان دین و بہی خواہان اسلام نے اس عالی مدرسۂ (مدرسۂ نظامیہ) کا ۱۲۹۳ ہجری میں افتتاح کیا جسکا اعلی مقصد مسلمانوں کو اون کے آبائی اور برحق دین سے واقفیت دلانا اور ایسے افراد کا پیدا کرنا جو آیندہ چلکر قوم کی رہنمائی اور ہدایت اور مخالفین کے اعتراضات کی تردید و بیخ کنی کرنے کیلئے مستعد ہوں اور مناظرین کا بمصداق وجادلہم بالتی ہی احسن کے نہایت راستی کے ساتہہ مقابلہ کرنا۔ اور حتی الامکان احقاق حق اور ابطال باطل مین کوشان رہنا ہے اسیوجہ سے اس مدرسہ کا نصاب تعلیم (سلسلۂ نظامیہ) ہے جسکو مستند علمائے متقدمین نے نہایت غور و فکر اور بعد تجربہ کے بعد مرتب کیا تہا جو صدیوں تک ہندوستان تو کیا بلکہ دوسرے اقالیم کے مدارس اسلامیہ مین بہی رائج رہا جس سے ہزاروں افراد مستفید ہوکر جلیل القدر عالم و فاضل اور مستند مقتدائے قوم ہونے کا افتخار حاصل کرتے رہے انہی مقدس حضرات کی اندرونی روحانیت اور دلی توجہ کا مبارک نتیجہ یہہ نکلا کہ یہہ مدرسہ (جس مین اب دینی علوم کی اعلی تعلیم اور اسلامی اصول و فروع کی بے نظیر تدریس ہورہی ہے) رفتہ رفتہ اپنی آرزوؤں مین کامیاب ہوتا گیا جسکی کارگذاری اور جانفشانی کے نتائج قوم کے روبرو جلسوں کی صورت مین پیش ہوتے رہے چنانچہ آج قوم کے سامنے اوس کی کارگذاری کا ایک خاص نتیجہ پیش کیا جارہا ہے۔ جن حضرات کو دینی بشارتوں کے سماعت سے فرحت اور اسلامی مژدے سننے سے مسرت ہوتی ہو تو اون کو چاہئے کہ اس دینی مدرسہ کی ترقی ملاحظہ فرمانے کیلئے مدرسہ کی سالانہ رپورٹ طلب فرماکر اوس کی مسرت انگیز خبروں سے دلکو مسرور اور آنکہوں کو ٹہنڈک بخشیں۔ اب یہہ خادم العلماء

اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہونے کے بعد اپنے بیان کو اس دعا پر ختم کرتا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ ہمارے ظل اللہ قدر قدرت کیوان منزلت سکندر شوکت دارا حشمت نوشیروان معدلت حضرت مظفر الممالک فتح جنگ هز ہائنس نواب میر محبوب علیخان بہادر (خلد اللہ ملکہ وما یوحت صولتہ)

اور آپ کے صاحبزادگان بلند اقبال (اظلہم اللہ فی ظلہ وظل ابیہم) کی عمر و دولت میں بے حد ترقی دے اور آپ کی اور آپ کے صاحبزادگان بلند اقبال کی تمنائے دلی اور مقاصد قلبی بر لائے جنکے زیر سایہ عاطفت اہل اسلام کو علوم و فنون اسلامیہ اور اسلام کی ہر قسم کی ترقی دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔

آخر میں ہم ان خیرخواہان دین و اسلام کو بھی دعا سے یاد کئے بغیر نہیں رہ سکتے جنکی درمے۔ درمے۔ قدمے۔ قلمے تائیدات سے اس مدرسہ کو روز افزون ترقیاں دیکھنا میسر ہوتا ہے۔ کیونکہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ یعنی جو لوگ انسانوں کا شکریہ نہیں کرتے گویا وہ خدا کا شکریہ نہیں ادا کرتے اے مجیب الدعوات تو ان حامیان دین کے دنیوی واخروی تمام مقاصد میں انکو کامیاب فرما۔

خصوصاً ہمارے سرپرست حقائق آگاہ ہدایت دستگاہ حضرت مولانا عارف باللہ مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ کو جنکے زیر سایہ عاطفت دمرحمت ہمکو علم جیسی بیش بہا دولت اور بے بہا نعمت تیری فیاض درگاہ سے عنایت ہوئی اے خدائے ذو الجلال اے مالک متعال تو ہمارے سرپرست کی عمر و اقبال میں ترقی دے۔ آپکو آپکے دینی و دنیاوی مقاصد میں فائز المرام رکھ اور آپکے